مسلمانوں کے عظیم فرمانروا

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی پاکستان

مسلمانوں کے عظیم فرمانروا

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

84957

نام کتاب	مسلمانوں کے عظیم فرمانروا
مصنف	پروفیسر محمد طفیل چوہدری
اشاعت	جنوری 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z394
قیمت	[redacted]/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010
9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350
14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔ 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212
e-mail:- zquran@brain.net.pk
Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

فہرست

انتساب	5
دیباچہ	6
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	7
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ	99
عبدالرحمٰن الداخل	127
عبدالرحمٰن الناصر	155
سلطان محمود غزنوی	183
ہارون الرشید عباسی	207
محمد ظہیر الدین بابر	225
شیر شاہ سوری	244
نور الدین محمود زنگی	274
صلاح الدین ایوبی	329

Marfat.com

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقْ

خُذْ یَدِیْ سَهِّلْ لَنَا اَشْکَالَنَا

Marfat.com

انتساب

اپنے بیٹے محمد ارسلان خاں کے نام

Marfat.com

عظیم لوگوں کی زندگیاں آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کا ذکر کرنا، لکھنا یا پڑھنا آنے والی نسلوں سے تعلق رکھنے والوں کو ان کی زیارت کے مترادف ہوتا ہے۔ عظیم قائدین کے حالات زندگی کا مطالعہ خوابیدہ جذبوں کو بیدار کرتا ہے اور فکر کی نئی اور سودمند راہ دکھاتا ہے اور پھر کسی قوم کا تعلیم یافتہ طبقہ اپنے تابناک ماضی سے آگاہ ہو کر قوم کے لئے روشن راہ کا تعین کرتا ہے۔ ترقی و کمال کی نئی فکر اور تحریک جنم لیتی ہے اور قوم کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھتا ہے۔ اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ غیرت و حمیت کی ذرا سی نمی بھی قوموں میں ہو تو وہ پستی سے جست لگا کر راہ کمال پر چل نکلتی ہیں۔ اپنے تابناک اور روشن ماضی سے ناطہ جوڑ کر نئی راہ، نئی منزل اور نئی جہت تلاش کی جا سکتی ہے۔ آیئے ہم ان عظیم فرزندان ملت کی زندگیوں کا مطالعہ کریں اور اپنے تابناک ماضی کی روشنی میں نئی راہ کی جستجو میں نکل پڑیں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

23 مارچ، 2003ء

Marfat.com

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (فاروق اعظم)

اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب بندگان میں سے خلفاء راشدین کو افضل و اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ان میں سے ہر ایک بلند ترین مقام پر فائز ہے اور ایک سے بڑھ کر ایک ہے مگر ہر خلیفۂ راشد کی انفرادیت بوجہ چند خصوصی خصائص کے جدا اور الگ ہے۔سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دینی غیرت وحمیت، بے نظیر نظام عدل اور عرب میں پہلی بار ایک جدید، جامع اور مکمل اسلامی نظام حکومت کا قیام (جس کے ہر شعبہ کی بنیاد عدل اور فلاح انسانی پر استوار نظر آتی ہے) بلاشبہ ان کی عظمت و انفرادیت کا آئینہ دار ہے یہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے جن کو دیکھ کر عالم کفر کے بڑے بڑے ستون خاموش اور خمیدہ ہو جایا کرتے تھے اور حد یہ کہ ان کا مہا گرو شیطان رجیم وہ راستہ چھوڑ دیتا تھا جس پر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جادہ و پیا ہوا کرتے تھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منفرد جرأت اور مردانگی تھی کہ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا مسلمانوں نے مسجد حرم میں پہلی بار بلا خوف با جماعت نماز ادا کی اور کافر لرزاں و ترساں محو تماشہ رہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس جرأتِ شاہانہ پر دربارِ خلافت سے فاروقِ اعظم کا عدیم المثال لقب عطا ہوا۔

حالاتِ زندگی

آپ کا نام عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا۔آپ کی والدہ کا نام ختمہ باپ کا نام خطاب تھا۔آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک ہے۔آپ کی والدہ ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی بیٹی تھیں اور دشمن اسلام ہشام بن عمرو (ابوجہل) کی بہن تھیں اس طرح سے ابوجہل آپ کا ماموں تھا(1)۔ زمانہ جاہلیت میں سفارت کا منصب

1۔تاریخ خلفاء از جلال الدین سیوطیؒ

Marfat.com

آپ کے خاندان کے پاس تھا۔قریش اپنے حسب ونسب اور فخر وغلبہ کے اظہار کے لئے آپ ہی کے خاندان کے بزرگوں کو سفارت کاری کیلئے روانہ کیا کرتے تھے۔ باہمی یا دوسروں سے تنازعات کی ثالثی کے فرائض آپ ہی کے قبیلہ کے سردار کے سپرد تھے۔ آنحضور ﷺ کے دادا عبد المطلب اور حرب بن امیہ کے مابین تنازعہ کا فیصلہ آپ کے دادا نفیل نے کیا تھا آپ کا خاندان کوہِ صفاو مروہ کے درمیان مقام مروہ میں سکونت پذیر تھا۔ آپ کی ولادت ہجرت سے چالیس سال قبل، واقعہ عام الفیل سے تیرہ سال بعد اور حرب الفجار سے چار سال پہلے ہوئی۔ظہورِ قدسی ﷺ کے وقت آپ کی عمر ستائیس برس تھی۔آپ رضی اللہ عنہ کے ایام طفولیت کے حالات پردہ اخفاء میں ہیں اور سن رشد کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں۔

شباب کے آغاز میں عرب کے شرفاء کو رائج الوقت مشاغل مثلاًفن سپہ گری،نسب داتی، پہلوانی، خطابت اور خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل تھا۔آپ رضی اللہ عنہ عکاظ کے میلے کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے۔آپ کا شمار قریش کے ان سترہ سرداروں میں ہوتا تھا جو بعثت کے وقت لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جوان ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد نے اونٹ چرانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ اس سلسلہ میں وہ آپ رضی اللہ عنہ پر بہت سختی کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ تجارت کا پیشہ بھی اپنائے رکھا۔ بغرض تجارت آپ رضی اللہ عنہ نے شام، مصر اور عراق کے متعدد سفر کئے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے سسر ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین الاولین میں ہوتا ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہیں جو سب کے سب جنتی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ زاہد اور عالم تھے۔آپ سے 539 احادیث مروی ہیں۔

قبولِ اسلام

جب عرب کے ریگستان میں آفتاب اسلام طلوع ہوا اور فاران کی چوٹیوں سے اعلائے حق کی صدا بلند ہوئی تو عمر کو یہ آواز نہایت ناگوار اور نامانوس محسوس ہوئی۔آپ

Marfat.com

سخت برہم ہوئے۔آپ کو جس شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ مسلمان ہو گیا ہے اسے سخت ایذا دیتے۔آپ کے خاندان کی ایک کنیز لبینہ مسلمان ہوگئیں تو اسے مارتے مارتے تھک جاتے لیکن اسلام کا نشہ اترنے والا نہیں تھا۔ان سختیوں کے باوجود کسی ایک شخص کو بھی راہِ حق سے نہ ہٹا سکے۔

دعائے نبوی ﷺ

عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے۔اس لئے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اسلام کو عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے معزز اور سربلند کردے(1)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے سربلند اور غالب کردے''(2)۔

اس دعائے مستجاب کا یہ اثر ہوا کہ اسلام کا بہت بڑا دشمن اس کا بہت بڑا دوست اور جاں نثار بن گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ارباب سیر اور مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (جلد اول صفحہ 17) میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں رسول اللہ ﷺ کو چھیڑنے کی نیت سے نکلا۔آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہو گئے اور نماز شروع کر دی۔ جس میں آپ ﷺ نے سورۃ الحاقہ تلاوت فرمائی۔میں کھڑا سنتا رہا اور قرآن کے نظم و اسلوب سے حیرت میں تھا دل میں کہا جیسا کہ قریش کہا کرتے ہیں خدا کی قسم یہ شاعر ہے۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

''ترجمہ:۔یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔تم بہت کم ایمان رکھتے ہو''۔میں کہا یہ تو کاہن ہے۔میرے دل کی بات جان گئے۔اس کے بعد آپ

1۔ترمذی بحوالہ ابن عمر رضی اللہ عنہ 2۔حاکم بحوالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

"یہ کاہن کا کلام بھی نہیں۔تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے"۔

آپ ﷺ نے یہ سورت آخر تک پڑھی اور اس کو سن کر اسلام پوری طرح میرے دل میں اتر گیا۔

ایک اور واقعہ جسے ارباب سیر عام طور پر لکھتے ہیں یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتہائی سختیوں کے باوجود کسی ایک شخص کو بھی اسلام سے بد دل نہ کر سکے تو آخر کار مجبوراً شمشیر بکف خود رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلے۔راستے میں نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (جو در پردہ اسلام لا چکے تھے) نے ان کے تیور دیکھ کر پوچھا! خیر تو ہے؟ بولے! (حضرت) محمد (ﷺ) کا قصہ پاک کرنے جا رہا ہوں۔انہوں نے کہا! پہلے اپنے گھر کی تو خیر لو۔تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔عمر فوراً پلٹے اور اپنی بہن کے گھر پہنچے۔حضرت خباب رضی اللہ عنہ انہیں سورۃ طٰہٰ پڑھا رہے تھے آہٹ پا کر سب چپ ہو گئے اور قرآن کے اجزا کو چھپا دیا۔لیکن قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پہنچ چکی تھی۔عمر رضی اللہ عنہ نے بہن سے پوچھا! یہ کیسی آواز تھی۔بولیں! کچھ نہیں۔عمر بولے! میں سن چکا ہوں۔تم مرتد ہو چکے ہو۔یہ کہہ کر بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور مارنا شروع کر دیا۔بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لئے بڑھیں تو ان کو بھی مار مار کر لہولہان کر دیا۔وہ بولیں! عمر جو بن آئے کرو۔اسلام اب دل سے نہیں اتر سکتا۔ان الفاظ نے عمر پر گہرا اثر کیا۔بہن کو محبت بھری نگاہ سے دیکھا۔ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔اسے دیکھ کر اور بھی رقت بڑھ گئی۔فرمایا! تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی دکھاؤ۔فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ پاک صاف نہیں ہیں۔اسے صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔اٹھا کر دیکھا اور سورۃ طٰہٰ کی یہ آیت کریمہ پڑھنی شروع کی:

Marfat.com

''بیشک میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں۔ میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ میری ہی عبادت کرو اور میری یاد میں نماز پڑھو''۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ حدید کی یہ آیت کریمہ پڑھنی شروع کیں:

سبح لله ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم

''زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں وہ غالب اور حکمت والا ہے''۔

قرآن کے ایک ایک لفظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل مرعوب ہوا جاتا تھا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے۔ امنوا باللہ ورسولہ (سورۂ حدید)

''خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ''۔ تو آپ بے اختیار پکار اٹھے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ اور درخواست کی کہ مجھے دربارِ رسالت لے چلیں۔ جب آپ شمشیر بکف حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دامن کوہ صفا میں واقع دارِ ارقم جہاں آنحضور ﷺ تشریف فرماتے تھے پہنچے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! آنے دو۔ اگر نیک نیت سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دامن پکڑ کر پوچھا۔ کیوں عمر کس ارادے سے آئے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت خضوع سے جواب دیا! ایمان لانے کے لئے۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ آپ سے پہلے انتالیس مرد اور تئیس خواتین اسلام لاچکی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ مسلمان قلیل تعداد میں تھے اور مجبوری اور بے بسی کے عالم میں تھے۔ چھپ چھپ کر مذہبی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے حالت دفعتاً بدل گئی۔ انہوں نے اعلانیہ اپنے اسلام لانے کا

Marfat.com

اظہار کیا۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مشرکین بکثرت ان کے مکان پر جمع ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ عمر بے دین ہو گیا ہے۔ عمر خوفزدہ گھر کے اندر تھے۔ اور میں مکان کی چھت پر''۔

مشہور مؤرخ ابن خلدون، ابن اسحاق کے حوالے سے رقم طراز ہے کہ عبدالرحمٰن بن الحرث نے بعض ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شب کو میں اسلام لایا اس رات مجھے خیال آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا زیادہ دشمن ہو اس سے جا کر میں اپنے اسلام لانے کا حال کہہ کر اس کا دل جلاؤں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ دشمن ابوجہل ہے۔ چنانچہ میں نے صبح ہوتے ہی اس کے دروازے پر دستک دی ابوجہل نے مکان سے نکلتے ہی مرحبا واھلاً کہہ کر آنے کی وجہ دریافت کی۔ میں نے کہا تجھ کو یہ خبر دینے آیا ہوں کہ میں اسلام لے آیا ہوں اور محمد ﷺ کو رسول اللہ سمجھتا ہوں۔ یہ سنتے ہی ابوجہل جل کر اندر چلا گیا۔ اور میں بھی واپس چلا آیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے اسلام لانے کے بارے میں روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت معمر الجمعی کے پاس گئے اور کہا جمیل تمہیں معلوم ہے میں اسلام لے آیا ہوں۔ وہ ایک لفظ کہے بغیر اپنی چادر گھسیٹتا ہوا چل پڑا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ جمیل نے حرم کے دروازے پر کھڑے ہو کر چلا چلا کر کہا۔ اے گروہِ قریش! تمہیں معلوم ہے عمر بے دین ہو گیا ہے۔ فوراً ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ بکتا ہے میں تو اسلام لایا ہوں۔ یہ سنتے ہی قریش برافروختہ ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور لڑنے لگے۔ اسی اثناء میں عاص بن وائل بھی آ گئے۔ انہوں نے پوچھا! کیا ہنگامہ ہے؟ لوگوں نے کہا عمر مرتد ہو گیا ہے۔ عاص نے کہا تو پھر کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص نے اپنے لئے جو چاہا پسند کر لیا، تمہیں کیا مطلب؟ ہٹ جاؤ اس کے پاس سے۔ میں نے عمر کو پناہ دی۔ پس خدا کی قسم وہ اس طرح الگ ہو گئے جیسے جسم سے کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک ماموں کی پناہ سے انکار کر دیا اور برابر اثبات و استقلال سے مشرکین سے مقابلہ کرتے رہے۔

ہجرت

حافظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ خلفاء (صفحہ 136) میں ابن عساکر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی روایت لکھی ہے۔ جب مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت مل گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی غرض سے مدینہ کا قصد کیا۔ آپ تلوار، تیر اور ترکش سے مسلح ہو کر بیس سواروں کے ہمراہ قریش کے معززین کے مجموں میں سے بڑی شان سے گزر کر کعبہ میں داخل ہوئے۔ طوافِ کعبہ کیا پھر مقام ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد قریش کے معززین کے اجتماع میں آ کر فرمایا! میں ہجرت کر رہا ہوں۔ جس کا ارادہ ہو کہ اپنی ماں سے دور ہو جائے، اپنی اولاد کو یتیم کرے اور اپنی بیوی کو بیوہ بنائے وہ میری تلوار سے قتل اور خباثت باطنی کا مزہ چکھے۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

مدنی دور میں آپ ہمیشہ رسول اکرم ﷺ کے دست راست رہے۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ اسیرانِ بدر کے بارے میں جوش اسلام میں دوسرے صحابہ کے برعکس آپ رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ اسلام کے مقابلے میں قرابت کو کوئی دخل نہیں۔ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے۔ صلح حدیبیہ کی بظاہر مغلوبانہ شرائط کو ناپسند فرمایا۔ جنگ تبوک میں گھر کا نصب اثاثہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وصال نبوی ﷺ کے فوراً بعد ثقیفہ بنی ساعدہ سے جس خطرے کے پھیلنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا آپ رضی اللہ عنہ ہی کی مستعدی اور عقلمندی سے امت کو انتشار سے بچا لیا۔ دورے صدیقی میں آپ رضی اللہ عنہ ان کے دست راست اور مشیر رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب بیمار پڑے تو امت کی امامت اور قیادت کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد تھی۔

Marfat.com

مواخات قرآنی

قرآن کریم میں اکثر و بیشتر آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہیں۔ حافظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ خلفاء میں بیس مقامات کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً مقام ابراہیم پر نماز پڑھنا، پردہ، اسیرانِ بدر سے سلوک، حرمت شراب، مشرک کی نماز جنازہ کی ممانعت، جوا کی بندش، دعائے مغفرت، جنگ بدر کی بابت مجلس مشاورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جنگ کرنے کی رائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کے خلاف برات، ماہ صیام میں شب کو اپنی بیویوں سے صحبت، ملائکہ اور انبیاء کو گالیاں دینے والوں سے اللہ جنگ کرے گا، گھروں میں داخل ہونے کے لئے اذن، یہود سرگرداں قوم ہے وغیرہ قرآنی آیات آپ کی موافقت میں نازل ہوئیں۔

علاوہ ازیں اذان کے الفاظ اور جنگ احد میں ابوسفیان کی دریافت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر کہ جواب نہ دو رسول اللہ ﷺ نے تائید فرمائی۔

خلافت کے لئے نامزدگی!

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری جب شدت اختیار کر گئی تو امامت و قیادت امت کا فریضہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔ پھر جب طبیعت اور خراب ہوگئی تو آپ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صحابہ کبار کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا! عمر کے اہل ہونے میں کسی کو شبہ نہیں لیکن وہ کسی قدر متشدد ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا! میرے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی درشت مزاجی کی شکایت کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا! آپ عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں حالانکہ وہ آپ کے سامنے متشدد ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کے بعد کیا کریں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! جب ان پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔ ایک صحابی نے کہا! آپ عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین

Marfat.com

بناتے ہیں۔ ذرا سوچ لیجئے آپ خدا کے ہاں جا رہے ہیں وہاں کیا جواب دیں گے؟ فرمایا! میں عرض کروں گا خدایا میں نے تیرے بندوں میں سے جو بہتر تھا اسے (خلیفہ) منتخب کیا۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور عہد نامۂ خلافت لکھوانا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ لکھے جا چکے تھے کہ غش آ گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام بڑھا دیا۔ ہوش آیا تو پوچھا پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے۔ اور کہا! خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے میرے دل کی بات لکھ دی(1)۔

عہد نامہ مرتب ہوا تو اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں پڑھ کر سنا دو۔ خود آپ بالا خانہ پر تشریف لے گئے اور تمام حاضرین سے فرمایا! میں نے اپنے بھائی یا رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ سب نے کہا! سمعنا واطعنا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر مفید نصیحتیں فرمائیں جو ان کے لئے عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے 22 جمادی الاول بروز منگل وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

پہلا خطبہ

بیعت عام اور خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے۔ خدا کی حمد و ثناء کے بعد حضور اکرم ﷺ پر درود اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے۔ اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ اگر مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہارا امیر اور حاکم بننا پسند نہ کرتا۔ اے لوگو! خدا نے مجھے تمہارے لئے آزمائش بنایا ہے۔ تم میں جو کوئی نیک کام کرے گا میں اس سے نیک سلوک کروں گا۔ جو برائی کرے گا اسے عبرت ناک سزا دوں گا''۔

1۔ سیرت صحابہ، صفحہ 55

Marfat.com

جب لوگوں کے دلوں میں آپ کی سختی اور درشتی کے متعلق شبہات پیدا ہوئے تو فرمایا:

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے میری سختی بہت کم ہوگئی ہے تاہم میں مسلمانوں پر کسی جابر اور ظالم کے ظلم کو برداشت نہیں کرسکتا۔ امن اور سلامتی اختیار کرنے والوں کے لئے میں بہت نرم ہوں۔ یاد رکھو! ظالموں کو حرف غلط کی طرح مٹا دوں گا۔ عرب کی مثال نکیل سے بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے جو اپنے ساربان کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ لہٰذا ساربان کا فرض ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اس کی قیادت کرے۔ میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اسے سیدھے راستے پر لے چلوں گا''۔

علاوہ ازیں آپ نے یہ دعا فرمائی:

''اے خدا! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے۔ اے خدا! میں کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا دے''

لقب امیر المومنین!

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے اپنے لئے خلیفۃ رسول اللہ ﷺ کا لقب اختیار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو لوگوں نے انہیں خلیفۃ الرسول ﷺ کہنا شروع کیا۔ لیکن الفاظ کے طوالت کے پیش نظر فرمایا! میں تمہارا امیر ہوں۔ اس لئے مجھے امیر المومنین کہا کرو۔ اس وقت سے آپ امیر المومنین پکارے جانے لگے۔ دوسری روایت ہے کہ کوفہ کے بعید اور عدی بن حاتم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا اور کہا کہ امیر المومنین کو ہماری اطلاع کردو۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں انہی الفاظ میں اطلاع دی۔ آپ نے اس خطاب کو پسند فرمایا۔

فتوحات ایران و عراق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں افواج اسلام اہل فارس سے عراق کے محاذ پر مثنیٰ بن حارث اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کی کمانڈ میں جنگ آزما تھیں۔ اس محاذ پر مسلمانوں نے شاندار کامیابیاں حاصل کیں اور عراق کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر چار مسلم کمانڈر شام کے

Marfat.com

علاقے میں اپنی اپنی افواج کے ساتھ رومیوں سے مصروف جنگ تھے۔ اس محاذ پر مسلمانوں کی تعداد چھتیس ہزار تھی۔ رومیوں نے مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے شام کے علاقے میں وسیع پیمانے پر فوجیں جمع کر رکھی تھیں۔ اس خطرناک صورت حال کے پیش نظر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نصف عراقی فوج کے ساتھ فوراً شام کے محاذ پر پہنچنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت مثنیٰ بن حارث رضی اللہ عنہ کو عراقی محاذ پر اپنا قائم مقام مقرر کر کے شام چلے گئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں عراق کے محاذ پر فتوحات کا سلسلہ رک گیا اور اہل فارس کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا۔ انہوں نے ہرمز کو حیرہ کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا، بابل کے مقام پر اہل فارس اور مثنیٰ بن حارث کی فوج کا مقابلہ ہوا۔ ہرمز کو شکست ہوئی۔ مسلمان ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے مدائن کے نواح تک پہنچ گئے۔

اسی اثناء میں حضرت مثنیٰ کو اطلاع ملی کہ ایرانی عراق کے مقبوضات کی واپسی کے لئے زبردست جنگی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حضرت مثنیٰ بشیر بن خصاصیہ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود دربار خلافت سے فوجی امداد حاصل کرنے کے لئے مدینہ چلے آئے۔ جس روز وہ مدینہ پہنچے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت بیمار تھے۔ حضرت مثنیٰ نے خلیفہ کو حالات سے آگاہ کیا اور مزید کمک کی درخواست کی۔ مثنیٰ کے امداد کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی اور خود اسی روز انتقال فرما گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو بیعت کے لئے لوگ ہر طرف سے مدینہ آئے۔ آپ نے اس موقع پر لوگوں کو جہاد میں شمولیت کے لئے ترغیب دی اور پرجوش تقریریں کیں۔ حضرت مثنیٰ نے بھی مسلمانوں کو جوش دلایا۔ چوتھے روز حضرت عبیداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کیا۔ اس کے بعد اور لوگ بھی جہاد کے لئے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ ثقفی کو چند ہزار مجاہدین پر امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔ اس وقت بولان دخت ایران پر حکمران تھی۔

Marfat.com

اس نے مسلمانوں سے سابقہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے مشہور سپہ سالار رستم کو ایرانی افواج پر مقرر کیا اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا۔ اس نے مسلمانوں کے تمام مقبوضات میں بغاوت کرا دی۔ اس طرح تمام مقبوضات مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور اسلامی افواج عرب کی سرحدات پر واپس لوٹ آئیں۔

جنگ نمارق 13ھ (اکتوبر 634ء)

حضرت مثنیٰ بن حارث رضی اللہ عنہ دس دن کے بعد حیرہ پہنچے اور حضرت ابوعبیدہ ثقفی بھی وہیں اپنی سپاہ کے ساتھ ان سے آن ملے۔ مسلم فوج کی آمد کی اطلاع پا کر رستم نے دو جرنیلوں نرسی اور جابان کو علیحدہ علیحدہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ جابان اور مسلمانوں کی فوج کے درمیان نمارق کے مقام پر جنگ ہوئی۔ خدا نے اہل فارس کو شکست دی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کا نامور سپہ سالار مردان شاہ مارا گیا۔ اور جابان کو ایک مجاہد مطرین فضہ نے گرفتار کر لیا لیکن وہ اسے جانتے نہ تھے۔ جابان نے لاعلمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس مجاہد سے دو غلاموں کے بدلے اپنی رہائی کا وعدہ کر لیا۔ بعد میں مسلمانوں نے اسے پہچان لیا کہ یہ جابان ہمارا حریف ہے۔ لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! مسلمان مانند ایک جسم کے ہیں۔ یہ مناسب نہیں کہ ایک مسلمان اسے امان دے دے اور میں اسے قتل کر دوں۔ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

شکست خوردہ ایرانی فوج نرسی کے پاس جمع ہوئی جو کسکر کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں بھاری مال غنیمت ملا۔

معرکہ کسکر

نرسی شاہ ایران کا خالہ زاد بھائی تھا۔ کسکر اس کی جاگیر تھی جس میں اس کا خاص باغ ''نرسیان'' تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فوج کے ہمراہ کسکر پہنچے۔ ملکہ بولان دخت اور رستم نے نرسی کی مدد کے لئے جالینوس کو روانہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے جالینوس کی آمد سے پہلے ہی سقاطیہ کے مقام پر نرسی کی فوج پر حملہ کر دیا۔ نرسی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس کے

Marfat.com

بعد مسلمانوں نے تیسیا کے مقام پر جالینوس کو شکست دی۔

جنگ جسر 13ھ(634ء)

نرسی اور جالینوس کی شکست کی خبر سن کر رستم غصہ سے بھر گیا۔اس نے ذوالحاجب بہمن جادویہ کو تیس ہزار فوج تین سو ہاتھی اور شاہ ایران کا علم درفش کاویانی (1) دے کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر بھیجا۔ جالینوس کو بھی اس کے ہمراہ کیا۔ بہمن راستے میں لوگوں کو بھرتی کرتا ہوا قس الناطف کے مقام پر ٹھہرا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کسکر سے چل کر امروحہ میں قیام کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔فریقین نے باہمی رضامندی سے دریا پر پل بنایا۔ پھر بہمن نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آجاؤ یا ہمیں عبور کرنے دو۔ افواج اسلام کے سرداران جن میں سلیط بھی شامل تھے کی رائے تھی کہ دریا عبور نہ کیا جائے بلکہ دشمن کو اس پار آنے دیا جائے لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس رائے کے خلاف دریا عبور کر کے جوش جہاد میں دشمن پر حملہ کر دیا۔ جنگ کے آغاز میں ہی اہل فارس نے ہاتھیوں کو آگے رکھا۔ اور تیر اندازی شروع کر دی، عربی گھوڑے پہاڑ نما ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گئے اور بھاگ گئے۔ اسلامی فوج نے پیدل لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جوش جہاد میں تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے دشمن کی صفوں پر جھپٹے۔ دشمن منتشر ہونے لگا تو بہمن نے ہاتھیوں کو آگے کر دیا۔ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فوج کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر ہاتھیوں کی سونڈوں کو تلواروں سے کاٹ ڈالیں۔ وہ خود ایک ہاتھی پر حملہ آور ہوئے اور اس کی سونڈ اور ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اسے ہلاک کر دیا۔ ہاتھی کا سوار بھی مارا گیا۔ مسلمانوں نے بھی ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹ دیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک سفید ہاتھی پر حملہ آور ہوئے اور اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ اس

1۔ رسول ﷺ وخلفائے رسول ﷺ کے مصنف ابن خلدون کے مطابق درفش کاویانی بارہ گز لمبا اور آٹھ گز چوڑا تھا

Marfat.com

ہاتھی نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو پاؤں تلے کچل کر شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے سات علم برداروں نے جام شہادت نوش کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر مسلم سپاہ نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ ایک مجاہد عبداللہ بن مرشد نے آگے بڑھ کر پل توڑ دیا تا کہ مسلمان بھاگ نہ سکیں اور ڈٹ کر مقابلہ کریں لیکن بہت سے مجاہد دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ حضرت مثنیٰ اور ان کے چند ساتھیوں نے مقابلہ جاری رکھا۔ پل دوبارہ درست کر دیا گیا۔ جب بقیہ فوج دریا عبور کر چکی تو مثنیٰ اور ان کے ساتھی لڑتے ہوئے دریا عبور کر کے امروجہ پہنچے۔ اس جنگ میں چار ہزار مجاہد شہید اور غرق ہوئے اور تین ہزار زندہ بچے۔ چھ ہزار ایرانی مارے گئے۔ بہمن مدائن چلا گیا۔ جابان اور مروان شاہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے لیکن عاصم بن عمرو کے سواروں نے انہیں گرفتار کر کے قتل کر ڈالا (1)۔

جنگ بویب رمضان 13ھ (635ء)

جنگ جسر میں مسلم سپاہ کی تباہی اور شکست کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے بذات خود محاذ پر جانے کا فیصلہ کیا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو روک دیا۔ چونکہ حضرت مثنیٰ کی فوج کی تعداد کم ہو گئی تھی اور وہ اہل فارس سے جنگ جسر کا انتقام لینے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نقیب بھیج کر فوجیں بھیجنے کا حکم دیا۔ آپ نے بنو بجیلہ پر جریر بن عبداللہ کو مقرر کر کے خمس کا ایک چوتھائی دینے کے وعدے پر حضرت مثنیٰ کی مدد پر روانہ کیا۔ عصمہ کو بنو ضبہ اور بنو نمر پر اور دیگر عرب نصرانی قبائل پر خالد بن حلال کو مقرر فرمایا اور عراق کے محاذ پر روانہ فرمایا۔ حضرت مثنیٰ نے بھی اپنے قرب و جوار سے فوج بھرتی کر لی۔ اس طرح حضرت مثنیٰ کے پاس ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ رستم اور فیروزان کو اسلامی فوج کے اجتماع کی خبر ملی تو انہوں نے مہران ہمدانی کو بہت بڑی فوج کے ہمراہ حضرت مثنیٰ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا حضرت مثنیٰ مقام بویب (یہاں آج کل کوفہ ہے) میں خیمہ زن ہوئے اور اسلامی دستوں کو بھی وہیں بلا لیا۔ مہران نے دریائے

1۔ ابن خلدون

Marfat.com

فرات کے دوسرے کنارے قیام کیا اور حضرت مثنیٰؓ کو کہلا بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آجاؤ یا ہمیں عبور کرنے کی اجازت دے دو۔ حضرت مثنیٰؓ نے کہا کہ تم خود ہی اس طرف آجاؤ۔ ایرانی فوج دریائے فرات عبور کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں آئی۔ مہران نے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے کے ساتھ ہاتھیوں کے جھنڈ رکھے۔ طرفین کی افوج نے صف بندی کر لی تو حضرت مثنیٰؓ نے پرجوش خطبہ سے مجاہدین کے جذبۂ جہاد کو ابھارا۔ جب انہوں نے نعرہ تکبیر کی آواز بلند کی تو مسلم سپاہ اہل فارس پر ٹوٹ پڑی مجاہدین نے تابڑ توڑ حملے کر کے دشمن کے قلب کو سراسیمہ کر دیا پھر میمنہ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تو ایرانی سپاہ کے حوصلے پست ہو گئے۔ دوسرے روز پہلے سے بھی زوردار معرکہ ہوا۔ مہران مارا گیا۔ دشمن بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت مثنیٰؓ نے پل توڑ دیا اور مسلم سپاہ دشمن کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ جنگ میں ایک لاکھ ایرانی مارے گئے، اور ایک سو مسلمان شہید ہوئے (1)۔

مسلم شہداء میں حضرت مثنیٰؓ کے بھائی مسعود بن حارث اور خالد بن ہلال بھی تھے۔ اس کے بعد حضرت مثنیٰؓ نے سواد خنافس اور تکریت پر حملے کر کے تاخت و تاراج کیا اور بہت سامال غنیمت ہاتھ لگا۔

جنگ بویب نے اہل فارس میں ہلچل پیدا کر دی انہوں نے بولان دخت کو معزول کر کے اکیس سالہ شہزادہ یزدگرد کو تخت نشین کرا دیا۔ حضرت مثنیٰؓ اس جنگ میں زخمی ہو گئے تھے۔ آپ کچھ عرصہ بعد انتقال فرما گئے۔

جنگ قادسیہ 14ھ (635ء)

جنگ بویب میں شکست نے اہل فارس کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے زبردست جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ تیاریاں شاہ ایران یزدگرد کی ہدایت پر کی جا رہی تھیں۔ شاہ ایران نے ایران کے مشہور اور آزمودہ کار جرنیل رستم کو ایرانی افواج کا کمانڈر مقرر کر کے مسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ رستم

1۔ تاریخ طبری و ابن خلدون

Marfat.com

نے مسلمانوں کے مقبوضات میں بغاوت کرا دی۔ حضرت مثنیٰؓ کو مجبوراً عرب کے سرحدی علاقوں میں پناہ لینی پڑی۔

حضرت مثنیٰؓ نے اہل فارس کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دربارِ خلافت کو دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مثنیٰؓ کو لکھا کہ جس قدر عراق و عرب کے مسلمان ہیں ان کو لے کر اہل فارس کے لشکر پر حملہ کر دو اور بنو ربیعہ اور حضر کو بھی طوعاً کرہاً ساتھ لے لو۔ اس حکم کے ملتے ہی حضرت مثنیٰؓ قرب و جوار کے عرب قبائل کو لے کر جبل بصرہ میں مقیم ہو گئے۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام عمال کو ایک گشتی مراسلہ بھیج کر ان سے سواروں، پیادوں اور جنگ آوروں کو بمعہ سواریوں اور ہتھیاروں کے بغرض جہاد فارس طلب کر لیا۔ چنانچہ ہر صوبے سے غازیان اسلام دارالحکومت مدینہ میں جمع ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج سے واپس ہوئے تو لشکر اسلام کو دستوں میں تقسیم کر کے ہر دستے پر ایک امیر مقرر کیا۔

مشاورت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر فرمایا اور خود عراق پر لشکر اسلام کی قیادت کے قصد سے چشمہ ضرار پر مقیم ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشورے کے لئے طلب فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ مناسب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقیم رہیں اور لشکر اسلام پر کسی صحابی کو مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ کر دیں۔ اگر اس کو کامیابی ہو گئی تو بہتر ورنہ کسی دوسرے صحابی کو امیر لشکر بنا کر بھیجا جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے اور دشمنان اسلام کو ہلاک کرے۔ اس سے دشمنوں پر زیادہ اثر پڑے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا مشورہ مان لیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو امیر لشکر بنا کر عراق کی جانب روانہ کیا۔ حضرت سعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ اس لشکر پر وقار میں حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابی شامل تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف چار ہزار غازیان اسلام تھے بعد میں دو ہزار یمنی اور دو ہزار

84757

Marfat.com

نجدی جنگ آوروں کو روانہ کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مقام یزددود پر حضرت مثنیٰ بن حارث کے انتقال کی خبر ملی۔ راستے میں ہزاروں غازیان اسلام لشکر میں شامل ہوتے رہے۔ مقام سیراف پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق لشکر کا جائزہ لیا تو اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہر دس دس آدمیوں پر امیر مقرر کیا اور وہاں سے کوچ کر کے قادسیہ میں مورچے بنا لئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دو ماہ تک دشمن کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رستم کثیر فوج کے ساتھ مقام ساباط پر آ کر خیمہ زن ہوا اور اپنے لشکر کی صف بندی اور ترتیب میں مصروف ہو گیا۔

سفارت کاری

فرمان عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چودہ رکنی سفارت یزدگرد کے پاس دعوت اسلام کے لئے روانہ کی۔ یہ لوگ عربی گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں نیزے اور کوڑے تھامے گلے میں تلوار حائل کئے اور کندھوں پر چادریں ڈالے سیدھے یزدگرد کے دربار میں پہنچے۔ شاہ ایران نے پہلے تو اپنی شان و شوکت اور قوت و جبروت سے اراکین وفد کو مرعوب کرنا چاہا۔ پھر مسلمانوں کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لئے عربوں کے ماضی میں بدحالی اور مفلسی کے قصے بیان کئے اور مال و دولت کا لالچ دے کر کہا کہ تم اپنے ملک واپس چلے جاؤ، وفد کے سربراہ نعمان بن مقرن نے کہا! بے شک کچھ عرصہ پہلے عربوں کا برا حال تھا۔ پھر اسلام قبول کرنے کے بعد عربوں کے دل و دماغ میں انقلاب آ چکا ہے۔ جس کا اندازہ آپ کو نہیں۔ ہم کو حکم ہے کہ اسلام کی دعوت دوسری اقوام کو دیں۔ اس لئے اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دینا قبول کرو ورنہ ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ اس پر یزدگرد نے طیش میں آ کر کہا! جاؤ ہمیں آپ کی شرائط منظور نہیں، رستم آ رہا ہے جو تمہیں قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا اور اگر سفیر کا قتل جائز ہوتا تو میں تم سب کو قتل کرا دیتا۔ اس نے حکم دیا کہ مٹی کا ٹوکرا بھر کر وفد کے سربراہ کے سر پر رکھ کر مدائن سے باہر نکال

Marfat.com

دیا جائے۔ چنانچہ شاہِ فارس کے حکم پر مٹی کی ٹوکری بھر کر وفد کے سربراہ حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دی گئی۔ وہ اسلامی وفد کے اراکین کے ساتھ مٹی کا ٹوکرا لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا! مبارک ہو دشمن نے خود اپنی زمین ہمارے حوالے کر دی ہے۔

دشمن کے پاس ایک لاکھ فوج تھی لیکن پھر بھی اس پر مسلمانوں کا خوف طاری تھا۔ وہ جنگ سے ہچکچاہٹ سے کام لے رہا تھا چھ ماہ گزر چکے تھے۔ مسلمان مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔

جنگ کا آغاز

محرم 14ھ، بعد نماز ظہر اہل فارس اور غازیانِ اسلام کے درمیان معرکہ کارزار گرم ہوا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرق النساء (پھوڑوں کی بیماری) میں مبتلا ہونے کے باعث خود جنگ میں شرکت نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنا قائمقام خالد بن عرفطہ کو مقرر کیا اور خود محاذ کے قریب ایک محل کی چھت پر لیٹ کر جنگ کا مشاہدہ کرتے اور فوج کو ہدایات دیتے تھے۔ جنگ کے پہلے دن ہی ایران کا شہزادہ ہرمز ثانی گرفتار ہوا اور عمرو بن سعدی رضی اللہ عنہ نے ایران کے نامور شہسوار کو ہلاک کر دیا۔

معرکہ یوم الرماۃ

مبارزت کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ رستم نے ہاتھیوں کو آگے کر دیا۔ بنو بجلہ، بنو کندہ اور بنو اسد نے بہادری کے جوہر دکھائے اور دشمن پر برق اجل بن کر ٹوٹ پڑے۔ رستم نے ایران کے انبوہِ کثیر کو مجموعی قوت سے حملے کا حکم دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو کل اسلامی افواج دشمن پر ٹوٹ پڑی اور فریقین کی افواج ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئیں۔ دشمن کے جنگی ہاتھیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تو عربی گھوڑے ان پہاڑ نما بلاؤں سے بدک گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے تیر اندازوں کو تیر اندازی کا حکم دیا اور خود نیزے کے ساتھ دوسرے نیزہ بازوں کے

Marfat.com

ہمراہ ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ تیر اندازوں نے ہاتھی سواروں کو اوندھے منہ گرا دیا۔ دشمن کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ سارا دن جنگ ہوتی رہی۔ شام کی سیاہی پھیلنے پر فریقین کے لشکروں نے اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف مراجعت کی۔ اس دن کی لڑائی کا نام یوم الرماۃ ہے۔ اس روز 5 سو مسلمان شہید ہوئے۔

معرکہ یوم اغواث

دوسرے دن نمازِ فجر کے بعد مسلمانوں نے شہداء کو دفن کیا۔ زخمیوں کو مرہم پٹی کے لئے عورتوں کے سپرد کیا، اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اسی اثناء میں شام سے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی بھیجی ہوئی چھ ہزار میں سے ایک ہزار سپاہ حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہنچ گئی۔ اس سے اسلامی فوج کے حوصلے بلند ہو گئے۔ شامی فوج کے امیر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ آتے ہی جنگ میں کود گئے۔ لشکر اہل فارس سے ذوالحاجب بہمن جادویہ ان کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کمال مردانگی سے شہدائے جسر کو یاد کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر لشکر فارس سے فیروزاں اور بندوان نکلے۔ لیکن دونوں مارے گئے۔ فارس کے ان سورماؤں کی ہلاکت سے ایرانی لشکر کے حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے دس دس اونٹوں کو قطار میں کھڑا کر کے ان پر سیاہ جھولیں ڈال دیں۔ ان پر بڑے ہوشیار تیر اندازوں کو بٹھا کر لشکر فارس کے سوار دستوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی گھوڑے بدک کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے جس سے اہل فارس کو بہت نقصان ہوا۔ جنگ نصف رات تک جاری رہی۔ ایک ہزار مسلم مجاہد شہید ہوئے اور دس ہزار ایرانی مارے گئے۔ اس دن کے معرکے کو یوم اغواث کہا جاتا ہے۔

معرکہ یوم عماس

تیسرے دن لڑائی نہایت شدت اختیار کر گئی۔ بڑا ہولناک معرکہ ہوا۔ حضرت قعقاع

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے حکم سے سوار دستے رات کے وقت ہی شام کی سمت مورچوں میں چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی یہ سوار دستے سو سو کی ٹکڑیوں میں برق رفتاری سے میدان جنگ میں آنے شروع ہوگئے۔ مسلمانوں نے جوش مسرت سے نعرہ لگایا کہ شام سے امدادی فوج آگئی ہے۔ حسن اتفاق سے ہاشم بن عتبہ سات سو سواروں کے ہمراہ شام کی سمت سے نمودار ہوئے۔ ان کے آنے سے میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اہل فارس کی روح متاثر ہوئی جاتی تھی۔ عساکر اسلام نے دشمن کے عقب پر حملہ کر دیا اور انہیں دور تک دھکیل دیا۔ رستم نے ہاتھیوں کو آگے بڑھایا۔ اور سواروں کو ان کے اردگرد متعین کر دیا۔ سیاہ پہاڑوں نے لشکر اسلام کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ حضرت قعقاع بن عمرو اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہم نے سفید ہاتھی پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ فیل اجرب کو دوسرے لوگوں نے زخمی کر کے بھگا دیا۔ اسے دیکھ کر دوسرے ہاتھی بھی بھاگ نکلے، ہاتھیوں کے بھاگ جانے کے بعد مسلمان دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ عمرو بن معدی کرب، قیس بن مکثوح اور طلحہ رضی اللہ عنہم نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ سارا دن لڑائی ہوتی رہی۔ فریقین کا پلہ برابر رہا۔ رات ہوئی تو فریقین نے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوکر اپنی اپنی صفوں کی ترتیب میں مصروف ہوگئے۔

معرکہ لیلۃ الحریر

مغرب کے بعد فریقین اپنی صفوں کو ترتیب دے کر رات بھر لڑتے رہے۔ قیامت خیز ہنگامہ برپا رہا میدان جنگ سے نہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور نہ ہی رستم کو کوئی خبر پہنچتی تھی اور نہ ہی ان کی طرف سے میدان کارزار تک کوئی حکم پہنچتا تھا۔

رستم کا خاتمہ

نصب شب کو قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر دشمن کے قلب پر حملہ کر دیا۔ قبائلی سرداروں نے اپنے اپنے ہم قوموں کو پکارا۔ لڑائی کی آگ از سرنو بھڑک

Marfat.com

اٹھی۔ مجاہدین لڑتے ہوئے رستم کے تخت تک پہنچ گئے۔ رستم لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر بھاگ نکلا۔ ہلال بن علقمہ نے آگے بڑھ کر زور سے رستم کو برچھا مارا جس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ رستم ایک گڑھے میں گر پڑا۔ ہلال ٹانگ سے پکڑ کر اسے گھسیٹ لائے اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہلال نے رستم کا تعاقب کیا رستم نہر میں کود گیا۔ ہلال اسے ٹانگوں سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لائے اور تلوار کے وار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور تخت پر چڑھ کر اعلان کر دیا! رب کعبہ کی قسم! میں نے رستم کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے بعد لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

آہن پوش دستہ

اس کے باوجود اہل فارس کا آہن پوش دستہ جنگ کرتا رہا لیکن بنوحمیضہ نے کمال بہادری سے تیروں سے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ نے درفش کاویانی پر قبضہ کر لیا جس کی قیمت دو لاکھ دس ہزار تھی۔

لشکر اسلام نے بھاگنے والوں کا تعاقب کر کے مقام خرارہ پر جا لیا۔ جالینوس اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے سب کو ہلاک کر دیا۔ اس معرکہ کو یوم العماس کہا جاتا ہے۔ اس میں تیس ہزار ایرانی مارے گئے اور چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اس جنگ نے ساسانی حکومت کی تقدیر کا فیصلہ کر دیا۔

بابل پر قبضہ

قادسیہ کی شکست خوردہ ایرانی فوج بابل میں جمع ہوئی یہاں ان کے نامور سپہ سالار ہرمزان، فیروزان، تیجر خان ہوازی اور مہر مزان وغیرہ جمع تھے۔ ان لوگوں نے فوجوں کو از سر نو منظم کیا اور فیروزان کو ان پر سپہ سالار مقرر کیا۔ قادسیہ کی فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ دو ماہ تک انتظام کی غرض سے وہیں رہے۔ پھر حسب حکم فاروق اعظم اپنے اہل وعیال کو فوج کی حفاظت میں مقام عتیق پر چھوڑ کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر بابل پہنچا تو فیروزان نے باہر نکل کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بھاگ نکلا اور بابل پر حضرت سعد رضی

Marfat.com

اللہ عنہ کا قبضہ ہوگیا۔ بابل کے بعد کوثی (1) کے مقام پر اہل ساباط اور مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ ایرانی سالار شہریار مارا گیا۔ اور اس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس معرکہ کے بعد اہل ساباط نے اطاعت قبول کر لی۔

بہرہ شیر کا محاصرہ

ذوالحجہ 15ھ کو تمام اسلامی فوج مدائن کے قریب بہرہ شیر میں جمع ہوئی۔ تین ماہ کے محاصرے کے بعد اسے فتح کر لیا۔ اثنائے محاصرہ قرب و جوار کے لوگوں نے اطاعت کر لی۔

مدائن کی فتح

بہرہ شیر سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ دارالحکومت مدائن کی طرف بڑھے۔ راستے میں دریائے دجلہ حائل تھا۔ دشمن نے دریا کا پل توڑ دیا تھا اور تمام کشتیوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لئے اسلامی فوج کو دریا کے کنارے رکنا پڑا۔ آخر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک پر جوش تقریر کر کے مسلمانوں کو دریا عبور کرنے پر ابھارا۔ اور پکار کر کہا! کون ہے جو دریا عبور کرتے وقت لشکر کی حفاظت کرے۔ حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ پھر چھ سو مجاہدین نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ان میں سے ساٹھ عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریا میں کود گئے اور پھر 540 مجاہد بھی ان کے پیچھے پانی میں گھس گئے۔ جب حضرت عاصم دریا کے دوسرے کنارے کے قریب پہنچ گئے تو ایرانی گھوڑ سوار بھی ان کے مقابلے کے لئے دریا میں گھس گئے۔ سخت مقابلے کے بعد دشمن بھاگ نکلا۔ دریا کا کنارا محفوظ پا کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ پھر سارا لشکر دریا میں کود پڑا۔ وہ گھوڑوں پر سوار باتیں کرتے ہوئے دریا عبور کرنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر اہل فارس ششدر رہ گئے اور یہ کہتے ہوئے ''دیواں آمدند، دیواں آمدند'' (دیو آگئے دیو آگئے) بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن میں داخل ہو گئے۔ خرزاد نے مزاحمت کی لیکن

1۔ کوثی عراق میں وہ تاریخی مقام ہے جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید رکھا تھا۔ قید خانے کی جگہ اس وقت محفوظ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جگہ دیکھتے گئے۔ درود پڑھ کر یہ آیت پڑھی۔ تلک الایام نداولها بین الناس

Marfat.com

مسلمانوں نے اسے مغلوب کر لیا۔ یزدگرد نے اپنا حرم اور مال و دولت پہلے ہی رخصت کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر پا کر وہ حلوان چلا گیا۔ مدائن پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ قصر ابیض میں داخل ہوئے۔ نماز فتح پڑھی۔ پھر تخت کی بجائے ممبر نصب کروایا اور نماز جمعہ ادا کی۔ سرزمین عراق میں پڑھا جانے والا یہ پہلا خطبہ تھا۔

مدائن سے بے شمار مال و دولت، سونے چاندی کے ظروف، سلاطین عجم کے گراں قیمت نوادرات، اور نایاب عجائبات مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ خزانہ شاہی میں تیس گائے کی کھالیں سرخ دیناروں سے بھری ہوئی ملیں۔ ایوان شاہی کے خزانے اور عجائب خانے میں خاقان چین، قیصر روم، راجہ داہر والی سندھ، بہرام گود، سیارخش اور نعمان بن منذر کے خود، زرہیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ ہرمز قباد اور فیروز کی تلواریں اور خنجر، کسریٰ کا زرنگار تاج اور نوشیرواں کا ملبوس مال غنیمت میں ملے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خمس نکال کر دربار خلافت بھیج دیا۔ خمس کے علاوہ ہزاروں نادرات اور عجائبات روزگار اسباب تھے کسریٰ کا فرش نو بہار جو 90 گز لمبا اور 60 گز چوڑا تھا مدینہ بھیج دیا گیا۔ اس پر پھول، پتے، درخت نہریں، تصویریں اور غنچے سونے اور چاندی کی تاروں سے بنائے گئے تھے۔ شاہان فارس موسم بہار میں اپنے امراء کے ساتھ اس فرش پر شراب نوشی کیا کرتے تھے۔ کسریٰ ایران اور نعمان کی تلواریں نوشیرواں کا تاج زرنگار ملبوسات اور قدیم یادگاریں لوگوں کے دیکھنے کے لئے روانہ کیں جنہیں دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ نادر اشیاء لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ فرش بہار کی بابت آپ کی رائے تھی کہ تقسیم نہ کیا جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی موجب فرش بہار کو کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو ٹکڑا آیا وہ تیس ہزار میں فروخت ہوا۔

جنگ جلولا 16ھ (637ء)

مدائن سے فرار ہو کر خرزاد اور ایرانی سپاہ جلولا میں پناہ گزیں ہوئی اور از سر نو جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ شہر کے گرد خندق کھدوائی اور گرد و پیش سے امدادی افواج طلب

Marfat.com

کیں۔خندق کے باہر مسلمانوں کے راستے میں لوہے کے گوکھرو بکھیر دیئے۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دربارِ خلافت کے حکم کے مطابق تیس ہزار کا لشکر ہاشم بن عتبہ اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہما کی معیت میں جلولا پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔اسلامی لشکر نے جلولا کا محاصرہ کرلیا جو اسی روز تک جاری رہا۔ایرانی گاہے گاہے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرتے اور پھر محصور ہو جاتے۔ایک روز زبردست آندھی چلی۔کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ایرانیوں کو مختلف مقامات پر خندق پاٹ کر راستہ بنانا پڑا۔قعقاع رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے اسی راستے سے اہل فارس پر حملہ کر دیا اور قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ایرانی حواس باختہ ہو کر اسی راستے پر بھاگے جس پر انہوں نے مسلمانوں کے لئے گوکھرو بچھا رکھے تھے ان کے گھوڑے زخمی ہو کر ناکارہ ہو گئے وہ پیادہ پا ہوئے تو مسلمانوں نے تلواروں پر ان کو دھر لیا۔قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا۔

حلوان پر قبضہ

یزدگرد حلوان میں مقیم تھا۔اسے جب مسلمانوں کے ہاتھوں ایرانی سپاہ کی شکست کی خبر ملی تو وہ رے چلا گیا۔مسلمانوں نے آگے بڑھ کر حلوان پر بھی قبضہ کرلیا۔یہ عراق کا آخری شہر تھا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور بہت سے لوگوں نے اطاعت کرلی۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ جنگ و جدل کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔وہ کہا کرتے تھے کہ کاش! ہمارے اور ایران کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو۔ہم ان پر اور وہ ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں لیکن حالات نے مسلمانوں کو مزید پیش قدمی پر مجبور کر دیا۔

فتح تکریت و موصل

فتح مدائن سے متنبہ ہو کر مرزبان تکریت نے سرزمین جزیرہ کو عساکر اسلام سے بچانے کے لئے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔تکریت مدائن سے سو میل (150 کلومیٹر) دور تھا

Marfat.com

اور جزیرہ کا حصہ تھا۔ مرزبان نے رومیوں کو بھی ساتھ ملا لیا۔ عربی النسل عیسائی بنو تغلب، بنو نمر اور نبود یا وغیرہ بھی عجمیوں سے مل گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت کے حکم پر عبداللہ بن غنم کو پانچ ہزار مجاہدین کے ساتھ تکریت کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ نے چالیس یوم تک محاصرہ جاری رکھا اور دوران محاصرہ عبداللہ نے عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا جن سے مرزبان تکریت کے حالات معلوم ہوتے رہے۔ محاصرے سے تنگ آ کر اہل تکریت نے اپنا مال و اسباب کشتیوں پر لاد کر بھاگ جانے کا قصد کیا۔ عیسائی عرب قبائل نے اس کی اطلاع عبداللہ کو کر دی اور لکھ بھیجا کہ اگر آپ ہم کو امان دے دیں تو ہم عین جنگ کے وقت ان سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ عبداللہ کے کہنے پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق لشکر اسلام نے حملہ کر دیا تو عقب سے عرب قبائل نے دھاوا بول دیا۔ رومیوں اور ایرانیوں کے متحدہ لشکر کو شکست فاش ہوئی اور سب کے سب پامال ہو گئے۔ تکریت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا عبداللہ نے آگے بڑھ کر موصل پر بھی قبضہ کر لیا۔

جزیرہ پر قبضہ 16ھ (637ء)

اہل جزیرہ نے رومیوں کو شام پر حملے کے لئے اکسایا تھا اور تیس ہزار امدادی فوج بھی بھیجی تھی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم کو مختلف دستوں پر امیر بنا کر جزیرہ کی طرف روانہ کیا۔ سپاہ اسلام مختلف علاقوں پر حملہ آور ہوئی اور انہوں نے معمولی لڑائیوں کے بعد رقہ، حران، نصیبین، ارہا، سمساط، سروج، قرقیشیا اور دیگر شہر فتح کر لئے اس طرح پورا جزیرہ فتح ہو گیا۔

تسخیر خوزستان 16ھ (637ء)

خوزستان بصرہ کی چھاؤنی کے قریب چھوٹا سا علاقہ تھا۔ اہواز اس کا دارالحکومت تھا۔ مشہور ایرانی سالار ہرمزان جنگ قادسیہ میں شکست کھانے کے بعد یہاں پناہ گزین تھا۔ اس نے شاہ ایران سے سوس اور اہواز کی حکومت کا پروانہ حاصل کر لیا تھا۔ بصرہ کی اسلامی چھاؤنی کو محفوظ رکھنے کے لئے خوزستان کو فتح کرنا ضروری تھا کیونکہ خوزستان کی طرف سے

Marfat.com

بصرہ پر حملے کا قوی امکان تھا۔ والی بصرہ عتبہ بن غزوان کی درخواست پر نعیم بن مسعود اور نعیم بن مقرن فوج کے ساتھ اہواز کی سرحد پر پہنچ گئے۔ دوسری طرف عتبہ نے ملیسان کی سرحد پر حرملہ اور سلمیٰ بن العین کو تعینات کر دیا۔ حرملہ اور سلمیٰ نے عربی النسل عیسائی قبیلہ بنو عمر بن مالک کے سرداروں کو مسلمانوں کی حمایت پر آمادہ کر لیا۔ مسلمانوں نے دو طرف حملہ کر دیا تو اندر سے بنو عمر بن مالک نے بھی دھاوا بول دیا۔ ہرمزان اور اس کی سپاہ بھاگ کھڑی ہوئی، ہرمزان نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی لیکن حد بندی پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہرمزان دوبارہ جنگ پر اتر آیا۔ عتبہ نے رہیر بن حرقوس سعدی کو مقابلے پر مامور کیا۔ ہرمزان کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے تعاقب جاری رکھا اور ہرمزان نے تنگ آ کر جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ اسی اثناء میں یزدگرد نے ایک عظیم لشکر جمع کر کے ہرمزان کو اس پر سالار مقرر کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن کو ہرمزان کے مقابلے پر بھیجا۔ دوسری طرف ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سعد بن عدی کو ایک فوج دے کر اہواز کی طرف روانہ کیا۔ رام ہرمز کے مقام پر نعمان اور ہرمزان کی فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ہرمزان کو شکست ہوئی اور رام ہرمز پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اسی اثناء میں بصرہ سے فوجیں پہنچ گئیں۔ اسلامی فوجیں تشتر کی طرف بڑھیں جہاں ہرمزان جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔ ہرمزان نے دفاعی انتظامات مکمل کر لئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں مسلم سپاہ نے تشتر کا محاصرہ کر لیا۔ زبردست جنگ کے بعد ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ ہرمزان نے محصور ہو کر جنگ جاری رکھی۔ آخر ایک عجمی نے اپنی اور اپنے خاندان کی امان کے وعدے پر ایک خفیہ راستے کی نشان دہی کی۔ اشرس کی قیادت میں دو سو مجاہدین سرنگ کے راستے شہر میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے شہر پناہ کے محافظوں کو قتل کر ڈالا اور دروازے کھول دیئے۔ ہرمزان نے قلعہ بند ہو کر شرط پیش کی کہ اسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اسے مدینہ بھیج دیا گیا اور وہاں اس نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ میں رہنے لگا۔ مسلمانوں

Marfat.com

نے سوس اور جندی سابور پر بھی قبضہ کر لیا۔

جنگ نہاوند 21ھ (642ء)

خوزستان کی فتح کے وقت یزدگرد شاہ ایران مرو میں مقیم تھا۔ خوزستان پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن کر وہ آگ بگولہ ہو گیا اور قرب و جوار سے ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کر کے نہاوند کی طرف روانہ ہوا۔ ایرانی فوج پر فیروزاں بروایت دیگر مردان شاہ کو سالار مقرر کر کے ایران کا قومی پرچم درفش کاویانی اسے عطا کیا۔ حاکم کوفہ عماد یق یاسر نے ایرانی فوج کے اجتماع کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی تو آپ نے بذات خود لشکر اسلام کی قیامت کا ارادہ کیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منع کرنے پر آپ نے ارادہ ترک کر دیا آپ نے حضرت نعمان بن مقرن کو ممالک محروسہ کی ایک تہائی فوج پر سالار مقرر کر کے ایرانیوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ اسلامی فوج میں حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ، قعقاع بن عمرو، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن معدی کرب، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حذیفہ بن یمان جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ لشکر اسلام نے اصفہان اور فارس کی ناکہ بندی کر لی تا کہ ایرانیوں کو کمک نہ پہنچ سکے۔ اسلامی فوج نہاوند سے چودہ کلومیٹر دور مقام اسپ دہاں پر خیمہ زن ہوئی۔ ایرانی لشکر میں جنگ قادسیہ کے شکست خوردہ وہ سردار بھی شامل تھے جو جان بچانے کے لئے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ بدھ کے روز صبح سویرے جنگ شروع ہوئی۔ ایرانیوں نے میدان جنگ میں لوہے کے گوکھڑو بکھیر دیئے تھے جس کی وجہ سے مسلمان آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ دو دن کی بے نتیجہ جنگ کے بعد حضرت نعمان بن مقرن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے فوج کو نو دس کلومیٹر پیچھے ہٹا لیا۔ اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بھیج دیا۔ تھوڑی دیر جنگ کر کے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگے۔ ایرانی جوش میں آ کر خندقوں سے باہر نکل آئے۔ اسلامی فوج نے کمال صبر و تحمل سے نعمان بن مقرن کے حکم سے تیروں کی بارش میں جنگ سے ہاتھ روکے رکھا۔ دو پہر کے بعد مسلم سپاہ نے دفعۃً اہل فارس پر حملہ کر دیا اور اس

Marfat.com

بے جگری سے جنگ کی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ میدان لاشوں سے پٹ گیا اور تکبیر کے نعروں اور تلواروں کی جھنکار کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ اتنا خون بہا کہ میدان میں پاؤں پھسل جاتے تھے۔ حضرت نعمان کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا اور خود نعمان بھی گھوڑے سے گر گئے۔ بروایت دیگر وہ تیر کھا کر گرے۔ ان کے بھائی نعیم بن مقرن نے جھپٹ کر علم سنبھال لیا۔ جنگ رات گئے تک جاری رہی۔ آخر ایرانی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بدحواسی میں اپنے بچھائے ہوئے گوکھڑوؤں سے زخمی ہو کر ہزاروں مر گئے۔ ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔ بچ جانے والے ہمدان چلے گئے۔ لڑائی کے بعد ایک سپاہی کا گزر نعمان بن مقرن کے قریب سے ہوا۔ دیکھا تو وہ دم توڑ رہے تھے۔ نعمان نے آنکھیں کھولیں اور مضمحل آواز میں پوچھا! نتیجہ کیا ہوا۔ اس نے کہا! اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ نعمان نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا! اس کی اطلاع فوراً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دو اس کے بعد وہ خالق حقیقی سے جا ملے (1)۔

فتح اصفہان 21ھ (642ء)

فتح نہاوند کے بعد نعیم بن مقرن اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہما نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ خسرو شنوم نے تنگ آ کر مصالحت کر لی۔ یزدگرد کی مسلسل سازشوں کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران پر عام لشکر کشی کا حکم دے دیا۔ مختلف علاقوں کی تسخیر کے لئے علیحدہ علیحدہ فوجی دستے روانہ کیے۔ اصفہان کی فتح پر عبداللہ مامور ہوئے اور ان کی مدد کے لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ متعین ہوئے۔ عبداللہ اور ایرانی سالار اسپ بدات اور شہر یار بن جادویہ کا مقابلہ دستاق کے مقام پر ہوا۔ حالات مسلمانوں کے خلاف خطرناک نظر آتے تھے۔ لیکن دوپہر کے بعد ایرانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور شہر یار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بڑھ کر اصفہان کا محاصرہ کر لیا۔ حاکم شہر فاروسفان نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ جو لوگ شہر چھوڑ کر جانا چاہتے تھے انہیں اجازت دے دی گئی۔

1۔ تاریخ ابن خلدون حصہ اول

Marfat.com

ہمدان، دیلم اور رے کی فتح

اہل ہمدان نے نعیم بن مقرن اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہما سے معاہدہ صلح کر لیا تھا لیکن 24ھ میں پیمان توڑ کر بغاوت کر دی۔ نعیم بن مقرن بغاوت فرو کرنے پر مامور ہوئے۔ انہوں نے بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ طوالت پکڑ گیا تو نعیم نے امداد روکنے کی غرض سے اردگرد کے اضلاع میں فوجیں پھیلا دیں۔ آخر کار اہل ہمدان نے ہتھیار ڈال دیئے اور صلح کر لی۔ اسی اثناء میں اہل دیلم نے بھی بغاوت کر دی لیکن نعیم نے جواں مردی سے بغاوت کو کچل دیا۔ حاکم رے سیاوخش (بہرام چوبیں کا پوتا) نے قرب و جوار سے لشکر جمع کر کے جنگ شروع کر دی۔ نعیم نے ہمدان سے فارغ ہو کر رے پر حملہ کر دیا۔ سیارخش کے مخالف ابو الفرمان نے مسلمانوں کی راہنمائی کی۔ وہ ایک شب منذر بن عمرو کے ہمراہ خفیہ طور پر شہر میں داخل ہوا۔ صبح کو مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ بے شمار غنائم ہاتھ لگے۔

آذربائیجان کی فتح 22ھ (643ء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح پر عتبہ بن فرقد اور بکیر بن عبداللہ کو مامور کیا اور ان کی مدد کے لئے سماک بن خشتہ کو متعین کیا بکیر کی مڈبھیڑ اسفندیار سے ہوگئی۔ بکیر نے اسے گرفتار کر لیا۔ اسفندیار نے درخواست کی کہ اگر اسے قتل نہ کیا جائے اور قید میں رکھا جائے تو وہ ملک پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دے گا۔ عتبہ نے اسفندیار کے بھائی کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ سماک نے قرب و جوار کے دیہات پر قبضہ کر لیا اور عتبہ اور بکیر نے اسفندیار کو رہا کر دیا اور آذربائیجان کی حکومت جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر اس کے حوالے کر دی۔

جرجان اور طبرستان کی فتح 22ھ (643ء)

نعیم بن مقرن کے بھائی سید نے جرجان، دھستان اور طبرستان پر لشکر کشی کر کے وہاں کے حکمرانوں سے جزیہ کی شرط پر معاہدہ صلح کر لیا۔

Marfat.com

آرمینیہ پر قبضہ

بکیر نے 23ھ (644ء) کو آرمینیہ پر حملہ کر کے وہاں کے حکمران شہر براز سے جزیہ اور بوقت ضرورت امداد کی شرط پر صلح کر لی۔

فارس اور کرمان کی فتح 23ھ (644ء)

عثمان بن العاص نے فارس پر لشکر کشی کر کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا دوسری طرف سہیل بن عدی نے کرمان بھی فتح کر لیا۔

مکران اور سیستان کی فتح

حکم بن عمر تغلبی نے مکران پر چڑھائی کی۔ وہاں کے حکمران راسل نے نہر مکران کے کنارے سندھ کی امدادی فوج کے ساتھ زبردست جنگ کی مگر شکست کھائی اور مکران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ عاصم بن عمر نے سیستان کے دارالحکومت زرنج کا محاصرہ کر لیا اس شہر نے چند دنوں کے بعد صلح کر لی۔

خراسان کی فتح 22ھ (643ء)

یزدگرد شاہ ایران خراسان کے دارالحکومت مرو میں مقیم تھا اور اسلامی حکومت کے خلاف سازشیں جاری رکھے ہوئے تھا، فیروزان، ہرمزان اور اہل جبال وخراسان کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر اکسا رہا تھا۔ دربار خلافت کے حکم پر احنف بن قیس یزدگرد کے خلاف کارروائی پر مامور ہوا۔ احنف نے ہرات فتح کیا پھر مرو شاہ جہاں کا رخ کیا۔ یزدگرد وہاں سے مرو روز چلا گیا۔ احنف نے مرو پر قبضہ کر لیا۔ یزدگرد بلخ چلا گیا۔ اسی اثناء میں کوفہ سے امدادی افواج پہنچ گئیں۔ مسلمانوں نے بلخ پر حملہ کر دیا۔ یزدگرد شکست کھا کر خاقان چین کے پاس چلا گیا احنف نے تمام علاقوں میں فوجیں پھیلا دیں اور نیشاپور سے طخارستان تک تمام علاقہ فتح کر لیا اور مرو روز کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ یزدگرد ایک بار پھر خاقان چین کی مدد سے بھاری جمعیت کے ساتھ خراسان پر حملہ آور ہوا۔ احنف عساکر اسلامی کی معیت میں نہر

Marfat.com

عبور کر کے مرو روز کے قریب مورچہ زن ہوا۔ خاقان چین مرو روز کی طرف بڑھا اور یزدگرد نے مرو شاہ جہان کا محاصرہ کر لیا۔ دونوں فوجیں طویل عرصہ تک ایک دوسرے کے مدمقابل رہیں۔ ایک صبح احنف نے ترک علم بردار کو قتل کر دیا۔ پھر دو اور بہادر نکلے۔ وہ بھی مارے گئے۔ خاقان چین خود مقابلے پر آیا اور اپنے بہادروں کی لاشیں دیکھ کر واپس وطن چلا گیا۔ یزدگرد بھی مرو روز سے اپنے خزانے کے ساتھ فرار ہونے لگا تو اس کے ہم وطنوں نے اس سے خزانہ چھین لیا۔ وہ بھاگ کر خاقان چین کے پاس فرغانہ چلا گیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ اور 31ھ میں انتقال کر گیا۔ ساتھ ہی ساسانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

فسا اور دارالجبر پر قبضہ

ایک لشکر ساریہ بن زنیم کی قیادت میں فسا اور دارالجبر کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور دشمن کا محاصرہ کر لیا۔ فارس کے کردان کے ساتھ مل گئے۔ دشمن کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے لئے دشمن کا مقابلہ سخت ہو گیا۔ اسی شب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں معرکہ دیکھا اور ان کو دشمن کی تعداد کا علم ہوا۔ اگلے روز جمعہ کے خطبہ کے دوران الفاظ کہے "یا سارية الجبل الجبل" (اے ساریہ پہاڑ کی طرف چلے جاؤ) اس وقت ساریہ پہاڑ کے قریب تھے۔ آپ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے پلٹ کر دشمن سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر کثیر مال غنیمت ہاتھ لگا۔ حضرت ساریہ نے خمس نکال کر دربار خلافت بھیج دیا۔ اس میں جواہرات کا ایک صندوق بھی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صندوق واپس بھجوا دیا اور لشکر میں تقسیم کا حکم دیا۔

اہل مدینہ نے قاصد سے پوچھا کہ دوران جنگ اس نے کوئی آواز سنی تھی۔ اس نے کہا ہاں! ہم نے سنا تھا کہ یا ساریۃ الجبل۔ اس وقت ہم تباہی کے قریب تھے۔ لہٰذا یہ آواز سن کر ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اس طرح اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

Marfat.com

فتوحاتِ شام

دورِ صدیقی میں شام کے علاقے میں اسلامی فتوحات کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو حمص، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اردن، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین اور یزید بن ابوسفیان کو دمشق فتح کرنے کے لئے مامور کر دیا تھا۔ چاروں سالار اپنے اپنے اہداف کی طرف مجاہدین کی معیت میں جا چکے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق کے محاذ سے دس ہزار فوج کے ساتھ شام پہنچ چکے تھے۔ شام کے متعدد علاقے بصریٰ، اجنادین اور قرب و جوار کے بلا تسخیر کئے جا چکے تھے اور دمشق کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔

فتح دمشق 14ھ

دمشق شام کا مرکزی شہر تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق فوج کا ایک حصہ ذوالکلاع کی کمانڈ میں حمص اور دمشق کے درمیان متعین کر دیا۔ دوسرے حصے کو علقمہ بن حکم کی قیادت میں فلسطین اور دمشق کے درمیان مورچہ زن ہونے کا حکم دیا۔ ایک دستہ ابوالاعود السلمی کی سرکردگی میں مخل کی طرف روانہ کیا۔ بقیہ فوج کے ہمراہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود محرم 14ھ مرج الصفر سے دمشق کی طرف بڑھے راستے میں خوطہ اور گرجے پر قبضہ کر لیا۔ اہل دمشق نے یہ خبر سن کر شہر کے دروازے بند کر لئے۔ دمشق پہنچ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے باب مشرق پر پڑاؤ ڈالا۔ باب توما کی طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، باب فرادیس کی طرف حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ، باب الجابیہ کی طرف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور باب صغیر کی جانب یزید بن ابوسفیان اترے۔ دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق کی افواج کا سالار نسطاط بن نسطورس تھا۔ مذہبی پیشوا اور حاکم باہان تھا۔ محاصرہ سترہ دن بروایت دیگر چھ ماہ تک جاری رہا۔ اسی اثناء میں مسلمان اہل شہر پر سنگ باری کرتے رہے اور تیر اندازی کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مضبوط فصیل اور پانی سے بھری خندق کے باعث شہر فتح نہ ہو سکا۔ ہرقل نے حمص سے اہل دمشق کی مدد کے

Marfat.com

لئے فوجیں بھیجیں لیکن دمشق اور حمص کے درمیان ذوالکلاع کی افواج نے انہیں روک دیا۔ اہل دمشق کا خیال تھا کہ مسلمان لوٹ مار کر کے سردیوں کی آمد پر واپس لوٹ جائیں گے لیکن مسلمان واپس نہ گئے۔ اسی دوران دمشق کے اسقف اعظم (بڑے پادری) کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ اس خوشی میں اس نے خوب جشن منایا۔ لوگوں نے خوب شراب پی اور مدہوشی کے عالم میں شہر پناہ کے نگہبان بھی نگرانی سے غافل ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اطلاع پا کر چند ساتھیوں کے ہمراہ مشکوں کے ذریعے خندق عبور کر گئے۔ کمندوں اور رسیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ گئے۔ انہوں نے محافظوں کو قتل کر ڈالا اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔ کچھ مسلمان خندق عبور کر کے دروازے پر پہنچ گئے اور شہر میں داخل ہو گئے۔ فضا تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ لشکر اسلام دشمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ دشمن بھاگ کر دوسرے دروازے پر پہنچا اور مسلم سالاروں سے صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ یہ سالار اپنی اپنی سمت سے مصالحانہ داخل ہوئے۔ صرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے بزور شمشیر داخل ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سردار شہر کے وسط میں ایک دوسرے سے ملے۔ اس لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھی صلح میں شامل کر لیا گیا۔ صلح ایک دینار فی کس جزیہ کی شرط پر ہوئی اور زمین کی پیداوار پر ایک صاع گیہوں فی جریب محصول لگایا گیا۔

دمشق کی فتح کے بارے میں مورخین میں متعدد اختلافات پائے جاتے ہیں۔ تاریخ کی کتب میں دمشق کی فتح کا سال 13ھ لکھا ہے۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ یہ معرکہ جنگ مخل کے بعد ہوا۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ مخل کا معرکہ فتح دمشق کے بعد ہوا۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ جب دمشق کا محاصرہ جاری تھا تو اسقف اعظم کو یقین ہو گیا کہ مسلمان شہر کو بزور شمشیر فتح کر لیں گے۔ چنانچہ ایک شب اس نے فصیل پر چڑھ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جان و مال اور گرجوں کی امان کے وعدے پر صلح کی درخواست کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے معاہدہ لکھ دیا تو وہ لے کر گرجا میں داخل ہوا۔ ایک روز اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر اطلاع دی کہ آج شب اہل دمشق جشن منا رہے ہیں اور مے نوشی میں

Marfat.com

مصروف ہیں۔شہر کا دروازہ سنگ باری سے کمزور ہو گیا ہے۔اس نے فصیل پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں مہیا کیں۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ فصیل پر چڑھ کر اندر داخل ہوئے۔ دربانوں کو قتل کیا اور شہر میں داخل ہو گئے۔ان کے معاہدے کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے سالاروں نے تسلیم کر لیا۔(ابن خلدون، صفحہ 284)

فتح اردن 14ھ

اردن کی فتح پر حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ مامور تھے۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے دس دستے فوج دمشق پر روانگی سے قبل فحل کے محاصرے کے لئے روانہ کر دی تھی۔فتح دمشق کے بعد ساری فوج فحل کی طرف روانہ ہوگئی جس کے سالار بقول سیف حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تھے۔دائیں بائیں پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور مقدمۃ الجیش پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ابوالاعود اسلمی کی قیادت میں طبریہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔باقی فوج نے فحل میں پڑاؤ ڈالا۔یہ جگہ اردن اور فلسطین کے درمیان واقع ہے۔رومی لشکر بیسان میں تھا۔دشمن نے نہروں کے بند توڑ دیئے جس سے فحل کے اطراف و جوانب میں پانی پھیل گیا اور زمین دلدل بن گئی۔عرب اس جنگ کو فحل۔ذات اردغہ اور بسیان کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔رومیوں کے سالار اعظم سقلاد بن مخراق نے اچانک بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا لیکن مسلمان پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔مسلمانوں نے تلواروں اور نیزوں پر دشمن کو رکھ لیا۔کئی دن کی لڑائی کے بعد دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ان کے بڑے بڑے سردار سالار اعظم سقلار اور نسطور مارے گئے۔مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا تو وہ دلدل میں پھنس گئے جس میں وہ مسلمانوں کو پھنسانا چاہتے تھے۔ مسلمانوں نے دشمن کا خوب قتل عام کیا۔اسی ہزار رومی مارے گئے۔قدرت نے دلدل کو مسلمانوں کے لئے مفید اور دشمن کے لئے موت کا گڑھا بنا دیا۔(تاریخ طبری جلد 2)

Marfat.com

اہل بسیان کی اطاعت

فتح اردن کے بعد مسلمانوں نے بسیان کا محاصرہ کرلیا۔ فحل میں رومیوں کی شکست کے باعث دشمن کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ چند روز کی لڑائی کے بعد رومیوں نے جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر مصالحت کرلی۔

اہل طبریہ کی اطاعت

ابوالاعور اسلمی دیگر سرداروں کے ساتھ طبریہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اہل طبریہ نے ایک دینار فی کس اور ایک جریب زمین پر ایک صاع گندم یا جو بطور جزیہ ادائیگی کی شرط پر مصالحت کرلی۔

فتح حمص 14ھ

حمص شام کے چھ اضلاع میں سب سے بڑا ضلع اور قدیم شہر تھا۔ اسے انگریزی میں ایما(Aima) کہتے تھے۔ یہاں پر ہیکل شمس تھا جس کی زیارت کے لئے لوگ دور دور سے آتے تھے۔ اردن سے فارغ ہو کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ حمص کی جانب روانہ ہوئے۔ ذوالکلاع میں قیام کیا۔ ہرقل شاہ روم کو خبر ہوئی تو اس نے توذرا کو مسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس نے مرج روم میں قیام کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی مرج روم پہنچ گئے۔ توذرا دمشق کے ارادے سے لشکر کے ہمراہ رات کو چل دیا۔ یزید بن ابوسفیان نے باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ عقب سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی حملہ کر دیا۔ رومی دونوں لشکروں کے درمیان پس کر رہ گئے۔ بہت سے رومی مارے گئے۔ توذرا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ شنس جو کہ ذرا کی امداد پر مامور تھا کی فوج کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دھر لیا۔ حضرت خالد بھی حضرت ابوعبیدہ کی مدد کو پہنچ گئے۔ شنس بھی مارا گیا۔ ہرقل کو اہل مرج روم کی بربادی، توذرا اور شنس کی ہلاکت کی اطلاع ملی تو وہ حمص چھوڑ کر راہا چلا گیا۔ اہل حمص قلعہ بند ہوگئے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ رومیوں کا خیال تھا کہ مسلمان سخت سردی

Marfat.com

برداشت نہیں کرسکیں گے اور واپس چلے جائیں گے لیکن مسلمان نے کمال صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ موسم سرما ختم ہوگیا تو اہل حمص نے اہل دمشق شرائط پر مصالحت کرلی۔ ہرقل نے جزیرہ سے اہل حمص کی مدد کے لئے فوج بھیجی لیکن مسلمانوں کی ناکہ بندی کے باعث نہ پہنچ سکی۔

فتح حمص کے بعد مراۃ النعمان، حماۃ اور سلمیہ کے شہر بھی مسلمانوں نے فتح کر لئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لاذقیہ کا محاصرہ کرلیا جو کہ قدیم شہر تھا۔ مضبوط حفاظتی انتظامات کے باعث مسلمان کامیاب نہ ہوسکے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے میدان میں بہت سے غار کھدوائے اور بظاہر فوج کو حمص روانہ کر دیا۔ لیکن جونہی رات ہوئی فوج پلٹ کر غاروں میں چھپ کر بیٹھ گئی۔ صبح ہوئی تو میدان خالی دیکھ کر دشمن نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور کاروبار میں لگ گئے۔ اسلامی لشکر نے غاروں سے نکل کر اچانک حملہ کر دیا اور قلعہ پر قبضہ کرلیا اہل لاذقیہ نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔

جنگ یرموک 15ھ

مسلم مجاہدین شام کے علاقے میں دمشق، حمص، اردن، لاذقیہ اور دیگر علاقے فتح کر چکے تھے۔ رومیوں کی پے در پے شکستوں نے ہرقل کو برہم کر دیا تھا۔ اس نے مسلمانوں سے انتقام لینے اور ان کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر طرف ہرکارے دوڑا دیئے۔ انطاکیہ میں عیسائی فوجوں کا طوفان امڈ آیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان کمانڈروں کا مشاورت کے لئے اجلاس طلب کرلیا۔ مسلم سالاروں نے مفتوحہ علاقے خالی کر کے اردن میں یرموک ندی کے کنارے جمع ہونے کا فیصلہ کیا کیونکہ یہاں سے عرب کی سرحدات قریب تھیں۔ مدینہ سے بوقت ضرورت کمک مل سکتی تھی۔ نیز شکست کی صورت میں عرب علاقوں میں پسپا ہوا جا سکتا تھا اس فیصلہ کے بعد مسلمانوں نے ذمیوں سے وصول کیا ہوا جزیہ ان کو واپس کر دیا کیونکہ مسلمان اب ان کی حفاظت کرنے سے مجبور تھے۔ اس واقعہ کا یہود اور عیسائیوں پر اتنا اثر ہوا کہ وہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ اے مسلمانو! خدا تمہیں جلد واپس لائے (1)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں سے ہٹ آنے کی

1۔ کتاب الخراج از امام ابویوسف، صفحہ 21

Marfat.com

اطلاع ملی تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ تمام افسروں کی یہی رائے تھی تو فرمایا! خدا کی یہی مصلحت ہوگی۔آپ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک ہزار فوج مدد کے لئے روانہ کردی اور قاصد کے ذریعے ہدایت بھیجی کہ دشمن کا جم کر مقابلہ کیا جائے خدا تمہارے ساتھ ہے۔

مسلم سپاہ کی تعداد تیس، بتیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ان میں ایک ہزار وہ صحابی تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا جمال مبارک دیکھا تھا اور کچھ غزوۂ بدر کے غازی تھے۔ابن خلدون اور علامہ طبری نے رومیوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار بتائی ہے جبکہ مشہور مؤرخ ہٹی (Hitti) نے لکھا ہے کہ رومی پچاس ہزار تھے۔سر ولیم میور نے رومیوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب بتائی ہے۔رومی لشکر کا سالار اعظم ہرقل کا بھائی تدارق تھا۔بطریق باہان رہباء اور پادریوں کے ہمرکاب عیسائی لشکر کو وعظ کے ذریعے جوش دلانے کے لئے ساتھ تھا۔رومیوں نے کھلے میدان میں ڈیرے ڈالے۔ان کے عقب میں داقوصہ نامی خندق تھی۔بقول علامہ طبری رومی فوج میں اسی ہزار سپاہ نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا تاکہ میدان جنگ سے فرار نہ کرسکیں۔شاہ معین الدین ندوی نے سیرت خلفاء میں ان لوگوں کی تعداد تیس ہزار بتائی ہے۔بشپ پادری اور رہبان صلیب اٹھائے آگے آگے مذہبی جوش دلا رہے تھے۔

حالات جنگ

مسلمان کمانڈروں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا۔انہوں نے مجاہدین کو چھتیس سے چالیس دستوں میں تقسیم کیا۔اٹھارہ دستے قلب میں اور دس دس دستے میمنہ اور میسرہ پر متعین کئے۔میمنہ اور میسرہ پر حضرت شرجیل بن حسنہ اور یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مامور کیا اور خود قلب کی کمان سنبھال لی۔مسلم خواتین کو عقب میں ٹیلے پر اس حکم کے ساتھ کھڑا کیا کہ وہ خیموں کی طنابیں تھام لیں اور پتھر جمع کرلیں تاکہ جو مرد بھی میدان جنگ سے منہ موڑے چوبوں اور پتھروں سے ان کی خبر لیں۔

Marfat.com

جمادی الثانی 15ھ بمطابق 2 جولائی 636ء بروز منگل دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ رومی سالار جرجہ سفیر کے طور پر آگے بڑھ کر سالار اعظم حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ملاقی ہوا۔ لیکن مسلمان ہو کر واپس لوٹا۔ اس کے بعد خون ریز جنگ شروع ہوگئی۔ اگلے دن رومیوں کی طلب پر مسلمانوں کا وفد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومی سالاروں سے ملا لیکن سفارت ناکام رہی۔ رومی پورے جوش سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان بھی جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر نکلے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ دشمن کے دستے مسلمانوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے مسلم مستورات کے خیموں تک دھکیل لائے لیکن خواتین کے جوش دلانے پر مسلمانوں نے پلٹ کر بڑے زور کا حملہ کیا اور دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ ابوسفیان اس جنگ میں بہادران اسلام کو ابھارتے پھرتے تھے۔ ان کا فرزند یزید فوج کے دستے کا سالار تھا۔ ان کے قریب سے گزرے تو کہا تو فوج کا ایک افسر ہے۔ پامردی سے لڑ اور کسی افسر سے پیچھے نہ رہ۔ ان کی ایک آنکھ اس جنگ میں ضائع ہوگئی۔ ایک آنکھ پہلے ہی معرکہ طائف میں ضائع ہو چکی تھی۔ ان کی بیٹی جویریہ اپنے خاوند کے ہمراہ لڑتی ہوئی شہید ہوئی۔ اس جنگ میں عکرمہ بن ابوجہل اور ان کے چچا حارث بن ہشام نے اپنے چار سو ساتھیوں کے ہمراہ لڑتے ہوئے شہید ہونے کی بیعت کی۔ عکرمہ، حارث اور ان کے ساتھی سرفروشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ جرجہ نے بھی رومیوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ باہان کے دستوں پہ لڑتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے۔ باہان کو شکست ہوئی۔ دشمن کے میمنہ اور میسرہ بھی پسپا ہوگئے۔ مجاہدین نے دشمن کے گھوڑ سواروں کو بھاگنے کا راستہ دے دیا اور پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے۔ بدحواسی میں رومی الٹے پاؤں بھاگے تو داقوصہ گھاٹی میں گرتے چلے گئے۔ ان میں زیادہ تر زنجیروں سے جکڑے رومی سپاہی تھے۔ داقوصہ میں گر کر مرنے والوں کی تعداد بقول علامہ طبری ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔ ان کا سالار اعظم تدارق بھی دیگر سرداران لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید اور

Marfat.com

زخمی ہوئے۔

اس جنگ کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان حباش بن قیس کا پاؤں جنگ میں کٹ کر گر گیا اور بے خودی کے عالم میں اسے خبر تک نہ ہوئی۔ جنگ کے خاتمے پر وہ اپنا پاؤں تلاش کرتے پھرتے تھے۔

فتح قینسرین 16ھ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قینسرین کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ عیسائی سالار میناس (جس کا مرتبہ ہرقل کے بعد سب سے بڑا تھا) نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا۔ میناس اور اس کے ساتھی میدان جنگ میں مارے گئے۔ اس کی ساری سپاہ تباہ ہوگئی۔ علاقے کے لوگوں نے درخواست کی کہ وہ اپنی خوشی اور رضا سے نہیں آئے تھے بلکہ زبردستی میدان جنگ میں لایا گیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت قبول کرلی اور آگے بڑھ کر قینسرین کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرے کی شدت سے تنگ آکر شہر نے مصالحت کی درخواست کی لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے مسترد کر دیا اور شہر فتح کرکے ویران کردیا۔

تسخیر حلب 16ھ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حلب کی طرف پیش قدمی کی۔ حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش پر مامور کیا۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا آخر کار اہل شہر نے جان و مال اور گرجوں کی حفاظت کی شرط پر جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

انطاکیہ پر قبضہ 17ھ

شکست خوردہ عیسائی انطاکیہ میں جمع تھے۔ انطاکیہ میں ہرقل کے محلات تھے اور وہ اکثر تبدیلی آب وہوا کی غرض سے یہاں آکر مقیم ہوا کرتا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ پر چڑھائی کردی۔ لوگوں نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر شہر میں

Marfat.com

محصور ہو گئے۔آخر انہوں نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔

فتح قلیسار یہ 16ھ

حاکم دمشق یزید بن ابوسفیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اپنے بھائی معاویہ بن ابوسفیان کو قیسار یہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔دوسری طرف علقمہ نے غزہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل قیسار یہ کے درمیان خون ریز جنگ ہوئی اسی ہزار رومی مارے گئے۔شکست کے بعد مرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ ہو گئی۔علقمہ نے بھی غزوہ پر قبضہ کر لیا اور بطریق فیقار مارا گیا۔

ہرقل کی نا کہ بندی اور الوداعی سلام

ہرقل جزیرہ کے علاقہ میں ''ارہا'' کے مقام پر مقیم تھا۔اسلامی افواج نے قینسرین کی فتح کے بعد اطراف وجوانب سے جزیرہ کی نا کہ بندی کر لی۔عمرو بن مالک قرقیسیہ کی جانب سے ایک جمعیت کے ساتھ نکل آئے۔موصل کی سمت سے عبداللہ بن منعم نمودار ہوئے۔ ولید بن عقبہ نے جزیرہ کے عربوں کے ہمراہ جزیرہ کے شہروں کا محاصرہ کر لیا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف سے نا کہ بندی کر لی۔ان حالات کے پیش نظر ہرقل ارہا سے شمشاط چلا گیا۔پھر وہاں سے بقول محمد بن اسحاق 15ھ اور بقول سیف 16ھ کو قسطنطنیہ چلا گیا۔

شمشاط سے روانگی کے وقت ہرقل نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر شام کی طرف دیکھا اور کہا!

''اے سوریہ (شام) تم پر سلام ہو۔یہ سلام ایسا ہے کہ اس کے بعد پھر اجتماع نہ ہوگا اور کوئی رومی لوٹ کر تیری طرف نہیں آئے گا۔سوائے اس کے کہ وہ خوفزدہ ہو۔یہ حالت اس وقت تک رہے گی جب تک کہ منحوس لڑکا پیدا ہوگا۔کاش! وہ پیدا نہ ہو کیونکہ اس کا کام شریں اور اس کا انجام اہل روم کے لئے تلخ ہوگا(1)۔

1۔تاریخ طبری، جلد دوم

Marfat.com

فتح بیت المقدس 16ھ

فلسطین کی فتح پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مامور تھے۔ انہوں نے بیلیس، بیت جرین اور عمواس وغیرہ پر قبضہ کرلیا تھا اور اس کے بعد ایلیاء کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی بیت المقدس (ایلیاء) کے محاصرے میں شامل ہوگئے۔ رومی جرنیل ارطبون گھبرا کر مصر بھاگ گیا۔ عیسائیوں نے چند دنوں کی مدافعت کے بعد مصالحت پر آمادگی ظاہر کی لیکن شرط یہ رکھی کہ معاہدہ امیر المومنین حضرت طے کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کردی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور 16ھ کو عازم بیت المقدس ہوئے۔ جابیہ کے مقام پر لشکر اسلام کے افسروں نے آپ کا استقبال کیا۔ ان کے بدن پر دیبا اور حریر کی پرتکلف قبائیں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر غصہ آ گیا۔ آپ گھوڑے سے نیچے اتر پڑے اور کنکر مار کر فرمایا! تم نے اتنی جلدی عجمی عادات اختیار کرلیں۔ افسروں نے عرض کیا ان کے نیچے ہتھیار ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا! تو پھر کوئی مذائقہ نہیں۔ بیت المقدس کے عیسائی نمائندے بھی جابیہ آ گئے۔ چنانچہ یہیں معاہدہ لکھا گیا۔ ثودی اور بلاذری کا بیان ہے کہ معاہدہ بیت المقدس میں لکھا گیا۔

معاہدہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"یہ وہ دعائیں ہیں جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے ایلیاء (بیت المقدس) والوں کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست اور ان کے کل مذاہب والوں کو امان دی جاتی ہے۔ کسی کو ان گرجوں میں سکونت اختیار کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ گرائے جائیں گے۔ ان کو اور ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور نہ ان کے موقوفات میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کی بابت ان پر کوئی جبر نہ ہوگا۔ اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا اور ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہیں رہنے پائیں گے۔ اہل ایلیاء پر فرض ہے کہ وہ اور شہر والوں کی طرح جزیہ دیں۔ یونانیوں اور مفسدوں کو نکال دیں۔

Marfat.com

یونانیوں میں سے شہر سے نکلے گا اس کے جان و مال کو امان ہے جب تک کہ وہ محفوظ مقام پر نہ پہنچ جائیں۔ ان میں سے جو ایلیاء میں رہنا چاہئے اس کو بھی امان ہے اور اس کو اہل ایلیاء کی طرح جزیہ دینا پڑے گا۔ اہل ایلیاء سے جو کوئی اپنی جان و مال لے کر ان کے ساتھ جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ محفوظ مقام تک پہنچ جائیں۔ اس عہد نامہ پر اللہ تعالیٰ، رسول اور اس کے جانشینوں اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ اہل ایلیاء جزیہ ادا کرتے رہیں''۔

اس وثیقہ پر حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے بطورِ گواہ دستخط کئے گئے۔ ابن خلدون کے مطابق یہ معاہدہ 15ھ میں لکھا گیا جبکہ شاہ معین الدین ندوی مرقوم ہے کہ معاہدہ 17ھ میں طے پایا۔

یہ معاہدہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے خلفاء غیر مسلموں سے کس قدر رواداری رکھتے تھے۔ اس معاہدے کی تکمیل کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے سالاروں کے ہمراہ شہر سے ایک منزل باہر آپ رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت سادہ کپڑوں میں ملبوس تھے جن پر کئی کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ مسلمان افسروں نے خیال کیا کہ شاید عیسائی امیر المومنین کو اس لباس میں دیکھ کر ہنسیں۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک ترکی گھوڑا اور عمدہ لباس پیش کیا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے جو عزت ہمیں دی ہے وہی کافی ہے۔

اس کے بعد آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ وہاں کئی روز تک قیام کیا۔ بیت المقدس کی زیارت کی۔ بطریق اعظم اور دوسرے پادری آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ عیسائیوں کے مشہور گرجے کی سیر کر رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ آپ نے گرجے سے باہر نکل کر نماز ادا کی تاکہ آئندہ نسلیں مسیحی معاہدوں کی دست اندازی نہ کریں۔

بیت المقدس میں مسجد کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے آپ نے بطریق اعظم

Marfat.com

سے مسجد کے لئے موزوں جگہ کی نشان دہی کے لئے کہا۔ اس نے وہ جگہ منتخب کی جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام سے خدا سے ہمکلام ہوئے تھے۔ چنانچہ اس جگہ مسجد تعمیر کروائی گئی جو مسجد عمر کے نام سے مشہور ہے۔

طاعون عمواس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

17ھ میں شام اور عراق میں طاعون کی بیماری پھوٹ پڑی جس کی شدت 18ھ تک جاری رہی اس وباء کا آغاز عمواس کے شہر سے ہوا اس لئے اسے طاعون عواس کہا جاتا ہے۔ اس موذی مرض سے پچیس ہزار لوگ ہلاک ہوئے جن میں جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوعبیدہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت یزید بن ابوسفیان، حضرت حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، عتبہ بن سہیل اور عامر بن غیلان رضی اللہ عنہم شامل تھے جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ فوج کو طاعون زدہ علاقہ سے نکال کر بلند مقام پر لے جایا جائے چنانچہ وہ فوج کو نشیبی علاقوں سے نکال کر جابیہ کے مقام پر لے آئے لیکن وہ خود بھی اس بیماری کا شکار ہو گئے۔ ان کے جانشین حضرت معاذ بن جبل بنے لیکن وہ بھی اس سے نہ بچ سکے۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فوج کے امیر بنے۔ وہ فوج کو پہاڑی مقامات پر لے گئے۔ اس طرح لوگ بیماری کے اثرات سے محفوظ ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی شام کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام سرہا پر کمانڈروں نے بیماری کی شدت کے پیش نظر انہیں عمواس جانے سے روک دیا۔ آپ مدینہ لوٹ آئے اور بیماری کے اثرات ختم ہونے پر بار دیگر شام گئے۔ مختلف اضلاع کا دورہ کیا اور افواج میں روپیہ تقسیم کیا۔ مقتدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فوت ہو جانے سے جو عہدے خالی ہو گئے تھے انہیں پر کیا۔ بیواؤں اور یتیموں کے اموال و اسباب اور وظائف کا بندوبست کیا۔ دیگر انتظامی امور درست کئے۔ رومیوں کے ناگہاں حملوں کے پیش نظر دفاعی انتظامات کئے، چھاؤنیاں بنوائیں۔ یزید کی جگہ ان کے بھائی معاویہ بن ابوسفیان کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ ان انتظامات کے بعد آپ واپس مدینہ لوٹ آئے۔

Marfat.com

قحط حجاز

18ھ میں مدینہ اور اس کے نواح میں سخت خشک سالی کے باعث قحط پڑ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر مفتوحہ علاقوں سے غلے کے ذخائر حاصل کئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے مصر سے بحرہ قلزم کے راستے غلے سے لدے بیس جہاز روانہ کئے۔ جہازوں کی آمد پر آپ بذاتِ خود بندرگاہ پر تشریف لائے۔ دو بڑے گودام بنوائے اور قحط زدگان کی فہرستیں بنوا کر خود ان میں غلہ تقسیم کروایا روزانہ بیس اونٹ ذبح کئے جاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی نگرانی میں قحط زدوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ دوران قحط آپ نے دودھ گھی اور مکھن نہ کھانے کی قسم کھائی۔

فاروق اعظم اہل مدینہ کو ساتھ لے کر نماز استسقاء پڑھنے گئے۔ نماز کے بعد خطبہ پڑھا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کے وسیلے سے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا جس سے قحط کی شکایت دور ہو گئی۔

فتح مصر و سکندریہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ طلوع اسلام سے قبل کئی بار مصر دیکھ چکے تھے اور وہاں کی زرخیزی اور وسائل سے آگاہ تھے۔ مصر رومیوں کا بہت بڑا ہیڈ کوارٹر تھا۔ رومی یہاں سے کسی وقت بھی اسلامی مفتوحات کو خطرہ میں ڈال سکتے تھے۔ اس لئے شام اور اردن کا دفاع مصر کی فتح کے بغیر خطرے میں تھا لہٰذا مصر کی تسخیر ضروری تھی۔ مصر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے سے اسلامی مقبوضات بھی محفوظ ہو جاتے تھے اور دشمن کے معاشی وسائل جن پر ان کی خوشحالی کا دارومدار تھا پر کاری ضرب لگ سکتی تھی۔ طاعون عمواس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دوبارہ شام گئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے مصر پر فوج کشی کی منظوری حاصل کر لی۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چار ہزار مجاہدین کی

Marfat.com

معیت میں وادیٔ نیل کی طرف بڑھے۔

فرما کی تسخیر 16ھ

اسلامی افواج وادی العریش کے راستے مصر میں وارد ہوئی۔ عساکر اسلام نے سب سے پہلے مصر کے شہر فرما پر چڑھائی کی۔ یہ شہر یونان کے مشہور حکیم جالینوس کی جائے مدفون تھی۔ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد مسلمانوں نے یہ شہر فتح کر لیا۔ بعض مورخین کے بقول فرما کر تسخیر میں قبطیوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی کیونکہ مصر کے باشندوں کو رومیوں سے مذہبی اختلاف تھا۔

بلبیس کی فتح

تسخیر فرما کے بعد عساکر اسلام نے جمغس کا رخ کیا راستے میں کئی مقامات پر رومیوں سے ان کا تصادم ہوا۔ یہاں تک کہ مسلمان بلبیس پہنچ گئے۔ یہاں پر بیت المقدس کی شکست خوردہ رومی فوج قلعہ بند تھی۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد ام دینن کے مقام پر خون ریز معرکہ ہوا۔ مسلمان کامیاب رہے۔

حمعنس کے قلعہ بابلیون کی فتح

بلبیس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر کے زیریں صوبے حمعنس کی طرف پیش قدمی کی اور قلعہ بابلیون کا محاصرہ کر لیا جو سات ماہ تک جاری رہا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے سخت حفاظتی انتظامات کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کمک کی درخواست کی۔ آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں چار ہزار مجاہدین روانہ کیے۔ شاہ معین الدین ندوی نے سیرت خلفاء میں اس فوج کی تعداد دس ہزار لکھی ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ محاصرے کی طوالت سے تنگ آ کر ایک دن سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ گئے اور نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے قلعے میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ سمجھے کہ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ اس افراتفری کے عالم میں حضرت زبیر رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اسلامی لشکر قلعہ کے اندر داخل ہو گیا۔ شاہ مصر مقوقس نے صلح کی درخواست کی جو جزیہ کی شرط پر منظور کر لی گئی۔ مسلمانوں نے قبطی رعایا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضور ﷺ سے سلسلہ قرابتداری کے سبب اچھا سلوک کیا۔ بابلیون کی تسخیر کے بعد مسلمان حمعنس کے شہر پر بھی قابض ہو گئے۔

فسطاط

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بابلیون کے قلعہ کو اپنا مستقر بنایا۔ اس میں مصر کے حکام رہا کرتے تھے۔ یہ ایک قطعہ زمین تھی جو دریائے نیل اور جبل مقطعم کے درمیان تھا۔ یہاں قلعہ (بابلیون) بنایا گیا تھا۔ اس قطعہ زمین میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنا خیمہ لگایا۔ اسلامی فوج نے جب سکندریہ کی طرف کوچ کیا تو جب آپ کا خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو اتفاقاً انہوں نے دیکھا کہ خیمہ پر کبوتروں نے انڈے دے رکھے ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ خیمہ یوں کا توں رہنے دیا جائے تا کہ ہمارے مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس جگہ پر بعد میں شہر آباد ہو گیا اور اس کا نام فسطاط پڑ گیا جس کے معنی ہیں خیمہ۔

فتح سکندریہ

یہ شہر مصر کی مشہور ملکہ قلوپطرہ نے تعمیر کروایا تھا اور سکندر اعظم کا مدفن ہے۔ سکندر کی نسبت سے اسے سکندریہ کہا جاتا ہے۔ یہاں پر عیسائیوں کا مشہور گرجا سینٹ مارک کیتھڈرل بھی تھا۔ مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے عیسائیوں کا لشکر عظیم آگے بڑھا۔ ان کو سکندریہ کے قلعے پر بڑا فخر تھا۔ بحری بیڑہ بھی وہیں موجود تھا۔ اسلامی لشکر بابلیوں سے سکندریہ کی طرف روانہ ہوا اور سکندریہ سے 23 کلومیٹر کے فاصلے پر کریون کے مقام پر دونوں افواج کا ٹکراؤ ہوا۔ رومی فوج شکست کھا کر سکندریہ کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوئی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سکندریہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کی طوالت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تشویش ہوئی۔ آپ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تمام فوج کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دو اور فوراً حملہ کر دو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی

Marfat.com

اللہ عنہ حکم کی تعمیل کی اور آخر چودہ دن کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ مقوقس مسلمانوں کی بہادری سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے قبطی قوم کی طرف سے خفیہ معاہدہ کر لیا جس کی رو سے اہل مصر ذمی قرار پائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سکندریہ کی فتح کی خبر سنی تو بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی

جنگ یرموک کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو افواج اسلام کی سالاری سے معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو سالارِ اعظم مقرر کیا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگوں کے اخراجات کا حساب و کتاب نہیں رکھتے تھے۔ ایک شاعر عشقات کو دس ہزار دیئے۔ نیز حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف صاحب سیف تھے۔ جبکہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سیف ہونے کے علاوہ انتظامی امور کے بھی ماہر تھے۔

شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گشت فرما رہے تھے کہ آپ کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام فیرور المعروف ابو لولوہ ملا اور آپ سے شکایت کی کہ اے امیر المومنین! میرا آقا (مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) مجھ سے بہت زیادہ خراج وصول کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا آپ پر کتنا خراج ہے۔ اس نے جواب دیا دو درہم۔ آپ نے پوچھا! کام کیا کرتے ہو۔ وہ بولا! بڑھئی، نقاش اور لوہار ہوں۔ آپ نے فرمایا! پیشے کے اعتبار سے خراج زیادہ نہیں۔ پھر مخاطب ہو کر فرمایا! سنا ہے تم پن چکی بہت عمدہ بناتے ہو۔ اس نے کہا! ہاں۔ آپ نے فرمایا! تم مجھے اس قسم کی اچھی سی چکی بنا دو۔ اس نے کہا بہت خوب! اگر میں زندہ رہا تو آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا چرچا مشرق اور مغرب ہو گا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ قتل کی دھمکی ہے۔ پھر آپ واپس گھر چلے گئے۔

(فیروز آگ پرست، فارسی النسل، نہاوند کا باشندہ تھا۔ رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔

Marfat.com

پھر جنگ نہاوند میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کے حصہ میں آیا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز فجر پڑھانے کے لئے آئے۔ ابولولوہ بھی دودھارا خنجر لے کر مسجد میں داخل ہوا۔ جب صفیں درست ہوگئیں تو فاروق اعظم نے تکبیر کہی اور نماز پڑھانے لگے۔ ابولولوہ نے صفوں سے نکل کر آپ حملہ کر دیا۔ چھ وار کئے۔ ایک وار ناف کے زیریں حصے میں لگا۔ آپ زمین پر گر پڑے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کو کہا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے اور آپ زمین پر تڑپتے رہے۔ ابولولوہ نے مسجد سے نکل کر تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ کلیب بن ابی بکر لیثی کو شہید کر ڈالا۔ آخر کمبل ڈال کر اسے گرفتار کر لیا گیا لیکن اس نے اسی رات اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔

انتخابی مجلس

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ آپ نے حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مشتمل چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی۔ اور فرمایا۔ تم تین روز تک طلحہ (جو کہ مدینہ میں نہیں تھے) کا انتظار کرو۔ اگر وہ آجائیں تو بہتر ورنہ تم لوگ باہم مشورہ کر کے کسی کو اپنے میں سے امیر بنالو۔

ارکان کمیٹی کو ہدایات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا! اے علی! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم خلیفہ منتخب ہو جاؤ تو بنو ہاشم کو لوگوں کے سروں پر سوار نہ کرنا۔ اے عثمان رضی اللہ عنہ! اگر تم حاکم بن جاؤ تو بنو ابو معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔ اے سعد رضی اللہ عنہ! اگر تمہیں حکومت ملے تو اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔ باہمی مشورہ سے اپنے

Marfat.com

معاملے طے کرلو۔ اس وقت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے۔

وصیت

آپ نے ان لوگوں سے فرمایا! تم میں سے جو خلیفہ منتخب ہو جائے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے حقوق کا خیال رکھے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ یہ تمہارے محسن ہیں۔ ذمیوں کا خیال رکھنا۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا۔ پھر طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور مقداد بن الاسود کو حکم دیا کہ جب یہ لوگ انتخاب خلیفہ کے لئے جمع ہوں تو دروازے پر کھڑے رہنا اور جب تک یہ مشورہ نہ کرلیں کسی کو ان کے قریب نہ آنے دینا۔

تدفین کی اجازت طلبی

آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا! میرا قاتل کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا! ابولولوہ آپ نے فرمایا! خدا کا شکر ہے کہ میرا قاتل ایسا شخص نہیں ہے جس نے اللہ کے لئے ایک بھی سجدہ کیا ہو۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ تم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے درخواست کرو کہ وہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ پھر فرمایا! اے عبداللہ اگر چھ رکنی مجلس شوریٰ کے ارکان اختلاف کریں تو تم اکثریت کے ساتھ رہو۔ اگر برابر ہوں تو تم اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں۔

وفات اور تدفین

آپ کے زخمی ہونے کی خبر مدینہ منورہ میں پھیل گئی تو آپ کو دیکھنے کے لئے انصار و مہاجرین کی جماعتیں گھر میں داخل ہوئیں۔ لوگوں نے کہا! امیر المومنین کسی طبیب کو بلوا

Marfat.com

لیجئے۔ بنوالحارث بن کعب بن کعب کا طبیب آیا۔ اس نے نبیذ پلائی وہ نکل گئی۔ پھر دودھ پلایا وہ بھی اسی طرح نکل گیا۔ طبیب نے کہا اپنا ولی عہد مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا! میں کر چکا۔ زخمی ہونے کے بعد آپ برابر ذکر اللہ کرتے رہے۔ آخر چہار شنبہ کی شب 17 / ذوالحجہ 23ھ کو آپ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مدت خلافت دس سال چھ ماہ اور چار یوم تھی۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت سعد اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ یہ واقعہ 27 ذوالحجہ 23ھ کو ہوا۔

نظام حکومت

اسلامی نظام حکومت کی بنیادیں بانی اسلام آنحضور ﷺ نے رکھ دی تھیں۔ اور عملاً اس نظام کو نافذ بھی کر دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے دور میں مملکت اسلامیہ کی حدود جزیرۃ العرب تک محدود تھیں اور وسائل بھی محدود تھے۔ آپ کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حدود مملکت میں کسی قدر توسیع ہوئی۔ انہوں نے بھی نظام حکومت کو منہاج علی النبوت پر چلایا لیکن ایک منظم و مربوط اور با قاعدہ حکومت کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا، خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایران و روما کی عظیم سلطنتیں فتح ہو کر اسلامی سلطنت کا حصہ بنیں۔ حکومت و سلطنت کا با قاعدہ نظام بھی قائم ہوا۔ حکومت و سلطنت کی ترقی کے لئے مختلف شعبہ جات قائم ہوئے۔ وسیع و عریض سلطنت منظم طور پر چلانے کے لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مکمل اور تفصیلی نظام حکومت قائم کیا جو رسول اللہ ﷺ کے اصولوں کے عین مطابق تھا اور عقل و حکمت کے تمام تقاضے پورے کرتا تھا۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بھی اسی نظام کو اپنائے رکھا۔ اس لئے اسے نظام خلافت راشدہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے خدوخال حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

خلیفہ

خلافت راشدہ میں خلیفہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ وہ بیک وقت انتظامیہ عدلیہ اور فوج کا سربراہ ہوتا تھا۔ خلافت موروثی نہ تھی بلکہ عوام کی مرضی کے مطابق ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ مسلمان کھلے عام آپ پر تنقید کر سکتے تھے۔ وہ حکومت کو قرآن وسنت کے مطابق چلانے کا پابند تھا۔ وہ قرآن وسنت کے احکامات میں ردوبدل کرنے کا مجاز نہ تھا تاہم وہ مجدد کی حیثیت سے ان کی تشریح وتوضیع اور تفسیر کر سکتا تھا۔ خلیفہ کا کوئی حکم جو قرآن وسنت کے منافی ہو واجب العمل نہ تھا۔ خلیفہ کا یہ اولین فرض تھا کہ وہ معاشرے میں قرآن وسنت کو نافذ کرے۔ وہ امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا۔ خلیفہ وقت کی اطاعت اور فرماں برداری ہر مسلمان پر فرض تھی جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں جو صاحب امر ہیں ان کی''۔ (النساء)

مجلس شوریٰ

اسلامی نظام حکومت میں شورائیت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل الرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے کے بغیر کوئی معاملہ سرانجام نہیں دیتے تھے۔ آپ کا فرمان ہے کہ خلافت مشورے کے بغیر سرے سے ہی ناجائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت جمہوری طرز حکموت کا عملی نمونہ تھی۔ تمام ملکی وملی امور اکابر الرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مہاجرین وانصار) پر مشتمل مجلس شوریٰ میں پیش ہو کر پاتے تھے۔ تمام امور کا فیصلہ مجلس شوریٰ میں بحث وتمحیث کے بعد کثرت رائے یا اتفاق رائے سے کیا جاتا تھا۔ مجلس شوریٰ میں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔

مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک مجلس عام بھی تھی۔ نہایت اہم امور اس مجلس میں زیر بحث

Marfat.com

آتے تھے۔اس مجلس میں انصار و مہاجرین کے علاوہ قبائلی سردار بھی شامل ہوتے تھے۔
ایک تیسری مجلس بھی تھی۔جس کو مجلس خاص کہا جاتا تھا۔اس میں صرف مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہوتے تھے(1)۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس کے انعقاد کے لئے منادی کے ذریعے اعلان کرا دیا جاتا تھا۔ لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو رکعت نفل پڑھتے اور اس کے بعد بحث طلب مسئلہ پر مفصل خطبہ دیتے۔اس کے بعد ہر ایک کی رائے دریافت کرتے تھے۔

دور فاروقی میں ہر شخص اعلانیہ اظہار رائے اور حکومت پر تنقید کر سکتا تھا۔عام مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ٹوک دیتے تھے۔شوریٰ کی اہمیت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایک آدمی کی رائے کچے دھاگے کی مانند ہوتی ہے۔دو کی بٹے دھاگے کی طرح اور تین کی پختہ رسے کی مانند جو ٹوٹتا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورے کے اصول کو یہاں تک وسعت دی کہ مدینہ کے علاوہ دوسرے علاقوں کے اہل الرائے افراد کو بلا کر ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔عراق کے محاصل کے بارے میں شبہ پیدا ہوا کہ یہ جبراً وصول نہ کئے جاتے ہوں۔آپ نے کوفہ کے دس افراد کو بلا کر ان سے حلفیہ بیان لیا کہ ایسا نہیں ہے۔عراق کے بندوبست مال گزاری کے بارے میں ایران کے غیر مسلم سرداروں اور رئیسوں کو بلا کر مشورہ کیا۔مصر کے انتظام کے متعلق وہاں کے سابق حکمران مقوقس سے مشورہ طلب کیا،عوام کو حکومت کے انتظام میں یہاں تک دخل تھا کہ بعض اوقات گورنروں کی تقرری اور معزولی کے بارے میں بھی عوام کی رائے معلوم کی جاتی تھی۔مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی اظہارِ رائے کا حق تھا۔ایک دفعہ مہر کی مقدار کے بارے میں تقریر کر رہے تھے کہ ایک عورت نے ٹوک دیا۔اور کہا! اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ سے ڈرو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے اعتراض کا اعتراف کیا۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس مسجد نبوی ﷺ میں ہوتے تھے۔مجلس شوریٰ کا یہ فائدہ تھا کہ

1۔سیرت خلفاء راشدین،صفحہ 149

Marfat.com

خلیفہ مطلق العنان اور آمر حکمران بننے سے باز رہتا تھا۔ صاحب الرائے صحابہ کی راہنمائی بسا اوقات حکومت کو بہتر پالیسی اختیار کرنے کا موقع فراہم کرتی تھی۔

شعبۂ قضاء

فاروقِ اعظم نے قضاء (عدلیہ) کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ اس محکمہ کے قواعد وضوابط مرتب کروائے۔ ہر شہر میں قاضی مقرر کئے۔ قاضی ایسے شخص کو مقرر کیا جاتا تھا جو صاحب کردار ہو۔ اسلامی قوانین کا ماہر ہو۔ عاقل اور بالغ ہو۔ آزاد شہر ہو۔ صاحب حیثیت اور معزز آدمی ہوتا کہ بغیر کسی لالچ اور دباؤ کے فیصلے کر سکے۔ جس کی ذہانت، دیانت تقویٰ اور قوت فیصلہ مسلم ہو۔ قاضیوں کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں تا کہ وہ رشوت ستانی سے باز رہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت ربیعہ اور قاضی شریح کی پانچ پانچ سو درہم ماہوار تنخواہیں تھیں۔

قانون کی حکمرانی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدل وانصاف کے پیکر تھے۔ عدل وانصاف کے معاملے میں شاہ وگدا، اعلیٰ وادنیٰ، اپنا و بیگانہ مسلم اور غیر مسلم سب برابر تھے۔ ہر شخص کو بلاتمیز رنگ ونسل اور مذہب انصاف میسر تھا۔ بسا اوقات آپ بذاتِ خود مقدمہ کے فریق بن کر قاضیوں کی ذہانت اور قابلیت کا مشاہدہ کرتے تھے۔ مرکزی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح تھے قاضیوں کو ہدایت تھی کہ وہ مقدمات کا فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں کریں۔ قرآن میں اگر کسی معاملے کے حل کے متعلق واضح احکام نہ ہوں تو حدیث رسول ﷺ سے رجوع کریں اگر پھر بھی معاملہ وضاحت طلب ہو تو اجماع اور اجتہاد سے کام لیا جائے۔

قاضیوں کو عدل وانصاف اور مساوات کے لئے سخت ہدایات تھیں۔ ایک دفعہ ابی بن کعب سے آپ رضی اللہ عنہ کا نزاع ہو گیا اور آپ خود فریق مقدمہ کی حیثیت سے مدینہ کی عدالت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی آمد پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعظیم کی تو آپ نے فرمایا! یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔آپ یہ کہہ کر ابی بن کعب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ثبوت نہیں تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعویٰ سے انکار تھا۔ابی بن کعب نے حضرت عمر سے قسم لینی چاہی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ٹوکا کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے اور فرمایا! جب تک تمہارے نزدیک عام آدمی اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں برابر نہ ہوں اس وقت تک تم منصب قضاء کے قابل نہیں ہو(1)۔

عدالتوں کے لئے باقاعدہ عمارتیں نہ تھیں۔مقدمات کی سماعت مساجد میں ہوتی تھی کیونکہ مساجد کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوتے تھے غیر مسلموں کے لئے ان کے مذہب کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے علیحدہ عدالتیں تھیں جن کے جج ان کے ہم مذہب تھے۔قاضیوں کو ہدایات تھیں کہ فریق مقدمہ غریب لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں تاکہ اظہار حقیقت میں خوف اثر انداز نہ ہو سکے۔عدلیہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد تھی۔قاضیوں کا تقرر براہ راست خلیفہ کرتا تھا اور معزولی کا اختیار بھی اسے تھا۔

صیغہ افتاء

روزمرہ کے حل طلب مسائل و معاملات میں عوام کی راہنمائی کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شعبہ افتاء قائم کیا۔حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو دردہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے ممتاز قانون دان اور ماہر فقہا اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس شعبہ کا رکن مقرر کیا تاکہ یہ لوگ عوام کی دینی راہنمائی کریں اور متنازعہ فیہ مسائل کا حل بتائیں۔

محکمہ پولیس

عربی زبان میں پولیس کے شعبہ کو احداث کہا جاتا ہے۔عرب میں پہلی بار یہ محکمہ

1۔ کنزالعمال، صفحہ 176

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قائم کیا آپ نے ملک میں امن و امان قائم کرنے جرائم کے انسداد اور قانون کے نفاذ کے لئے شعبہ احداث مستقل طور پر قائم کیا۔ پولیس کے سربراہ کو صاحب الاحداث کہا جاتا تھا ہر صوبے میں دربار خلافت کی طرف سے پولیس افسر کا تقرر کیا جاتا تھا۔ بحرین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صاحب الاحدث مقرر ہوئے، مارکیٹ کی نگرانی، ناپ تول، شاہراؤں اور اخلاق عامہ کی حفاظت کے علاوہ شراب کی کشید، فروخت۔ شراب نوشی، جانوروں پر بے رحمی کے انسداد، پبلک مفاد اور احترام شریعت پولیس کے فرائض میں شامل تھے۔

جیل خانہ جات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے قبل عرب میں جیل خانوں کا نام ونشان نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجرموں کی اصلاح اور بہتری کے لئے جیل خانوں کی بنیاد ڈالی تاکہ مجرموں کو بہتر ماحول ایسی ذہنی تربیت دی جائے جس سے وہ مفید شہری بن سکیں۔ حضرت فاروق اعظم نے مکہ میں صفوان بن امیہ کا مکان خرید کر پہلا جیل خانہ قائم کیا(1)۔

پھر اضلاع میں جیل خانے قائم کئے گئے۔ جیل خانوں کے قیام کے بعد سزاؤں میں تبدیلیاں آئیں۔ عادی شرابیوں پر حد جاری کرنے کی بجائے قید کی سزا مقرر کی گئی۔ ابو محجن ثقفی کو بار بار شراب نوشی کے جرم میں آخری دفعہ قید کی سزا دی گئی۔ جلا وطنی کی سزا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے۔ ابو محجن ثقفی پہلا شخص تھا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار شراب نوشی کے جرم میں ایک جزیرہ میں جلا وطن کر دیا(2)۔

فوجی نظام

محکمۂ فوج کا قیام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ فوج کا شعبہ قائم کیا ابتداء میں انصار اور قریش کا

1۔ سیرت خلفاء راشدین

2۔ سیرت خلفاء راشدین

Marfat.com

رجسٹر تیار ہوا۔ بعد میں دیگر قبائل تک اسے وسعت دی گئی۔ عرب کا ہر بچہ یوم ولادت سے ہی اسلامی فوج کا سپاہی تصور کر لیا جاتا تھا یہ محکمہ افواج کی بھرتی، ان کی تنخواہوں اور رسد وغیرہ باہم رسانی کا انتظام کرتا تھا فوج کا ریکارڈ رکھنا، فوجیوں میں تنخواہوں کی تقسیم اور ان کے بیوی بچوں کے وظائف کا انتظام کرنا بھی اس شعبہ کے ذمہ تھا۔

باقاعدہ اور رضا کار فوج

اسلامی فوج باقاعدہ اور ریزرو فوج میں منقسم تھی۔ باقاعدہ فوج کے ذمہ مستقل طور پر جنگی خدمات سرانجام دینا تھا جبکہ ریزرو (رضا رکار) فوج کو بوقت ضرورت طلب کیا جاتا تھا۔ ان کی خدمات اور مصروفیات کی نوعیت ہنگامی تھی۔ جہاد سے فراغت کے بعد رضا کار فوج کے لوگ دوبارہ معمول کے کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے۔ دونوں قسم کی فوج کا ریکارڈ علیحدہ علیحدہ رکھا جاتا تھا۔ ہر سال کم وبیش تیس ہزار سپاہی بھرتی کیے جاتے تھے۔ جب فتوحات کا دائرۂ وسیع ہوا تو عرب قبائل کے علاوہ مفتوحہ اقوام کے لوگ بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی فوج میں شامل کر لئے جاتے تھے۔ چنانچہ اسلامی فوج میں ایرانی، عراقی، رومی، یہودی اور ہندوستانی جاٹ قوم کے لوگ بھی بھرتی ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ ذمی بھی رضا کار فوج میں شامل تھے۔ فوج کو موثر بنانے کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل کیے۔

دیوان

فوج کے انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فدتر قائم کیا جسے دیوان کہا جاتا تھا۔ اس کے ذمہ فوج کی تنخواہوں کی ادائیگی، ان کے بیوی بچوں کے وظائف کا حساب کتاب مرتب کرنا اور فوجی خدمات کے قابل اشخاص کا نام ونسب اور پتہ ایک رجسٹر میں درج کرنا تھا۔

Marfat.com

فوجی مستقر اور چھاؤنیاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مملکت اسلامیہ میں باقاعدہ فوجی مراکز اور چھاؤنیاں قائم کیں۔ فوجی مراکز کو جند کہا جاتا تھا۔ مدینہ، کوفہ، بصرہ، دمشق، موصل، فسطاط، حمص، اردن اور فلسطین مستقل فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ علاوہ ازیں تمام اضلاع اور کئی دیگر اہم مقامات پر چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں تھیں، فوجی مستقر اور چھاؤنیوں کے قیام کے لئے جگہ کے انتخاب میں سرسبز و شاداب اور صحت افزا آب و ہوا کا خیال رکھا جاتا تھا۔ ہر چھاؤنی میں فوجیوں کی رہائش کے لئے بارکیں تعمیر کی گئی تھیں۔ چھاؤنیوں میں بڑے بڑے اصطبل اور رسد کے سٹور تھے۔ ہر اصطبل میں چار ہزار گھوڑے موجود ہوتے تھے۔ گھوڑوں کی پرورش اور خوراک کے لئے سرکاری چراگاہیں تھیں۔

فوج کی تقسیم و تنظیم

فوج کئی درجوں میں تقسیم تھی۔ سوار، پیدل، میمنہ میسرہ اور ہراول وغیرہ کے الگ الگ دستے تھے جن پر علیحدہ علیحدہ افسر مقرر تھے۔ دس سپاہیوں کا ایک دستہ ہوتا تھا۔ دستے پر ایک امیر ہوتا تھا جسے امیر العشرہ کہا جاتا تھا دس دستوں پر ایک امیر التعیہ ہوتا تھا جسے قائد بھی کہا جاتا تھا دس قائدین پر ایک امیر ہوتا تھا اور دس امیروں پر ایک امیر الامراء ہوتا تھا۔ تمام فوج پر سالار اعظم (سپریم کمانڈر) خود خلیفہ ہوتا تھا۔

سردیوں میں لڑنے والی فوج کو سائبہ اور گرمیوں میں لڑنے والی فوج کو صائفہ کہا جاتا تھا۔ فوج میں مندرجہ ذیل خاص خاص عہدیدار ہوتے تھے۔

1۔ امیر الامراء یعنی سپہ سالار۔ 2۔ صاحب الاقباض یعنی غنائم کا انچارج افسر۔ 3۔ خازن (افسر خزانہ)۔ 4۔ قاضی۔ 5۔ مترجم۔ 6۔ محتسب۔ 7۔ طبیب۔ 8۔ جاسوس جو دشمن کی نقل و حرکت کی خبر باہم پہنچاتا تھا۔ یہ کام ذمی سرانجام دیتے تھے۔ 9۔ چارہ اور پانی کی فراہمی کا انتظام اور علاقہ کی دیکھ بھال کرنے والے افسر کو زائد کہا جاتا تھا۔ عورتیں اور بچے میدان جنگ میں پانی پلاتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام سرانجام دیتے تھے۔ سامان

Marfat.com

حرب تلوار، نیزہ، ڈھال، تیر، زرہ بکتر اور منجنیق پر مشتمل ہوتا تھا۔

تنخواہیں اور وظائف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شعبہ فوج کے قیام کے بعد فوجیوں کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ جن کی مقدار دو سو درہم سالانہ سے لے کر پانچ ہزار سالانہ تک تھی۔ سابقہ خدمات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کو سب سے زیادہ تنخواہیں ملتی تھیں۔ سپاہیوں کو تنخواہ کے علاوہ زیتون، بارہ سیر سرکہ اور لباس وغیرہ دیا جاتا تھا۔ مال غنیمت میں بھی حصہ ملتا تھا۔ بعض اوقات حسن کارکردگی کے لحاظ سے سپاہیوں اور افسروں کی تنخواہیں بڑھا دی جاتی تھیں مثلاً جنگ قادسیہ میں بنوصنبہ، بنی زہیرہ اور بنی عصمہ وغیرہ کو غیر معمولی جانبازی کا مظاہرہ کرنے پر ان کی تنخواہیں دو دو ہزار سے بڑھا کر ڈھائی ہزار کر دی گئیں۔ تنخواہوں اور وظائف کا پیمانہ خدمات اور سبقت الاسلام کے پیش نظر حسب ذیل تھا۔

1۔ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنخواہیں پانچ ہزار درہم سالانہ تھیں۔

2۔ ہجرت حبشہ اور غزوہ احد کے شرکاء کو چار ہزار درہم سالانہ ملتے تھے۔

3۔ اصحاب الشجرہ کو تین ہزار درہم سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔

4۔ بعد کی جنگوں میں شرکت کرنے والوں کو دو ہزار درہم سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔

5۔ عام سپاہیوں کو ایک ہزار درہم سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔

غازیوں کو تنخواہ کے علاوہ ان کے بیوی بچوں اور غلاموں کے وظائف بھی ملتے تھے۔ مہاجرین کی بیویوں کو دو سو سے لے کر چار سو درہم تک وظائف ملتے تھے۔ غلاموں کو ان کے آقاؤں کے برابر وظیفہ ملتا تھا(1)۔

افواج کی تربیت

قواعد کی رو سے ہر غازی کے لئے چار چیزوں کے سیکھنے کی تاکید تھی۔ تیرنا، گھوڑے

1۔ سیرت خلفاء راشدین، صفحہ 140

Marfat.com

دوڑانا، تیراندازی کرنا، ننگے پاؤں دوڑنا، نیزہ بازی اور شمشیر زنی جفاکشی کے خیال سے حکم تھا کہ فوجی رکاب کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو۔ نرم کپڑے پہننے کی ممانعت تھی۔ حماموں میں نہانے کی بندش تھی اور دھوپ سے بچنے کا حکم تھا۔

نظم وضبط

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوج میں نظم وضبط کی پابندی میں بڑے سخت تھے۔ فوج کو اطاعت امیر کی سخت تاکید تھی۔ افواج کی نگرانی، نقل وحکمت، نظم وضبط کی پابندی اور دشمن کی نقل وحرکت پر کڑی نگاہ رکھنے اور خبریں فراہم کرنے کے لئے فوج میں باقاعدہ جاسوسی کا محکمہ تھا۔ فوج کے ساتھ پرچہ نویس موجود ہوتے تھے جو خلیفہ کو حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کی پیش قدمی اور نقل وحرکت کے بارے میں ہر لمحہ باخبر رہتے تھے۔

فوج کے لئے سہولیات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ افواج اسلام کی اسائش۔ آرام اور ان کے لئے سہولتوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ کسی بھی شخص کو فوج میں جبراً بھرتی کی ممانعت تھی۔ فوجیوں کو اپنے اہل خانہ سے خط وکتابت کی اجازت تھی۔ فوجیوں کو ہر جمعہ کی تعطیل ہوتی تھی۔ چار ماہ کے بعد ہر فوجی کو گھر جانے کی رخصت دی جاتی تھی۔ اتفاقیہ رخصت بھی دی جاتی تھی۔ کسی بھی فوجی کو گھر سے دور رہنے پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔

معاشی نظام

بیت المال

حضرت فاروق اعظم کی خلافت سے قبل بیت المال کا کوئی بندوبست نہ تھا جو کچھ آتا اسی وقت تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مقام سخ پر بیت المال کے لئے ایک مکان وقف کر لیا گیا تھا لیکن اس میں کچھ جمع کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ

Marfat.com

آئی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو صرف ایک درہم نکلا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 15 ھ میں ایک مستقل بیت المال کی ضرورت محسوس ہوئی جبکہ بحرین سے پورے سال کے خراج کی کثیر رقم پانچ لاکھ درہم آئی۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ رقم تقسیم کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی۔ آخر ولید بن ہشام کی رائے کے مطابق مدینہ میں مستقل بیت المال قائم کیا گیا۔ اس کے بعد تمام صوبہ جات اور اضلاع کے صدر مقامات پر بیت المال قائم کیے گئے۔ بیت المال کے حساب کتاب اور نگرانی کے لئے ایماندار افسر مقرر کیے۔ کوفہ میں عبداللہ بن مسعود اور اصفہان میں خالد بن حارث رضی اللہ عنہما افسر خزانہ مقرر تھے۔ مرکزی بیت المال مدینہ میں حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ افسر خزانہ تھے۔ صوبہ جات اور اضلاع کے افسران کو ہدایت تھی کہ وہاں کے مصارف کی رقم نکال کر بقیہ جس قدر رقم ہو سال کے آخر پر مدینہ کے مرکزی بیت المال میں بھیج دی جائے۔ مرکزی بیت المال کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ دارالخلافہ کے باشندگان کی تنخواہوں اور وظائف کی رقم تین کروڑ تھی۔

ذرائع آمدن

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت سے قبل حکومت کے ذرائع آمدن محدود تھے۔ ان کے عہد میں ذرائع آمدن میں اضافہ ہوا۔ اسلامی حکومت کے مندرجہ ذیل ذرائع آمدن تھے:

زکوٰۃ

صاحب نصاب لوگوں سے ڈھائی فی صد سالانہ شرح کے حساب سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ سونا، چاندی اور جانوروں پر بھی زکوٰۃ واجب تھی۔ یہاں تک کہ گھوڑوں کی تجارت پر بھی زکوٰۃ عائد تھی۔ اسلامی شریعت کی رو سے زکوٰۃ کو انفرادی طور پر صرف نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کا بیت المال میں جمع کرانا لازم تھا۔

Marfat.com

خراج

غیر مسلموں سے زمین کی پیداوار پر خراج وصول کیا جاتا تھا اس کی شرح بارانی زمین کی پیداوار کا دس فی صد اور چاہی زمین کی پیداوار کا بیسواں حصہ تھا۔

عشر

مسلمانوں سے زمین کی پیدوار پر جو مالیہ وصول کیا جاتا تھا اسے عشر کہا جاتا تھا۔ یہ بارانی زمین کا پانچواں اور چاہی زمین کا دسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا۔

فئے

سرکاری زمین جن میں آتش کدوں کے اوقاف، جنگلات، شاہی خاندان کی اراضی، باغیوں اور مفروروں کی متروکہ زمینیں شامل تھیں ان کی تمام پیداوار بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔

جزیہ

یہ ٹیکس غیر مسلموں (ذمیوں) سے فوجی خدمات کے بدلے وصول کیا جاتا تھا۔ اس ٹیکس کے بدلے اسلامی حکومت غیر مسلموں کی جان مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی تھی۔ جزیہ صرف ان لوگوں سے وصول کیا جاتا تھا جو فوجی خدمات سرانجام دینے کے قابل ہوں اور صاحب استطاعت ہوں۔ معذور، بچے، بوڑھے، خواتین اور راہب اس سے مستثنیٰ تھے۔ جو غیر مسلم فوج میں خدمات سرانجام دیتا اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ جزیہ کی رقم مقرر نہیں تھی۔ اسے معاف بھی کیا جاسکتا تھا۔

غنائم

مال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) بیت المال میں جاتا تھا۔ عہد فاروقی میں بہت زیادہ فتوحات کے باعث اسلامی حکومت کا بہت بڑا ذریعہ آمدن مال غنیمت تھا۔

Marfat.com

عشور

یہ غیر ملکی تاجروں سے اسلامی مملکت میں درآمد کئے جانے والے مال کی قیمت کے دسویں حصے کے برابر وصول کیا جاتا تھا آج کل اسے کسٹم ڈیوٹی کا نام دیا جاتا ہے۔

زرعی اصلاحات

زمین کی پیمائش اور افتادہ اراضی کی آبادکاری

قبل از اسلام عرب میں چونکہ باضابطہ اور منظم حکومت نہ تھی اس لئے عرب مالی نظم و نسق سے نا آشنا تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرب میں پہلی بار بندوبست مال گزاری کا جامع اور مکمل نظام قائم کیا۔ جب عراق اور شام فتح ہوگئے تو آپ نے اس کام کی منصوبہ بندی کی۔ فوجی افسران اور اکابر صحابہ جن میں حضرت بلال اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سرفہرست تھے نے مفتوحہ علاقہ جات کو بطور جاگیر فاتحین میں تقسیم کرنے پر اصرار کیا۔ لیکن حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے اس کی مخالفت کی کیونکہ آپ جاگیرداری نظام کے مضر اثرات سے آگاہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خراج کی تشخیص کی غرض سے عراق کی زمین کی پیمائش کروائی۔ اس کام پر عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما مامور ہوئے۔ مدتوں بعد حضرت عثمان اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما نے بڑے اہتمام کے بعد دستاویزات کی ترتیب کی۔ مزروعہ زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری۔ آپ نے تمام زمینوں کو سابقہ مالکان کی تحویل میں دے دیا۔ زمین کی قسم اور پیداوار کے مطابق خراج کی شرح مقرر کی گئی جو کہ کم از کم دو درہم فی جریب اور زیادہ سے زیادہ دس درہم فی جریب تھی۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ افتادہ زمینوں کو جو شخص زیر کاشت لائے گا اور آباد کرے گا وہ اسی کی ملکیت ہوگی۔ لگان کی شرح کم ہونے کی وجہ سے بہت سی زمینیں مزروعہ بنائی گئیں جس سے پیداوار میں اور بھی اضافہ ہوا، اور خراج کی مقدار آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ سالانہ سے بڑھ کر اگلے سال دس کروڑ بیس ہزار درہم

Marfat.com

سالانہ ہوگئی(1)۔

جنگلات، جاگیریں، آتش کدوں کے اوقاف اور لاوارثوں کی اراضی حکومت کی ملکیت قرار دی گئی۔ اور اس سے ہونے والی آمدن کو رفاہِ عامہ کے لئے استعمال کیا گیا۔ شام اور مصر میں رومیوں کا قدیم نافذ کردہ بندوبست اراضی قائم رکھا گیا۔ خراج کے علاوہ رومی جو اضافی اخراجات وصول کرتے تھے انہیں موقوف کر دیا گیا۔

عربوں کو اراضی خریدنے کی ممانعت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام اور مصر کے مقبوضات میں آباد عرتوں کو ان علاقوں میں زمین خریدنے اور زراعت کرنے سے قانوناً منع کر دیا تاکہ مسلمان جہاد کے فریضہ سے غافل ہو کر زراعت میں مشغول نہ ہو جائیں۔

محکمہ آب پاشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں زراعت کو ترقی دینے کے لئے ایک جامع منصوبہ بنایا۔ آپ نے متعدد نہریں کھدوائیں۔ بند تعمیر کروائے اور تالاب بنوائے۔ پانی کی تقسیم کا مناسب بندوبست کیا۔ نہروں کی شاخیں تعمیر کرنے اور آب پاشی کے امور کی نگرانی کے لئے ایک وسیع محکمہ قائم کیا۔ بقول مقریزی صرف مصر میں آب پاشی کے کام کے لئے 120,000 مزدور متعین تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مندرجہ ذیل مشہور نہریں کھدوائیں۔

نہر المومنین

16ھ میں جب حجاز میں قحط پڑا تو آپ کے حکم سے 99 میل (150 کلومیٹر) لمبی نہر کھدوا کر دریائے نیل کو بحرہ قلزم سے ملا دیا جس کے ذریعے اناج سے لدے جہاز مدینہ کی بندرگاہ تک آنے لگے۔ اس طرح اس نہر کی بدولت تجارت اور زراعت میں اضافہ ہوا۔

1۔ ابن خلدون، جلد اول، صفحہ 394

Marfat.com

نہر ابو موسیٰ

بصرہ میں پانی کی قلت دور کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بصرہ حاکم بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دریائے دجلہ سے 9 میل لمبی نہر کھدوائی۔ وہ نہر ابو موسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

نہر معقل

بصرہ کے علاقے میں پانی کی قلت دور کرنے کے لئے حاکم عراق معقل بن یسار کی زیر نگرانی دریائے دجلہ سے ایک نہر نکالی گئی جو نہر معقل کے نام سے مشہور ہے۔

نہر سعد

اہل انبار کی درخواست پر حضرت سعد بن ابی وقاص حاکم کوفہ نے ایک نہر کھدوائی لیکن درمیان میں پہاڑ حائل ہونے کے باعث مکمل نہ ہو سکی، آخر کار حجاج بن یوسف نے اپنے عہد میں اسے مکمل کروایا۔

ان اقدام سے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوا اور ملکی معیشت مضبوط اور مستحکم ہو گئی۔

صوبائی نظام حکومت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتظامی سہولت کے پیش نظر تمام سلطنت اسلامیہ کو آٹھ صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، جزیرہ فلسطین، مصر اور شام اہم صوبے تھے۔ ان صوبوں کے علاوہ مشرق میں تین اور صوبے خراسان، فارس اور آذر بائیجان تھے۔ صوبے کے سربراہ کو والی کہا جاتا تھا۔ صوبے کے دیگر اعلیٰ عہدیدار کاتب (چیف سیکرٹری) کاتب دیوان (فوجی محکمہ کا میر منشی) صاحب الخراج (کلکٹر) صاحب الاحداث (پولیس آفیسر) صاحب بیت المال (افسر خزانہ) اور قاضی (چیف جسٹس) تھے۔

Marfat.com

والی

صوبے کے سربراہ کو والی کہا جاتا تھا جو صوبائی نظم ونسق کا نگران اور ذمہ دار ہوتا تھا۔ یہ صوبے کا مذہبی راہنما اور پیشوا بھی ہوتا تھا۔ تقرری سے قبل اس کے اموال کی فہرست لے کر اس پر چار گواہوں کے دستخط کرا کرا سے محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ تقرری کے وقت اس سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ (1) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔ (2) باریک کپڑا نہ پہنے گا۔ 3۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ 4۔ دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔ 5۔ اہل حاجت کے لئے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گا۔

اس کے بعد پروانہ تقرری پر اس کے فرائض اور اختیارات کی تشریح کر دی جاتی تھی۔ صوبے کی مرکزی مسجد سے متصل دارالامارت کی عمارت میں اس کی رہائش ہوتی تھی۔

قاضی

یہ صوبائی شعبہ عدلیہ کا سربراہ ہوتا تھا۔ اس منصب کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جاتا تھا جو علم القرآن، حدیث فقہ کا ماہر معاملہ فہم اور نکتہ شناس ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں تاکہ وہ رشوت کی طرف مائل نہ ہوں۔ اس عہدے پر صرف معزز اور دولت مند اشخاص کو ہی مقرر کیا جاتا تھا تاکہ وہ رشوت کی طرف راغب نہ ہوں اور فیصلے کرتے وقت کسی کے رعب اور دباؤ میں نہ آئیں۔

کاتب

یہ منصب آج کل کے چیف سیکرٹری کے عہدے کے برابر تھا۔ شاہی فرامین کی کتابت اس کے ذمہ تھی۔

کاتب الدیوان

یہ صوبائی محکمہ فوج کا سربراہ ہوتا تھا۔ اور فوج کا ریکارڈ رکھنا اس کی ذمہ داری تھی۔

Marfat.com

صاحب بیت المال

صوبائی خزانے کا نگران اعلیٰ صاحب بیت المال کہلاتا تھا۔ اس کے ذمہ صوبائی خزانے کی نگرانی اور حساب و کتاب رکھنا ہوتا تھا۔

صاحب الخراج

صوبے میں مالیے کی وصولی اس کے فرائض میں شامل تھی۔

صاحب الاحداث: صوبے میں پولیس کے سربراہ کو صاحب الاحداث کہا جاتا تھا۔ یہ عہدہ موجودہ آئی۔ جی کے منصب کے برابر تھا۔

اضلاع کا نظم و نسق

ہر صوبے کو اضلاع میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اضلاع کے افسر والی کے تحت ہوتے تھے۔ ہر ضلع میں نظم و نسق کی نگرانی اور ٹیکسوں کی وصولی کے لئے ایک عامل مقرر تھا۔ عدل و انصاف کے لئے ہر ضلع میں قاضی مقرر تھے۔

فرمان ہدایت

ہر والی اور عامل کی تقرری کے وقت اس کے نام ایک فرمان ہدایات جاری کیا جاتا تھا جس میں اس کے فرائض اور اختیارات کی تشریح کر دی جاتی تھی۔ فرمان ہدایات پر خلیفہ کی مہر ثبت ہوتی تھی اور مقتدر صحابہ کے بطور گواہ اس پر دستخط کروائے جاتے تھے۔ اس فرمان کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں پڑھ کر سنایا جاتا تھا اور متعلقہ عہدیدار کا تعارف کروایا جاتا تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ کون کس منصب پر تعینات کیا جا رہا ہے اور اس کے فرائض و اختیارات کیا ہیں۔ اس پروانے پر عہدیدار سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ سادہ زندگی بسر کرے گا اور اہل حاجت کے لئے اپنے دروازے بند نہیں کرے گا اموال کی فہرست تیار کروا کر محفوظ کر لی جاتی تھی۔ جب کسی عامل یا عہدیدار کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافے کا علم ہوتا تو جائزہ لے کر اس کا آدھا مال واپس لے لیا جاتا تھا اور بیت المال میں جمع کرایا جاتا تھا۔

Marfat.com

حکام کی تنخواہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مملکت اسلامیہ میں پہلی بار عمال حکومت کو دیانت اور راست بازی پر قائم رکھنے کے لئے باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں۔صوبے کے والی کی تنخواہ پانچ ہزار ماہوار ہوتی تھی۔ مال غنیمت میں حصہ اس کے علاوہ تھا۔

عمال کا احتساب

تمام صوبہ جات کے گورنروں کو حکم تھا کہ وہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حاضر ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر اعلان کروا دیتے کہ جس کو کسی عامل سے کوئی شکایت ہو پیش کرے۔اس موقع پر مملکت اسلامیہ کے مختلف علاقوں سے لوگ مکہ میں حج کے لئے جمع ہوئے تھے۔جس عامل کے خلاف کسی کو شکایت ہوتی مجمع عام میں اس کا ازالہ کر دیا جاتا اور جرم ثابت ہونے پر عامل کو برسر عام سزا دی جاتی۔آپ عمال اور حکام کے سختی سے محاسبہ اور مواخذہ کرتے تھے۔ذرا ذرا سی شکایات پیش ہوتی تھی اور تحقیقات کے بعد اس کا تدارک کیا جاتا تھا۔ایک دفعہ ایک شخص نے شکایت کی کہ فلاں حاکم نے بلاقصور اسے کوڑے مارے ہیں۔آپ نے مستغیث کو مجمع عام میں عامل کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے التجا کی کہ عامل پر یہ امر گراں ہوگا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں انتقام ضرور لوں گا البتہ تم اسے راضی کرلو۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے منت سماجت کر کے مستغیث کو ایک کوڑے کے بدلے دو اشرفیاں لے کر اپنے حق سے باز رہنے پر راضی کرلیا۔شکایات کی تحقیقات پر جلیل القدر صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مامور تھے۔بعض اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعلقہ حاکم کو دربار خلافت میں خود طلب کر کے اس کا بیان قلمبند کرتے تھے اور خفیہ طور پر بھی لوگوں سے حالات معلوم کئے جاتے تھے۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ''سیف اللہ'' جو بڑے جاں باز اور ذی وقار صحابی تھے انہیں محض اس لئے معزول کر دیا گیا کہ انہوں نے ایک شاعر کو دس ہزار اشرفیاں انعام میں دی تھیں۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایت ملی کہ انہوں نے

Marfat.com

اسیران جنگ میں سے ساٹھ رئیس زادے منتخب کر کے اپنے لئے رکھ گئے ہیں۔ کاروبار حکومت ابوسفیان کے سپرد کر رکھا ہے اور آپ کے پاس ایک لونڈی ہے جسے اعلیٰ قسم کی غذا فراہم کی جاتی ہے جو عام مسلمانوں کو میسر نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مواخذہ کیا گیا۔ انہوں نے دو اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا۔ تیسری شکایت کا جواب نہ دینے پر لونڈی ان سے واپس لے لی گئی (1)۔

فاتح قادسیہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں اطلاع ملی کہ انہوں نے دارالحکومت کوفہ میں ایک محل تعمیر کروایا ہے جس میں ڈیوڑھی بھی ہے۔ حضرت عمر نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ خاموشی سے دیکھتے رہ گئے (2)۔

حاکم مصر عیاض بن غنم کے بارے میں شکایت ملی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور دروازے پر دربان مقرر ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کا حکم دیا الزامات درست نکلے۔ عیاض بن غنم کو مدینہ طلب کیا گیا، ان کے باریک کپڑے اتروائے گئے اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔

کارنامے اور خدمات

ذمیوں سے سلوک

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سلطنت اسلامیہ بہت وسیع ہو چکی تھی۔ غیر مسلم رعایا کی کثیر تعداد مملکت اسلامیہ میں موجود تھی جو ذمی کہلاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان غیر مسلموں کے ساتھ اسلامی اصولوں کے مطابق سلوک کیا جس کا اجمالی تذکرہ حسب ذیل ہے۔

جان و مال اور آبرو کی حفاظت

مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم باشندوں کو جزیہ کی معمولی رقم کے بدلے ان کے جان،

1۔ تاریخ طبری
2۔ کنز العمال

Marfat.com

اموال اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر عائد تھی۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اوران کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی۔ دیگر مفتوحین کے ساتھ جو معاہدے کئے ان میں یہ شق موجود رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو ذمیوں کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کی پابندی کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فاتح شام کولکھا کہ مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے۔ ان کو نقصان پہنچانے اور بلاوجہ مال کھانے سے روکو۔ ان سے کی گئی شرائط پوری کرو۔

مذہبی آزادی

اسلام میں غیر مسلموں کے لئے تبدیلی مذہب کے بارے میں پر کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ مملکت اسلامیہ میں دورِ فاروقی میں تمام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ ان کی تمام عبادت گاہیں محفوظ تھیں اور انہیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ عیسائیوں کو صلیب لگانے کی پوری آزادی تھی۔ ان کے ساتھ کئے گئے معاہدوں میں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی تھی۔ ان کو اپنے شخصی قانون کے مطابق اپنے فیصلے کرنے کا مکمل اختیار دیا گیا تھا۔ جب کبھی ان کے ہم مذہب ان کے ساتھ زیادتی کر جاتے تو اس کا بھی مداوا کر دیا جاتا تھا۔ سکندریہ کے لاٹ پادری کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ ان کے ہم مذہبوں کے درجہ سے بدرجہا بہتر تھا۔ فاروقی عہد خلافت میں مذہبی آزادی کا یہ حال تھا کہ آپ نے اپنے عیسائی غلام کو اسلام پیش کیا تو اس نے ترغیب و ہدایات کے باوجود انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا! **لااکراہ فی الدین** (دین میں جبر نہیں ہے)۔

ایفائے عہد

آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں اکثریت طاقت کے نشے میں اقلیت کے ساتھ کئے گئے معاہدات کا احترام نہیں کرتی بلکہ اقلیت کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کی جاتی

Marfat.com

ہے۔ اقلیت کا کافیہ تنگ کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقلیتوں کے ساتھ کیۓ گۓ معاہدات کا احترام کیا اور اپنے عمال کو بھی سختی سے ایفائے عہد کی تاکید فرمائی۔ اپنے جانشین کو ذمیوں کے ساتھ کیۓ گۓ معاہدات پورے کرنے کی وصیت کی۔

مساوات

تاریخ میں بہت کم ایسی مثالیں ہوں گی کہ کسی فاتح نے مفتوح کے ساتھ مساوی سلوک کیا ہو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلم اور غیر مسلم رعایا کو برابر کے سماجی حقوق حاصل تھے حالانکہ آپ حق و باطل میں فرق کرنے والے تھے۔ مسلمان اور ذمی کا خون برابر تھا۔ ایک دفعہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا آپ نے لکھا کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا گیا اور مقتول کے وارث نے اپنے عزیز کے قتل کے بدلے اسے قتل کر دیا۔ شام کے علاقوں میں ایک کاشتکار کی زراعت لشکر اعلام سے تباہ ہوگئی تو اسے معاوضہ دیا گیا۔

ذمی اور بیت المال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے بارے میں واضح طور پر فرمایا کہ اس میں غیر مسلموں کو بھی حقوق حاصل ہیں۔ آپ نے ایک کہن سالہ غیر مسلم کو بھیک مانگتے دیکھا تو مہتمم بیت المال کو لکھا کہ اس قسم کے ذمی مساکین کے لۓ بھی وظائف مقرر کیۓ جائیں۔ یہ انصاف نہیں ہے کہ ان کی جوانی سے ہم متمتع ہوں اور بڑھاپے میں خبر گیری نہ کریں۔ چنانچہ اس ذمی کو نقد بھی ملا اور خراج بھی معاف کر دیا(1)۔

زمین اور خراج میں روادارانہ سلوک

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں میں مسلمانوں کو زمین خریدنے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ زمینوں کا مالک ان کے سابقہ مالکان کو ہی قرار دیا۔ خراج کی وصولی میں

1۔ کتاب الخراج، صفحہ 730

Marfat.com

حکام کو ذمیوں سے سختی سے پیش آنے سے ممانعت تھی۔ جب تک معززین علاقہ سے تصدیق نہ کرا لیتے کہ خراج کی وصولی میں کسی قسم کا ظلم نہیں ہوا۔ خراج کی رقم بیت المال میں جمع نہیں کرتے تھے۔ علاقے کے سرداروں سے مسائل کے حل کرنے میں مشورہ کرتے تھے۔

الغرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ذمیوں اور مسلمانوں کے معاشرتی اور مذہبی حقوق میں امتیاز نہ تھی تاہم غیر مسلموں کو نماز کے اوقات میں ناقوس بجانے، مسلمانوں کے علاقے میں سور لے جانے، مسلمانوں کی مجالس میں صلیب لگانے، شراب کی سرعام فروخت اور مسلمان والد کے نابالغ بچے کو جبراً عیسائی بنانے کی ممانعت تھی۔

مسلمانوں کی اس روادارانہ پالیسی کے باعث غیر مسلم مسلمانوں پر جان چھڑکتے تھے۔ ان کے لئے جاسوسی کرتے تھے اور ان کی اکثریت اسلام سے ہمکنار ہوگئی۔

رفاہ عامہ اور تعمیرات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عہد حکومت میں اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عوامی فلاح و بہبود پر بھرپور توجہ دی۔ فلاح انسانی کے بے شمار کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ نے بڑے شہروں میں مسافر خانے تعمیر کروائے۔ ذرائع آمد و رفت کو بہتر بنانے کے لئے سڑکیں اور پل تعمیر کروائے۔ اس امر کا سخت اہتمام تھا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ غرباء اور مساکین کے لئے بلا امتیاز مذہب بیت المال سے وظائف مقرر تھے۔ ملک میں جس قدر معذور، نابینے، رفتہ از کار ضعیف لوگ تھے سب کے روزینے مقرر تھے اکثر شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروا دیئے تھے۔ مسافروں کو بیت المال سے کھانا ملتا تھا۔ مدینہ میں ایک لنگر خانہ تھا جس کے نگران خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

18ھ میں لاوارث اور یتیم بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام کیا۔ لاوارث اور یتیم بچوں کی پرورش اور تربیت کے تمام اخراجات بیت المال سے ادا کئے جاتے تھے۔ یتیموں کی جائیداد کی حفاظت بھی سرکاری طور پر کی جاتی تھی۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تعمیرات کا کوئی باقاعدہ محکمہ تو نہ تھا لیکن حکومت نے صوبہ جات کے عمال اور حکام کی زیر نگرانی تعمیرات کا کام وسیع پیمانے پر ہوا۔ ہر جگہ حکام کی بود و باش کے لئے سرکاری عمارات اور دفاتر قائم کیے گئے۔ فوجی ضروریات کے لئے بڑے بڑے شہروں میں چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ غازیوں کے لئے بیرکیں تعمیر کی گئیں۔ خزانہ کی حفاظت کے لئے بیت المال کی عمارتیں بنائی گئیں۔ کوفہ کے بیت المال کو روزبہ نامی مشہور مجوسی معمار نے تعمیر کیا تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان شاہراہ پر مسافروں کی سہولت کے لئے ہر منزل پہ سرائیں چوکیاں اور چشمے تعمیر کروائے۔ آپ کے دور خلافت میں بکثرت مساجد تعمیر ہوئیں۔ روضۃ الاحباب کے بیان کے مطابق آپ کے عہد میں چار ہزار مساجد تعمیر ہوئیں۔ مسجد حرم اور مسجد نبوی میں توسیع کی گئی۔ زراعت کی ترقی کے لئے نہریں اور تالاب تعمیر کیے گئے۔

نئے شہر

کوفہ، بصرہ، موصل، جیزہ اور قسطاط کے شہر اور نو آبادیات کا قیام دور فاروقی کا ہی کارنامہ ہے۔

مردم شماری

جنگ یرموک اور قادسیہ سے فراغت کے بعد 16ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی بار عراق میں مردم شماری کروائی۔ اس سے قبل عرب میں مردم شماری نہیں ہوئی تھی (1)۔

مذہبی خدمات

اشاعت اسلام

اشاعت اسلام کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے منہمک تھے۔ اشاعت اسلام کا اہتمام تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے کیا۔ اشاعت اسلام میں آپ "لا اکراہ فی

1۔ ابن خلدون، جلد 1، صفحہ 393

Marfat.com

الدین'' (دین میں جبر نہیں ہے) کے اصول پر کاربند تھے۔ جنگ سے پہلے لوگوں کے سامنے محاسن اسلام بیان کر کے اسلام کی دعوت دینے کی حکام کو تاکید تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو اپنی تربیت سے اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ بنا دیا تھا۔ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاقی تفوق کو دیکھ کر خود بخود ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ رومی سفیر لشکر اسلام کے کیمپ میں سالار کے پاس آیا تو اس کی سادگی اور اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ مصر کا ایک سردار مسلمانوں کے حالات سن کر دو ہزار کے جمعیت کے ساتھ مسلمان ہو گیا(1)۔

معرکہ قادسیہ کے بعد چار ہزار عجمی فوج نے اسلام قبول کیا۔ مصر اور شام کے لوگ بھی بکثرت مسلمان ہوئے۔ آپ نے قرآن کی تدریس کو رواج دیا۔ مؤذنوں کی گراں قدر تنخواہیں مقرر کیں۔

تعلیم قرآن

ملک شام میں تدریسِ قرآن کے لئے حضرت عبادہ بن صامت، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم جیسے حفاظ اور صحابہ کرام کو مقرر فرمایا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے قرآن کی تعلیم عام ہوگئی۔ ناظرہ خوانوں کے علاوہ حفاظ کرام کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی فوج میں تین سو حفاظ تھے(2)۔

خدمت حدیث

احادیث نبوی ﷺ کو نقل کروا کر حکام کے پاس عام اشاعت کے لئے بھیجا۔ مختلف ممالک میں صحابہ کبار کو حدیث کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ مختلف ممالک میں صحابہ کبار کو حدیث کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا۔ حضرت معقل بن یسار، حضرت عبداللہ بن معقل اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کو ایک جماعت کے ساتھ بصرہ بھیجا۔ روایات قبول کرنے میں آپ بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے اور شہادت کے بغیر

1۔ فتوح البلدان، صفحہ 209 — 2۔ کنز العمال، جلد 1، صفحہ 217

Marfat.com

قبول نہیں کرتے تھے۔آپ کثرت روایت سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔قرظہ بن کعب کو عراق بھیجتے ہوئے فرمایا! دیکھو تم جس ملک میں جارہے ہو وہاں قرآن کی آواز گونج رہی ہے۔ایسا نہ ہو تم ان کی توجہ قرآن سے ہٹا کر احادیث کی طرف مبذول کرادو(1)۔

فقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خطبات اور تقاریر میں فقہی مسائل بیان کیا کرتے تھے۔ حکام کو بھی فقہی مسائل لکھ کر بھیجتے تھے۔عمال اور افسروں کے تقرر میں عالم اور ماہر فقیہ لوگوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ ممالک محروسہ سے تنخواہ دار فقہاء کو مقرر کیا جاتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملی اقدام کی طرف خصوصی توجہ دی۔ممالک محروسہ میں کثرت سے مساجد تعمیر کروائیں اور تنخواہ دار مؤذن اور معلم مقرر کئے۔

توسیع حرم

حرم کعبہ کی عمارت ناکافی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 17ھ میں اس کو وسیع کیا۔کعبہ کے لئے نطع کی بجائے مصر کے بنے ہوئے عمدہ قباطی کپڑے کے غلاف کا بندوبست کیا۔

مسجد نبوی ﷺ میں توسیع

آپ نے مسجد نبوی ﷺ میں توسیع کر کے اس کا طول ایک سو گز سے ایک سو چالیس کر دیا اور عرض میں 20 گز کا اضافہ کر دیا۔اس مقصد کے لئے امہات المؤمنین کے گھروں کو چھوڑ کر تمام مکانات خرید لئے۔مسجد کے ایک کونے میں ایک چبوترہ بنوایا تا کہ جن لوگوں کو بات کرنی ہو یا شعر پڑھنا ہو وہاں چلا جائے۔مسجد میں روشنی کا انتظام کیا اور فرش کا انتظام بھی عہد فاروقی میں ہوا۔حجاج کرام کے لئے سہولتوں کے انتظامات بھی کیے گئے۔

اسلامی کیلنڈر اور سکوں کا اجراء

عہد فاروقی سے قبل تاریخ کا کوئی حساب کتاب اور کیلنڈر نہ تھا۔عرب میں کئی سن

1۔سیرت خلفاء راشدین، صفحہ 185

Marfat.com

مروج تھے عرب کسی مشہور واقعہ سے سالوں کا حساب کرلیا کرتے تھے۔مثلاً یمن کے گورنر ابرہہ کا خانہ کعبہ حملہ نئے سن کی ابتدا کا موجب بنا۔علاوہ ازیں ایرانی یونانی اور رومی سن بھی مروج تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 16ھ میں آنحضور ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے واقعہ کی نسبت سے اسلامی سن ہجری کا اجراء کیا۔نیز اسلامی سکول کا بھی اجراء کیا۔

برائیوں کا انسداد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عربوں کے اخلاق ذمائم کی بھی اصلاح کی۔عرب زمانہ جاہلیت میں اپنے انساب پر فخر وغرور، عام لوگوں سے نفرت۔ہجو اور بدگوئی کرتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساوات کا وہ معیار قائم کیا کہ آقا وغلام کی تمیز مٹادی۔ہجو کو حرام قرار دیا اور شعر وشاعری پر پابندی لگادی کیونکہ عشق اور ہوا پرستی کا یہ بہت بڑا ذریعہ تھا شراب نوشی کی سزا چالیس کوڑوں سے بڑھا کر اسّی کردی۔

سیرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اخلاق وعادات

سرورکون ومکاں ﷺ کی بعثت کا حقیقی مقصد دنیا کو پسندیدہ اخلاق کی تعلیم دینا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو براہ راست سرچشمہ اخلاق سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربار نبوی ﷺ میں تقریب کی وجہ سے خصوصی حصہ ملا تھا۔اس لئے آپ محاسن واخلاق نبوی ﷺ کی مجسمہ تصویر تھے ان کے اخلاق میں راست گوئی، خلوص۔سادگی حفظ لسان، حق پرستی تواضع اور لذائز دنیا سے اجتناب کی خصوصیات سب سے زیادہ نمایاں تھیں۔ان اوصاف حمیدہ کی بدولت آپ کی صحبت میں آنے والا ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ اس غرض سے رہتے تھے کہ تقویٰ و پرہیزگاری سیکھیں۔سرورِ انبیاء ﷺ نے بہت سی احادیث آپ کی تعریف میں ارشاد فرمائی ہیں۔

Marfat.com

ترمذی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے تحریر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں دیکھ رہا ہوں کہ شیاطین، جنات اور برے آدمی سب کے سب عمر سے دور بھاگ رہے ہیں۔

طبرانی اور ابن عساکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ نے عمر کی زبان وقلب پر حق وصداقت جاری فرمایا ہے۔

اگر میری امت میں الہام ہوسکتا ہے تو عمر کو ضرور الہام ہوتا۔ (بخاری)

میرے بعد اگر کوئی نبی ہوسکتا تو عمر نبی ہوتے۔ (حاکم، طبرانی، ترمذی اور ابن عساکر)

تمام آسمانی مخلوق عمر کی عزت کرتی ہے اور زمینی شیاطین ان سے ڈرتے ہیں۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر کی وجہ سے فتنہ وفساد کے دروازے بند ہیں اور جب تک یہ زندہ ہیں کوئی تم میں فتنہ وفساد نہیں ڈال سکے گا۔ (بزاز)

عمر دراصل اہل جنت کے چشم وچراغ ہیں (بزاز ابن عمر)

عمر کی وفات پر اسلام گریہ زاری کرے گا۔ (طبرانی)

خشیت الٰہی

تمام محاسن واخلاق کا سرچشمہ خوف خدا ہے جو دل خوف خداوندی اور خضوع وخشوع سے خالی ہے اس کی حیثیت ایک ٹکڑا گوشت سے زیادہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ پوری پوری رات یاد الٰہی میں گزار دیتے۔ قیامت کے مؤاخذہ سے ہمیشہ خائف رہتے۔ ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لائے۔ ہجرت کی۔ جہاد اور نیک اعمال کئے، اس کے بدلے دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر ہو جائے۔ وہ بولے! خدا کی قسم! نہیں۔ ہم نے آپ ﷺ کے بعد روزے رکھے۔ نمازیں پڑھیں۔ نیک کام کئے۔ ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے۔ ہم کو ان اعمال سے بڑی

Marfat.com

توقعات ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم عذاب سے بچ جائیں اور نیکی و بدی برابر ہو جائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے! کاش میں تنکا ہوتا میں کچھ بھی نہ ہوتا اور کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن مشک پیٹھ پر اٹھائے جا رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا! یہ کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میرے نفس میں غرور کی لہر اٹھی تھی اس لئے میں نے اسے اس ترکیب سے ذلیل کرنا چاہا(1)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں ایسی سورتیں تلاوت فرماتے جن میں قیامت کا ذکر، عذاب الٰہی اور خداوند قدوس کی عظمت اور جلال و جبروت کا بیان ہوتا۔ آپ اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ الغرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل خوف خدا سے لرزاں و ترساں رہتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ آسمان سے اگر ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام لوگ جنتی ہیں تو تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ بدبخت انسان میں ہی ہوں(2)۔

اتباع سنت وحب رسول ﷺ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتباع سنت کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ آپ نشست و برخاست، خور و نوش اور لباس وضع الغرض ہر بات میں سنت نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں ساری زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی۔ ایک دفعہ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا! اب خدا نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے اس لئے آپ نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! جان پدر! تم رسول اللہ ﷺ کی تنگ حالی اور عسرت کو بھول گئیں۔ خدا کی قسم! میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا تاکہ آخرت کی خوشحالی اور فراغت نصیب ہو۔ اسلام میں شعار اللہ کی تعظیم کا حکم ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہے۔ آپ کو اپنے دور خلافت

1۔ بخاری شریف باب ایام جاہلیت
2۔ کنز العمال، جلد 7، صفحہ 345

Marfat.com

میں جب کبھی ایسا موقع پیش آیا تو اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ پتھر کو بوسہ دینے سے کبھی مسلمانوں کو دھوکہ ہو کہ اس میں شان الٰہی ہے۔ حجر اسود کو بوسہ دیا لیکن اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

آپ کو رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ جمال نبوی ﷺ کے شیدائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت پر جان و مال، اولاد اور عزیز و اقارب فدا کرنے سے دریغ نہ تھا۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے موقع پر آپ کو یقین نہ آتا تھا کہ واقعی آپ رحلت فرما گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے دروازے پر شمشیر بکف پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ جس نے کہا کہ میرے آقا نامدار ﷺ وفات پا گئے ہیں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ آپ کی وفات کے بعد جب کبھی عہد مبارک یاد آ جاتا تو رونے لگ جاتے یہاں تک کہ ہچکی بندھ جاتی۔ سفر شام کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو رسالت مآب ﷺ کی یاد تازہ ہو گئی اور اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی (1)۔

متعلقین نبوت کا لحاظ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں رسول اللہ ﷺ کے عزیز و اقارب اور متعلقین کا لحاظ اپنی اولاد سے زیادہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب غلام اور متبنّٰی حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر کی۔ عبداللہ نے عذر کیا تو فرمایا! رسول اللہ ﷺ اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اسی طرح جب مدائن کے مال غنیمت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو ہزار ہزار درہم عطا فرمائے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو پانچ سو دیئے تو عبداللہ نے عذر کیا تو فرمایا! جب یہ دونوں بچے تھے تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معرکوں میں پیش پیش رہا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! مگر ان کے بزرگوں کا

1۔ فتوحات شام از ازدی

Marfat.com

مقام ومرتبہ تیرے باپ دادا جیسا نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے مرتبہ، آرام و آسائش اور ان کے احترام کا پاس رکھتے تھے۔ ان کی تنخواہیں (سب سے زیادہ) بارہ بارہ ہزار مقرر کیں (1)۔

زہد وقناعت

آپ قیصر وکسریٰ کے سفیروں کو ملتے اور وہ خود کو باریاب کرتے تو مسلمانوں کو شرم آتی لیکن اقلیم زہد کے شہنشاہ کے سامنے زبان کھولنے کی کس میں حیرت تھی۔ ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا! امیر المومنین! اب خدا نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے۔ بادشاہوں کے سفراء اور عرب کے وفود آتے ہیں اس لئے طرز معاشرت میں تغیر کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا! افسوس! تم دونوں امہات المومنین ہو کر دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو۔ عائشہ! تم رسول اللہ ﷺ کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر صرف ایک کپڑا تھا جس کو دن کے وقت بچھاتے تھے اور رات کو اوڑھتے تھے۔ حفصہ تم کو یاد نہیں ہے ایک دفعہ تم نے فرش کو دوہرا کر کے بچھا دیا تھا۔ اس کی نرمی کے باعث رسول اللہ ﷺ رات بھر سوئے رہے۔ بلال نے اذان دی تو آنکھ کھلی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے میں نے شمار کیا آپ کے تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے (2)۔

غذا بھی عموماً سادہ ہوتی تھی۔ معمولی روٹی اور روغن زیتون دستر خوان پر ہوتا تھا۔ روٹی اگر گیہوں کی ہوتی تھی تو آٹا چھنا ہوا نہ ہوتا تھا۔ مہمان یا سفیر آتے تھے تو ان کو کھانے کی تکلیف ہوتی تھی۔ حفص بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اکثر کھانے کے وقت حاضر ہوتے تھے لیکن شریک طعام نہیں ہوتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ کے دستر خوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے نفیس اور لذیذ کھانوں پر اسے ترجیح نہیں دے سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! کیا تم سمجھتے ہو کہ

1۔ سیرت خلفاء راشدین   2۔ اسد الغابہ، صفحہ 73

Marfat.com

میں لذیذ کھانوں پر قادر نہیں ہوں۔ خدا کی قسم اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا۔

قناعت کا یہ حال تھا کہ فقر و فاقہ کے باوجود زمانہ خلافت کے ابتدائی چند برس تک کچھ نہ لیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی عسرت اور تنگ دستی دیکھ کر اس قدر تنخواہ مقرر کر دی جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو۔ آپ نے اس شرط پر قبول کیا کہ جب میری حالت درست ہو جائے گی تو کچھ نہ لوں گا۔ کہا جاتا ہے کہ دو درہم روزانہ بیت المال سے لیتے تھے ایک دفعہ حج پر اسی درہم خرچ ہو گئے تو اس کا افسوس کرتے ہوئے اسے اسراف تصور کیا۔ آپ بیت المال کو قوم کی امانت سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ربیعہ بن زیاد حارثی نے کہا امیر المومنین! خدا نے آپ کو جو مرتبہ دیا ہے اس کے لحاظ سے آپ دنیا میں سب سے زیادہ عیش و نشاط کے حق دار ہیں۔ آپ خفا ہوئے اور فرمایا! میں قوم کا امین ہوں۔ امانت میں خیانت کب جائز ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا۔ انہوں نے اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو دے دیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو درہم لے کر واپس بیت المال میں جمع کرا دیا۔ ایک دفعہ ایک فربہ اونٹ بازار میں فروخت ہوتے دیکھا۔ پتہ چلا یہ آپ کے بیٹے عبداللہ کا ہے۔ ان سے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کیسا ہے؟ عبداللہ نے جواب دیا کہ خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا۔ اب کچھ فربہ ہو گیا ہے تو فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا! یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اس لئے تم صرف اصل رقم کے حق دار ہو اور بقیہ رقم لے کر بیت المال میں جمع کرا دی۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے۔ طبیب نے شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ مسلمانوں کو جمع کر کے اجازت طلب کی لوگوں نے اجازت دے دی تو شہد استعمال کیا۔

الختصر فاروق اعظم نے تقویٰ و ورع کا وہ فقید المثال نمونہ پیش کیا جس کی مثال تاریخ نہیں ملتی۔

Marfat.com

تواضع وانکساری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان اور ہیبت وجلال کا یہ عالم تھا کہ آپ کے نام سے ایران وروم کے عظیم المرتبت شاہان کانپ اٹھتے تھے لیکن دوسری طرف عجز وانکساری کی یہ حالت تھی کہ بیوہ عورتوں کے گھروں میں کندھے پر مشکیزہ اٹھا کر پانی بھرتے پھرتے تھے۔ غازیوں کی بیویوں کو بازار سے سودا سلف خرید کر لا دیتے تھے جب تھک جاتے تھے تو فرش خاک پر لیٹ جاتے تھے۔ دوران سفر کبھی خیمہ وخرگاہ ساتھ نہ رہا۔ درخت کا سایہ شامیانہ اور فرش خاک بستر تھا۔ سفر شام کے موقع پر مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی کو دیکھ کر دل میں کیا کہیں گے سواری کے لئے ترکی گھوڑا اور پہننے کے لئے قیمتی لباس پیش کیا تو آپ نے فرمایا! خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور وہ ہمارے لئے کافی ہے۔

ایک دن صدقے کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا! امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا۔ بولے! مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے۔ جو شخص مسلمانوں کے مال کا والی ہے وہ غلام بھی ہے۔

جلال وجبروت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعب وجلال کے پیکر تھے۔ آپ کی تند مزاجی اور غیض وغضب کے افسانے کثرت سے تاریخ کی کتب میں مذکور ہیں۔ اگرچہ ان کی طبیعت میں درشتی اور غصہ بہت تھا لیکن آپ میں لطف وکرم بھی بہت تھا۔ دراصل ان کا غیض وغضب اور لطف و کرم سب خدا کے لئے تھا۔ ذاتیات کو قطعی دخل نہ تھا جیسا کہ ایک موقع پر خود فرمایا:

"واللہ! میرا دل خدا کے لئے نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے۔ سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غلط بات کو نہایت سختی سے روکتے تھے۔ اور حق وانصاف کے خلاف کچھ بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ غزوۂ بدر میں بنو ہاشم کو کفار مکہ نے مسلمانوں کے

Marfat.com

خلاف لڑنے پر مجبور کیا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ عباس کہیں نظر آ جائیں تو ان کو قتل نہ کرنا۔ ابو حذیفہ کی زبان سے نکل گیا کہ بنو ہاشم میں کیا خصوصیت ہے۔ اگر عباس سے مقابلہ ہو گیا تو خوب مزا چکھاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ گستاخی دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے اور کہا! اجازت دیجئے میں اس کا سر اڑا دوں۔

عہد نبوی ﷺ میں قریش کی چند خواتین آ کر آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھ گئیں اور بلند آواز سے گفتگو کرنے لگیں۔ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ عورتیں جلدی سے اٹھیں اور پردے میں چلی گئیں اس پر حضور اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر تبسم دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا! یارسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے۔ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا! ان عورتوں پر مجھے تعجب ہے کہ یہاں بیٹھی ہوئی تھیں لیکن تمہاری آواز سنتے ہی جلدی سے اٹھیں اور پردے میں چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ان کو میری نسبت آپ سے زیادہ ڈرنا چاہئے تھا۔ پھر خواتین سے مخاطب ہو کر فرمایا! جان کی دشمنو! تم مجھ سے خوف کھاتی ہو اور رسول اللہ سے نہیں ڈرتیں۔ عورتوں نے کہا! بیشک آپ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخت طبیعت رکھتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جس راستے پر تم چلتے ہو شیطان اس پر قطعاً نہیں چل سکتا۔ وہ تم کو دیکھ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے۔

رحم وعفو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درشت مزاجی محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کے لئے تھی ورنہ آپ رحم و کرم اور عفو و درگزر میں مثالی انسان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غلامی کا رواج تھا۔ آپ غلاموں پر بے حد رحم دل اور مہربان تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد آپ نے قانون بنا دیا کہ کسی عربی کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ آپ نے آقا اور غلام کی تنخواہیں برابر مقرر کیں غلاموں کو اکثر بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کی دعوت کی تو محض اس لئے برافروختہ ہو کر اٹھ آئے کیونکہ اس نے اپنے

Marfat.com

دستر خوان پر اپنے غلاموں کو نہیں بٹھایا تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کو جو شخص اپنے ساتھ غلاموں کو کھانا کھلانے میں عار سمجھتا ہے خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ آپ نے حکم دیا کوئی غلام اپنے اعزہ سے جدا نہ کیا جائے۔ عراق و عجم کے معرکہ میں حضرت نعمان بن مقرن اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو زار و قطار روئے مال غنیمت آیا تو مجاہدین اور شہداء کے ورثاء میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں یتیم خانے، لنگر خانے اور مسافر خانے بنوائے، لطف و ترحم کے ساتھ ساتھ آپ عفو و درگزر میں بھی بے مثال تھے۔ ایک دفعہ حر بن قیس اور عیینہ بن حصن حاضر خدمت ہوئے۔ عیینہ نے کہا آپ انصاف سے حکومت نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گستاخی پر غضبناک ہو گئے۔ حر نے کہا! امیر المومنین قرآن میں جاہلوں کو چھوڑ دینے اور معاف کر دینے کا حکم ہے۔ یہ شخص جاہل ہے اس کی بات کا خیال نہ کیجئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمیوں سے لطف و کرم سے پیش آتے تھے وفات کے وقت ذمیوں کے حقوق پر خاص زور دیا۔

غیرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت غیور تھے۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ بھی آپ کی غیرت کا لحاظ رکھتے تھے۔ صحیح مسلم، ترمذی اور صحاح ستہ میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مروی ہے کہ معراج کے موقع پر آنحضور ﷺ نے ایک عظیم الشان محل دیکھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص تھا۔ آپ محض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کے پیش نظر اس کے اندر تشریف نہ لے گئے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا میں آپ ﷺ سے غیرت کروں گا۔ آیت حجاب آپ کی خواہش کے مطابق نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول سے قبل عرب میں پردے کے نزول کا رواج نہ تھا حتی کہ ازواج مطہرات بھی پردہ نہیں کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بے حجابی کو ناپسند کرتے تھے۔ بار بار حضور اکرم ﷺ

Marfat.com

سے ملتجی ہوئے کہ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم دیں۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی آپ رضی اللہ عنہ کی غیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم خواتین عیسائی عورتوں کے سامنے بے پردہ ہوکر حماموں میں نہایا کرتی تھیں۔ آپ نے حکم جاری کر دیا کہ مسلمان عورت کا غیر مسلم عورت کے سامنے بے پردہ ہونا جائز نہیں۔

ایثار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ دولتمند تھے تاہم انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی حیثیت سے بہت زیادہ صرف کیا۔ 9ھ میں غزوۂ تبوک کی تیاری کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ضروریات جنگ کے لئے ایثار کا مظاہرہ کیا اور بڑھ چڑھ کر رقوم پیش کیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کا نصف اثاثہ پیش کیا۔

ایک دفعہ ایک اعرابی نے رقت انگیز شعر سنائے اور دست سوال دراز کیا تو آپ بہت متاثر ہوئے اور اپنا کرتہ اتار کر اسے دے دیا۔ یہود بنی حارثہ سے آپ کو ایک قطعہ زمین ملی تھی اس کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا اسی طرح خیبر میں بہترین قطعہ اراضی ملا۔ حسب ارشاد نبوی ﷺ فقراء غرباء، مسافروں، غلاموں اور جہاد کے لئے وقف کر دیا۔

شجاعت و بہادری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے مانے ہوئے بہادر تھے۔ قبل از اسلام قریش مکہ میں آپ کی مردانگی اور شجاعت کا بڑا چرچا تھا۔ مشرف بہ اسلام ہوئے تو اسلام کو بہت تقویت ملی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ عمر کی وجہ سے خدا نے اسلام کی مدد کی۔ ہجرت مدینہ کے وقت مسلح ہو کر بیت اللہ گئے۔ طواف کیا۔ نماز پڑھی اور پھر مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ جو روکنا چاہئے مکہ سے باہر آ کر مقابلہ کرے لیکن کسی کو جرات نہ ہوئی۔ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے بے مثال کارنامے رقم کئے۔

علم و فضل

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت قریش مکہ کے صرف سترہ افراد پڑھے لکھے تھے۔

Marfat.com

ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ان کی قوت تحریر اور برجستگی کلام ان کے خطوط اور خطبات سے ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ فصاحت و بلاغت کے شہنشاہ تھے۔علم الانساب کے ماہر تھے۔پشتوں سے یہ علم آپ کے خاندان میں چلا آ رہا تھا۔مدینہ پہنچ کر انہوں نے عبرانی زبان بھی سیکھ لی۔ یہاں تک کہ توریت پڑھ سکتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فطرۃً ذہین طبع اور اصابت الرائے تھے۔ان کی بہت سی آرائیں مذہبی احکام بن گئیں۔اذان کا طریقہ ان ہی کی رائے کے موافق ہوا۔ ایران بدر کے متعلق ان کی رائے کی تائید وحی الٰہی نے کی۔ حرمت، شراب، ازواج مطہرات کے پردے کا حکم اور مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلیٰ بنانے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نزول وحی سے قبل رسول خدا کو رائے دی تھی۔تقریب نبوت ﷺ کے لحاظ سے شرعی احکام اور عقائد سے واقف ہونے کا زیادہ موقع ملا تھا۔اجتہاد اور استنباط مسائل پر دسترس حاصل تھی۔ جب کوئی مسئلہ خلاف عقل معلوم ہوتا تو آپ سے دریافت کیا جاتا۔ قرآن پاک کی تلاوت نہایت غور اور توجہ سے کرتے تھے اور قرآن سے استدلال میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے۔فقہ کا سلسلہ بھی درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساختہ وپرداختہ ہے۔

رفاہ عام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلافت کا مقصد ہی بنی نوع کی فلاح و بہبود کا فریضہ سرانجام دیتا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ مجاہدین کی عورتوں کا سودا سلف بازار سے لا دیتے۔ محاذ جنگ سے آئے ہوئے خطوط ان کے گھروں میں تقسیم کرتے۔ان کو خط لکھ دیتے۔رات کو عموماً گشت کرتے۔ اگر کوئی مشکل میں ہوتا تو اس کی مشکل حل کرتے۔ ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمے سے رونے کی آواز آئی۔معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردزہ میں مبتلا ہے۔آپ گھر آئے اور اپنی بیوی ام کلثوم کو لے کر بدو کے خیمے میں گئے۔تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا،۔ام کلثوم نے پکار کر

Marfat.com

کہا! امیر المؤمنین! اپنے دوست کو مبارک باد دیجئے۔ بدو امیر المؤمنین کا لفظ سن کر چونک پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو کل میرے پاس آنا بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا(1)۔

مساوات

آپ مساوات انسانی کے زبردست قائل تھے۔ آپ کے دور خلافت میں شاہ و گدا، آقا و غلام، امیر و غریب مالدار اور مفلس سب ایک ہی حال میں نظر آتے تھے۔ عمال کو نمود و نمائش کی سخت ممانعت تھی۔ آپ تعظیم و تکریم سے نفرت کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی سے کہا! میں آپ پر قربان! آپ نے فرمایا! ایسا نہ کہا کرو۔ اس سے تمہارا نفس ذلیل ہوگا۔ سفر شام میں عمدہ اور لذیذ کھانے پیش کئے گئے تو پوچھا کہ عام مسلمانوں کو بھی یہ اخوان نعمت دستیاب ہے۔ لوگوں نے کہا! سب کے لئے یہ کیسے ممکن ہے۔ فرمایا! مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔ مساوات کا یہ عالم تھا کہ قیصر و کسریٰ کے سفیر آتے تھے تو انہیں پتہ نہیں چلتا تھا کہ خلیفہ کون ہے۔ آپ نے خود نمونہ بن کر حاکم و محکوم کا فرق مٹا دیا۔

عدل و انصاف

عدل و انصاف کے لحاظ سے آپ کا دور خلافت درخشندہ اور بے مثال ہے۔ آپ عدل و انصاف کے پیکر تھے۔ آپ نے خود بھی عدل و انصاف کو شعار بنایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تعلق کی بنا پر اپنے کسی رشتہ دار کو کبھی کوئی منصب یا عہدہ نہ دیا۔ آپ کا فرزند عبداللہ علمی ذہانت اور قابلیت کے باوجود کسی عہدے پر فائز نہ کیا گیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ کی عدالت عالیہ کے قاضی تھے ان کی عدالت میں آپ مدعا علیہ کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے تعظیماً جگہ خالی کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تم نے اس مقدمہ میں پہلی بے انصافی کی ہے۔ یہ کہہ کر آپ اپنے فریق کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عدل و انصاف کے ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جوش محبت بھی نہ روک سکا۔ آپ

1۔ کنز العمال، جلد 6، صفحہ 323

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے عدل سے آپ کا محبوب لخت جگر ابو شحمہ (عبدالرحمٰن بن عمر) اور آپ کے قریبی رشتہ دار قدامہ بن مطعون جو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ زوجہ رسول اللہ ﷺ کے ماموں تھے بھی نہ بچ سکے یہ عجیب ترین واقع ہے جسے حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی تالیف ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' میں صفحہ 31 پر بیان کیا ہے اس واقعہ کا تعلق ابن اسحاق کی روایت سے ہے اس واقعہ کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ محبّ طبری نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ہم ابن عباس کی مجلس میں لوگوں کا ذکر کرنے لگے تو لوگوں نے حضرت ابوبکر کی فضیلت شروع کر دی۔ پھر عمر کی فضیلت کا ذکر کرنے لگے۔ جب ابن عباس نے عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر سنا تو بہت روئے یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر کہا خدا اس شخص پر رحمت کرے جس نے قرآن پڑھا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کیا۔ اور اللہ کی حدود جیسا کہ حکم دیا گیا ہے قائم کیں۔ اس شخص کو ملامت کرنے والے کی ملامت اللہ کے بارے میں نہ روک سکی۔ واللہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے پر حد قائم کی اور اس کو اس میں قتل کر دیا گیا۔ لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ بتائے حضرت عمر نے اپنے بیٹے پر کیسے حد قائم کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک دن مسجد میں تھا اور عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے تھے لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا! اسلام علیک یا امیر المؤمنین۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ اور پوچھا کیا تجھے کوئی حاجت ہے۔ اس نے کہا! ہاں! مجھ سے یہ اپنا بیٹا لے لیجئے۔ عمر نے کہا میں تجھے پہچانتا بھی نہیں۔ وہ لڑکی رونے لگی اور کہا! امیر المومنین! اگر آپ کا بیٹا آپ کی پشت سے نہیں تو یہ آپ کے بیٹے کا بیٹا تو ہے آپ نے پوچھا میرے بیٹوں میں سے کس کا بیٹا ہے؟ اس نے کہا ابو شحمہ کا۔ آپ نے پوچھا کہ حلال سے یا حرام ہے۔ اس نے کہا میری طرف سے تو حلال سے ہے اور اس کی طرف سے حرام سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کی کیا صورت ہے۔ اللہ سے ڈرو اور سچ سچ بیان کرو۔ اس نے بتایا کہ ایک دن میں جا رہی تھی کہ میرا گزر بنی النجار کے پختہ باغ پر ہوا۔ اتنے میں آپ کا بیٹا ابو شحمہ آ پہنچا جو نشہ میں جھوم رہا

Marfat.com

تھا۔اس نے نسیکہ یہودی کے ہاں سے شراب پی تھی، اس نے میری ذات سے طلبگاری کی اور مجھے کھینچ کر باغ میں لے گیا اور اس نے مجھ سے وہ کام کیا جو مرد عورتوں سے کرتے ہیں۔ میں بے ہوش ہوگئی تھی۔ میں نے اپنی سرگزشت کو اپنے چچا اور پڑوسیوں سے چھپایا۔ یہاں تک کہ مجھے ولادت کا احساس ہوا تو میں فلاں فلاں مقام کی طرف نکل گئی اور میں نے یہ لڑکا جنا۔ میں نے اس کو قتل کرنے کا قصد کیا پھر اس پر نادم ہوئی۔ پھر باز رہی۔ آپ رضی اللہ عنہ میرے اور اس کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کر دیجئے۔ آپ نے منادی کرادی۔ لوگ مسجد میں جمع ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے واپس آنے تک یہیں رہیں۔ آپ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر پہنچے۔ ابوشحمہ کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ آپ نے کہا بیٹا کھانا کھالے۔ ممکن ہے کہ دنیا میں یہ تیرا آخری کھانا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ لڑکے کا رنگ متغیر ہوگیا اور کانپ گیا۔ اس کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ سچ سچ بتا کہ تو نسیکہ یہودی کا مہمان بنا اور تو نے اس کے ساتھ شراب پی اور پھر تجھ پر نشہ طاری ہوا۔ اس نے کہا ہاں! ایسا ہوا اور میں توبہ کر چکا ہوں۔ پھر آپ نے بیٹے کو خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ تو بنی نجار کے باغ میں داخل ہوا اور تو نے ایک عورت کو دیکھا اور تو اس پر جا پڑا۔ تو وہ چپ ہوگیا اور رونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ڈرو نہیں سچ سچ بتادو۔ خدا سچ بولنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہوا۔ اب میں تائب اور نادم ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹے کو پکڑ کر مسجد کی طرف کھینچ کر چلے۔ اس نے کہا اے باپ مجھے رسوا نہ کرو اور تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے اللہ کا ارشاد نہیں سنا۔ والیشھد عذابھا (یعنی چاہئے کہ ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہو)۔ آپ بیٹے کو مسجد میں لائے، اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا کہ عورت نے سچ کہا ہے اور جو کچھ اس نے کہا تھا ابوشحمہ نے اس کا اقرار کرلیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام افلح کو ابوشحمہ کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

باپ اور بیٹے دونوں کے لئے کس قدر کڑی آزمائش کا کڑا وقت ہے آپ کے غلام نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا اور وہ رونے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ متزلزل نہیں ہوئے اور اپنے فیصلے پر ثابت قدم رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے افلح کو حکم دیا کہ اے غلام میری فرمانبرداری رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری ہے۔ جو کچھ میں نے تجھے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کر۔ اس پر افلح نے ابوشحمہ کے کپڑے اتارے۔ ماحول پر افسردگی چھا جاتی ہے۔ لوگوں کے رونے اور بکاء سے شور بلند ہوا، لڑکے نے اشارے کرنے شروع کر دیئے کہ اے باپ مجھ پر رحم کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا (اور وہ رو رہے تھے) کہ تیرا رب تجھ پر رحم کرے اور میں ایسا اسی لئے کر رہا ہوں تا کہ وہ تجھ پر رحم کرے اور مجھ پر رحم کرے۔ پھر کہا اے افلح مار۔ افلح نے کوڑے مارنے شروع کئے۔ بیٹا فریاد کر رہا تھا۔ جب افلح ستر کوڑے مار چکا تو ابوشحمہ نے کہا اے ابا مجھے پانی کا گھونٹ دیجئے تو فرمایا کہ میرے بیٹے اگر تیرا رب تجھے پاک کر دے گا تو عنقریب محمد ﷺ تجھے ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد تو کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اے غلام مار۔ اس کے بعد اس نے مارنا شروع کیا جب گنتی اسی تک پہنچ گئی تو اس نے کہا اے السلام علیک تو عمر نے کہا وعلیک السلام اگر تو محمد ﷺ سے ملے تو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ میں نے عمر کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ قرآن پڑھتا ہے اور حد جاری کرتا ہے۔ اے غلام مار اس کو۔ جب حد نوے تک پہنچ گئی تو اس کا کلام منقطع ہو گیا اور وہ نڈھال ہو گیا تو میں نے اصحاب محمد ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ دیکھو کتنے رہے۔ اس تعداد کو دوسرے وقت پر مؤخر کر دو تو فرمایا جس طرح معصیت مؤخر نہیں ہوتی سزا بھی مؤخر نہ ہوگی۔ ایک شخص نے چلا کر اس کی ماں کو اطلاع کر دی وہ روتی پیٹتی آئی اور کہا اے عمر رضی اللہ عنہ ہر کوڑے کے بدلے ایک حج پیدل چل کر ادا کروں گی اور اتنے اتنے درہم صدقہ کروں گی۔ تو فرمایا کہ حج اور صدقہ حد کے قائم مقام نہیں ہوتے۔ اے غلام حد پوری کر جب آخری کوڑا لگا تو لڑکا گر کر مر گیا۔ پھر آپ چیخے اور

Marfat.com

فرمایا! بیٹا اللہ تعالیٰ نے تیری خطائیں زائل کر دیں۔ پھر اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور رونے لگے۔ اور کہہ رہے تھے کہ میرا باپ اس کے قربان یہ وہ ہے جس کو راست گوئی نے قتل کیا۔ میرا باپ اس پر قربان یہ وہ ہے جو حد کے ادا ہونے کے وقت مرا۔ میرا باپ اس پر قربان یہ وہ ہے جس پر اس کے باپ اور اقارب نے رحم نہ کیا۔ پھر لوگوں نے اس پر نظر کی تو واضح ہو گیا کہ وہ دنیا سے مفارقت کر چکا ہے تو اس سے بڑا (ہنگامہ خیز) دن دیکھنے میں نہیں آیا۔ لوگوں نے گریہ و بکاء سے شور مچا رکھا تھا۔ اس واقعہ کے چالیس دن گزرنے کے بعد حضرت حذیفہ بن یمان جمعہ کی صبح کو ہمارے پاس آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور وہ نوجوان (ابو شحمہ) آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور اس کے بدن پر دو سبز جوڑے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو میرا اسلام پہنچا اور اس سے کہنا کہ اللہ نے اسی طرح تجھے حکم دیا تھا کہ تو قرآن پڑھے اور حدود کو جاری کرے اور لڑکے نے کہا اے ابو حذیفہ میرے باپ کو مرا اسلام دو اور اس سے کہنا کہ اللہ تجھے پاکیزہ کرے جیسا تم نے مجھے پاکیزہ کر دیا۔

اسی کتاب میں محبّ طبری کی روایت ہے جو انہوں نے ابو عمر اور ابو عمر نے عبداللہ بن ربیعہ سے روایت کی ہے۔

قدامہ بن مطعون رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب بنت مطعون رضی اللہ عنہا کے بھائی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے۔ ان کو بحرین کی امارت پر تعینات کیا گیا تھا۔ وہ بادہ خواری کے مرتکب ہے اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جارود نے دی اور شہادت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دی۔ ان پر جاری کی گئی اور کوڑے مارے گئے۔

عدل و انصاف کے قائم کرنے اور اللہ کی حدود جاری کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی راہ میں جذبہ محبت کبھی مانع نہ ہوا اور نہ ہی ملامت کرنے والوں کی ملامت کا خوف انہیں ایسا کرنے سے روک سکا۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حلیہ

بقول ابن خلدون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رنگت سفید جس پر سرخی غالب تھی۔ قد لمبا، پیدل چلتے تو معلوم ہوتا سوار چلے جا رہے ہیں۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ داڑھی گھنی، مونچھیں بڑی اور سر پر خود پہننے کے باعث سر کے سامنے سے بال اڑ گئے تھے آپ بڑی رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔

ازواج اور اولادیں

حضرت زینب بن مظعون

آپ کی پہلی شادی زمانہ جاہلیت میں زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے عبداللہ، عبدالرحمٰن، اکبر اور حفصہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔ زینب مکہ میں اسلام لائیں اور وہیں انتقال فرمایا۔

ملیکہ

دوسرا نکاح ملیکہ بنت جردل خزاعی سے ہوا۔ ان سے عبیداللہ پیدا ہوئے۔ اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دے دی۔

قریبہ

تیسری شادی قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے ہوئی۔ 6ھ کو اسلام نہ لانے کے باعث طلاق ہوگئی۔

ام حکیم رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا جن سے فاطمہ پیدا ہوئیں یہ الحرث بن ہشام کی بیٹی تھیں۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا

آپ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت انصاری سے نکاح کیا ان سے عاصم پیدا ہوئے۔ ان کا پرانا نام عاصیہ تھا۔ اسلام لائیں تو رسول اللہ نے جمیلہ نام رکھا۔

Marfat.com

ام کلثوم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری عمر میں ام کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چالیس ہزار درہم حق مہر کے عوض نکاح کیا۔ان سے رقیہ اور زید پیدا ہوئے۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ آپ کی ایک بیوی ام کلثوم بنت جردل خزاعی تھی ان کے بطن سے زید اصغر اور عبید اللہ پیدا ہوئے جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے لڑتے ہوئے مقتول ہوئے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لہیہ سے بھی شادی کی جن کے بطن سے عبدالرحمٰن اوسط پیدا ہوئے۔آپ کی ایک بیوی کا نام فکیہ بھی تھا۔ان سے زینب پیدا ہوئی عاتکہ بنت زید سے بھی نکاح ہوا۔ان کی ایک بیوی ام ولد تھیں جن سے زید اصغر پیدا ہوئے۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

بچپن کے حالات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، مروان بن حکم بن العاص کے پوتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام عاصم تھا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ آپ کی کنیت ابوحفص تھی۔ آپ 62ھ میں مصر کے شہر حلوان میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد مصر کے گورنر تھے۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ آپ کے ذاتی گھوڑے نے دولتی مار کر آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تھا۔ آپ کے والد آپ کے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے تم بنو امیہ کے اشج ہو۔ تم یقیناً خوش قسمت ہو۔ ترمذی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میری اولاد میں سے ایک شخص کے چہرے پر چوٹ کا نشان ہوگا اور وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ فاروق اعظم کہا کرتے تھے کہ کاش! میں اپنے اس داغدار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس وقت ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔

بچپن میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے باپ نے ان کو مدینہ میں عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر کے پاس بھیج دیا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام کے ساتھ مشہور محدث صالح بن کیسان کی زیرنگرانی ہوئی حضرت عمر فطرۃ صالح اور سعید تھے۔ تعلیم و تربیت نے ان کے جوہر اور چمکا دیئے۔ علمی لحاظ سے وہ اپنے زمانے کے امام تھے۔ زید بن اسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضور ﷺ کے بعد ہم نے بجز عمر بن عبدالعزیز کے اور کسی شخص کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو آنحضور ﷺ سے زیادہ مشابہ ہو۔ میمون بن مہران کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بہت سے مشہور علماء شاگردوں کی طرح رہا کرتے تھے۔ مجاہد کا قول ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کے پاس ہم اس غرض سے آئے کہ وہ ہم سے کچھ سیکھیں مگر ان کے پاس آ کر ہم خود ان سے بہت کچھ سیکھنا پڑا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بچپن سے ہی قرآن حفظ کر لیا تھا۔ جب آپ کے والد عبدالعزیز بن مروان کا انتقال ہو گیا تو آپ کے چچا عبدالملک بن مروان نے آپ کو دمشق بلا لیا اور اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ شاہی خاندان کے رکن تھے۔ اس لئے وہ عیش و تنعم میں رہے۔ ان کی زندگی بڑی مسرفانہ تھی۔ جب وہ مدینہ کی گورنری پر گئے تو ان کا ذاتی سامان تیس اونٹوں پر لدا ہوا تھا(1)۔

خوش لباس اور نفاست پسند اتنے تھے کہ ایک مرتبہ جس لباس پر کسی کی نظر پڑ جاتی پھر اسے نہ پہنتے تھے۔ خوشبوعات کا بڑا شوق تھا داڑھی پر عنبر کا سفوف چھڑکتے تھے۔ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ خوش پوش اور جامہ زیب آدمی تھے۔

ولید کے زمانہ میں مدینہ کے گورنر رہے۔ انہوں نے گورنری اس شرط پر قبول کی کہ دوسروں پر ظلم نہ کریں گے۔ ولید نے منظور کر لیا۔ مدینہ پہنچ کر اکابر فقہاء سے کہا! میں آپ کے مشورے اور رائے کے بغیر کوئی کام سرانجام نہ دوں گا۔ جب آپ کسی کو ظلم کرتا دیکھیں یا آپ کو کسی ظلم و زیادتی کی خبر ملے تو آپ کو خدا کی قسم مجھے ضرور اس کی خبر کیجئے۔ مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں تمام فقہاء اور علماء ان کے گرد جمع رہتے تھے۔ آپ نے فقہائے مدینہ کی ایک کونسل تشکیل کی تھی۔ 93ھ میں آپ کو حجاج بن یوسف کی شکایت پر مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا گیا اور شام بلا لیا گیا۔ ولید نے جب سلیمان بن عبدالملک کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہا تو اکثر عمال اور اہل خاندان نے جبراً اور قہراً منظور کر لیا لیکن عمر بن عبدالعزیز نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں ولید نے ان کو تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کر دیا تھا تا کہ بھوکے رہ کر اور دم گھٹ کر مر جائیں۔ پھر تین دن بعد لوگوں کی سفارش پر آپ کو رہا کر دیا لیکن آپ اپنے ارادہ پر مستحکم رہے۔ سلیمان نے

1۔ علامہ جلال الدین سیوطی از اکبر شاہ خان تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی از تاریخ اسلام

Marfat.com

آپ کی وفاداری کی قدر کی اور اپنے دور خلافت میں ان کو اپنا مشیر مقرر کر دیا۔

بیعت خلافت

718ء میں سلیمان قسطنطنیہ کی مہم کی نگرانی کے لئے دابق کے مقام پر قیام پذیر تھا۔ وہ بیمار ہوا تو اس نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما یزید بن عبدالملک کو بالترتیب اپنا ولی عہد مقرر کیا اور ایک وصیت نامہ لکھوا کر اسے سربمہر کر دیا۔ رجا بن حیواۃ نے سربمہر وصیت نامہ پر سلیمان کے حکم پر افراد بنوامیہ سے بیعت لی۔ جب سلیمان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے بنوامیہ سے خطرے کے پیش نظر مرنے سے پہلے رجاء کو دوبارہ بیعت کی تاکید کی۔ اسی اثناء میں سلیمان کا انتقال ہو گیا تو رجاء کو خطرہ تھا کہ بنوامیہ آسانی سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کریں گے۔ اس لئے اس نے سلیمان کی وفات کو اخفاء میں رکھا۔ اس نے دابق کی مسجد میں بنوامیہ کے افراد اور افسران کو جمع کر کے دوبارہ بیعت لی۔ وصیت نامہ کھول کر پڑھا گیا تو اس وقت انا اللہ وانا الیہ راجعون کی دو آوازیں بیک وقت سنی گئیں۔ ایک ہشام بن عبدالملک کی آواز جسے حکومت کھو جانے کا افسوس تھا اور دوسری عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی جس کو حکومت مل جانے کا افسوس تھا۔ ہشام بن عبدالملک نے بیعت سے انکار کیا لیکن رجاء نے کہا سیدھی طرح بیعت کرو ورنہ تمہارا سر قلم کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر مسند خلافت پر بٹھا دیا۔ سب سے پہلے ہشام کو بلایا اور بیعت لی۔ پھر سب نے بلاچون و چرا بیعت کی۔ اس کے بعد آپ نے سلیمان بن عبدالملک کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تجہیز و تکفین کے بعد شاہی اصطبل سے گھوڑے آپ کو سواری کے لئے پیش کئے گئے تو فرمایا! میرے لئے میرا خچر کافی ہے۔ گھر آئے تو خلافت کے بار عظیم سے چہرہ پریشان تھا۔ لونڈی نے پوچھا۔ خیر تو ہے آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ فرمایا! اس سے بڑھ کر پریشانی کی بات اور کیا ہوگی کہ مشرق و مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ اور اطلاع اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔

Marfat.com

خلافت سے دستبرداری پر آمادگی

چونکہ آپ کا انتخاب جمہوری طور پر نہ ہوا تھا۔ اس لئے غور وفکر کے بعد خلافت سے دستبرداری پر تیار ہو گئے اور مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا! لوگو! میری خواہش اور عام لوگوں کی رائے لئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اس لئے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن پر ہے میں خود اسے اتار دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ چن لو۔''

یہ تقریر سن کر مجمع نے باواز بلند کہا! ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے۔ ہم سب آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے راضی ہیں۔ آپ اللہ کا نام لے کر خلافت کا کام شروع کر دیں۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ کی خلافت سے کسی کو اختلاف نہیں تو اس وقت آپ نے خلافت کی ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ پھر مسلمانوں کے سامنے تقریر کی۔

''اما بعد تمہارے نبی ﷺ کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں۔ خدا نے اس پر جو کتاب اتاری ہے اس کے بعد کوئی دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے۔ خدا نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ تا قیامت حلال ہے۔ اور جو حرام کر دی ہے وہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں۔ بلکہ صرف احکام الٰہی نافذ کرنے والا ہوں۔ اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیدا کرنے والا نہیں ہوں بلکہ محض پیرو ہوں۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں تم میں ممتاز آدمی نہیں ہوں بلکہ معمولی آدمی ہوں البتہ خدا نے تمہارے مقابلے میں مجھے زیادہ گراں بار کیا ہے۔

اس تقریر میں خلیفہ کی حیثیت واضح کرنے کے بعد آپ نے امور خلافت کی طرف توجہ دلائی۔

اولین احکامات کا اجراء

مسند خلافت پر مستمکن ہوتے ہی حکم جاری کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی شخص نازیبا الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔ بنو امیہ میں عام طور پر رواج تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے۔ اور امیر معاویہ کے دور میں جمعہ کے خطبہ میں ان پر لعن طعن کیا

Marfat.com

جاتا تھا۔آپ نے لعن طعن کرنے کی بجائے قرآن کی آیات پڑھنے کا حکم دیا دوسرا حکم جاری کیا کہ قسطنطنیہ کی مہم میں مصروف مسلمان واپس لوٹ آئیں۔ تیسرے حکم میں حجاج بن یوسف کے نقش قدم پر چلنے والے ظالم عمال کو معزول کر دیا۔ان میں مصر کا صاحب الخراج بھی شامل تھا۔دوسرا حاکم افریقہ تھا۔یہ دونوں حاکم ظالم اور خودسر تھے۔

طرز زندگی میں تبدیلی

یوں ہی آپ خلیفہ بنے آپ کا طرز زندگی یکسر بدل گیا۔سلیمان کی تجہیز و تکفین کے بعد گھر آئے تو داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ فاطمہ نے پوچھا خیریت ہے؟ آپ نے فرمایا! خیریت کہاں ہے۔میری گردن پر امت محمدیہ کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے بھوکے بیمار مظلوم مسافر قیدی بچے بوڑھے اور کم حیثیت عیالدار سب کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے۔اسی خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں قیامت کے دن مجھ سے پرسش ہو اور میں جواب نہ دے سکوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ سے کہا! اپنے تمام زیورات بیت المال میں جمع کرا دو ورنہ مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ مجھ کو یہ گوارا نہیں تم، زیورات اور میں ایک گھر میں ہوں۔فاطمہ نے تمام زیورات جن میں ایک قیمتی ہیرا بھی تھا جو عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیا تھا بیت المال میں جمع کرا دیئے۔تمام کنیزوں کو آزادی دے دی۔قیمتی لباس اتار ڈالا۔ خوشبو دھو ڈالی۔دارالامارت کے قیمتی پردے قالین اور دیگر قیمتی سامان زیبائش فروخت کر کے قیمت بیت المال میں جمع کرانے کا حکم دیا۔شاہی اصطبل کے گھوڑوں کے لئے خرچ مانگا گیا تو فرمایا! گھوڑوں کو فروخت کر دو اور قیمت بیت المال میں جمع کرا دو۔میرے لئے میرا خچر کافی ہے۔آپ کی زندگی انتہائی سادہ ہوگئی۔لباس کے لئے ایک جوڑا تھا۔اسی کو دھو کر پہنتے تھے۔مرض الموت میں مسلمہ بن عبدالملک اپنی بہن فاطمہ (آپ کی بیوی) سے کہا قمیص میلی ہوگئی ہے لوگ عیادت کو آتے ہیں دوسری بدل دو۔فاطمہ نے جواب دیا کہ اس کے علاوہ کوئی اور قمیص نہیں ہے۔

منصب خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس وفکر کے سبب آپ نحیف اور لاغر ہو گئے

Marfat.com

تھے۔ پسلیاں صاف دکھائی دیتی تھیں۔ آپ کو امت کے حقوق کی نگہداشت اور عوام کی فلاح و بہبود کی فکر دامن گیر رہتی تھی جس کے باعث ہمیشہ آپ کے چہرے پر پریشانی اور فکر مندی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی۔ آپ کی بیوی فاطمہ گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ آپ ہمیشہ دور فاروقی کی روح اور ماحول زندہ کرنے کی فکر میں محو رہتے تھے۔ ان کی پاکیزہ زندگی، اعلیٰ کردار، اسلامی خدمات اور دیگر کارہائے نمایاں کی وجہ سے انہیں پانچواں خلیفہٗ راشد کہا جاتا ہے۔

اصلاحات اور کارنامے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا اصل مقصد خلافت راشدہ کا احیاء تھا۔ جب اسلامی خلافت نے موروثی بادشاہت کا روپ دھار لیا تھا تو اس وقت سے اس آمرانہ حکومت کی تمام برائیاں آ گئی تھیں۔ مذہبی روح کمزور پڑ گئی تھی۔ عوام کی آزادی سلب اور جمہور کی آواز دب گئی تھی۔ بیت المال حکمرانوں کا ذاتی خزانہ بن گیا تھا جسے ہر جائز و ناجائز ذرائع سے بھرا جاتا تھا اور ذاتی اور سیاسی مقاصد کے لئے خرچ کیا جاتا تھا۔ شاہی خاندان کے افراد بڑی بڑی جاگیروں کے مالک بن گئے تھے۔ عمال اور حکام کا کوئی محاسبہ نہ ہوتا تھا۔ شخصی حکومت کی تمام برائیاں اموی حکومت میں داخل ہو گئی تھیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اموی حکومت کی برائیاں دور کر کے اسے پھر سے جمہوری اور خلافت راشدہ کے قالب میں ڈھال دینا چاہتے تھے۔ یہ انقلاب بڑا اہم لیکن پر خطر اور نازک تھا۔ آپ نے مشکلات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اصلاحات کا کام شروع کر دیا۔ حضرت عمر ثانی کے سامنے انقلابی اصلاحات کا ایک عظیم پروگرام تھا۔ آپ نے اپنی قوت ایمانی سے کام لے کر گوناگوں اصلاحات نافذ کیں جن کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے۔

غصب شدہ املاک اور جاگیروں کی واپسی

اموی دور حکومت میں شاہی خاندان کے افراد نے بہت سی جائیدادوں، جاگیروں اور زمینوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے سب سے

Marfat.com

مقدم فرض عوام اور زیر دستوں کی ان املاک اور جائیدادوں کی واپسی تھی جن کو اموی خاندان کے افراد، عمال اور حکام نے اپنی ذاتی جاگیر بنا لیا تھا۔ یہ بڑا نازک کام تھا۔ سارے خاندان اور حکام کی مخالفت مول لینے کے مترادف تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خطرات کی پرواہ کئے بغیر اس کار خیر کو شروع کر دیا اور بنو امیہ کی غصب شدہ جاگیروں اور املاک کی ضبطی کے احکامات صادر کر دیئے خود آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بہت بڑی موروثی جاگیر تھی سب سے پہلے آپ نے اس سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ بعض خیر خواہوں نے عرض کیا کہ اگر جاگیر واپس کر دیں گے تو اولاد کے لئے کیا انتظام کریں گے۔ فرمایا! ان کو خدا کے سپرد کرتا ہوں (1)۔ اس کے بعد خاندان کو جمع کر کے فرمایا:

''بنی مروان! تم کو دولت اور شرافت کا بڑا حصہ ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے۔''

ان لوگوں نے غصہ میں آ کر کہا! ''خدا کی قسم! جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہو جائیں اس وقت تک یہ جائیدادیں واپس نہیں ہو سکتیں۔ خدا کی قسم! نہ ہم اپنے آباؤ اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ اپنی اولادوں کو مفلس بنائیں گے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ''اگر تم نے اس مسئلہ میں میری مدد نہ کی تو میں تم کو ذلیل و رسوا کر دوں گا۔''

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے۔ اور مسلمانوں کے سامنے تقریر فرمائی۔

''ان لوگوں (اموی خلفاء) نے ہم ارکان خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطیے دیئے خدا کی قسم جن کے دینے کا نہ ان کو کوئی حق تھا اور نہ ہی ہمیں لینے کا۔ اب ان کو ان کے اصل حق داروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں''۔

اس کے بعد جائیدادوں کا خریطہ منگوایا مزاحم ان کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور عمر

1۔ تاریخ اسلام، شاہ معین الدین ندوی

Marfat.com

بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ انہیں قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے۔ صبح سے لے کر ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اپنی اور اپنے خاندان کی ایک ایک جاگیر واپس کر دی حتیٰ کہ اپنے پاس ایک نگینہ نہ رہنے دیا آپ کی بیوی فاطمہ کو ان کے باپ عبدالملک نے ایک بیش قیمت پتھر دیا تھا وفا شعار بیوی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حکم پر اسے بیت المال میں بھجوا دیا۔

اس کے بعد صوبائی حکام کو بھی ہدایات بھیجیں کہ وہ بھی تمام غصب شدہ املاک ان کے حقیقی مالکوں کو لوٹا دیں۔ اس کے علاوہ غصب کیا گیا نقد مال بھی واپس کر دیا گیا۔ عراق میں اس قدر مال واپس کیا گیا کہ عراق کا سارا خزانہ خالی ہو گیا اور عراق کی حکومت کو اخراجات کے لئے دارالحکومت سے روپیہ بھیجنا پڑا۔

لوگوں نے آپ کی عدل پروری کا سنا تو حق طلبی کیلئے جوق در جوق آنے لگے۔ عرب کے چند کاشتکار آئے اور دعویٰ پیش کیا کہ ہم نے کچھ غیر آباد زمین آباد کی تھی جو ولید نے ہم سے چھین کر اپنے رشتہ داروں کو دے دی۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ زمین اللہ کی ہے۔ جس نے ویران زمین آباد کی وہ اس کی ہو گئی۔ چنانچہ زمین کاشکاروں کو لوٹا دی۔

بنو امیہ نے اس صورت حال سے پریشان ہو کر ہشام بن عبدالملک کو اپنا نمائندہ بنا کر روانہ کیا۔ ہشام نے درخواست کی کہ آپ سابقہ خلفاء کے احکام نہ بدلیں۔ انہیں بحال رہنے دیں۔ آپ نے پوچھا کہ ایک ہی معاملے میں اگر دو احکام ہوں ایک امیر معاویہ کا اور دوسرا عبدالملک کا تو تم کس پر عمل کرو گے۔ ہشام نے جواب دیا کہ قدیم پر۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے پاس قدیم فرمان کتاب اللہ ہے۔ میں اس پر عمل کروں گا(1)۔

یہ جواب سن کر سعید بن خالد نے کہا! آپ بے شک حق و انصاف کے مطابق عمل کریں

1۔ عمر بن عبدالعزیز از ابن جوزی

Marfat.com

لیکن سابقہ خلفاء کی بھلائی یا برائی اپنے حال پر رہنے دیں اور یہ آپ کے لئے کافی ہوگا۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے سعید اگر ایک شخص چند چھوٹے بڑے بچے چھوڑ کر مر جائے اور بڑے لڑکے چھوٹوں کا حق کھالیں اور چھوٹے بچے اگر تمہارے سامنے ان کے طرز عمل کی شکایت کریں تو تم کیا کرو گے۔ سعید نے کہا! میں لوگوں پر ان کے حقوق واپس دلاؤں گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا! میرے نزدیک بہت سے اموی خلفاء نے لوگوں پر زیادتیاں کیں۔ لوگوں نے اب مجھ سے شکایت کی اور انصاف چاہا۔ میرے لئے اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں کہ قوی سے لے کر ضعیف کو واپس دے دوں۔ سعید اس گفتگو سے بہت متاثر ہوئے اور کہا خدا امیر المومنین کو توفیق دے۔

الغرض آپ نے مظلوموں سے دادرسی کی۔ آپ کے اہل خاندان نے آپ کو ہر طرح سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی چیز آپ کو راہِ عدل سے نہ ہٹا سکی۔

باغ فدک

فدک خیبر کے نواح میں واقع کھجوروں کا باغ تھا۔ جب سے خیبر فتح ہوا تھا یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ چلا آرہا تھا۔ آپ اس کی آمدنی سے اپنی اور بنو ہاشم کی ضروریات اور سرکاری مہمانوں کی میزبانی پر اٹھنے والے اخراجات پورے کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ باغ آپ ﷺ سے مانگا لیکن آپ نے نہیں دیا تھا۔ خلفاء راشدین کے عہد میں بھی اس کی آمدنی انہیں ضروریات پر صرف ہوتی رہی جن پر حضور اکرم ﷺ صرف فرمایا کرتے تھے۔ اموی دورِ اقتدار میں بیت المال کی دوسری املاک کی طرح باغ فدک بھی اموی حکمرانوں کی ملکیت بن گیا۔ مروان نے اپنے دور حکومت میں اسے اپنی جاگیر بنالیا تھا۔ اس لئے وہ عمر بن عبدالعزیز کے قبضہ میں آیا۔ اسی پر ان کی اور ان کے اہل و عیال کی معاش کا دارومدار تھا۔ یہ باغ چونکہ اہل بیت کی وراثت بھی نہ تھا اس لئے انہیں بھی واپس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے عمل کی تحقیقات کر کے باغ فدک کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنی ملکیت سے نکال کر پھر

Marfat.com

اس کے قدیم مصارف کے لئے مخصوص کر دیا اور آل مروان سے فرمایا کہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نہیں دی اس پر میرا کوئی حق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تم گواہ رہو کہ فدک کی جو صورت عہد نبوی ﷺ میں تھی اس کو ایسی حالت میں لوٹاتا ہوں۔

تبریٰ پر پابندی

امیر معاویہ کے عہد خلافت سے اموی حکمران اور ان کے عمال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم پر لعن طعن کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے قیام مدینہ کے دوران ہی دشنام طرازی کے اس طریقہ کو ناپسند فرمانے لگے تھے۔ چنانچہ خلیفہ بننے کے بعد آپ نے ایک حکم کے ذریعے تبریٰ کی بندش کر دی اور اس کی جگہ قرآن مجید کی آیات پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے بنو ہاشم اور شیعان علی بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کے وفادار بن گئے(1)۔

بیت المال کی اصلاح

خلافت راشدہ کے دور میں بیت المال عوام کی امانت تھا۔ اموی دور حکومت میں حکمرانوں نے بیت المال کو اپنی ذاتی ملکیت بنالیا تھا۔ اس کی آمدنی اور مصارف کے سلسلہ میں احکامات خداوندی کو نظر انداز کر دیا تھا۔ بیت المال کو جائز و ناجائز ذرائع سے بھرا جاتا تھا اور اسی طرح بدعنوانی کے ساتھ اپنی مرضی سے خرچ کیا جاتا تھا۔ اموی حکمران بیت المال کا بڑا حصہ اپنی تعیش پر خرچ کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کی پوری طرح اصلاح کی اور حکم دیا کہ صرف شرعی ٹیکس وصول کئے جائیں۔ ناجائز مصارف بند کر دیئے۔

مال مغصوبہ بیت المال میں واپس آچکا تھا۔ اموی خاندان کے تمام وظائف بھی بند کر دیئے۔ دربار شاہی کے تمام شکوہ و تجمل کے مصارف بھی بند کر دیئے۔ تخت نشینی کے بعد شاہی اصطبل کے داروغہ نے سرکاری گھوڑوں کا خرچ مانگا تو حکم دیا کہ تمام گھوڑوں کو فروخت کر کے قیمت بیت المال میں جمع کرادی جائے۔ میرے لئے میرا خچر کافی ہے(2)۔

1۔ کتاب الخراج والامارہ از ابوداؤد و طبقات ابن سعد 2۔ تاریخ خلفاء از جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

خود اپنا ذاتی سامان امارت لونڈی غلام فرش فروش لباس عطریات وغیرہ فروخت کر کے قیمت بیت المال میں جمع کرا دی۔ شاہی خزانے کی آمدن بڑھانے کے لئے حجاج بن یوسف نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کرتا تھا آپ نے اسے بالکل بند کر دیا۔ اور حکم جاری کر دیا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔ اس حکم سے مصر کے اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔ حیان بن شریح نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس حکم سے اس قدر لوگ مسلمان ہوئے ہیں کہ آمدنی گھٹ گئی ہے اور مجھے قرض لے کر مسلمانوں کو وظائف دینے پڑتے ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ جزیہ ہر حال میں موقوف رکھو۔ رسول اللہ ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے (1)۔

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ زمین کا معائنہ کرو۔ بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو۔ بنجر زمین اگر کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش خراج لو۔ اور ان کی اصلاح کرو کہ وہ آباد ہو جائیں۔ جن آباد زمینوں میں پیداوار نہیں ہوتی ان کا خراج نہ لو۔ قحط زدہ زمین کے مالکوں سے نرمی سے خراج لو۔ خراج میں صرف وزن سبعہ لو۔ جو ذمی مسلمان ہو جائے اس پر ٹیکس نہیں ہے۔

آپ نے تمام غیر ضروری اور ناجائز مصارف بند کر کے بیت المال کو مسلمانوں کے مفادات کے مخصوص کر دیا۔ سابقہ اموی خلفاء خمس کے مقررہ مصارف کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ آپ نے اس کو صحیح مصرف میں لگایا۔ ملک میں جتنے معذور افراد تھے سب کے نام رجسٹر میں درج کر کے ان کے وظائف مقرر کیے۔ اگر اس میں کسی سے عامل ذرا سی بھی غفلت ہوتی تو سخت تنبیہ کرتے۔ بعض کو نقد کی بجائے جنس ملتی تھی جو قرض دار ناداری کی وجہ سے قرض ادا نہیں کر سکتے تھے ان کے قرض کی ادائیگی کے لئے ایک مدت قائم کی۔ شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر کیے۔ فقراء اور مساکین کے کھانے کے لئے ایک لنگر خانہ قائم کیا۔

1۔ مقریزی، جلد دوم

Marfat.com

پورے ملک میں حاجتمندوں میں صدقات کی تقسیم کا بندوبست کیا۔

بیت المال کی حفاظت کے لئے سخت اقدام کیے۔عمال کی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کا پورا پورا بندوبست کیا۔ ایک دفعہ یمن کے بیت المال سے ایک اشرفی گم ہوگئی۔آپ نے افسر خزانہ کو لکھا کہ میں تمہاری امانت داری پر بدگمانی نہیں کرتا لیکن تم کو غفلت کا مجرم قرار دیتا ہوں۔ میں مسلمانوں کے مال کا ان کی طرف سے مدعی ہوں۔تم پر فرض ہے کہ اپنی صفائی میں شرعی قسم کھاؤ۔ نیز والی خراسان یزید بن مہلب کو خیانت کے جرم میں نہ صرف معزول کر دیا بلکہ جیل میں بند کر دیا۔ ابوبکر بن حزم نے سلیمان کے زمانہ میں کاغذ قلم دوات اور روشنی کے مصارف میں اضافہ کی درخواست کی، اس درخواست پر ابھی حکم صادر نہ ہوا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ابوبکر کو لکھا کہ وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں بغیر روشنی کے کیچڑ میں مسجد نبوی ﷺ میں جایا کرتے تھے۔ اور آج بخدا تمہاری حالت اس سے کہیں بہتر ہے قلم باریک کرلو۔ سطریں قریب قریب لکھا کرو۔ ضروریات [illegible] عاری اختیار کرو۔ میں مسلمانوں کے خزانہ سے کوئی ایسی رقم خرچ کرنا نہیں چاہتا جس سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ تمام عمال کو ہدایت کر رکھی تھی کہ عامل بڑے کاغذ سے جلی قلم سے نہ لکھے۔ خود آپ رضی اللہ عنہ کے فرامین ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوئے تھے۔

ناجائز آمدنی کے سدباب، مظالم کے انسداد اور عام داد و دہش کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رعایا بڑی آسودہ حال ہوگئی تھی۔ ملک سے غربت و افلاس کا نام و نشان مٹ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ڈھائی سالہ دور خلافت میں یہ حالت ہوگئی کہ لوگ عمال کے پاس صدقات کا مال تقسیم کرانے کے لئے لے جاتے تھے اور کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔

عمال کا محاسبہ اور اصلاح

اموی افسران عموماً جور و ظلم کے عادی تھے سلیمان بن عبدالملک نے کسی حد تک اپنے دور خلافت میں ظالم عمال کا تدارک کر دیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سابقہ اموی

Marfat.com

خلفاء کے عہد باقیات کی طرف توجہ دی۔ حجاج کے پورے خاندان کو جو سب سے زیادہ ظالم تھا کو یمن جلاوطن کر دیا اور حاکم یمن کو لکھا کہ میں آل عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں جو عرب میں بدترین خاندان ہے۔ اسے اپنے حدود حکومت میں منتشر کر دو۔

آپ نے ایک والی عبدالحمید کو لکھا کہ وسوسۂ شیطانی اور حکومت کے ظلم کے بعد انسان کی بقا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میرا خط ملتے ہی حق دار کا حق ادا کر دو۔ اموی دور حکومت میں ذرا ذرا سی بدگمانی اور شبہ (شک) کی بنا پر لوگوں کو سزا دی جاتی تھی۔ آپ نے اس طریقہ کو بند کر دیا۔ موصل کے علاقہ میں چوری اور نقب زنی کی وارداتیں بکثرت ہوتی تھیں۔ وہاں کے حاکم ہنسانی نے لکھا کہ جب تک لوگوں کو شبہ میں نہ پکڑا جائے گا اس وقت تک یہ وارداتیں بند نہ ہوں گی۔ آپ نے لکھا کہ شرعی ثبوت پر مواخذہ کرو۔ اگر حق ان کی اصلاح نہیں کر سکتا تو خدا ان کی اصلاح نہ کرے۔

جراح بن عبداللہ حکمی والی خراسان نے لکھا کہ اہل خراسان کی روش نہایت خراب ہے۔ ان کو کوڑے اور تلوار کے سوا کوئی چیز درست نہیں کر سکتی۔ آپ نے والی خراسان کو جواب دیا کہ آپ کا کہنا بالکل غلط ہے۔ ان کو عدل اور حق درست کر سکتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس کو عام کرو۔

بعض حکام اشیاء کا نرخ گھٹا کر کم قیمت پر خرید لیتے تھے آپ نے قانون بنا دیا کہ رعایا کا مال کم قیمت پر نہیں خریدا جا سکتا۔ فارس کے عہدیدار کے متعلق یہ شکایت عام تھی آپ نے وہاں کے حاکم کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ماتحت عہدیدار پھلوں کا تخمینہ کر کے کم قیمت پر خریدتے ہیں اور کرد قبائل مسافروں سے عشر وصول کرتے ہیں۔ اگر یہ درست ثابت ہو گیا کہ یہ تمہارے ایما پر ہوتا ہے یا تم اسے پسند کرتے ہو تو تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

الغرض حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنے عمال پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور ان کا اچھی طرح محاسبہ کرتے تھے۔

Marfat.com

ذمیوں سے سلوک

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ایک عادل اور انصاف پسند حکمران تھے۔ انہوں نے اپنے دور حکومت میں ذمیوں کے حقوق کا تحفظ، ان کے ساتھ عدل وانصاف اور مذہبی رواداری کی پالیسی اختیار کی جس کی مثال عہد فاروقی کے سوا تاریخ میں نہیں ملتی۔ مسلمانوں کی طرح ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کا پورا انتظام تھا ان کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی اور جزیہ کی وصولی میں نرم رویہ اختیار کیا۔ ذمیوں کو دیگر آسانیاں اور سہولتیں فراہم کیں۔ آپ وقتاً فوقتاً حکام کو اس بارے میں لکھتے تھے۔

عدی بن ارطاط کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی برتو۔ ان میں جو بوڑھا یا نادار ہو جائے ان کی کفالت کا بندوبست کرو۔ اگر تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے آزاد کر دو ورنہ مرتے دم تک اس کی کفالت کرنا ہوگی۔ ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر قرار دی۔ ایک دفعہ حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ آپ نے والی حیرہ کو لکھا کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دو۔ وہ چاہیں قتل کر دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔ چنانچہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا گیا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ایک دفعہ ربیعہ شعودی نامی ایک مسلمان نے ایک سرکاری ضرورت کے لئے ایک ذمی قبطی کا گھوڑا بیگار میں پکڑ کر اس پر سواری کی۔ آپ نے اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔ آپ نے ذمیوں کی غصب شدہ املاک اور زمینیں شاہی خاندان سے واپس دلائیں۔ ایک ذمی کی اراضی عباس بن ولید رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھی۔ اس ذمی کی درخواست پر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے واپس لوٹا دی۔ ذمیوں کے جو حقوق سابقہ خلفاء کے دور میں سلب ہو گئے تھے از سر نو بحال ہو گئے۔ دمشق کا ایک گرجا عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آتا تھا۔ عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس دعویٰ کیا تو انہوں نے واپس دلا دیا۔ جزیہ کی وصولی کے بارے میں عمال ذمیوں پر جو سختیاں کرتے تھے ان کو بند کرا دیا۔ ابن اشعث کی بغاوت کی حمایت کے الزام میں حجاج نے عراق کے ذمیوں کے جزیہ کی

Marfat.com

مقدار بڑھادی تھی۔آپ نے اضافہ کو گھٹادیا۔مقدمات میں ذمیوں اور شاہی خاندان میں کوئی فرق نہ تھا۔دونوں کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک نے ایک عیسائی پر مقدمہ دائر کیا۔عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے دونوں کو برابر کھڑا کیا۔ہشام کو یہ ناگوار گزرا۔اس نے تمکنت میں آکر عیسائی سے تلخ کلامی کی۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اور سزا دینے کی دھمکی دی۔

رفاہ عامہ کے کام

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام اصلاحات میں رفاہ عامہ کو پیش نظر رکھا تاہم ان کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے رفاہ عامہ کے کام کئے ممالک محروسہ میں بکثرت سرائیں بنوائیں۔والی خراسان کو تمام راستوں پر سرائیں بنوانے کا حکم دیا۔سمرقند کے حکمران سلیمان بن ابی اسری کو بھی راستوں پر سرائیں بنوانے کا حکم دیا۔ان سراؤں میں ٹھہرنے والے مسلمان مسافروں کی ایک شبانہ روز میزبانی کا حکم دیا۔نیز حکم دیا کہ جس مسافر کے پاس گھر پہنچنے کا سامان نہ ہو اس کا سامان کیا جائے۔لنگر خانے کھولے گئے یہاں فقراء اور مسافروں کو کھانا ملتا تھا۔

مذہبی خدمات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جس طرح حکومت کا سیاسی ڈھانچہ تبدیل کر دیا اس کے ہر شعبہ میں اصلاحات کیں اسی طرح شریعت کا احیاء اور اس کی تجدید کی۔عقائد وعبادات اور اخلاق کے لحاظ سے مسلمانوں میں غلط افکار جڑ پکڑ رہے تھے ان سب کا سختی سے تدارک کیا۔عمال کو جو فرامین لکھے ان سب میں احیائے شریعت اور استیصال بدعت کی تاکید ہوتی تھی۔

عدی بن ارطاط کو لکھا کہ ایمان چند فرائض، چند احکامات اور چند سنن کا نام ہے۔جس نے ان اجزاء کی تکمیل کی اس نے ایمان مکمل کر لیا۔جس نے اس کی تکمیل نہ کی اس نے ایمان مکمل نہیں کیا۔عقائد وعبادات اور افکار و اخلاق میں جو تغیر پیدا ہو چلا تھا اسے پوری

Marfat.com

شدت سے روکا۔ معبد جہنی اور غیلان دمشقی نے قضا و قدر کا مسئلہ چھیڑ دیا تھا آپ نے ان سے توبہ کرائی۔ محدثین و فقہاء کو لکھا کہ وہ ان خیالات کو قبول نہ کریں۔ اموی خلفاء اور حکام خصوصاً حجاج نماز تاخیر سے پڑھتا تھا۔ آپ نے تمام عمال کو بروقت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور لکھا کہ جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے فرائض کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔ حجاج نے زکوٰۃ کے نظام کو خراب کر دیا تھا۔ آپ نے عمال کو لکھا کہ وہ حجاج کی روش اختیار کرنے سے باز رہیں۔ عدی بن ارطاط کو لکھا کہ زکوٰۃ کے معاملہ میں تم کو حجاج کی روش اختیار کرنے سے روکتا ہوں۔ وہ اس کو غیر محل سے لیتا تھا اور بے محل صرف کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ خطوط میں لوگوں کو زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

اخلاق کی اصلاح

تعمیر و ترقی کا کوئی منصوبہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک عوام کے اخلاق کی اصلاح نہ کی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کے پیش نظر عوام کے سماجی اعمال اور اخلاق کی اصلاح پر خاص توجہ دی اور مندرجہ ذیل اخلاقی اصلاحات کیں:

عجمی عادات اور رسومات پر پابندی

اہل عجم کے اثرات کے باعث مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کے برعکس غلط رسوم و عادات، لہو و لعب کی تفریحات اور عیش و عشرت کے لوازمات پیدا ہو چکے تھے۔ آپ نے اس اثرات کا سختی سے تدارک کیا۔ رقص و سرور اور موسیقی پر پابندی لگا دی۔ سفہاء کی عورتیں جنازہ کے ساتھ بال بکھیر کر نوحہ کرتی تھیں آپ نے حکماً بند کر دیا۔ اہل عجم کے اثر سے حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا عورتیں اور مرد بے باکانہ حماموں پر جا کر غسل کرتے تھے۔ آپ نے عورتوں کے حماموں پر جا کر غسل کرنے پر پابندی لگا دی مردوں کو حکم دیا کہ وہ تہبند باندھے بغیر حماموں میں غسل نہ کریں۔ حماموں کی دیواروں پر خلاف شریعت تصاویر کو مٹا دیا اور فرمایا کہ اگر مصور کا نام معلوم ہوتا تو اسے سزا دیتا۔

Marfat.com

فیشن پرستی پر پابندی

اسلام میں بال سنوارنا مسنون ہے لیکن اس زمانے میں بے فکر اور فیشن پرست نوجوان مختلف طریقوں سے بال سنوارتے اور پٹیاں جماتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے پولیس کو حکم دیا کہ وہ جمعہ دن مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جایا کریں اور جو شخص پٹیاں جمائے ہوئے گزرے اس کے بال کاٹ دیا کریں(1)۔

انسداد شراب نوشی

دوسرے لہو ولعب کے ساتھ شراب نوشی کا رواج بھی عام تھا۔آپ نے حکام کو فرمان جاری کر دیا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لائے۔شراب کی دکانوں کو حکماً بند کر دیا۔بعض لوگ حیلہ بہانہ بنا کر نبیذ پیتے تھے ان کے بارے میں عدی بن ارطاط کو لکھا کہ لوگ شراب پی کر نہایت برے کام کرتے ہیں۔اکثر لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شراب پینے میں کوئی مزائقہ نہیں لیکن جو چیز اس قسم کے کام کرتی ہے اس کے استعمال میں سخت نقصان ہے۔خدا نے اس کے بدلے آب شیریں، دودھ اور شہد جیسی پینے کی چیزیں پیدا کی ہیں اس کے بعد جو شراب پیئے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔جو شخص چھپ کر پیئے گا اس کو خدا عذاب دینے والا ہے۔اس طرح آپ نے احیائے شریعت کے ساتھ ساتھ اخلاق کی اصلاح بھی کی۔

اشاعت اسلام

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اموی خلفاء کے برعکس اسلامی ریاست کی حدود میں توسیع کی بجائے توسیع اسلام کو اپنا نصب العین بنایا۔آپ نے ساری توجہ اشاعت اسلام پر مرکوز کر دی۔اس مقصد کے لئے سارے ذرائع وقف کر دیئے۔فوجی سالاروں کو لکھا کہ وہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔جو ذمی اسلام قبول کرے اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا۔اس طرح اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی۔صرف عبداللہ بن حکمی والی

1۔سیرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ از ابن جوزی

Marfat.com

خراسان کے ہاتھ پر چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے۔ اسماعیل بن عبداللہ والی مغرب کی تبلیغ سے سارے افریقہ میں اسلام پھیل گیا(1)۔

سندھ کے جاگیرداروں اور حکمرانوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کرلیا۔ ان سب کی زمینیں اور جائیدادیں ان کے قبضے میں رہنے دیں۔ انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق دیئے گئے۔ راجہ داہر کا لڑکا جے سنگھ ان ہی لوگوں میں سے تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی تبلیغی پالیسی سے مختلف ملکوں میں ذمی اس کثرت سے مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔ بعض عمال نے آپ سے اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ ہادی و رہبر بنا کر بھیجے گئے تھے تحصیلدار بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے لوگ مسلمان ہو جائیں اور ہم سب لوگوں کی حیثیت کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھ سے کمائیں کھائیں۔ بعض عمال نے رائے دی کہ اکثر ذمی جزیہ کے خوف سے مسلمان ہوئے ہیں ختنہ کرا کے ان کا امتحان لیا جائے۔ آپ نے لکھا رسول اللہ ﷺ ہادی و راہنما تھے خاتن نہ تھے۔ آپ کے محاسن اخلاق اور تبلیغ اسلام سے آپ کے شغف کے بارے میں سن کر بعض ممالک نے جن کا اسلام کی طرف میلان تھا وفد بھیج کر اپنے یہاں مبلغین اسلام بھیجنے کی درخواست کی۔ تبت کے وفد کے ساتھ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے سلیط بن عبداللہ حنفی کو بھیجا۔ چین میں بھی مبلغین بھیجے۔ آپ کی مساعی سے لاتعداد لوگ مسلمان ہوئے۔

خوارج سے سلوک

خوارج کی جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے حکومت کے لئے خطرہ بنی ہوئی تھی۔ ان کا وجود امن عامہ کے لئے بھی خطرہ تھا۔ سابق اموی خلفاء کے زمانہ میں ان سے مقابلہ جاری رہا۔ اور ان سے متعدد بار لڑائیاں ہوئیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلہ میں تلوار روک لی۔ والی کوفہ جو پہلے سے خوارج کے خلاف

1۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی

Marfat.com

مامور تھا کو لکھا کہ جب تک یہ لوگ خون ریزی اور فتنہ وفساد برپا نہ کریں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ آپ نے خوارج کے سردار بسطام کو بحث ومناظرہ کی دعوت دی اور کہا کہ اگر تم حق پر ہوئے تو ہم اپنے متعلق غور کریں گے اگر ہم حق پر ہوئے تو تم لوگ عام مسلمانوں کی طرح مطیع ہو جاؤ۔ اس دعوت پر بسطام نے دو آدمی مناظرے کے لئے بھیجے۔ مناظرہ ہوا۔ ان میں سے ایک نے اعتراف حق کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا دوسرا لوٹ گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ڈھائی سالہ عہد خلافت میں خوارج کے ساتھ کوئی معرکہ پیش نہ آیا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ خوارج پر اس مناظرہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور اپنی روش پر قائم رہے۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو مجبوراً عبدالحمید کو ان سے مقابلہ کی اجازت دینی پڑی۔ عبدالحمید نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ آخر مسلمہ بن عبدالملک نے ان پر قابو پالیا۔

علماء کی قدردانی

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ علمی اعتبار سے اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم تھے۔ اگر وہ خلیفہ نہ بنتے تو مسند علم کی زینت ہوتے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم میں انہیں دسترس حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے دربار میں شعراء اور ظرفاء کی بجائے علماء اور ارباب فضل وکمال کا مجمع ہو گیا تھا۔ آپ کو علماء کی بڑی قدر تھی۔ امورِ خلافت میں وہی علماء آپ مشیر اور ہم جلیس ہوئے تھے۔

آپ نے مذہبی تعلیم کی اشاعت پر خاص توجہ دی۔ قرآن حدیث، فقہ اور دیگر علوم کی ترقی کے لئے آپ نے خصوصی اقدام کئے۔ آپ نے حکام کو لکھا کہ وہ علم کی اشاعت کریں۔ علماء کو مساجد میں حلقہ درس قائم کرنے کی ہدایت کی۔ ایک عامل کو لکھا کہ علماء کو کہو کہ وہ علم کی اشاعت کریں۔ آپ نے حمص کے گورنر کو لکھا کہ فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے لئے سو سو دینار وظیفہ مقرر کیا جائے۔ مختلف ممالک میں تعلیم کی اشاعت کے لئے علماء کو مامور کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مشہور صاحب علم غلام نافع جو مدینہ کے بہت

Marfat.com

بڑے فقیہ کے عالم تھے حدیث کی اشاعت کے لئے مصر بھیجا۔ قاری حبش بن عدنان کو قرأت کی تعلیم کے لئے مصر اور مغرب بھیجا۔ یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن منجد اشعری کو بدوؤں کی تعلیم و تربیت پر مامور کیا۔ ارشاد و ہدایت کے لئے تمام ممالک محروسہ میں واعظ اور مفتی مقرر کئے۔ حجاج ابو کثیر اموی اسکندریہ کے واعظ تھے(1)۔

قاضی ابوبکر بن حزم والی مدینہ کو لکھا کہ تمام محدثین کے مجموعے جمع کئے جائیں۔ اور ان کی نقلیں تیار کروا کر مملکت اسلامیہ کے اہم مراکز میں رکھنے کا بندوبست کیا جائے۔ آپ نے مروان بن حکم کے زمانے میں یونانی طب کی ایک کتاب کی عربی میں کئے گئے ترجمہ کی نقلیں کروا کر ملک کے مختلف حصوں میں بھیجیں۔

علالت اور وفات

رجب 101ھ میں آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ بیس روز بیمار رہ کر آپ نے شام کے علاقہ دیر سمعان میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر 39 یا 40 برس تھی اور مدت خلافت 2 سال 5 ماہ تھی۔ آپ کی وفات غالباً مرض سل سے واقع ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بنوامیہ نے آپ کو زہر دلوا دیا تھا۔ آپ کی انقلابی اصلاحات نے بنوامیہ کو برہم کر دیا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اگر آپ کی خلافت کچھ عرصہ اور قائم رہی تو آپ بنوامیہ کا زور توڑ کر خلافت کی اصلاحات کو اس قدر مستحکم کر دیں گے کہ پھر ان کا اقتدار واپس نہ آسکے گا۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے آپ کے ایک خادم کو ایک ہزار اشرفی دے کر زہر دلوا دیا۔ تاریخ خلفاء (صفحہ 176) میں علامہ جلال الدین سیوطی نے مجاہد کا قول بیان کیا ہے کہ امیر المومنین نے ان کو طلب فرمایا اور کہا کہ لوگوں کا میری بیماری کے بارے میں کیا خیال ہے مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ان کا جواب غلط ہے۔ مجھ پر جادو نہیں کیا بلکہ مجھے زہر دیا گیا ہے اور مجھے وہ وقت بھی معلوم ہے جب زہر پلایا گیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ایک

1۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی

Marfat.com

غلام کو بلا کر کہا! افسوس! زہر پلانے پر تجھے کسی نے اکسایا اور آمادہ کیا۔ اس نے کہا زہر خورانی کے عوض مجھے ایک ہزار اشرفیاں دی گئیں اور ساتھ ہی میری آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپ نے کہا وہ اشرفیاں لے آؤ۔ چنانچہ وہ غلام ایک ہزار اشرفیاں لے آیا تو آپ نے اس سے وہ اشرفیاں لے کر بیت المال میں جمع کرا دیں اور اس زہر دینے والے غلام سے کہا کہ یہاں سے خاموشی سے اس طرح بھاگ جا کہ کوئی تجھے دیکھ نہ سکے۔

عبیداللہ بن حسان کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری وقت میں کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے سب ہٹ گئے۔ البتہ آپ کی بیوی فاطمہ اور ان کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک آپ کے دروازے کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ انہوں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ''خوش آمدید۔ تم لوگوں کی صورت آدم زادوں کی سی ہے نہ جنات کی سی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی تلك الدار الاخرة---- اس کے بعد کوئی آواز نہ آئی۔ لوگوں نے اندر جا کر دیکھا کہ روح پرواز کر چکی تھی (1)۔

ہشام کا بیان ہے کہ جب آپ کے مرنے کی خبر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو فرمایا! دنیا کے بہترین شخص کا انتقال ہو گیا۔ یوسف بن مالک کا بیان ہے کہ جس وقت ہم لوگ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے تو آسمان سے کاغذ کا ٹکڑا گرا جس پر لکھا ہوا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو من جانب اللہ آتش دوزخ سے بری کر دیا گیا۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سن کر شاہ روم نے گلوگیر آواز میں کہا:

''اگر عیسیٰ مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہوتے۔ میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا ترک کر کے عبادت خانہ میں جا بیٹھے۔ میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا''۔

1۔ تاریخ خلفاء

Marfat.com

ازواج اور اولاد

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔ ان سے جو اولادیں ہوئیں ان کی تعداد پندرہ یا سولہ تھی۔

سیرت و کردار

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے خوش پوش، خوش اخلاق، صاحب فضائل، بلند پایہ عالم دین اور عظیم المرتبت انسان تھے۔ آپ حافظ قرآن اور ماہر حدیث وفقہ تھے۔ آپ فضل وکمال کے پیکر، صاحب فراست اور مدبر انسان تھے۔ آپ علم و فضل کے اعتبار سے امام وقت تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ کے سامنے طفل مکتب تھے۔ زمانۂ خلافت سے قبل آپ عیش وتنعم کی زندگی گزارتے تھے۔ مسند خلافت پر بیٹھے تو شاہانہ زندگی اور ناز ونعم ترک کر کے سادہ زندگی اختیار کر لی۔ آپ نے اپنے اڑھائی سالہ دور خلافت میں بنوامیہ کی موروثی اور شخصی حکومت کو دوبارہ اسلامی جمہوری خلافت میں بدل دیا۔ آپ نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ لوگو میری خواہش اور عام لوگوں کی رائے کے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اس لئے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردنوں میں ہے میں خود اسے اتار دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔ آپ نے لوگوں کی واضح اظہار رائے کے بعد منصب خلافت کو قبول کیا۔ آپ اسلامی جمہوریت کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ قاسم بن عبداللہ جو غیر اموی تھے کو استحقاق کی بنا پر اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ لیکن بنوامیہ کی شدید مخالفت نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ تاہم مخالفت کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے انقلابی اصلاحات نافذ کر کے سیاسی، مذہبی، سماجی اور اقتصادی برائیاں ختم کیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں انقلاب برپا کرنے کی سعی کی۔ آپ نے اموی ملوکیت کے سارے نشانات مٹا دیئے۔ اسی لئے اموی خاندان نے آپ سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ کو زہر دلوا دیا۔ آپ کی

Marfat.com

سیرت وکردار کے چیدہ چیدہ پہلو حسب ذیل ہیں۔

حلیہ

آپ صورۃً بہت وجیہہ اور شکیل تھے۔ رنگ گورا اور چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ خلافت سے پہلے عیش وعشرت کی زندگی کے باعث جسم نہایت تروتازہ اور شاداب تھا لیکن خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس اور زاہدانہ زندگی کے باعث آپ اتنے لاغر اور نخیف ہو گئے تھے کہ پسلیاں صاف دکھائی دیتی تھیں۔

خشیت الٰہی

خشیت الٰہی انسانی کردار اور تمام فضائل اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ اقتدار کا نشہ اور حکومت کا جاہ وجلال انسان کو خدا سے غافل کر دیتا ہے۔ نیز مؤاخذہ اور احتساب سے بیگانگی کا باعث بنتا ہے لیکن عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دل کو اسی شئے نے خوف و خشیت سے معمور کر دیا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز عشاء کے بعد خلوت میں بیٹھ کر رو رو کر اللہ سے دعائیں کیا کرتے تھے اور اسی حالت میں سو جاتے۔ بیدار ہوتے تو پھر یہی مشغلہ شروع ہو جاتا اور ساری رات اسی طرح گزر جاتی۔

زہد وتقویٰ

آپ کی سیرت وکردار کا سب سے نمایاں اور ممتاز پہلو تقویٰ وورع تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد جب آپ کے سامنے شاہی سواری لائی گئی تو فرمایا! میرے لئے میرا خچر کافی ہے۔ حکم بن عمر کا بیان ہے کہ داروغہ اصطبل کے گھوڑوں کے دانے چارے اور نوکروں کی تنخواہ کی منظوری کے لئے حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گھوڑوں کو فروخت کر کے قیمت بیت المال میں جمع کرا دو۔

سلمان بن عبدالملک کے کفن دفن کے بعد آپ کے نوکر نے پوچھا! آقا! آج آپ رضی اللہ عنہ اتنے سنجیدہ کیوں ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ امت مسلمہ میں آج میں صرف اس لئے فکر مند ہوں کہ مستحق کی حق طلبی سے پہلے ہی اس کی حق رسی کر دی جائے تا کہ وہ

Marfat.com

عرضی یا زبانی ذریعے سے میرے پاس اپنے مطالبہ حق کے لئے پریشان نہ ہوں۔

یوں تو آپ کا تقویٰ زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھا لیکن مسلمانوں کے مال کے بارے میں آپ نے جو نمونہ پیش کیا اس کی مثال حکمرانوں اور سلاطین کی تاریخ میں بمشکل ملے گی۔ خلیفہ بننے کے بعد آپ نے تمام لونڈی، غلام، فرش فروش، سامان عیش و عشرت اور لباس عطریات فروخت کر کے قیمت بیت المال میں جمع کرا دی۔ حکم بن عمر کا بیان ہے کہ سابقہ خلفاء کا دستور تھا کہ تین سو دربان اور تین سو پولیس کے سپاہی ہمیشہ خلیفہ کے پاس رہتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہوتے ہی کہا! مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے میرے پاس رہنا ہے تو صرف دس درہم تنخواہ ملے گی اور جو شخص ملازمت نہ کرنا چاہے وہ گھر جا سکتا ہے۔ قدرت الٰہی میری حفاظت کرے گی اور موت کی یاد گناہوں سے بچائے گی۔

آپ بیت المال کو لوگوں کی امانت خیال کرتے تھے۔ اور اسے معمولی سا فائدہ اٹھانا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ عطا خراسانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ملازم کو پانی گرم کرنے کو کہا۔ وہ شاہی مطبخ سے پانی گرم کرلایا۔ آپ کو علم ہوا تو آپ نے ایک درہم کی لکڑیاں مطبخ میں رکھوا دیں۔ رات کو جب تک سرکاری کام کرتے سرکاری چراغ استعمال کرتے۔ اس کے بعد اسے گل کر کے اپنا چراغ استعمال کرتے تھے۔ اپنے ذاتی اخراجات کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ گوشت کا ٹکڑا ملازم کو بھوننے کو دیا، وہ سرکاری مطبخ سے بھون لایا۔ آپ نے اسے ہاتھ نہ لگایا اور ملازم سے فرمایا! تم ہی کھالو۔ میری قسمت کا نہ تھا، ایک دفعہ بیت المال میں بہت سے سیب آئے۔ آپ انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر رہے تھے آپ کا چھوٹا بچہ سیب اٹھا کر کھانے لگا۔ آپ نے سیب اس کے منہ سے چھین لیا وہ رونے لگا اور گھر جا کر ماں سے شکایت کی ماں نے بازار سے سیب منگوا کر دیا۔ آپ گھر تشریف لائے تو سیب کی خوشبو محسوس ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ سے پوچھا سرکاری سیب تو یہاں نہیں آیا انہوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے سیب اس کے منہ سے نہیں چھینا

Marfat.com

تھا بلکہ اپنے دل سے چھینا تھا۔ مجھے یہ پسند نہ تھا کہ میں مسلمانوں کے سبب کے بدلے اپنے آپ کو اللہ کے حضور برباد کروں۔

آپ رضی اللہ عنہ کو لبنان کا شہد بہت پسند تھا۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی فاطمہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی خواہش کے اظہار پر حاکم لبنان عمرو بن مہدی کرب کو کہلا بھیجا۔ انہوں نے بہت سا شہد بھجوا دیا۔ فاطمہ نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم نے عمرو بن مہدی کرب کو کہلا بھیجا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے شہد چکھا تک نہیں۔ آپ نے عمرو بن مہدی کرب کو لکھ بھیجا کہ تم نے فاطمہ کے کہنے پر شہد بھیجا ہے آئندہ اگر ایسا کیا تو تم اپنے عہدے پر نہیں رہ سکو گے اور میں تمہارے چہرے پر نظر نہ ڈالوں گا۔

ایک مرتبہ بیت المال کا مشک آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے ناک بند کر لی کہ خوشبو ناک میں نہ جاسکے۔ لوگوں نے کہا کہ خوشبو سونگھنے میں کیا حرج ہے۔ آپ نے فرمایا! مشک کا انتفاع یہی ہے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مالک بڑا زاہد ہے حقیقت یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بڑے زاہد تھے۔

احساس ذمہ داری اور مؤاخذہ اعمال کا خوف

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خشیت الٰہی کے سبب خلافت کی ذمہ داریوں، امت کے حقوق، مواخذۂ اعمال کے احساس اور خوف سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے تھے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ خلفاء (صفحہ 266) میں لکھتے ہیں کہ عطا بن رباح نے فاطمہ بنت عبدالملک کی زبانی بیان کیا ہے کہ میرے خاوند عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو گھر آ کر اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ اے فاطمہ! آج میری گردن پر امت محمدیہ کے سیاہ و سفید کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ بھوکے، فقیر، مرنے والے، بیمار، تنگ دست، ستم رسیدہ، غریب، قیدی بوڑھے، عیالدار اور کم آمدنی والے وغیرہ لوگوں کے بارے میں اور ان لوگوں

Marfat.com

کے متعلق جو روئے زمین پر اور متفرق شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں فکر لاحق ہوگئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ رعایا کے حقوق کے بارے میں روز محشر کو سوال کیا جائے گا اور یہی خوف دامن گیر ہے کہ کہیں ثبوت ظلم فراہم نہ ہو جائے۔ اس لئے بارگاہ الٰہی میں گریہ زاری کر رہا ہوں۔ بقول یونس بن ابی شعیب خلافت سے قبل عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاجامے کا نیفہ ان کے پیٹ کے موٹاپے میں چھپا رہتا تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد ان کو دیکھا کہ بغیر ہاتھ لگائے ان کی پسلیاں ایک ایک کر کے شمار کی جا سکتی تھیں۔ مسلمہ بن عبدالملک کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو ان کے جسم پر بڑا میلا کرتہ دیکھ کر میں نے فاطمہ سے کہا اس کرتہ کو بدل کیوں نہیں دیتی تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے پاس یہی ایک کرتہ ہے۔

احساس ذمہ داری کی حالت یہ تھی کہ جب لوگ آپ کی گریہ زاری کے متعلق کچھ کہتے تو آپ فرماتے تم لوگ مجھے رونے پر ملامت نہ کرو کیونکہ فرات کے کنارے اگر بکری کا بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے عمر رضی اللہ عنہ کو پکڑا جائے گا۔

تاریخ خلفاء میں عون بن معمر کا بیان ہے کہ ایک دن عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ سے کہا اگر تمہارے پاس ایک درہم ہو تو انگور منگوا لو۔ بیوی نے جواباً کہا میرے پاس تو نہیں ہیں البتہ آپ امیر المومنین ہیں کیا آپ کو اتنا بھی اختیار نہیں کہ ایک درہم کے انگور خرید کر خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔ فرمایا! آج تو یہ آسان ہے لیکن کل جہنم میں اس کے عوض بیڑیاں پہننا پڑیں گے۔ ابو امیہ خصی کا بیان ہے کہ امیر المومنین نے وفات سے ذرا پہلے مجھے ایک دینار دے کر فرمایا یہاں کے رہنے والوں سے میری قبر کی جگہ خرید لو۔ اگر وہ ایک دینار میں دے دیں تو بہتر ورنہ واپس آجاؤ۔ چنانچہ میں لوگوں کے پاس گیا اور زمین خریدنا چاہی جس پر لوگوں نے کہا ہمیں تمہارا واپس لوٹ جانا گوارا نہیں ہے اس لئے ایک دینار لے لیتے ہیں ورنہ سب زمین امیر المومنین کی ہے اور ان کے لئے حاضر ہے۔

Marfat.com

عدل ومساوات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ امام عادل تھے۔ انہوں نے اپنے اڑھائی سالہ عہد خلافت میں زمین کو عدل سے بھر دیا۔ ظالموں کی بیخ کنی کی اور بہتر کاموں کی بنیاد رکھی۔ ابراہیم بن میسرہ کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس سے کہا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ امام مہدی ہیں انہوں نے کہا وہ صرف مہدی ہی نہیں وہ انصاف کے کامل مجسمہ ہیں۔ جراح بن عبداللہ حکمی والی خراسان نے لکھا کہ اہل خراسان کی روش نہایت خراب ہے۔ ان کو کوڑے اور تلوار کے سوا کوئی اور چیز درست کر سکتی۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اجازت فرمائیں آپ نے جواباً لکھا تمہاری تجویز بالکل غلط ہے۔ ان کو حق وعدل درست کر سکتا ہے۔ اس لئے خراسانیوں سے عدل وانصاف کرنا شروع کر دو۔

بعض گورنروں نے آپ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شہر کی حالت مرمت طلب ہے اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو ایک رقم مختص کر دیں تا کہ ان شہروں کی مرمت اور اصلاح ہو سکے۔ آپ نے جواباً لکھا کہ ہمارا خط ملتے ہی عدل وانصاف کا قلعہ مضبوط اور مستحکم کر دو اور شہری راستوں کو ظلم وستم سے محفوظ کر دو۔ اس طریقہ سے شہروں کی اصلاح ومرمت ہو کہ وہ سرسبز وشاداب ہو جائیں گے۔

بنوامیہ نے حاکم ومحکوم اور آقا وغلام کی جو تفریق پیدا کر دی تھی آپ نے اس کے تمام امتیازات مٹا ڈالے۔ اور خود مساوات کا عملی نمونہ پیش کیا۔ ملازمین کو تعظیم کے لئے اٹھنے کی ممانعت کر دی۔ خود ان کے برابر بیٹھتے تھے اور ان خدمت میں بھی تامل نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پنکھا جھلتے جھلتے لونڈی کی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے پنکھا لے کر اسے جھلنا شروع کر دیا۔ اس کی آنکھ کھلی تو دیکھ کر گھبرا گئی۔ آپ نے فرمایا! آخر تم بھی میری طرح انسان ہو۔ ایک دفعہ رجاء بن حیوٰۃ سے گفتگو میں رات گزر گئی۔ چراغ ٹمٹمانے لگا۔ ملازم قریب ہی سویا ہوا تھا رجاء نے جگانا چاہا۔ آپ نے روک دیا۔ رجاء نے خود درست کرنا چاہا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی روک دیا۔ خود اٹھ کر چراغ میں تیل ڈالا اور واپس آ کر فرمایا! جب میں اٹھا تو تب بھی عمر

Marfat.com

بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہوں۔ آپ کی سادگی، تواضع اور مساوات اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ اجنبی لوگوں کے لئے آپ کو پہچاننا مشکل تھا۔

سادگی

خلیفہ بننے کے بعد آپ نے شاہانہ زندگی ترک کر کے انتہائی سادہ زندگی اختیار کر لی۔ ایک زمانے میں انتہائی قیمتی کپڑا بھی جسم پر بھاری معلوم ہوتا تھا۔ دن بھر میں کئی کئی جوڑے بدلے جاتے تھے مگر خلافت کے دوران صرف ایک جوڑا رہ گیا تھا اور اسی کو دھو دھو کر پہنتے تھے۔ ازہر کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جمعہ کا خطبہ دیتے اس حالت میں دیکھا کہ وہ پیوندوں کا کرتہ پہنے ہوئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے کہا! امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو سب کچھ دیا ہوا ہے لباس تیار کروا لیجئے تو دیر تک سر بگریباں رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا! مال اور تونگری کے وقت میانہ روی اور قدرت و قوت کے وقت معاف کر دینا زیادہ افضل اور برتر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بچے بھی اسی تنگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کی بچی آمنہ کے جسم پر کپڑا نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرش پھاڑ کر کرتہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن کو معلوم ہوا تو ایک تھان کپڑے کا بھجوا دیا۔ مرض الموت میں آپ کے سالے مسلمہ بن عبدالملک عیادت کے لئے آئے تو جسم پر میلا کرتہ دیکھ کر فاطمہ سے کہا! قمیض بدل دو۔ وہ سن کر چپ رہیں۔ مسلمہ نے دوبارہ کہا تو بولیں خدا کی قسم! اس کے سوا دوسرا کپڑا نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے آپ کو پہلی صدی کا مجدد امت اور پانچواں خلیفہ راشد کہا ہے۔

بلاشبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہی دنیا کے بہترین انسان اور بہترین فرمانروا تھے۔

Marfat.com

عبدالرحمٰن الداخل

امیر عبدالرحمٰن اموی عزم و استقلال کا پیکر جہد مسلسل کا خوگر اور عمل پیہم پر یقین رکھنے والا نامور مسلم فرمانروا تھا۔

بچپن کے حالات

وہ مشہور اموی فرمانروا ہشام بن عبدالملک کا پوتا اور معاویہ بن ہشام کا لڑکا تھا۔ وہ 113ھ میں دمشق کے نواح میں علیاء کے مقام پر پیدا ہوا۔ اس کی کنیت ابوالمطرف، ابوزید اور ابوسلیمان تھی۔ ہشام بن عبدالملک نے اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نوعمری میں ہی ایک مدبر بہترین منتظم اور ماہر جنگ شہزادہ ثابت ہوا۔

بنوامیہ کا زوال اور عبدالرحمٰن کا فرار

132ھ میں جنگ زاب میں عباسیوں کے ہاتھوں بنوامیہ دمشق کی شکست کے بعد عباسی فوج نے اموی شہزادوں کو چن چن کر تہہ تیغ کیا تاکہ ان میں کوئی شخص نہ تو کبھی حکومت کا دعویدار بن سکے اور نہ ہی عرب انہیں بہکا کر خروج پر آمادہ کر سکیں۔ اس دارو گیر میں بنو امیہ کے جس فرد کو جہاں سر چھپانے کا موقع ملا چھپ گیا۔ ان اموی شہزادوں میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بھی تھا۔ جو بعد میں اندلس میں اموی حکومت کا بانی بنا۔ اس ہنگامہ کے وقت اس کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ عبدالرحمٰن اپنے بھائی یحییٰ کے ساتھ قینسرین کے ایک گاؤں میں روپوش ہو گیا تھا۔ اس خون آشام ہنگامے میں بہت سے اموی مارے گئے۔ ان میں عبدالرحمٰن کا ایک بھائی آبان اور پھوپھی زاد عبدہ بن ہشام بھی تھا۔ جب یہ ہنگامہ ٹھنڈا ہوا تو عباسی خلیفہ السفاح نے شام میں امویوں کو عام معافی اور امان دینے کا اعلان کر دیا۔ اس پر بہت سے روپوش اموی افراد نکل آئے۔ رملہ سے بارہ میل (18 کلومیٹر) دور نہر ابی فطرس کے مقام پر جہاں السفاح قیام پذیر تھا بنوامیہ کے افراد جمع ہو گئے۔ السفاح نے اپنے

Marfat.com

وعدے کو توڑ دیا اور ستر سے زیادہ امویوں کو قتل کر ڈالا۔ عبدالرحمٰن اور یحییٰ نے باہر نکلنے میں عجلت نہ کی۔ حالات معلوم کرنے کے لئے ایک قاصد بھیجا جو عین اس وقت پہنچا جب امویوں کو قتل کیا جا رہا تھا۔ وہ فوراً واپس پلٹا مگر عباسی فوجی دستہ بھی اس کے تعاقب میں نکل پڑا۔ عبدالرحمٰن اتفاق سے شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ عباسیوں نے اس کے بھائی یحییٰ کو پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ عبدالرحمٰن کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے غلاموں سے یہ کہہ کر راہ فرار کی کہ اس کے اہل و عیال کو بھیج دیا جائے۔ چنانچہ بنو امیہ کے جو افراد بچ گئے تھے وہ افریقہ کی طرف فرار ہوئے کیونکہ عبدالرحمٰن فہری نے انہیں پناہ دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ دریائے فرات کے کنارے گھنے جنگلات میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک گاؤں میں چھپ گیا جو دریا کے کنارے جنگلات میں آباد تھا۔ یہیں اس کے اہل و عیال بھی آ گئے۔ ایک دن عبدالرحمٰن کا لڑکا سلیمان جو گاؤں سے باہر کھیل رہا تھا خوفزدہ گھر آیا تو عبدالرحمٰن آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ وہ حالات کا جائزہ لینے باہر آیا تو اس کے 13 سالہ بھائی نے عباسیوں کی آمد کی اطلاع دی۔ عبدالرحمٰن اپنے اہل خانہ کو اپنے غلام بدر کے سپرد کر کے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔

دل فگار منظر

راستے میں دریائے فرات حائل تھا۔ دونوں بھائی دریا میں کود گئے۔ عباسی دستہ بھی دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ عباسیوں نے امان کا وعدہ دے کر انہیں واپس لوٹ آنے کا شور مچایا۔ عبدالرحمٰن کا بھائی تیرتے تیرتے تھک گیا تھا۔ عبدالرحمٰن کے سمجھانے کے باوجود وہ واپس پلٹ گیا۔ عباسی سواروں نے اس کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ عبدالرحمٰن نے دوسرے کنارے سے یہ منظر دیکھا۔ یہاں سے وہ فلسطین کے ایک گاؤں میں چھپ گیا اور اطمینان کرنے کے بعد کہ اب عباسیوں کا خطرہ نہیں رہا تو وہ وہاں سے نکل کر افریقہ پہنچ گیا۔ وہاں بدر اور ابو شجاع اس کے اہل و عیال کو لے کر پہنچ گئے۔

Marfat.com

افریقہ سے سبتہ تک کا سفر

افریقہ پہنچ کر عبدالرحمٰن کے مصائب کا نیا باب شروع ہوا۔ عبدالرحمٰن بن جلیب والی افریقہ نے عباسی دعوت قبول نہیں کی تھی۔ وہ افریقہ میں اپنی آزاد حکومت کے قیام کا پروگرام بنائے ہوئے تھا۔ اس زمانے میں رمل اور نجوم پر لوگ بہت یقین رکھتے تھے۔ عبدالرحمٰن والی افریقہ بھی رمل اور نجوم پر کافی بھروسہ رکھتا تھا۔

افریقہ میں بظاہر تو عبدالرحمٰن اموی کو کوئی خطرہ نظر نہ آتا تھا لیکن بچپن کا ایک واقعہ اس کے دل میں امید کی کرن بن کر چمک رہا تھا۔ ایک دن عبدالرحمٰن اپنے دادا ہشام بن عبدالملک کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہشام کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک نے جو ایک زبردست عالم فاضل شخص تھا اس کو دیکھا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا کہ میں اس لڑکے میں بادشاہ بننے کی نشانیاں پا رہا ہوں، عبدالرحمٰن کو یہ واقعہ یاد تھا، افریقہ میں قیام کے دوران اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک یہودی نجومی نے عبدالرحمٰن بن حبیب کو بتا رکھا ہے کہ ایک شہزادہ جس کی دو لٹیں ہوں گی اور اس کا نام عبدالرحمٰن ہوگا اندلس کا بادشاہ بنے گا جس کی وجہ سے والی افریقہ کے دل میں اس کی طرف سے کھٹکا ہے عبدالرحمٰن اموی نے والی افریقہ کی نظریں تاڑ لیں۔ وہ افریقہ سے فرار کا راستہ تلاش کرنے میں مصروف تھا کہ والی افریقہ اور حامیان بنوامیہ کے درمیان ان بن گئی۔ والی افریقہ نے بہت سے بنوامیہ کو قتل کروا دیا اور ایک بڑی تعداد کو قید میں ڈال دیا۔ عبدالرحمٰن کو بھی تلاش کیا لیکن وہ فرار ہو چکا تھا۔ والی افریقہ نے عبدالرحمٰن اموی کی تلاش میں اپنے جاسوس چھوڑ دیئے لیکن عبدالرحمٰن ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتا رہا۔

صحرانوردی

برقہ کے علاقہ میں صحرانوردی میں پانچ سال لگ گئے۔ آخرکار وہ ساحلی علاقہ میں سبتہ کے مقام پر پہنچ گیا یہاں اس کا ننھیالی قبیلہ نفزادہ آباد تھا۔ اس طرح عبدالرحمٰن عباسیوں اور والی افریقہ کے پنجے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

Marfat.com

نجومیوں کی پیش گوئیاں اور معجزانہ طور پر بار بار بچ نکلنے کے واقعات کے باعث عبدالرحمٰن کے دل میں اموی حکومت قائم کرنے کا خیال جڑ پکڑ گیا تھا۔ اس نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ افریقہ میں والی افریقہ کی موجودگی میں اس کی حکومت کا قیام ناممکن ہے۔ اس لئے اس نے سبتہ پہنچ کر اندلس میں حامیان بنو امیہ سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حالات کو ساز گار پا کر اس نے اپنے غلام بدر کو فضا ساز گار بنانے کے لئے اندلس بھیج دیا۔

اندلس کی ساز گار سیاسی فضا اور عبدالرحمٰن

وہ زمانہ تھا جب اندلس میں قبائلی عصبیت کی جنگ اور باہمی عداوتیں پورے عروج پر تھیں۔ عرب آپس میں دست بگریباں تھے۔ مقامی عیسائیوں اور بربروں کی شورشیں انتہا تک پہنچ چکی تھیں۔ ملکی نظم و نسق انتشار کا شکار ہو چکا تھا۔ فتنہ و فساد اور ہنگامہ آرائی نے سرزمین اندلس کو جہنم زار بنا دیا تھا۔ مرکزی حکومت حالات سے نپٹنے سے قاصر تھی۔ مرکز سے دور دراز علاقوں میں آزادی اور خود مختاری کے رجحانات کو فروغ ملا۔ بعض علاقوں میں تو سرداروں نے خود مختار حکومتیں بھی قائم کر لی تھیں۔ اندلس کی سیاسی صورت حال عبدالرحمٰن کے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لئے نہایت موزوں اور ساز گار تھی۔

اندلس میں بنو امیہ کے مددگاروں اور موالیوں کی تعداد چار پانچ سو کے درمیان تھی، چنانچہ عبدالرحمٰن نے اپنے غلام بدر کو خط دے کر البیرہ میں آباد شامیوں کے سردار ابو عثمان عبیداللہ بن عثمان کے پاس بھیجا۔ جس میں شہزادے نے اپنے فرار، بنو امیہ کے مصائب و آلام کی داستان اور والی افریقہ کے غیر ہمدردانہ سلوک کا ذکر کیا اور کہا کہ والی افریقہ کے لڑکے یوسف بن عبدالرحمٰن سے اچھے سلوک کی امید نہیں۔ بعد میں ہشام بن عبدالملک کی عظمت و بزرگی کا تذکرہ کر کے لکھا کہ وہ اس کا پوتا ہے اور اندلس میں اموی حکومت کے قیام کا آرزومند ہے اور یہ بھی لکھا کہ تمام حامیوں اور موالیوں کی رائے لی جائے اور انہیں ہم نوا بنا کر قبائل یمانیہ کو اپنا طرفدار بنایا جائے۔

Marfat.com

بدر یہ خط لے کر ابو عثمان کے پاس طرش پہنچا۔ ابو عثمان نے معاملہ کی اہمیت محسوس کر کے اپنے سسر عبداللہ بن خالد سے مشورہ کیا۔ دوسرے مشہور اموی خیر خواہ یوسف بن بخت کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیا اور طے پایا کہ صمیل بن خاتم بن شمر کی رائے لئے بغیر بدر کو جواب نہ دیا جائے۔

صمیل ان دنوں والیٔ اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن کی ناک کا بال سمجھا جاتا تھا لیکن یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل کے مابین اندر ہی اندر کشیدگی پیدا ہو چکی تھی۔ صمیل ابو عثمان کا بھی گہرا دوست تھا۔ چنانچہ ابو عثمان بدر کو لے کر سرقسطہ پہنچا۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ صمیل ان کی ہم نوائی کرے گا اور اگر ہم نوائی نہ بھی کی تو اس راز کو کسی پر فاش نہ کرے گا۔ احتیاط کے تقاضے کے تحت مناسب یہی سمجھا گیا کہ صمیل کو صرف اتنا بتایا جائے کہ شہزادہ عبدالرحمٰن اندلس میں پناہ لینا چاہتا ہے اس لئے اسے امان دی جائے اور گزر اوقات کے لئے مدد کی جائے۔ ایسا اس لئے کیا گیا کیونکہ یوسف اور صمیل کے گہرے تعلقات تھے۔ اور شبہ تھا کہ کہیں اس سے تذکرہ نہ کر دے۔ دوران گفتگو لوگوں کو پتہ چلا کہ یوسف اور صمیل کے تعلقات کشیدہ ہیں تو انہوں نے صاف صاف مدعا بیان کر دیا۔ صمیل نے غور وحوض کے لئے وقت مانگا اور قرطبہ چلا گیا۔

دوسری ملاقات حامیان بنو امیہ اور صمیل کی طلیطلہ میں ہوئی، صمیل نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابن معاویہ بلاشبہ ہماری امداد کا مستحق ہے اور حکومت کا اہل بھی۔ اس کو یہاں بلوا لو اور پھر یوسف سے مل کر اسے مجبور کریں گے کہ وہ اسے قرطبہ میں اپنے پہلو میں جگہ دے اور اپنی لڑکی بھی اس کی زوجیت میں دے دے بصورت دیگر عبدالرحمٰن کی حمایت میں ہماری تلواریں اس کے سر پر ہوں گی۔ ابو عثمان اور عبداللہ بن خالد صمیل کا شکریہ ادا کر کے طلیطلہ سے لوٹ آئے لیکن ابھی کچھ ہی دور پہنچے تھے کہ صمیل کے قاصد نے آلیا۔ اور کہا کہ صمیل تمہیں ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ واپس ہوئے اور صمیل سے ملاقات کی تو اس نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد میں نے غور کیا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کا یہاں بلانا

Marfat.com

ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یوسف پر ہم حکومت کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے کہ اگر اس کا کوئی فرد بھی جزیرہ میں آ کر پیشاب بھی کر دے تو ہم اور تم سب اس میں ڈوب جائیں گے۔ چنانچہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ سب سے پہلی تلوار جو اس نوجوان پر اٹھے گی وہ میری ہوگی۔ ابوعثمان اور ابن خالد حیران رہ گئے لیکن موقع کی نزاکت کے پیش نظر مناسب یہی سمجھا کہ صمیل پر ظاہر کر دیں کہ آپ کی رائے سے ہمیں اتفاق ہے اور ہم بھی اس معاملے سے دستبردار ہوتے ہیں۔

صمیل سے مایوس ہو کر یہ لوگ البیرہ پہنچے اور اپنے مقصد کے پرچار میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے یمنیوں کو بھڑکا دیا جو پہلے ہی مصریوں کے ہاتھوں زخم کھا چکے تھے۔ یمنی بھی عبدالرحمٰن کی حمایت میں لگ گئے۔ یمنیوں کا سردار ابوالصباح اشبیلہ کے نواح میں قریہ مورہ میں قیام پذیر تھا۔ ہشام بن عبدالملک کے اس پر بہت سے احسانات تھے جس کا بدلہ چکانے کے لئے وہ بھی اس تحریک میں شمولیت کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کے بعد شذونہ کے ممتاز رؤساء کو بھی اعتماد میں لے کر اپنا ہمنوا بنا لیا گیا۔ یہاں تک کہ بنوعدنان اور بنوقحطان کے اکثر قبائل ہمنوا بنا لئے گئے۔ اس کے بعد بدر کو عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اندلس لانے کے لئے واپس بھیج دیا گیا۔ لیکن عبدالرحمٰن ایک جہاندیدہ شخص تھا اس نے بدر کو پھر یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ جب تک اس کے مددگاروں میں کوئی ساتھ نہ ہوگا اندلس میں داخل ہونے کی صحیح مسرت حاصل نہ ہوگی۔ بدر دوبارہ اندلس پہنچا اور حامیان بنوامیہ کو عبدالرحمٰن کا پیغام سنایا(1)۔

اندلس میں ورود

ابوعثمان نے یہ پیغام سن کر ایک جہاز خریدا اور گیارہ معززین کو بدر کے ساتھ عبدالرحمٰن کو اندلس لانے کے لئے بھیجا۔ ان میں تمام بن علقمہ ثقفی، وہب بن اصغر، شاکر بن ابو الاسمط اور ابوافریقہ وغیرہ تھے۔ مصارف کے لئے کچھ رقم بھی تمام بن علقمہ کے حوالے کی۔ مغرب کے وقت جہاز ساحل پر لگا۔ عبدالرحمٰن اور معززین کے مابین گفتگو ہوئی اور اندلس

1۔ نفح الطیب، صفحہ 64

Marfat.com

کے حالات معلوم کرنے کے بعد عبدالرحمٰن معززین کے ساتھ اندلس کے اسی جہاز پر سوار ہوا۔ ربیع الاول 138ھ بمطابق 755ء میں عبدالرحمٰن سرزمین اندلس پر البیرہ کے ساحلی شہر المنکب میں اترا۔ ابوعثمان اور عبداللہ بن خالد کے ہاں قیام کیا۔ پھر وہاں سے ابوعثمان کے وطن طرش چلے گئے۔ یہاں سے پہلے ابوالحجاج یوسف بن بخت آکر ملا۔ پھر ملک سے حامیان بنوامیہ اور مختلف شہروں سے وفد آکر ملنے لگے۔ بقول علامہ مقری لوگ آکر بیعت کرنے لگے۔ عبدالرحمٰن کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا اور اموی حکومت کے قیام کی راہ ہموار ہونے لگی۔ بیعت کرنے والوں میں صوبہ جات کے حکام بھی تھے۔ یوسف ان دنوں شمال میں سرقسطہ اور آسٹریاس کی مہمات میں مشغول تھا۔ ملک میں قحط سالی تھی، یمانی اکابرین عامر اور حباب زہری کے قتل کی وجہ سے حالات سخت کشیدہ تھے۔ یوسف کی بیوی نے یوسف کو قاصد کے ذریعے لکھ بھیجا۔

"خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا پوتا عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس میں داخل ہو چکا ہے اور قریہ طرش کے فاسق ابوعثمان عبیداللہ کے پاس مقیم ہے۔ بنوامیہ کے موالی اور بہت سے قبائل اس کے گرد جمع ہو چکے ہیں۔ البیرہ کے نائب حاکم نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ اس کے تدارک کے لئے جو کاروائی مناسب ہو عمل میں لائی جائے۔"

یوسف نے صمیل سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ فوراً کارروائی کی جائے۔ یوسف کی فوج میں عبدالرحمٰن کی دعوت جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگ یوسف کا ساتھ چھوڑ کر عبدالرحمٰن سے آملے۔ یوسف مایوس ہو کر قرطبہ چلا گیا۔ موسم برسات کی وجہ سے فوج کشی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ قرطبہ میں یوسف کے خیر خواہوں نے عبدالرحمٰن سے مصالحت کا مشورہ دیا۔ یوسف اسکے لئے تیار ہو گیا۔ ایک وفد کو تحائف اور خط کے ساتھ عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے یہ خط ابوعثمان کے حوالے کیا کہ وہ جیسا جواب چاہے دے دے۔ ابوعثمان اور وفد کے ایک رکن کی طنز پر کشیدگی پیدا ہو گئی اور مصالحت کی کوشش ناکام ہو گئی۔ برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ راستے مسدود تھے۔ چنانچہ یوسف اور عبدالرحمٰن کو فوج جمع

Marfat.com

کرنے کا موقع مل گیا۔

عبدالرحمٰن کی بیعت

عبدالرحمٰن نے بہت سے قیسی اور یمانی قبائل کو اپنا ہمنوا بنالیا۔ یوسف کی جنگی تیاریوں کی اطلاع پا کر عبدالرحمٰن نے بھی پیشقدمی کا فیصلہ کرلیا۔ کوہِ ریہؔ میں آباد اہل اردن کا سردار جدار بن عمر بھی عبدالرحمٰن کے ساتھ مل گیا۔ جدار کی کوشش سے یکم شوال 138ھ بمطابق 755ء عیدالفطر کے دن ریہؔ کے دارالحکومت ارشذونہ کی عیدگاہ میں عبدالرحمٰن کی امارت کا اعلان کر دیا گیا اور عیدگاہ میں ہی عبدالرحمٰن کی بیعت ہوئی۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ صوبہ ریہؔ کا حاکم عیسیٰ اور ریہ کے تمام قبائل یمن اور قضاعہ نے بیعت کرلی۔ اہل رندہ اور تاکرنا نے بھی عبدالرحمٰن کی قیادت و سیادت کو قبول کرلیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن فوج کی معیت میں صوبہ شذونہ میں داخل ہوا یہاں اہل فلسطین آباد تھے۔ یہاں کے والی غیاث بن علقمہ نے بیعت کرلی۔ پھر بنو کنانہ کے بہت سے لوگوں نے بھی عبدالرحمٰن کی حمایت کا اعلان کر دیا تاہم کچھ لوگ یوسف کے ساتھ مل گئے۔ اب عبدالرحمٰن نے شیلیلہ کا رخ کیا۔ وہاں اہل حمص آباد تھے۔ سب نے بلا امتیاز عبدالرحمٰن کی بیعت کرلی۔ اس طرح جنوبی اندلس کا وسیع علاقہ عبدالرحمٰن کی اطاعت میں آ گیا۔ اب اس کے ساتھ ایک بہت بڑی فوج جمع ہو چکی تھی۔

جنگ مصارہ مارچ 756ء

یوسف جنگی تیاریوں کے بعد اشبیلیہ کی طرف بڑھا۔ راستے میں طلیطلہ کی فوج بھی اس کے ساتھ شامل ہوگئی لیکن یوسف کی آمد کی اطلاع پا کر عبدالرحمٰن قرطبہ کی طرف چل دیا۔ اب دریائے الکبیر کے ایک کنارے عبدالرحمٰن کی فوج اور دوسرے کنارے یوسف کی فوج ساتھ ساتھ چل رہی تھیں دونوں کے پاس رسد کی زبردست کمی تھی۔ یوسف قرطبہ کے قریب پہنچ کر مصارہ کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ عبدالرحمٰن نے قرطبہ کے قریب بالیش کے گاؤں میں فوج اتار دی۔ دونوں لشکروں کے درمیان دریائے الکبیر حائل تھا۔ اسی دوران

Marfat.com

قرطبہ سے یمانی اور اموی بھی دریا عبور کر کے عبدالرحمٰن سے آ ملے جس سے اس کی فوج کے حوصلے اور بڑھ گئے جبکہ یوسف کی پستی کے آثار دکھائی دینے لگے۔ یوسف اپنی فوج کو منظم کر کے چلا آیا۔ اس نے ایک بار پھر عبدالرحمٰن کو مصالحت کی دعوت دی جس پر عبدالرحمٰن بظاہر آمادہ ہو گیا۔ اسی دوران عیدالضحیٰ کا تہوار آ گیا۔ لوگ مطمئن ہو کر عید منانے میں مصروف ہو گئے۔ یوسف کی سپاہ بھی بے فکر اور مطمئن تھی۔ اسی روز جیان اور البیرہ سے عبدالرحمٰن کو تازہ کمک پہنچ گئی اور اس کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے فوج کو دریا عبور کرا لیا۔ یوسف کی فوج کو صلح کی امید تھی۔ اس لئے مزاحمت نہ کی لیکن عبدالرحمٰن کی یہ ایک شاطرانہ چال تھی۔ عبدالرحمٰن نے اچانک یوسف کی سپاہ پر حملہ کر دیا۔ عبدالرحمٰن کی فوج نے یوسف کی فوج کے قلب اور میمنہ کو شکست دے کر پیچھے دھکیل دیا۔ اس حملے میں یوسف کا لڑکا عبداللہ اور صمیل کا لڑکا جوشن مارے گئے۔ یوسف اور صمیل جان بچانے کے لئے میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ عبدالرحمٰن فاتحانہ قرطبہ میں داخل ہوا۔ اور قصر شاہی میں سکونت پذیر ہوا۔ عبدالرحمٰن کی فوج نے شاہی محل کو لوٹ لیا۔ عورتوں کے کپڑے تک اتروا لئے گئے لیکن عبدالرحمٰن نے لوٹا ہوا مال واپس دلوا دیا۔ یوسف کی بیوی اور لڑکی کو صاحب الصلوٰۃ کے سپرد کیا گیا جس کے شکرے میں یوسف کی لڑکی نے حلل نامی ایک باندی عبدالرحمٰن کو پیش کی جس کے بطن سے ولی عہد ہشام پیدا ہوا۔ یہ 10 ذوالحجہ 138ھ کا دن تھا۔ قرطبہ میں خود عبدالرحمٰن نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں عبدالرحمٰن نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے اہل قرطبہ سے نیک سلوک کا وعدہ کیا۔ اس طرح اندلس میں اموی حکومت کی بنیاد پڑی۔

حصول اقتدار کے لئے یوسف کی تگ و دو

جنگ مصارہ میں شکست کھانے کے بعد یوسف قرطبہ سے بھاگ گیا تھا۔ قرطبہ سے کچھ فاصلے پر اس کا لڑکا جو سرحدی علاقوں سے کمک لے کر آ رہا تھا پانچ سو سواروں کے ساتھ اس سے مل گیا۔ یوسف ماردہ روانہ ہوا اور وہاں سے طلیطلہ چلا گیا۔ وہیں اس کی باقی

Marfat.com

ماندہ فوج بھی اسے آملی۔ صمیل بھی بنو مضر کے کچھ آدمیوں کے ہمراہ وہیں آ گیا۔ اسی اثناء میں عبدالرحمٰن کا نامزد کردہ گورنر طلیطلہ پہنچ گیا تو یوسف اور صمیل اپنے آدمیوں کے ہمراہ جیان چلے گئے اور قلعہ منشیشہ پر قبضہ کر کے صوبہ البیرہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ عبدالرحمٰن کو البیرہ پر یوسف کے قبضہ کی اطلاع ملی تو وہ قرطبہ سے لشکر لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ یونہی وہ قرطبہ نکلا یوسف کے لڑکے ابوزید عبدالرحمٰن نے قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن کا قائم مقام ابوعثمان شکست کھا کر جامع مسجد کے حجرے میں محصور ہو گیا۔ ابوزید زیادہ دیر تک قرطبہ پر قبضہ برقرار نہ رکھ سکا اور وہ بمعہ اہل وعیال اور ابوعثمان کے البیرہ چلا گیا۔ اس کے بعد عامر بن علی نے عبدالرحمٰن کے قائم مقام کی حیثیت سے قرطبہ کا انتظام سنبھال لیا۔ عبدالرحمٰن کو ابو عثمان کی فکر تھی۔ اس لئے اس نے البیرہ پر فوج کشی نہ کی۔ یوسف سے مراسلت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ فریقین میں مندرجہ ذیل شرائط پر صلح نامہ طے پایا:

1۔ یوسف اور صمیل کی جاگیریں اور مال ودولت محفوظ رہیں گی۔

2۔ سب لوگوں کو بلا کسی امتیاز جان کی امان ہوگی۔

3۔ جب تک اعتماد بحال نہیں ہو جاتا یوسف کے دو لڑکے ابوزید عبدالرحمٰن اور ابوالاسود محمد قرطبہ میں نظر بند رہیں گے۔

4۔ یوسف قرطبہ کے مشرقی حصے میں قیام پذیر رہے گا۔

اس مصالح کے بعد ابوعثمان اور خالد بن زید رہا کر دیئے گئے۔ یوسف، صمیل اور عبدالرحمٰن اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد قرطبہ میں بڑی شان وشوکت سے بالاتفاق عبدالرحمٰن کی تاجداری کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ واقعہ 139ھ کا ہے۔

اندلس میں عبدالرحمٰن کی حکومت قائم ہو جانے کے بعد عباسیوں سے بچے کھچے بنوامیہ کے افراد اندلس پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے ان سب کو قرطبہ میں ٹھہرایا۔ انہیں جاگیریں اور جائیدادیں دیں۔ بعض کو صوبوں کا حاکم بنایا۔ قرطبہ میں بنو ہاشم اور بنوفہر کے رؤسا بھی تھے جن کے بڑے بڑے محلات تھے۔ عبدالرحمٰن نے ان محلات کو بنوامیہ اور اموی موالیوں کے

Marfat.com

لئے خالی کروالیا۔ ان کی جاگیروں اور جائیدادوں میں بھی کانٹ چھانٹ کی جس سے یہ لوگ عبدالرحمٰن کے خلاف ہو گئے۔

یوسف نے چند روز قرطبہ میں پرسکون گزارے فریقین میں سے کسی کو بھی ایک دوسرے پر اعتماد نہ تھا۔ جلد ہی عبدالرحمٰن نے یوسف سے ذلت آمیز رویہ اختیار کرلیا اس نے ایسے اقدام کیے جس سے یوسف کی بے عزتی اور سبکی ہوتی تھی۔ صمیل کے ساتھ ابھی ایسا ہی سلوک ہو رہا تھا۔ قریش کے جن لوگوں کے عہدے۔ جاگیریں اور جائیدادیں عبدالرحمٰن نے چھین لی تھیں یوسف کے پاس آئے اور غلط معاہدہ کرنے پر اسے لعن طعن کی۔ تنگ آ کر یوسف قرطبہ سے بھاگ نکلا۔ وہ ماردہ پہنچا جہاں اس کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ ان کو لے کر وہ اشبیلہ پہنچا۔ وہاں بھی بہت سے لوگ اس کے ساتھ مل گئے اور اس کی فوج کی تعداد بیس ہزار ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے یوسف کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کیا۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی تاہم یوسف اور صمیل کے دونوں لڑکے قید کر لئے گئے۔ یوسف اور حاکم اشبیلہ عبدالمالک بن مروان کے درمیان جنگ ہوئی۔ جس میں یوسف کو شکست ہوئی۔ وہ پھر روپوش ہوگیا۔ طلیطلہ کے نواح میں ایک گاؤں میں ایک شخص عبداللہ بن عمر انصاری نے اسے پہچان لیا اور قتل کر دیا۔

خاندان یوسف فہری کا خاتمہ

یوسف کے قتل کے بعد اس کا لڑکا ابو زید عبدالرحمٰن اور صمیل دونوں قتل کر دیئے گئے۔ تاہم یوسف کا چھوٹا لڑکا ابوالاسود کم سنی کے باعث قتل ہونے سے بچ گیا۔ وہ اٹھارہ سال تک قید میں رہا۔ 168ھ میں ایک روز جیل سے فرار ہو گیا اور طلیطلہ پہنچ کر ایک لشکر جمع کیا اور عبدالرحمٰن کے خلاف قرطبہ کی طرف چل پڑا۔ وادئ الحمراء میں عبدالرحمٰن اور ابو الاسود کے لشکروں کے درمیان جنگ ہوئی۔ ابوالاسود ہزاروں لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس نے 169ھ میں پھر قسمت آزمائی کی مگر ناکام رہا۔ 170ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد یوسف کے ایک اور لڑکے قاسم نے عبدالرحمٰن سے جنگ کی لیکن وہ بھی گرفتار ہو

Marfat.com

کر قتل ہوا۔اس کے ساتھ ہی یوسف کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

بغاوتیں

عبدالرحمٰن نے اقتدار بڑی جانفشانی اور کوششوں سے حاصل کیا تھا لیکن برسر اقتدار آکر اسے امن و امان اور سکون سے حکومت کا موقع میسر نہ آیا۔ اس کے عہد میں بہت سی بغاوتیں ہوئیں جن کا سلسلہ اس کی موت تک جاری رہا۔ یہاں صرف چند مشہور بغاوتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ارزق بن نعمان

143ھ میں جنوبی اندلس میں ارزق بن نعمان نے بغاوت برپا کر دی۔ بغاوت کا آغاز جزیرۂ خضراء سے ہوا۔ نعمان مدینہ ارشذونہ اور اشبیلیہ کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو گیا۔ ارزق نے اشبیلیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے تنگ آکر ارزق کو امیر عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے ارزق کو قتل کروا دیا اور اہل شہر کی جان بخشی کر کے واپس آ گیا۔

یمنیوں کی بغاوت

امیر عبدالرحمٰن کو برسر اقتدار لانے کے لئے یمنیوں نے بڑی قربانیاں دی تھیں لیکن امیر عبدالرحمٰن کے برسر اقتدار آنے کے بعد یمنیوں اور امیر عبدالرحمٰن کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ اشبیلیہ کی حکومت ابو الصباح کے سپرد تھی عبدالرحمٰن نے اس کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے اسے اشبیلیہ سے معزول کر دیا۔ اس کی جگہ عبدالملک مروانی کو مامور کیا۔ اس پر یمنی مشتعل ہو گئے اور بغاوت کر دی۔ عبدالرحمٰن نے حیلے بہانے سے ابوالصباح کو محل میں بلوایا اور قتل کروا دیا یمنی بھڑک اٹھے۔ انہوں نے بربروں کو ساتھ ملا کر قرطبہ پر حملہ کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے حکمت عملی سے کام لے کر بربروں کو علیحدہ کر لیا۔ یمنیوں کی طاقت کمزور پڑ گئی اور انہیں پسپا کر دیا گیا۔ یمنیوں نے بار بار سر اٹھایا لیکن

Marfat.com

عبدالرحمٰن نے جرات سے ان کو ناکام بنا دیا۔

ہشام بن عروہ کی شورش

144ھ (761ء) میں ہشام بن عروہ نے طلیطلہ میں بغاوت کر دی۔ بہت سے عمائدین بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ امیر عبدالرحمٰن نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تنگ آ کر ہشام صلح کا طلب گار ہوا۔ عبدالرحمٰن نے اس کے لڑکے کو یرغمال رکھ کر اس کو امان دے دی۔ لیکن امیر کے واپس ہوتے ہی ہشام نے پھر بغاوت کر دی۔ امیر عبدالرحمٰن نے پلٹ کر پھر شہر کا محاطرہ کر لیا اور ہشام سے اطاعت قبول کرنے کو کہا، ہشام نے انکار کر دیا تو عبدالرحمٰن نے اس کے لڑکے کو قتل کروا دیا اور واس چلا آیا۔ طلیطلہ چند سالوں تک بغاوت کا مرکز بنا رہا۔ 147ھ میں امیر نے بدر اور ابن علقمہ کو طلیطلہ روانہ کیا۔ شاہی افواج نے سختی سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بدر نے سرکش سرداروں کو طلب کیا چنانچہ ہشام بن عروہ، حیات بن ولید اور حمزہ بن عبداللہ کو بدر کے حوالے کر دیا گیا اور وہ قیدیوں کو لے کر قرطبہ چلا آیا بعد میں قیدیوں کو قتل کر دیا گیا۔ تمام بن علقمہ کو طلیطہ کا گورنر بنا دیا گیا۔

اندلس میں عباسی دعوت اور اس کا سد باب

عبدالرحمٰن نے فتح قرطبہ کے بعد عوام کے فکری اور نظری جذبات کے احترام کے پیش نظر مساجد میں عباسی خلیفہ المنصور کے نام کا خطبہ جاری کروا دیا تھا اور ظاہری طور پر عباسیوں کی قیادت تسلیم کر لی تھی۔ لیکن جب بنو اسپین آئے تو ان میں سے ایک فرد عبدالملک اموی نے عبدالرحمٰن کو عباسیوں کے امویوں پر مظالم کی داستان سنا کر اس کے جذبات کو بھڑکا دیا۔ عبدالرحمٰن نے عبدالملک کے مشورے سے خلیفہ المنصور کا خطبہ پڑھوانا بند کرا دیا۔ خلیفہ المنصور کو اس بات کا علم ہوا تو اس کو سخت ناگوار گزرا۔ اس نے اپنے ایک معتمد علاء بن مغیث کو 146ھ میں علم اور فرمان ولایت اندلس دے کر لشکر کشی کا حکم دیا۔ علاء سب سے پہلے اپنے آبائی شہر باجہ پہنچا اور عباسی دعوت کا پرچار شروع کر دیا۔ اس نے لوگوں سے عباسی خلیفہ المنصور کی بیعت لینی شروع کر دی۔ لوگوں کی کثیر تعداد اس کے ہمنوا

Marfat.com

بن گئی۔ مساجد میں عباسی خلیفہ کے لئے دعائیں مانگی جانے لگیں اور عبدالرحمٰن کو خلافت عباسیہ کا باغی قرار دے دیا گیا۔ اس کو غاصب اور مرتد کا نام دیا جانے لگا۔ امیر عبدالرحمٰن جیسا مستقل مزاج اور باہمت شخص اگر امیر اندلس نہ ہوتا تو بنوامیہ کی قیادت ختم ہو جاتی۔ اندلس عباسی حکومت کا ایک صوبہ بن جاتا اور بنوامیہ اور ان کے حامیوں کا نام ونشان مٹ جاتا۔ امیر عبدالرحمٰن میں ناامیدی گھبراہٹ اور مایوسی کا نام تک بھی نہ تھا۔ آزمائش کی اس گھڑی میں عبدالرحمٰن ایک بار پھر عباسیوں کے خلاف لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

ادھر علاء باجہ سے ایک لشکر کی معیت میں اشبیلیہ کی طرف بڑھا۔ اشبیلیہ کے یمنی امیر عبدالرحمٰن کے جانی دشمن تھے۔ وہ بھی علاء کے ساتھ مل گئے اور اشبیلیہ علاء کی تحویل میں آیا۔ امیر عبدالرحمٰن بھی اشبیلیہ پہنچ گیا اور قلعہ اعواق میں داخل ہو گیا جو کہ اشبیلیہ کے نواح میں تھا، علاء نے قرمونہ کا رخ کیا تو عبدالرحمٰن نے اپنے غلام بدر کو فوج کا ایک دستہ دے کر رات کی تاریکی میں قرمونہ پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ بدر نے عجلت میں پہنچ کر قرمونہ پر قبضہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن خود بھی پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا۔ علاء نے قلعہ قرمونہ کا محاصرہ کر لیا جو ۲ ماہ تک جاری رہا لیکن کامیابی کے آثار نہ پا کر اس کی فوج میں بددلی پھیلنے لگی۔ رسد کی کمی کے باعث اس کی فوج کے بہت سے سپاہی گھروں کو واپس لوٹ گئے۔ عبدالرحمٰن نے حالات کو غنیمت جان کر اچانک ایک دن علاء کی فوج پر شب خون مارا۔ علاء کی فوج اس کی تاب نہ لا سکی۔ علاء اور اس کی فوج کے سات ہزار آدمی مارے گئے، امیر عبدالرحمٰن کی اس کامیابی سے اموی حکومت اگلے چار سو سالوں کیلئے مستحکم ہو گئی۔ امیر عبدالرحمٰن نے علاء اور اس کے مقتول ساتھیوں کے سر کٹوائے۔ ان میں نمک اور کافور بھرا اور پھر ان کے ساتھ عباسی علم، خلعت اور فرمان ولایت سب کو تھیلیوں میں بند کر کے خلیفہ المنصور کے پاس مکہ بھجوا دیا۔ منصور ان کو دیکھ کر چلا اٹھا۔

یہ انسان نہیں کسی شیطان کا کام ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے اور ایسے دشمن کے درمیان سمندر حائل کر دیا ہے (1)۔

1۔ ابن خلدون وابن اثیر

Marfat.com

اس کے بعد عباسیوں کو پھر کبھی اندلس کی طرف نظر اٹھانے کی جرات نہ ہو سکی۔

یمنیوں کی دوبارہ بغاوت ا۔ جنگ بنش

طلیطلہ کے واقعہ نے ایک بار پھر یمنیوں کو بھڑکا دیا اور وہ لبلہ کے سعید یحصبی مطری کی قیادت میں بغاوت پر اتر آئے۔ سعید لبلہ سے اشبیلیہ آیا اور شہر پر قبضہ کر لیا امیر عبدالرحمٰن بھی فوج لے کر آ گیا۔ سعید مطری قلعہ اعوان میں محصور ہو گیا۔ امیر نے 148 ھ میں قلعہ کا سخت محاصرہ کر لیا۔ سعید مطری کی کمک کے راستوں پر فوجی دستوں کا پہرہ بٹھا دیا۔ سعید مطری ایک بہادر یمنی سردار تھا۔ اس نے قلعہ سے نکل کر امیر کی فوج پر حملہ کر دیا اور مارا گیا۔ اہل قلعہ نے خلیفہ بن مروان کی قیادت میں جنگی حالت قائم رکھی۔ جب محاصرہ کی سختیاں بڑھ گئیں تو اہل قلعہ نے امان کی درخواست کی۔ امیر عبدالرحمٰن نے چیدہ چیدہ سرداروں کی حوالگی کا مطالبہ کیا جو اہل شہر نے پورا کر دیا۔ اور قلعہ بھی امیر کے حوالے کر دیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے خلیفہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کروا دیا۔ شذونہ کے رئیس غیاث بن علقمہ لخمی نے مطری کا ساتھ دیا۔ اس لئے امیر نے شذونہ کا بھی محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے غیاث اور دیگر باغی سرداروں کو امیر کے حوالے کر کے گلوخلاصی کرائی۔ امیر عبدالرحمٰن ان باغیوں کو لے کر قرطبہ واپس لوٹ آیا۔ اسی اثناء میں کوہ جیان کے ایک باغی عبداللہ بن خراشم کی سرکشی کی اطلاع امیر کو ملی۔ امیر نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کی تو وہ امان کا طالب ہوا۔ اسے امان دی گئی۔ 150 میں غیاث بن میسر اسدی یمنی نے خروج کیا تو باجر کے عامل نے اسے کچل دیا اور اسے قتل کر دیا اور سر قرطبہ بھجوا دیا۔

ابوالصباح کا قتل

یمانیوں کا سردار ابوالصباح اشبیلہ کی ولایت پر مامور تھا۔ فتح قرطبہ کے موقع پر یوسف کے خاندان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے باعث ابوالصباح عبدالرحمٰن سے ناخوش تھا۔ اس موقع پر عبدالرحمٰن کے اس رویہ کے پیش نظر اس نے کہا تھا کہ کیوں نہ ہم ایک فتح سے دو فتحیں حاصل کر لیں۔ یوسف کا قصہ تو ختم ہوا۔ عبدالرحمٰن کو بھی راہ سے ہٹا

Marfat.com

دیں لیکن بنو قضاعہ کی مخالفت سے ابوالصباح ایسا نہ کر سکا۔ امیر عبدالرحمٰن کو اس بات کا علم ہو چکا تھا لیکن ناسازگار حالات کے پیش نظر خاموش رہا۔ کچھ عرصہ بعد ابوالصباح کو اشبیلہ کی ولایت سے معزول کر کے اس کی جگہ عبدالملک مروانی کو نامزد کر دیا۔ ابوالصباح خاموش رہا لیکن کہا جاتا ہے کہ ابوالصباح نے افواج کے سالاروں سے خط و کتابت کر کے انہیں بغاوت پر آمادہ کیا تھا۔ تاہم بعض مورخین اس الزام سے اتفاق نہیں کرتے۔ بہر حال عبدالرحمٰن ابوالصباح پر بدظن تھا۔ علاء بن مغیث کی تحریک میں یمنیوں نے عبدالرحمٰن کے خلاف حصہ لیا تھا۔ اس لئے عبدالرحمٰن نے ابوالصباح کو راستے سے ہٹانے کا پروگرام بنالیا تھا۔ چنانچہ اسے حیلے سے قرطبہ بلا کر قتل کروا دیا۔ اس کے ساتھ جو یمانی آئے تھے وہ حکومت سے مرعوب ہو کر واپس چلے آئے تھے۔ ابوالصباح کے قتل پر یمنی بھڑک اٹھے۔ عبدالرحمٰن کا دست راست عبداللہ بن خالد یمنی اس کے قتل سے اس قدر متاثر ہوا کہ سیاست کنارہ کش ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔ اندلس میں بغاوتوں کا نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اشبیلہ کا سردار حیات بن ملابس ابوالصباح کے دو چچازاد بھائی عبدالغفار بن حمید رئیس لبلہ، عمر بن طالوت رئیس باجہ اور کلثوم بن یحصب وغیرہ اشبیلہ میں جمع ہوئے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن اس وقت شقنا کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اطلاع پا کر فوراً قرطبہ پہنچا اور عبدالملک بن مروان کو فوراً فوج دے کر اشبیلہ روانہ کر دیا اور خود کمک کے لئے تیار رہا۔ عبدالملک نے اپنے لڑکے امیہ کو شہر کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ امیہ نے اہل شہر کو جاگتے پایا اور واپس آ گیا۔ عبدالملک نے اسے بزدلی سمجھا اور غصے میں آ کر اپنے لڑکے کو قتل کر دیا۔ پھر فوج اور اہل خاندان کو جمع کر کے کہا:

''ہم لوگ مشرق سے اٹھا کر مغرب میں پھینک دیئے گئے ہیں مگر لوگ اس پر بھی حسد کرتے ہیں کہ یہ لقمہ بھی ہمارے ہاتھوں میں باقی نہ رہے۔ تلوار کے نیاموں کو توڑ ڈالو۔ بس موت ہے یا فتح و نصرت''۔

پھر دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ یمانیوں کو شکست ہوئی اور بہت سے مارے گئے

Marfat.com

لیکن ان کے قائدین بچ کر نکل گئے۔ عبدالملک بھی زخمی ہو گیا۔ عبدالرحمٰن اس کی بہادری سے بہت متاثر ہوا اور خود اس کی عیادت کے لئے آیا اور وفور محبت سے اس کی پیشانی چوم کر کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی ولی عہد شام کی زوجیت میں دی اور آپ کو وزارت پر فائز کیا جاتا ہے۔

جنگ میں بچ جانے والے یمنی سرداروں نے پھر فوج جمع کی اور قرطبہ کی طرف بڑھے۔ اس دفعہ بربر بھی ان سے مل گئے۔ عبدالرحمٰن عیسائیوں کے خلاف مصروف جنگ تھا۔ اطلاع پا کر فوراً واپس لوٹا۔ باغیوں نے دریائے میسر کے کنارے واقع قلعہ میسر میں فوج جمع کر کے اس کے گرد خندق کھود لی۔ اور اپنے دفاع کو مضبوط کر کے بیٹھ گئے۔ عبدالرحمٰن بھی اس قلعے کے قریب ایک گاؤں بنش میں مقیم ہو گیا۔ دونوں فوجیں صف آرا رہیں چند روز تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ عبدالرحمٰن نے اپنے ساتھی بربروں کے ذریعے باغی فوج میں شامل بربروں سے ساز باز کر کے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا۔ سازش طے پا جانے کے دوسرے دن جب جنگ شروع ہوئی تو بربروں نے یمانیوں کو دھوکہ دیا اور ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ یمانیوں کو شکست ہوئی اور عرب برباد ہو گئے۔ ان کے بیس ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔ ابن القوطیہ کا بیان ہے کہ وادی بنش کے پیچھے وہ گڑھا جس میں ان کے سر جمع کئے گئے ہمارے زمانے تک موجود تھا، تمام یمنی سردار میدان جنگ میں مارے گئے۔ صرف عبدالغفار جان بچا سکا جو اندلس چھوڑ کر مشرق میں آباد ہو گیا، یمانیوں کی قوت ختم ہو گئی اور عبدالرحمٰن کامیاب قرطبہ لوٹا۔

بربروں کا خروج

بربر فطری طور پر جنگجو اور باغیانہ مزاج کے مالک تھے۔ لیکن اب تک جتنی بغاوتیں ہوئیں بربر ان سے لاتعلق رہے تھے۔ عبدالرحمٰن نے جب ملکی استحکام کے لئے سخت اقدام کرنے شروع کئے تو بربروں میں اضطراب پیدا ہونا شروع ہوا۔ اسی دوران میں ایک شخص سفیان بن عبدالواحد المعروف شقتا نے آل رسول ﷺ میں سے ہونے کا دعویٰ کر کے

Marfat.com

تخت اندلس پر اپنا حق جتایا۔ بربر آل رسول کے معتقد تھے اس لئے ان کی کثیر تعداد اس کے گرد جمع ہوگئی۔ شقنا نے شنت بریہ میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ یہ شہر چاروں اطراف سے پہاڑوں میں گرا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن نے قرطبہ میں اپنے لڑکے سلیمان کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود لشکر کو شنت بریہ روانہ ہوا۔ عبدالرحمٰن کی آمد کی خبر سن کر شقنا اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں اور غاروں میں چھپ گیا۔ ان پہاڑوں پر چڑھ کر دشمن کا تعاقب کرنا آسان نہ تھا۔ عبدالرحمٰن نے مجبوراً یہ معاملہ وہاں کے حاکم کے سپرد کیا اور واپس قرطبہ چلا آیا۔ شقنا کی بغاوت 9 برس تک جاری رہی۔ حاکم طلیطلہ حبیب بن عبدالملک نے سلیمان بن مروان کو فوج دے کر شقنا کے مقابلے پر روانہ کیا لیکن اسے شکست ہوئی اور قتل کر دیا گیا۔ شقنا نے فوریہ کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے بربر پھر اس کے ساتھ مل گئے۔ 152ھ میں عبدالرحمٰن نے دوبارہ ان پر چڑھائی کی لیکن ناکامی ہوئی۔ 153ھ بدر کو فوج دے کر بھیجا گیا۔ شقنا شبطران کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ بدر کو ناکام لوٹنا پڑا۔ 154ھ میں عبدالرحمٰن نے پھر فوج کشی کی لیکن ناکام ہوا۔ 154ھ میں عبدالرحمٰن نے پھر فوج کشی کی لیکن ناکام ہوا۔ 155ھ میں ابوعثمان حملہ آور ہوا لیکن شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ شقنا نے اسی سال قلعہ مدائن میں تاخت کی اور وہاں کے حاکم کو قتل کر دیا۔ پھر ماردہ کے حاکم پر اچانک حملہ کر کے شقنا نے اسے بھی قتل کر دیا۔ 156ھ میں عبدالرحمٰن نے شبطران کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ شقنا پہاڑوں میں فرار ہو گیا۔ 158ھ میں فوریہ کے بربروں نے وہاں کے حاکم کو گرفتار کر کے شقنا کے حوالے کر دیا۔ عبدالرحمٰن بلا تاخیر فوریہ پہنچا لیکن شقنا وہاں سے فرار ہو گیا۔ امیر نے فوریہ کے بہت سے سرداروں کو قتل کروا دیا۔ امیر نے 159ھ میں ایک بار پھر ناکام کوشش کی۔ 160ھ میں ابوعثمان اور تمام بن علقمہ نے شبطران کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن شقنا بچ کر نکل گیا۔ ابوعثمان نے وجیہہ غسانی کو شقنا کو سمجھانے پر مامور کیا لیکن وہ بھی اس سے مل گیا۔ دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی۔ سرکاری فوجوں کو شکست ہوئی۔ آخر تنگ آ کر شقنا کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا اور سر عبدالرحمٰن کے پاس بھجوا دیا۔ اس طرح امیر عبدالرحمٰن کو اس

Marfat.com

سے نجات ملی۔ وجیہہ نے البیرہ میں فوج جمع کر کے بغاوت کر دی۔ امیر نے عبدوس اور شہید کو فوج دے کر روانہ کیا۔ وجیہہ گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

اموی شہزادوں کا خروج

عبدالرحمٰن نے بڑی مشکل سے امن و امان قائم کیا تھا کہ 156 ھ میں البیرہ میں اس کے چچازاد بھائی یحییٰ بن یزید بن ہشام اور جیان میں اس کے بھتیجے عبیداللہ بن آبان بن معاویہ نے اس کی حکومت ختم کر کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ ان دونوں کو ابوعثمان کی مدد حاصل تھی کیونکہ عبدالرحمٰن کی نظر التفات ابوعثمان سے پھر چکی تھی۔ ابوعثمان امیر کو اپنا اثر و رسوخ دکھانا چاہتا تھا۔ اس سازش کی خبر حکومت کو مل گئی۔ عبدالرحمٰن ان دنوں وادیٔ آش میں شکار کھیل رہا تھا۔ قرطبہ میں اس کا وفادار غلام بدر قائم مقام تھا۔ بدر نے واقعہ کی اطلاع فوراً امیر کو دی چنانچہ امیر نے وہاں سے سوار اور پیادہ فوج روانہ کر دی۔ یہ لوگ ابھی تک پوری طرح تیار نہ ہو پائے تھے کہ سرکاری فوج نے آ لیا سازش کے سرغنوں کو گرفتار کر لیا گیا اور سب کو قتل کر دیا گیا اور ان کی لاشوں کی تشہیر کی گئی۔ امیر نے ابوعثمان کو ظاہراً سزا نہ دی لیکن التفات ہٹائے رکھی اور اذیت میں مبتلا رکھا۔

170 ھ میں امیر کے ایک اور بھتیجے مغیرہ بن ولید بن معاویہ نے صمیل کے لڑکے بذیل کے ساتھ مل کر بغاوت کا ارادہ کیا لیکن خروج سے پہلے ہی امیر کو اس کی اطلاع مل گئی۔ دونوں کو مع ان کے رفقاء کے گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔

سرقسطہ کی بغاوت

شمالی اندلس کے علاقے ابھی تک بغاوتوں سے بچے ہوئے تھے۔ شمالی علاقہ جات برشلونہ، جرندہ اور سرقسطہ پر یحییٰ بن حسین انصاری اور سلیمان بن یقطان اعرابی تسلط جمائے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے تعلقات اموی حکومت سے خوشگوار نہ تھے۔ امیر کی باغیوں کے خلاف کامیاب کاروائیوں کو دیکھ کر ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ ان دنوں فرانس اور شارلیمین کی حکومت تھی جو اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے لئے کوشاں تھا اور اپنے عزائم کی

Marfat.com

تکمیل کے لئے دوسرے ممالک سے تعلقات بڑھانے کے لئے جدوجہد کررہا تھا خلافت عباسیہ سے بھی اس کے تعلقات دوستانہ تھے لیکن تاحال اس نے عبدالرحمٰن کی حکومت کو تسلیم نہ کیا تھا۔ 160ھ میں سلیمان نے شارلیمین سے مل کر عبدالرحمٰن کی حکومت ختم کرنے کی دعوت دی اور سرقسطہ اس کے حوالے کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ 161ھ میں شارلیمین ایک لشکر جرار لے کر اندلس پر حملہ آور ہوا۔ سلیمان نے اس کا خیر مقدم کیا۔ شارلیمین تاخت وتاراج کرتا ہوا سرقسطہ پہنچ گیا۔ یحیٰی بن حسین انصاری سلیمان کے اس اقدام پر خوش نہ تھا۔ دونوں میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ یحیٰی نے آگے بڑھ کر سرقسطہ پر قبضہ کرلیا۔ اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ گیا۔ شارلیمین نے اس کو سلیمان کی سازش سمجھا اور واپس فرانس لوٹ گیا اور جاتے ہوئے سلیمان کو بھی گرفتار کر کے لے گیا۔ فرانس میں شارلیمین کی عدم موجودگی میں اس کے خلاف بغاوت ہوچکی تھی راستے میں سلیمان کے لڑکوں نے شارلیمین کی فوج پر حملہ کر کے اپنے باپ کو چھڑالیا۔ شارلیمین کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہوگیا۔ اور بڑے بڑے عیسائی جرنیل مارے گئے۔ ان میں عیسائیوں کا ہیرو رولینڈ بھی شامل تھا۔ اس کے بعد شارلیمین نے کبھی اندلس کا رخ نہ کیا۔

والیٔ افریقہ عبدالرحمٰن کی یلغار

161ھ میں افریقہ کے والی عبدالرحمٰن بن حبیب الفہری نے بربروں کی فوج کے ساتھ اندلس کے مشرقی ساحل پر اتر کر رسید پر قبضہ کرلیا۔ اسے عباسی خلیفہ مہدی کی طرف سے عباسی علم اور اندلس کی ولایت کا فرمان مل چکا تھا۔ اس نے سلیمان بن یقطان کو عباسی دعوت کی پیشکش کی لیکن اس نے انکار کر دیا عبدالرحمٰن نے مشتعل ہوکر برشلونہ پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھائی اور واپس مرسیہ لوٹ آیا۔ امیر عبدالرحمٰن کو اس کی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ امیر مرسیہ پہنچا اور ساحل پر لنگر انداز عبدالرحمٰن الفہری کے جہازوں کو آگ لگا دی۔ عبدالرحمٰن الفہری کی فوج سلیمان سے شکست کھانے کے بعد کمزور ہو چکی تھی۔ جہازوں کے جل جانے کے بعد خوفزدہ اور بددل ہوگئی عبدالرحمٰن الداخل کی آمد کی خبر سن کر والی

Marfat.com

افریقہ پہاڑوں میں چھپ گیا۔ امیر نے اس کا تعاقب نہ کیا اور اس کے سر کی قیمت کا اعلان کر کے واپس چلا آیا۔ قبیلہ برنس کے ایک شخص نے اسے قتل کر کے اس کا سر امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں پیش کر دیا۔

163 ھ میں امیر عبدالرحمٰن نے اپنی حریف عباسی حکومت کے خاتمے کے لئے فوجی تیاریوں کا اعلان کیا لیکن اسی اثناء میں سرقسطہ کے نواح میں حالات خراب ہو گئے۔ بنوعباس کے حامی بھی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ امیر عبدالرحمٰن کو عباسی حکومت پر حملے کا ارادہ ترک کر کے اندرونی حالات پر توجہ دینی پڑی۔

عبدالرحمٰن نے ایک سردار ثعلبہ کو فوج دے کر سرقسطہ کی جانب روانہ کیا۔ ایک دن اچانک حملہ کر کے ثعلبہ کو گرفتار کر لیا اس کے بعد سلیمان کو امیر کے حملے کا خوف ہوا تو اس نے شارلیمین سے مدد طلب کر لی اور اسے ثعلبہ اور سرقسطہ کا علاقہ دینے کی پیشکش کی۔ یحییٰ بن حسین نے پھر مخالفت کی اور شارلیمین کا مقابلہ کیا ایک روز یحییٰ نے سلیمان کو مسجد میں قتل کروا دیا اور سرقسطہ کی حکومت کا تنہا وارث بن گیا۔ امیر عبدالرحمٰن کے پاس کافی فوج جمع ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ بھی سرقسطہ کے ارادے سے روانہ ہوا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ امیر نے اپنے لڑکوں کو علیحدہ علیحدہ فوجی دستے دے کر باغیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ہر سمت روانہ کیا۔ سلیمان کا لڑکا بھی امیر سے آن ملا۔ امیر کے لڑکے باغیوں کا استحصال کر کے بہت سے قیدیوں کے ہمراہ حسب حکم سرقسطہ پہنچ گئے۔ اہل سرقسطہ نے صلح کی درخواست کی جو امیر نے منظور کر لی۔ اور یحییٰ کا لڑکا سعید یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا۔ سرقسطہ سے فارغ ہو کر امیر سرحد پار عیسائیوں کو سزا دینے چلا گیا۔ اور تاخت و تاراج کرنے کے بعد قرطبہ لوٹ گیا۔ یحییٰ کا لڑکا سعید شاہی لشکر سے فرار ہو گیا اور سرقسطہ پہنچ گیا۔ امیر نے غالب بن تمامہ کو ایک بڑی فوج کے ہمراہ سرقسطہ روانہ کیا۔ یحییٰ نے شکست کھائی لیکن شہر میں ہی رہا۔ غالب نے شہر کا محاصرہ سخت کر دیا۔ 168 ھ میں امیر عبدالرحمٰن پھر سرقسطہ پہنچ گیا اور شہر پر سنگ باری کی۔ اہل شہر گھبرا اٹھے۔ انہوں نے یحییٰ کو گرفتار کر کے امیر کے حوالے کر دیا اور

Marfat.com

صلح کے طالب ہوئے۔ امیر نے اہل شہر کو جلاوطن کر دیا اور شہر کی فصیل گرادی۔ یحییٰ کو قتل کر وادیا اور قرطبہ لوٹ آیا۔

آخری بغاوت

امیر عبدالرحمٰن کے عہد کی آخری بغاوت یوسف کے لڑکے ابوالاسود کی تھی جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اب کوئی مخالف قوت باقی نہ رہی جو امیر کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی۔ اب اس کے پاس ایک زبردست فوج تھی جو اس کے اشارے کی منتظر رہتی تھی اور اندلس کی اموی حکومت ایک زبردست قوت بن چکی تھی۔

عیسائیوں سے تعلقات

مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر عیسائیوں نے شمالی اندلس میں اشتوراس کے نام سے عیسائی ریاست قائم کر لی تھی۔ جس کا بانی صخرہ بلائی تھا۔ اس کی موت کے بعد الفانسو اول برسراقتدار تھا۔ الفانسو نے اندلس کے ایک چوتھائی حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ عبدالرحمٰن الداخل کے عہد حکومت میں مسلمان پھر خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ اس خانہ جنگی کے دوران الفانسو نے اشتوراس کی ریاست کی حدود میں اور توسیع کی۔ ابن خلدون رقم طراز ہے کہ:

''جب مسلمان عبدالرحمٰن کے ساتھ اس کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں مشغول تھے تو فردیلہ بن ازقونش نے لشکرکشی کی اور سرحدی شہروں پر حملے کئے اور وہاں سے مسلمانوں کو نکال باہر کیا۔ اور شہر لک، برتغال، سمودہ، سمتہ، قشتانہ اور بقوینہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر جلاتقہ میں شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ المنصور نے ان کو فتح کیا''۔

مقری نے ابن حیان کے حوالہ سے یہی بیان تحریر کیا ہے۔

ان حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ اشتوراس کی عیسائی حکومت نے عبدالرحمٰن کی مشکلات کے زمانہ میں مسلم اندلس کے بیشتر علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے حالات کی

Marfat.com

ناسازگاری کے سبب 167ھ تک حکومت جلیقیہ پر کوئی حملہ نہ کیا۔اس عرصہ میں جلیقیہ کے کئی حکمران بدل گئے اور 167ھ کے بعد عبدالرحمٰن ادھر متوجہ ہوا اور فتوحات حاصل کیں۔ عیسائی مورخ ایڈورڈ دومیٹس کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ عبدالرحمٰن اور حکومت جلیقیہ کے درمیان تعلقات خوشگوار رہے تاہم جلیقیہ پر اموی حکومت کی قیادت قائم رہی۔عبدالرحمٰن کو اپنے عہد میں کبھی بھی عیسائی ریاست جلیقیہ سے جنگ آزمائی کی نوبت نہ آئی۔یہ عبدالرحمٰن کی حکمت ودانائی اور تدبر تھا کہ نازک حالات میں طاقتور ہمسایہ دشمن سے اس کے تعلقات خوشگوار رہے۔شمالی سپین (اندلس) کے عیسائی نوابوں نے آزاد حکومتیں قائم کر رکھی تھیں جو مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سرحدی علاقوں پر حملے کرتی رہتی تھیں۔عبدالرحمٰن نے اندرون ملک حالات ٹھیک کر لئے تو وہ ان حملہ آور عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا۔164ھ میں سرقسطہ مطیع ہوگیا۔نو امیر قرطبہ آنے کی بجائے سیدھا شمالی اسپین کی طرف بڑھا۔اور بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔شمالی سپین کے بیشتر علاقے مطیع اور فرماں بردار بن گئے۔ اکثر نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔

وفات اور اولاد

امیر عبدالرحمٰن نے 33 سال حکومت کی اور 58 سال کی عمر میں ربیع الاول 171ھ بمطابق 787ء میں وفات پائی۔نماز جنازہ اس کے لڑکے عبداللہ نے پڑھائی اور قرطبہ میں دفن کیا گیا۔امیر عبدالرحمٰن کی بیس اولادیں تھیں۔گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔سب سے بڑا لڑکا سلیمان تھا جو امیر کے فرار کے وقت چار سال کا تھا۔وہ 147ھ میں اندلس پہنچا تھا۔ امیر نے سلیمان کی بجائے ہشام کو ولی عہد بنایا کیونکہ اس نے ہشام کی ذہانت کو بھانپ لیا تھا جو حکمران کے لئے لازمی ہوتی ہیں۔

سیرت وکردار

امیر عبدالرحمٰن ذہین وفطین،عزم واستقلال کا پیکر جہاں دیدہ، کہنہ مشق مدبر، صاحب

Marfat.com

حکمت، ماہر امور جہاں بانی بلند پایہ منتظم اور بلند نگاہ حکمران تھا۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے عبدالرحمٰن بلند پایہ شخص تھا۔ امیر کی سیرت کے چند نمایاں پہلوؤں کا جائزہ حسب ذیل ہے۔

حلیہ

عبدالرحمٰن کا قد لمبا، رنگ گورا، گال پچکے ہوئے، جسم نحیف اور لاغر تھا۔ یک چشم واقع ہوا تھا۔ اس کے بال سنہرے تھے دو گندھی ہوئی لٹیں دائیں بائیں لٹکی رہتی تھیں۔ ناک چپٹی اور چہرے پر ایک تل تھا۔ وہ بڑی باوقار، بارعب اور دلکش و مسحور کن شخصیت کا مالک تھا۔

عادات و اخلاق

عرب مورخین نے اس کی عادات و اخلاق، فضل و کمال اور ہوشمندی کی بہت تعریف کی ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے:

"وہ نہایت فصیح زبان، شاعر، بردبار، عالم اور ہوشمند تھا۔ خروج کرنے والوں پر نہایت عجلت سے اٹھتا تھا آرام نہ لیتا تھا۔ اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑتا تھا۔ اپنی رائے پر مصر رہتا تھا۔ بہادر، سخی اور فیاض تھا۔ سفید لباس پسند کرتا تھا۔ وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ ان کی شکایتیں سنتا تھا۔ ان کے جھگڑے چکاتا تھا۔ کھانے کے وقت جتنے لوگ مجلس میں موجود ہوتے سب کو شریک طعام کرتا تھا"۔

انتظامی صلاحیت

ابن خیابی لکھتا ہے کہ عبدالرحمٰن بردبار، بہترین عالم، اعلیٰ ذہن رکھنے والا، پختہ ارادے کا مالک، اپنے عزم کو پورا کرنے والا، عجز سے بے نیاز، جلد کوچ کرنے والا، مستقل حرکت میں رہنے والا، راحت میں نہ پڑنے والا، تکلیف سے گھبرا نہ اٹھنے والا اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑنے والا، ہر کام کو پورا کرنے والا، شجاع، بہادر، ہر مقابلہ پر غور کرنے والا، بلیغ بلند آواز شاعر، احسان کرنے والا، فیاض اور زبان آور تھا۔ سفید لباس پسند کرتا تھا اور سفید عمامہ باندھتا تھا۔ اس کے دوست اور دشمن سب اس سے ڈرتے تھے۔ لوگوں کے

Marfat.com

جنازوں کے ساتھ جاتا تھا۔ جمعہ اور عید میں آتا اور خود امامت کرتا تھا۔ ممبر اور بڑے مجموں میں خطبے دیتا اور میل جول رکھ کر سب کو اپنی طرف مائل رکھتا تھا۔''

عبدالرحمٰن میں بلا کی خود اعتمادی پائی جاتی تھی۔ اس کی زندگی میں بہت سے لمحات آئے جبکہ خود اعتمادی کی بنا پر ہی کامیابی حاصل کی۔ طبیعت میں غصہ تھا لیکن برداشت سے کام لیتا تھا جیسا کہ ابوالصباح کے ساتھ ہوا۔ جب موقع ملتا تو قرار واقعی سزا دینے سے گریز نہ کرتا تھا۔ سیاسی معاملات میں تساہل یا غرور ناقابل معافی تھا۔ رشتہ داری کی بنا پر کوئی رعایت دینے کا قائل نہ تھا اس کے وفادار غلام بدر کے ذہن میں خیال پیدا ہو گیا کہ حصول سلطنت میں امیر اس کا مرہون منت ہے اس کو اسی لمحے جدا کر کے سرحدی علاقوں میں چلے جانے کا حکم دیا۔ حصول مقصد کے لئے ہر جائز و ناجائز فعل اس کے نزدیک روا تھا۔

علم وفن کا ذوق: عبدالرحمٰن صاحب فضل وکمال تھا۔ شعر و سخن کا عمدہ ذوق رکھتا تھا۔ علم وفن کی بڑی قدر دانی کرتا تھا جس کی وجہ سے بہت سے علماء وفضلاء اس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے۔ علم وادب اور شعر و سخن کی مجلسیں گرم رہتی تھیں۔ خلعت وخاصے عطا کئے جاتے تھے۔ امیر کو مشرق اور اپنے اعزہ سے بہت پیار تھا۔ اپنے جذبات کی ترجمانی منظوم کر کے کرتا تھا اس کی نظمیں درد و فراق اور شوق وطن سے معمور ہوتی تھیں اور شرینی، برجستگی اور فصاحت و بلاغت کا نمونہ سمجھی جاتی تھیں۔ عبدالرحمٰن کے عہد میں قرطبہ علم وادب کا گہوارہ بن گیا، عبدالرحمٰن چونکہ شعراء ادباء اور علماء کا قدردان تھا جس کی وجہ سے ممتاز علماء اور شعراء اس کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ ابوالمحشی شاعر اندلس کہلاتا تھا۔ شیخ غازی اور شیخ ابوموسیٰ بلواری بلند پایہ عالم تھے۔ دونوں اصحاب علم دین اور دیگر علوم میں یکتائے روزگار تھے۔

اعزہ واقرباء سے انس

امیر عبدالرحمٰن اپنے اعزہ واقرباء سے بہت محبت کرتا تھا۔ افریقہ سے اپنے بہت سے اعزہ کو اور خاندان بنوامیہ کے دیگر افراد کو اپنے پاس بلوا لیا تھا۔ ان کو بڑی بڑی جاگیریں دیں اور عالیشان محلات میں آباد کیا۔ امیر کو اپنی بہنوں سے بڑا انس تھا۔ وہ ان سے

Marfat.com

مراسلات کا سلسلہ جاری رکھتا تھا۔

ذوق تعمیرات

امیر عبدالرحمٰن کو تعمیرات سے خاص لگاؤ تھا۔ جب اس کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے قرطبہ کی تعمیر وتجدید پر توجہ دینی شروع کی۔ قرطبہ کو باغیوں سے محفوظ کرنے کے لئے شہر کے گرد فصیل تعمیر کروائی جس میں آٹھ دروازے لگائے جو رات کو بند کر دیئے جاتے تھے۔ ان دروازوں پر دربان مقرر کئے۔ امیر نے قصر شاہی جو گاتھ بادشاہوں کے زمانے کا تھا اور بلاط رذیق کے نام سے پکارا جاتا تھا کی از سر نو تعمیر وتجدید کی۔ قرطبہ کے قریب مغرب کی جانب ایک سیر گاہ تعمیر کروائی جس کا نام اپنے دادا ہشام کی سیر گاہ کے نام پر رکھا۔ اس میں ایک خوبصورت محل بنوایا اور باغ لگوایا جس میں خوبصورت درخت اور لذیذ پھلدار پودے شام سے منگوا کر لگوائے جن سے اہل مغرب نا آشنا تھے۔ مسجد قرطبہ جسے مسلمانوں نے امیر سے پہلے قرطبہ کے گرجا شنت منجیت کے نصف حصہ میں تعمیر کیا تھا، مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر تنگ اور ناکافی تھی، امیر عبدالرحمٰن نے مسجد کو وسیع کرنے کے لئے گرجے کا باقی نصف حصہ بھی عیسائیوں سے چند شرائط اور بھاری قیمت پر خرید لیا اور مسجد کو از سر نو تعمیر کروا دیا۔ تعمیر پر اسی (80) ہزار دینار خرچ ہوئے۔ امیر نے اس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ پڑھا۔ مسجد کے پرشکوہ مینار منقش دیواریں اور عالی شان ستون آج بھی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ مسجد کے ساتھ ایک درس گاہ بھی قائم کی جس میں دنیا کے تمام علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ سڑکوں کا جال بچھوا دیا، مسافروں کے آرام کے لئے سرائیں بنوائیں اور ڈاک چوکیاں تعمیر کروائیں۔ ہر محلے کی مسجد از سر نو تعمیر کروائی۔ اندلس کی سرزمین کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا جس نے یورپ کی جہالت کو ختم کر کے ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔

پاکیزہ زندگی

امیر عبدالرحمٰن ایک نیک اطوار اور پاکیزہ سیرت مسلم فرمانروا تھا وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند

Marfat.com

راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ وہ احکامات اسلام کا پابند عالم باعمل شخص تھا۔ وہ ایک صالح اور دیندار حکمران تھا۔ اسے لہو ولعب سے سخت نفرت تھی۔ وہ امامت کے فرائض خود سرانجام دیتا تھا۔ وہ جمعہ اور عیدین کے فرائض کے اجتماعات سے خطاب کرتا تھا وہ رحم دل اور شائستہ مزاج انسان تھا۔ دوست اور دشمن سب اس کا احترام کرتے تھے۔

مستقل مزاجی اور اولوالعزمی

عبدالرحمٰن ایک ٹھنڈے دل و دماغ کا انسان تھا۔ وہ نہایت بردبار اور مستقل مزاج آدمی تھا۔ اپنے مشن کی تکمیل اور مقاصد کے حصول کے لئے ہر مشکل اور رکاوٹ کو صبر وتحمل دور کرنے کا قائل تھا۔ اس نے صبر آزما واقعات، کٹھن حالات اور نازک لمحات میں سے گزر کر اندلس میں اموی حکومت کی بنیاد رکھی۔ وہ غیر متزلزل عزم کا مالک تھا اگرچہ وہ ناز ونعم میں پلا تھا مشرق سے فرار لے کر اموی حکومت کے قیام تک اسے جن مصائب و آلام اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا وہ اس کی بلند حوصلگی اور جواں ہمتی کا بین ثبوت ہیں۔ وہ ناقابل تسخیر عزم کا پیکر، بلا کا موقع شناس، فاتحانہ جذبہ کا حامل، بہادر، شجاع اور عالی حوصلہ انسان تھا۔ اس نے قائدانہ تنظیمی صلاحیت اور قابلیت سے اموی حکومت کو استحکام بخشا۔ اس کا شمار مثالی حکمرانوں کی صف میں ہوتا ہے۔

المختصر امیر عبدالرحمٰن الداخل میں اس قدر خوبیاں اور صفات تھیں کہ دوست تو درکنار دشمن بھی اس کے مداح تھے۔ امیر نے اپنے ساتھیوں سے بھی اپنی تعریف کروائی۔ بنوعباس اس کے بڑے دشمن تھے۔ عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور اس کے متعلق کہا کرتا تھا:

"اگر ہماری حکومت سخت گیری اور تائید الٰہی سے قائم رہ جائے تو تعجب نہ کرو۔ اصل تعریف کا مستحق تو وہ یگانہ و فرزانہ قریشی نوجوان ہے جو اپنے اہل و عیال سے جدا ہوا اور مصائب کی پروا نہ کی۔ وہ اپنی دھن کا پکا تھا یہاں تک کہ عزت کی گھاٹیوں پر چڑھنے کے لئے اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اور ایک دور دراز جزیرہ میں جا نکلا۔ جہاں صف بستہ افواج اس کے مقابلہ کے لئے تیار کھڑی تھیں مگر اس نے ہمت اور فرزانگی سے

Marfat.com

انہیں شکست دی۔ اپنے حملوں سے ان کی صفیں الٹ دیں۔ اپنی سیاست و دانائی سے ملک میں بسنے والوں کے دل موہ لئے۔ اور مالک کے اکابر اس کے تابع فرمان ہوگئے اور سارے ملک پر اس کی بادشاہت قائم ہوگئی۔ وہ شخص اپنے دشمنوں کے لئے مجسمہ ہے۔ اپنے عہد کا پکا ہے۔ اپنی سرحد پر کسی کو پھٹکنے نہیں دیتا۔ لوگ اس سے محبت بھی کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ وہ جوان ہے جواں ہمت بھی ہے اگر کوئی اس کی مداح میں قصائد پڑھے تو اسے جھوٹا نہ سمجھو''۔

منصور عباسی پر اس کا اتنا اثر تھا کہ وہ کہا کرتا تھا:

''عبدالرحمٰن ''صقر قریش'' ہے جو اپنی حیلہ گری سے تلواروں اور نیزوں کی زد سے بچ نکلا۔ اپنے فہم و تدبر اور پختگی عزم سے اندلس کی حکومت کا مالک بن گیا''۔

خلیفہ المنصور نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمارے اور عبدالرحمٰن کے درمیان سمندر حائل کر دیا ہے۔

Marfat.com

خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر

حالات زندگی

تاریخ اندلس کی نامور شخصیت اور ایک عظیم مسلم فرمانروا عبدالرحمٰن الناصر محمد بن عبداللہ کا فرزند تھا۔ امام الدین اور ڈوزی کے مطابق محمد کو اس کے بھائی مطرف نے باپ کے اشارے پر قتل کروا دیا تھا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ محمد کے بھائی مطرف نے شکایتیں کر کے امیر عبداللہ کو اس سے بدظن کر دیا تھا۔ محمد کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ جان کے خوف سے حکومت اندلس کے باغی ابن حفصون کے پاس چلا گیا۔ چند روز بعد امیر عبداللہ سے امان حاصل کر کے پھر واپس آ گیا۔ مطرف نے دوبارہ شکایتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ امیر عبداللہ نے محمد کو محل سرا میں قید کر دیا۔ ان ہی دنوں امیر عبداللہ کو قرطبہ سے باہر جانا پڑ گیا۔ وہ مطرف کو اپنا قائم مقام بنا کر چلا گیا۔ مطرف کو اپنے دل کی تمنا پوری کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے کھانے میں زہر ملا کر محمد کو مروا ڈالا۔ امیر عبداللہ کو اپنے بیٹے کے مارے جانے کا دلی صدمہ ہوا۔ باپ کی وفات کے بعد عبدالرحمٰن کی عمر صرف بیس دن تھی۔ امیر عبداللہ نے عبدالرحمٰن ابن محمد کو شاہی محل میں داخل کر لیا اور اپنی نگرانی میں اس کی پرورش کرنے لگا۔ بعد میں امیر عبداللہ نے مطرف کو محمد اور وزیر سلطنت کے قتل کی سزا میں مار ڈالا اور عبدالرحمٰن بن محمد کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اس کی تقرری کے خلاف کوئی آواز بلند نہ ہوئی(1)۔

عبدالرحمٰن کی عمر سترہ برس کی تھی جب اس نے حکومت کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ حسن کارکردگی اور بے مثال شجاعت کے باعث جلد ہی وہ عوام کا منظور نظر بن گیا۔

تخت نشینی

عبدالرحمٰن بن محمد 22 سال کی عمر میں اپنے دادا امیر عبداللہ کی وفات کے بعد 29 صفر

1۔ ابن خلدون، جلد 5

Marfat.com

ساتھ خوشی اور اطاعت کی لہر دوڑ گئی۔

بغاوتوں کا استیصال

عبدالرحمٰن سوم کے عہد کی چند مشہور بغاوتیں یہ ہیں۔

جنوبی اندلس پر فوج کشی

عبدالرحمٰن سوم نے مسند نشین ہونے کے بعد تین ماہ حکومت کے انتظام و انصرام اور فوج کی تنظیم نو اور تربیت میں گزارے اور پھر پوری تیاری کے ساتھ ایک لشکر کے ہمراہ جنوبی اندلس کی طرف روانہ ہوا۔ یہ علاقہ عرصہ سے بغاوتوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سب سے پہلے استجہ پر حملہ آور ہوا۔ اہل شہر نے بلا مزاحمت ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد جیان اور البیرہ پر فوج کشی کی۔ جیان کا ناقابل تسخیر قلعہ مونٹی لون بھی فتح ہو گیا۔ اور گردونواح کے باغی عناصر نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد قسطونہ اور منتیشہ کا رخ کیا۔ یہاں کے حکام نے لڑے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ عبدالرحمٰن نے ان حلقوں میں اپنی فوج متعین کر دی۔ عبدالرحمٰن پھر البیرہ کے علاقہ میں داخل ہوا۔ اس علاقے کا مشہور قلعہ فنانہ تھا جو حکومت کے باغی ابن حفصون کے ساتھیوں کے قبضہ میں تھا۔ یہاں سخت جنگ کی امید تھی لیکن خلاف توقع اہل قلعہ نے معمولی جھڑپ کے بعد قلعہ سرکاری لشکر کے حوالے کر دیا۔ امیر عبدالرحمٰن سوم نے تدبر سے کام لے کر اہل قلعہ سے اچھا سلوک کیا اور انہیں معاف کر دیا۔ البیرہ کے باغی بربر قبیلہ بنو مہلب نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح البیرہ کا پورا صوبہ حکومت قرطبہ کے قبضہ میں آ گیا۔ البیرہ کی سرحد پر عیسائی فتنہ پردازوں کا قلعہ مونٹ لیون شاہی لشکر کا نشانہ بنا۔ امیر نے قلعہ فتح کر کے تمام باغیوں اور سرکشوں کو ختم کر دیا۔ شاہی لشکر نے باغیوں اور لٹیروں کے مراکز حصن شیبالس، اشلوبانیہ، شنت اشتیبان اور بند قراطہ کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ حکومت کے تمام باغیوں اور ڈاکوؤں کا خاتمہ کر دیا۔ تمام قلعوں میں تجربہ کار سرکاری فوجی افسر مقرر کیے۔ صرف تین ماہ

Marfat.com

ابن حفصون نے عباسی دربار خلافت سے ساز باز کر کے اندلس کی اموی حکومت اور اقتدار ختم کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ اندلس کا حکمران بن جائے لیکن وہ ہر طرف سے مایوس اور ناکام ہوا، طویل خانہ جنگی نے عوام کو تھکا دیا تھا۔ امیر عبداللہ کے آخری دور میں باغی عناصر کے خلاف حکومت قرطبہ کی کامیاب کاروائیوں نے بھی عوام کی فکر میں تبدیلی کر دی تھی۔

عبدالرحمٰن سوم جب برسر اقتدار آیا تو اس کی رواداری، انصاف پسندی اور عفو و درگزر کے رویے نے عوام کو حکومت قرطبہ کا ہمدرد اور گرویدہ بنا دیا اور وہ اموی حکومت کی مخالفت ترک کر کے امن و سلامتی کے خواہشمند نظر آنے لگے۔ کوہ ریہّ کے لوگوں نے بھی ابن حفصون کی فوج میں بھرتی ہونا چھوڑ دیا۔ ابن حفصون نے افریقی بربروں کو بڑی تنخواہ پر فوج میں بھرتی کر لیا لیکن بربر طالع آزما جان لڑا کر نہیں لڑتے تھے۔ بدلے ہوئے حالات کو دیکھ کر ابن حفصون فاطمی خلیفہ مصر عبیداللہ الشیعی کی اطاعت کر لی۔ لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ یہ اس کی فاش غلطی تھی۔ اس نے بڑے بڑے عہدوں سے نومسلموں کو ہٹا کر عیسائیوں کو مقرر کیا۔ اس نے اپنے علاقے میں بڑے بڑے گرجے تعمیر کروائے۔ اب اس کی لڑائیاں نہ قومی تھیں اور نہ اس کا تعلق اندلس کی آزادی سے رہ گیا تھا بلکہ عیسائیت کے فروغ اور اندلس میں عیسائی حکومت کے قیام کے لئے ابن حفصون کی تمام توانائیاں وقف تھیں۔ دوسری طرف اندلسی مسلمانوں کو عربوں سے عداوت کے باوجود اسلام سے بے پناہ محبت تھی وہ اندلس میں دوبارہ عیسائی حکومت کے قیام کو کسی قیمت پر برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ گاتھ عیسائی حکمرانوں کا زمانہ ابھی تک نہ بھولے تھے۔ اس دور کے تلخ تجربات انہیں ابھی یاد تھے۔ مذہب کی چنگاری نے ایک بار پھر اندلس میں آگ لگا دی۔ اب عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام تھا۔ اندلس کے عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے قائدین کی قیادت میں ایک دوسرے کے خلاف متحد ہو چکے تھے۔

وادی الکبیر کے کنارے ابن حفصون امیر عبدالرحمٰن کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد بوباسترو کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن سوم نے کوہ ریہّ کے

Marfat.com

علاقے میں داخل ہو کر باغیوں کے تمام قلعے فتح کر لئے اور طلوشہ تک پہنچ گیا اور بوباسٹرو کے قلعہ کا سخت محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ ابن حفصون کی رسد اور کمک کے تمام راستے بند کر دیئے۔ امیر کی افواج نے افریقہ سے سامان رسد لانے والے ابن حفصون کے جہازوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس حالت میں 304ھ (917ء) میں موت نے اسے آلیا۔

بنو حفصون

ابن حفصون کے چار لڑکے تھے۔ جعفر، سلیمان، عبدالرحمٰن اور حفص۔ ابن حفصون کے بعد اس کا بڑا لڑکا اس کا جانشین بنا۔ اس نے امیر عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کر لی۔ 306ھ (919ء) میں اس نے ابن حفصون کے دوستوں کو ساتھ ملانے کے لئے دوبارہ مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ اس کی فاش غلطی تھی جس کے نتیجہ میں عیسائی سپاہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد سلیمان جانشین بنا۔ اس نے پھر باغیانہ روش اختیار کی۔ وہ 314ھ میں شاہی لشکر سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اب حفص اس کا جانشین بنا۔ 315ھ (929ء) کو امیر عبدالرحمٰن نے قلعہ بوباسٹرو فتح کر لیا۔ حفص گرفتار ہوا۔ بعد میں اس نے شاہی فوج میں شامل ہو کر خدمات سرانجام دیں۔

صوبہ تدمیر کی اطاعت

امیر عبدالرحمٰن سوم جنوبی علاقہ جات میں امن و امان قائم کرنے کے بعد 316ھ (928ء) میں تدمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں شیخ اسلمی حکومت قرطبہ کے خلاف سرکشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ شاہی افواج کے سالار احمد بن اسحاق نے اسلمی سے متعدد قلعے چھین لئے۔ شیخ اسلمی نے اطاعت قبول کر لی اور اسے بمعہ اہل و عیال قرطبہ بھیج دیا گیا۔ مارده۔ باجہ اور شنترین پر شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ حاکم اکشنوبہ خلف بن بکر نے بھی خراج کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ امیر عبدالرحمٰن سوم نے خلف کو اسی علاقہ کا حکم رہنے دیا ابن مروان جلیقی کی اولاد بطلیوس کی حکمران تھی۔ جب شاہی افواج نے ادھر کا رخ اختیار کیا تو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن ایک سال کے مسلسل محاصرے کے بعد یہ علاقہ بھی فتح ہو گیا۔

Marfat.com

طلیطلہ پر قبضہ

طلیطلہ آٹھ سال سے آزاد چلا آرہا تھا امیر عبدالرحمٰن سوم نے ایک وفد اہل طلیطلہ کو سمجھانے کے لئے بھیجا لیکن وہ سرکشی سے باز نہ آئے چنانچہ امیر عبدالرحمٰن خود فوج لے کر نکلا اور طلیطلہ کا محاصرہ کرلیا۔ اہل طلیطلہ نے کافی سامان رسد جمع کرلیا تھا۔ اس لئے شروع میں ان کو کوئی مشکل پیش نہ آئی امیر عبدالرحمٰن نے محاصرہ مستقل جاری رکھنے کے لئے سامنے پہاڑی پر ایک نیا قلعہ تعمیر کروایا۔ فریقین میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ لیون اور جلیقہ کے رومیرو دوم نے بھی اہل طلیطلہ کی مدد کے لئے فوج روانہ کی لیکن سرکاری فوجوں کے ہاتھوں شکست کھائی، اہل طلیطلہ پر اب قحط مسلط ہوگیا۔ اس کے بعد پورے اندلس میں حکومت قرطبہ کے مقابلے میں کوئی طاقت باقی نہ رہی۔ سب نے عبدالرحمٰن کی سطوت و جبروت کے سامنے سرنگوں کر دیا۔

لیون اور نبرہ کے خلاف کارروائی

شمالی اندلس میں بعض عیسائی ریاستیں حکومت قرطبہ کے خلاف جارحانہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھیں۔ حکومت کے باغیوں کے خلاف ان کے روابط تھے۔ ان ریاستوں کو یورپ کے عیسائیوں سے امداد ملتی تھی۔ ابتداء میں مسلم حکمرانوں نے ان سے صرف خراج لے کر انہیں چھوڑ دیا تھا لیکن بغاوتوں اور شورشوں کے زمانہ میں ریاستیں حکومت قرطبہ کے لئے مصیبت بن گئیں۔ ان ریاستوں نے حالات سے فائدہ اٹھا کر اپنی قوت میں زبردست اضافہ کرلیا اور اپنی حدود میں توسیع کا منصوبہ بنایا۔ اندلس کی اسلامی ریاست کی سرحدوں پر انہوں نے حملے شروع کر دیئے۔ بشکنس، ارغون اور قشتالہ کے عیسائیوں نے مسلم آبادی والی سینکڑوں بستیاں جلا ڈالیں اور مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا۔ یہاں تک کہ مسلمان نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوگئے۔ لیون کے شاہ ارڈون ثانی نے ماردہ کے صوبہ میں لوٹ مار شروع کردی۔ یہ مسلم دشمن حکمران جس قلعہ پر قبضہ کرتا وہاں کے مردوں کو قتل کروا دیتا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیتا۔ قلعہ الحنش میں اس نے ایسا ہی کیا۔

Marfat.com

بطلیوس کے شہر والوں نے بہت سا مال دے کر شاہ لیون سے امان مانگی۔ اگرچہ یہ صوبے باغی تھے تاہم رعایا مسلمان تھی۔ اس لئے امیر عبدالرحمٰن ثالث نے مسلم رعایا کے تحفظ کے لئے احمد بن عبدہ کو ایک عظیم لشکر دے کر ارڈون ثانی کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر نے ارڈون کو ذلت آمیز شکست دی۔ ایک سال کے بعد لیون کی سپاہ نے طلبیرہ کو نذر آتش کر دیا احمد بن ابی عبدہ نے قلعہ فاسطر مورش کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ ارڈون ثانی بھی اہل قلعہ کی مدد کے لئے آ گیا۔ احمد بن ابی عبدہ کی فوج میں بربروں اور اسپینیوں کی کثرت تھی جو سازش یا بزدلی کی وجہ سے میدان جنگ سے بھاگے۔ احمد بن ابی عبدہ مارا گیا۔ ارڈون ثانی نے نبرہ کے شاہ شانجہ سے مل کر ناجرہ اور تطیلہ کے علاقوں کو لوٹا۔ اور بطرہ پر قبضہ کر لیا۔ امیر عبدالرحمٰن اس سانحہ کی خبر سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے ایک عظیم لشکر اپنے حاجب بدر کی قیادت میں 305ھ (916ء) میں روانہ کیا۔ متونیا کے مقام پر سرکاری فوج نے شاہ لیون کی فوج کو دو دفعہ شکست دی۔ جون 308ھ (920ء) میں امیر عبدالرحمٰن خود فوج لے کر قلعہ وثمہ پر حملہ آور ہوا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد فاسطر مورش، الصبتیلہ، اشتیبان غرماج اور قلفہ بلا مزاحمت فتح ہو گئے۔ شاہ لیون جان بچا کر قلعہ اریط میں پناہ گزین ہو گیا۔ دریائے ابرہ تک کا علاقہ سرکاری فوج کے قبضہ میں آ گیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے دریائے ابرہ کو عبور کر کے نبرہ کے علاقہ میں کارروائی شروع کر دی۔ شانجہ کو بار بار شکست دی۔ اب شانجہ اور شاہ لیون مل کر مقابلے پر آئے لیکن وادی قصب میں دونوں کو شکست ہوئی۔ بے شمار عیسائی مارے گئے۔ باقی بھاگ کر قلعہ مویز میں پناہ گزین ہو گئے۔ شاہی فوج نے بڑھ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور عیسائیوں کا بے دریغ قتل عام کیا امیر نے نبرہ کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا اور بہت سے قلعے مسمار کر دیئے۔

تین ماہ کے بعد 920ء میں امیر عبدالرحمٰن کثیر مال غنیمت کے ساتھ قرطبہ واپس لوٹا۔

بری طرح پٹنے کے باوجود شاہ لیون اور شانجہ کے حوصلے پست نہ ہوئے تھے۔ 311ھ (923ء) میں پھر جنگ چھیڑ دی، ارڈون نے تاجرہ اور شانجہ نے بقیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور

Marfat.com

بے شمار مسلمان قتل کر ڈالے۔ عبدالرحمٰن کو ایک بار پھر مقابلے کے لئے نکلنا پڑا۔ شاہی لشکر نبرہ میں داخل ہو گیا اور قلعے پر قلعے فتح کرتا ہوا نبرہ کے دارالحکومت بنبلونہ پر حملہ آور ہوا اور بلا مزاحمت شہر پہ قابض ہو گیا۔ عیسائیوں نے ملک بچانے کی از حد کوشش کی لیکن بار بار شکست کھائی۔ شاہ قشتالہ نے مدد بھیجی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار شانجہ نے اطاعت قبول کر لی۔ 312ھ (924ء) میں ارڈون مر گیا تو اس کے بھائیوں اور بہنوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ آخر کار الفانسو لیون پر قابض ہو گیا۔ اس کا بھائی شانجہ، جلیقیہ کی طرف چلا گیا اور شنت یاقب پر قبضہ کر کے تیاریاں کرنے لگا۔ وہ لیون پر بھی قابض ہو گیا۔ 925ء میں الفانسو چہارم نے پھر لیون چھین لیا۔ شانجہ پھر جلیقیہ چلا گیا۔ امیر اس خانہ جنگی کے دوران بغاوتوں کے استیصال میں لگ گیا۔ اور ان ریاستوں کو ختم کرنے کا شاندار موقع کھو دیا جو اس کی فاش غلطی تھی۔

خلافت کا قیام

جمہور مسلمانوں کے نزدیک خلافت کا مستحق اسی خاندان یا حکومت کو سمجھا جاتا تھا جو حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کا محافظ ہو۔ چونکہ یہ علاقے اس وقت عباسی حکومت کے زیر کنٹرول تھے۔ اس لئے خلیفہ بغداد کو ہی سارے عالم اسلام کا مذہبی پیشوا اور دنیوی سربراہ تصور کیا جاتا تھا باقی تمام مسلمان حکمران اپنے آپ کو عباسی خلیفہ بغداد کے مطیع سمجھتے تھے۔ عباسی خلیفہ بغداد سے اپنی حکومت کی سند لینا خیال کرتے تھے وہ اپنے آپ کو امیر کہلاتے تھے اندلس کے اموی امیر بھی اپنے لئے امیر کا لفظ ہی استعمال کرتے تھے لیکن بارہویں صدی عیسوی میں بغداد کے عباسی خلفاء اپنی سیاسی فوجی اور روحانی قیادت کھو بیٹھے تھے۔ ان کے اختیارات اور اقتدار صرف شہر کی حدود تک محدود تھا عباسی خلافت پارہ پارہ ہو چکی تھی خلفاء وزیروں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن چکے تھے۔ امیر عبدالرحمٰن اپنے عظیم کارناموں سے دنیا پر اپنی قوت و جبروت اور سیادت کا سکہ بٹھا چکا تھا وہ اپنے لئے فقط امیر کے لفظ تک اکتفا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ جمہور مسلمان خلافت کے ادارے سے عقیدت کی حد تک وفادار تھے۔

Marfat.com

خلافت عباسیہ کے انحطاط اور مصر و افریقہ میں فاطمی خلافت کے قیام کے بعد امیر عبدالرحمٰن ثالث کے لئے مسلمانان اندلس کو مطیع رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ اندلس میں بھی خلافت قائم کی جائے۔ اندلس میں بربر طاقتور عنصر تھا۔ خدشہ تھا کہ افریقہ کے بربروں کی حمایت میں فاطمی خلافت کے طرفدار نہ بن جائیں بحر روم میں سیادت کے تنازعہ کے پیش نظر حکومت اندلس اور فاطمی خلافت کے مابین تصادم کا زبردست خطرہ موجود تھا۔ لفظ خلافت کے سبب اس بات کا قوی امکان تھا کہ اندلس کے مسلمان فاطمی خلافت سے لڑنا گوارا نہ کریں ان حالات کے تحت امیر عبدالرحمٰن نے 12 جون 929ء (23 ذیقعد 316ھ) کو اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور حکم دیا کہ آئندہ خطبات اور سرکاری کاغذات میں اس کا نام ''امیر المومنین حامی دین عبدالرحمٰن الناصر الدین'' پڑھا اور لکھا جائے۔

عیسائیوں کے خلاف خروج

الفانسو چہارم شاہ لیون 319ھ (931ء) میں تخت سے دستبردار ہو کر راہب بن گیا اور رومیر د دوم کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ جب رومیر د اہل طلیطلہ کو امیر الناصر کے خلاف مدد دینے میں مصروف تھا تو الفانسو چہارم نے دوبارہ تخت لیون پر قبضہ کر لیا۔ رومیر د نے واپس آ کر اپنے بھائی کی آنکھوں میں سلائیاں پھرا دیں۔ رومیر د دوم مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ ان کے قتل عام سے باز نہ آتا تھا۔ عبدالرحمٰن الناصر نے اس پر حملہ کر کے اسے مسلم حدود سے باہر دھکیل دیا اور قشتالہ کے دارالحکومت برغش پر قبضہ کر لیا اور اسے برباد کر دیا۔ الناصر نے البہ اور جلیقیہ کے علاقوں کو بھی اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ اسی اثناء میں حاکم سرقسطہ محمد بن ہاشم نے الناصر کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ اس نے رومیر د کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد بزہ کے حکمران غرسیہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس طرح تینوں نے مل کر حکومت قرطبہ کے خلاف متحدہ محاذ بنا لیا لیکن عبدالرحمٰن ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوا۔ 937ء (324ھ) میں عبدالرحمٰن خود فوج لے کر اس سازش کو ختم کرنے کے لئے قرطبہ سے نکلا۔ قلعہ ایوب کے حاکم مطرف اور اس کے عیسائی دوستوں کو شکست دے کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

پھر مزید قلعے فتح کئے اور نبرہ اور سرقسطہ کا رخ کیا۔ متحدہ دشمن کو ہر محاذ پر شکستیں دے کر محمد بن ہاشم کا سخت محاصرہ کرلیا۔ تنگ آ کر محمد بن ہاشم نے عبدالرحمٰن الناصر سے معافی مانگ لی۔ ابن ہاشم تنگ آ کر محمد بن ہاشم نے عبدالرحمٰن الناصر سے معافی مانگ لی۔ ابن ہاشم سلطنت میں بڑا صاحب اقتدار اور منظور نظر تھا۔ اس لئے الناصر نے اسے معاف کردیا اور اسے اس کے سابقہ عہدے پر بحال کردیا۔ ابن ہشام عیسائیوں سے ناطہ توڑ کر عبدالرحمٰن کی اطاعت میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد الناصر نے نبرہ کی ملکہ کو پے در پے شکستیں دے کر اسے اطاعت پر مجبور کردیا۔ چنانچہ لیون اور قطلونیہ کے کچھ حصے کے علاوہ باقی سارے اندلس پر عبدالرحمٰن الناصر کا اقتدار بحال ہوگیا۔

جنگ خندق

327ھ (939ء) میں لیون، بشکنس اور جلیقیہ کے حکمرانوں نے پھر سرکشی اختیار کی۔ عبدالرحمٰن الناصر نے ایک لاکھ فوج جمع کی اور نجدہ صقلبی کو اس پر سپہ سالار مقرر کیا۔ ایک غلام کی قیادت کے باعث فوج اور عرب امراء ناراض ہوگئے۔ عربوں نے اس توہین کا بدلہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ جب شاہی لشکر شبت مان کش کے قریب پہنچا تو لیون اور نبرہ کی افواج سے سامنا ہوا۔ عرب ایک سازش کے تحت اپنی زیر کمان فوج کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے دشمن کی فوج آگے بڑھی اور دریائے تاجہ کے کنارے خندق کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔ صلقبی غلاموں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا اور سب کے سب مارے گئے۔ نجدہ بھی مارا گیا حاکم سرقسطہ محمد بن ہاشم گرفتار ہوا۔ عبدالرحمٰن الناصر 49 غلاموں کے ہمراہ بمشکل جان بچا کر قرطبہ پہنچا۔

عیسائیوں کے لئے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا سنہری موقع تھا لیکن باہمی چپقلش کے باعث ان میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے اس کا فائدہ اٹھا کر 329ھ (940ء) میں ایک فوج احمد بن لیلیٰ کی قیادت میں اہل لیون کے خلاف اور دوسری فوج جلیقیہ اور بشکنس کے خلاف روانہ کی۔ 847 تا 544ء کے عرصہ میں شاہی فوج قشتالہ کے علاقوں کو

Marfat.com

تاراج کرتی رہی۔ مسلمانوں نے مدینہ سالم کے قلعہ کو درست کر کے اپنی پوزیشن مستحکم کر لی اور رومیر د دوم کو مسلمانوں نے خاصا پریشان کیا۔ یہاں تک کہ وہ 339ھ (951ء) میں مر گیا اور ارڈون سوم لیون کا حکمران بنا۔ وہ اپنے سوتیلے بھائی شانجہ کے ڈر سے دربار قرطبہ میں مصالحت کے لئے حاضر ہوا۔ عبدالرحمٰن نے افریقہ کی فاطمی حکومت کی طرف سے حملے کے ڈر سے نرم شرائط پر شاہ لیون سے صلح کر لی۔

شانجہ اور ملکہ طوطہ دربار قرطبہ میں

344ھ میں شاہ لیون ارڈون سوم کی وفات کے بعد شانجہ برسر اقتدار آیا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی الناصر اور ارڈون کے مابین معاہدہ صلح توڑ دیا۔ عبدالرحمٰن نے افریقہ پر لشکر کشی کی تیاریاں منسوخ کر کے طلیطلہ کے حاکم احمد بن یعلیٰ کو لیون پر فوج کشی کا حکم دیا احمد نے 345ھ (957ء) میں اہل لیون کو زبردست شکست دی۔ عرب اور عیسائی مورخین نے متفقہ طور پر لکھا ہے کہ شانجہ مغرور اور متکبر ہو گیا تھا۔ اور ڈوما کا زور توڑ کر مطلق العنان حکومت قائم کرنے کا خواہاں تھا۔ موٹاپے کے باعث اس میں معذوری پیدا ہو گئی تھی۔ شاہ قشتالہ بھی اس کے خلاف تھا۔ اس نے اہل لیون کو شانجہ کے خلاف بھڑکا کر 342ھ میں بغاوت کرا دی انہوں نے ارڈون چہارم کو اپنا حکمران بنا لیا۔ شانجہ بھاگ کر بنبلونہ میں ملکہ طوطہ کے پاس پناہ گزیں ہوا اور مدد کی درخواست کی لیکن حکومت نبرہ لیون اور قشتالہ کی افواج کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ چنانچہ ملکہ طوطہ نے عبدالرحمٰن الناصر سے فوجی امداد اور شانجہ کے موٹاپے کے علاج کے لئے حکیم طلب کیا عبدالرحمٰن نے حدائی نامی حکیم جو کہ تدبیر مملکت میں کمال کو پہنچا ہوا تھا کو بھیجا۔ اس نے کمال ہوشیاری سے شانجہ، شاہ نبرہ غرسیہ اور اس کی سرپرست ملکہ طوطہ کو دربار قرطبہ چلنے پر تیار کر لیا۔ یہ تینوں دربار قرطبہ آئے ان کا شاندار استقبال کیا۔ عبدالرحمٰن الناصر نے ان کی عزت افزائی کی۔ دس قلعے قرطبہ کے حوالے کرنے پر الناصر نے ان کی امداد کا وعدہ کیا۔ سرکاری لشکر نے 348ھ میں سمورہ کا شہر اور کچھ عرصہ بعد لیون پر قبضہ کر کے شانجہ کو تخت نشین کرا دیا۔ اور اس کا علاج

Marfat.com

کر کے موٹا پا بھی ختم کر دیا۔ شاہ قشتالہ فرولند ایک معرکے میں گرفتار ہو گیا شانجہ لیون نبرہ اور جلیقیہ کا آزاد اور خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اس نے حکومت اندلس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح عیسائیوں کی طرف سے آئے دن کے خطرات کا خاتمہ ہو گیا۔ امن و استحکام مکمل ہوا اور عبدالرحمٰن کی بالادستی قائم ہو گئی۔

فاطمین سے تعلقات

دسویں صدی عیسویں کے آغاز میں بغداد کی زوال پذیر عباسی سلطنت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ جا بجا چھوٹی چھوٹی آزاد اور خود مختار ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔ عباسی خلیفہ کا اقتدار بغداد تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ عباسیوں کے دور زوال میں اسماعیلی داعی افریقہ میں بڑے زور شور سے اسماعیلی دعوت کے فروغ میں مصروف تھے۔ 909 (296ھ) میں ایک اسماعیلی داعی عبداللہ الشیعی افریقہ میں بنو تغلب کی حکومت کا خاتمہ کر کے امام جعفر کے لڑکے امام اسماعیل کی اولاد میں سے ایک شخص عبداللہ کو مہدی کا لقب دے کر افریقہ کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور اسے عالمی خلافت کا نام دیا۔ بعض مورخین کے بقول اسماعیلی داعی عبداللہ بن میمون کا متعمد سعید نے فاطمی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اور عبداللہ المہدی کا لقب اختیار کر کے امام محمد بن اسمٰعیل کی اولاد اور فاطمی ہونے کا دعویٰ کیا۔ عبداللہ المہدی کے بعد زمام حکومت امام ابو القاسم محمد نے سنبھالی۔ وہ صحیح النسل فاطمی تھا۔ بعد یہ خلافت مصر اور یمن تک پھیل گئی۔ اور دنیا کی طاقتور حکومتوں میں شمار ہونے لگی۔ صقیلہ اور شام بھی اس میں شامل ہو گئے۔ فاطمیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ساری دنیا کی بادشاہت کے حقدار ہیں۔ اس عقیدہ نے ان کو دوسرے مسلمان حکمرانوں کی نظر میں خطرناک بنا دیا۔ اندلس کے لئے فاطمی حکومت زبردست خطرہ بن گئی۔ اندلسی حکومت کے خطرناک باغی ابن مخصون نے فاطمی خلیفہ عبداللہ المہدی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ افریقہ کی فاطمی حکومت کی نظریں اندلس کے زرخیز علاقے پر لگی ہوئی تھیں۔ ان کی ریشہ دوانیاں تواتر کے ساتھ حکومت اندلس کے خلاف جاری تھیں۔ ان کے جاسوس تاجروں اور سیاحوں کے بھیس میں اندلس میں پھرنے لگے۔ سفر ناموں کی صورت

Marfat.com

میں معلومات مہیا کی جاتیں۔ اس کا ثبوت سیاح تاجر اور فاطمی جاسوس ابن حوقل کے سفرنامے میں ملتا ہے۔ جب 308ھ (920ء) میں فاطمیوں نے ماریطانیہ کی ریاست پر حاکم تاہرت سے حملہ کروا دیا تو ماریطانیہ کا حاکم سعید ثانی ایک فوجی افسر کی سازش سے میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کے لڑکے عبدالرحمٰن الناصر سے مدد کے طالب ہوئے۔ وقت کی نزاکت کے پیش نظر عبدالرحمٰن نے فاطمیوں کو افریقہ میں ہی الجھانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ وہ اندلس کی طرف پیش قدمی نہ کر سکیں۔ الناصر نے سعید کے چھوٹے لڑکے صالح کو مدد دے کر دوبارہ ماریطانیہ پر قابض کرا دیا۔ اس نے شکریے کے طور پر الناصر کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ الناصر نے حاکم تاہرت مصالہ کے خلاف بربر قبیلہ مفرادہ کے سردار محمد بن خضر کو مدد دینی شروع کر دی اس نے مصالہ کو قتل کروا دیا۔ اور فاطمیوں کو پے در پے شکستیں دے کر مغرب اوسط سے بے دخل کر دیا۔ مغرب اوسط کے باشندوں نے ابن خضر کی ترغیب پر الناصر کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ الناصر نے قبیلہ مکناسہ کے سردار کو بھی اپنا دوست بنا لیا۔ وہ فاطمیوں کا راستہ روکتے تھے۔

319ھ میں سبتہ کے قلعے پر قبضہ کر کے ایک بڑی فوج وہاں متعین کر دی۔ عبدالرحمٰن نے فاطمی خلیفہ قائم کے خلاف ایک خارجی ابو یزید سے بغاوت کرا دی۔ اس نے افریقہ کے دارالحکومت قیروان پر قبضہ کر لیا لیکن ابو یزید کو تین چار سالوں میں زوال آ گیا۔ خلیفہ منصور نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ ابو یزید قید میں ہی مر گیا۔ اس کے بعد الناصر کی بہی خواہ ریاستیں یکے بعد دیگرے فاطمیوں کے قبضہ میں چلی گئیں۔ عبدالرحمٰن کی پالیسی یہ تھی کہ فاطمیوں کو الجھا کر رکھا جائے اور اندلس کو ان کی جارحیت سے محفوظ رکھا جائے اس مقصد میں عبدالرحمٰن اپنی مدبرانہ حکمت عملی سے کامیاب رہا۔

عبدالرحمٰن نے فاطمی حملے کے پیش نظر جنوبی اسپین میں کئی قلعے تعمیر کروائے۔ زبردست بحری بیڑہ تیار کروایا۔ اور ایک بھاری لشکر تیار کیا لیکن اتفاق سے اس کی ساری جنگی قوت اور تیاریاں شمالی اندلس کی سرحدوں پر عیسائی ریاستوں کے خلاف صرف ہو گئیں اور فاطمی خطرہ

Marfat.com

بدستور رہا۔ اسی دوران عبدالرحمٰن کا ایک بحری جہاز صقلیہ سے اسکندریہ مال لے کر جا رہا تھا کہ فاطمی جہاز سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اسپینی جہاز نے فاطمی جہاز کو پکڑ لیا۔ اس میں سے ایسے کاغذات ملے جن میں اسپین پر حملے کی تفصیلات تھیں اس منصوبے کے تحت فاطمی خلیفہ المعز کے حکم سے حاکم صقلیہ نے اندلس کے ساحلی شہر اور بندرگاہ المریہ پر حملہ کیا۔ لوٹ مار کی اور جہازوں کو آگ لگا دی۔ اس کے جواب میں عبدالرحمٰن نے اپنے امیر البحر غالب کو افریقہ کے ساحلی شہروں کو تاخت و تاراج کا نشانہ بنانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد فاطمیوں نے پھر کبھی اندلس پر حملہ نہ کیا۔

وفات

عبدالرحمٰن الناصر نے ستر سال کی عمر میں 2 رمضان المبارک 350ھ بمطابق 15 اکتوبر 961ء کو وفات پائی اس نے 49 سال حکومت کی۔

سیرت وکردار

خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر دنیائے اسلام کا ایک عظیم المرتبت، عالی دماغ، صائب الرائے بلند ہمت اور مدبر حکمران تھا۔ وہ بڑا حسین اور خوبصورت انسان تھا اس کا رنگ سرخ وسفید اور چمکدار تھا۔ وہ عظیم الجثہ تھا۔ اس کی پنڈلیاں پتلی اور چھوٹی تھیں۔

2۔ اندلس کے اموی حکمرانوں میں وہ سب سے زیادہ لائق، مدبر، اولوالعزم، حکمت و دانش میں یکتا اور بے نظیر تھا۔ بچپن سے مشکلات اور مصائب نے اسے مستقل مزاج اور پرعزم بنا دیا تھا۔ وہ مشکل سے مشکل حالات میں پریشان اور خوفزدہ نہیں ہوتا تھا۔ حالات کا پامردی اور بہادری سے مقابلہ کرتا تھا۔

3۔ وہ رحم دل اور نرم خو تھا۔ لین پول لکھتا ہے۔

”عبدالرحمٰن الثالث کی طرح کا سلیم الطبع اور روشن دماغ حکمران دنیا میں نہیں ہوا۔ اس کی حلیم المزاجی، کریم النفسی اور عدل گستری زبان زدعام تھی۔ شیر رزم، زینت بزم اور

Marfat.com

حامی مذہب ہونے میں وہ اپنے اسلاف سے سبقت لے گیا تھا(1)۔

4۔ عبدالرحمٰن الناصر مسحور کن شخصیت کا مالک تھا۔ حاضرین محفل کے دل اس کی حرکات و سکنات سے مسخر ہو جاتے تھے۔ جو شخص اس کے قریب رہتا وہ اس کی قابلیت، حسن واخلاق، مروت اور رعایا پروری کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ گفتار میں ایسی شرینی وحلاوت تھی کہ سامعین کے دل موہ لیتا تھا۔

5۔ عبدالرحمٰن ٹھنڈے دل ودماغ کا مالک تھا۔ غیض وغضب میں اندھا نہ ہو جاتا تھا بلکہ معاملات کے ہر پہلو پر خوب غور وخوض کر کے فیصلہ کرتا تھا۔ خصوصاً سیاست کے معاملات میں اپنی دلی کیفیت پر قابو پالیتا تھا۔

6۔ عبدالرحمٰن الثالث ایک آزاد منش، روشن خیال اور مذہبی تعصب سے بیگانہ حکمران تھا۔ اس نے ہر مذہب وملت کے افراد کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ خصوصاً عیسائی رعایا اپنی مذہبی رسوم کی ادائیگی میں آزاد تھی۔ اس نے ایک مجلس مشاورت بھی قائم کی تھی جس میں تمام مذاہب کے لوگوں کو شریک کیا جاتا تھا۔ غیر مسلموں کی جان و مال اور دیگر حقوق کی حفاظت کا انتظام تھا۔ قابلیت اور اہلیت کی بنیاد پر غیر مسلموں کو کلیدی عہدے عطا کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک نومسلم کو عہدہ قضاء پر اس نے مامور کرنا چاہا تھا لیکن عوام الناس کی مخالفت کی وجہ سے ایسا نہ کیا(2)۔

7۔ عبدالرحمٰن الناصر اگرچہ نرم طبیعت اور رحم دل تھا لیکن سیاست وحکمت کا مسئلہ ہوتا تو تشدد سے بھی کام لیتا تھا۔ بقول ڈوزی اس کا حرم بہت بڑا تھا۔ اس کے محل کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی محل سرا میں چھ ہزار مستورات تھیں لیکن حکومت کے معاملات میں کبھی اپنے حرم کو دخیل نہ ہونے دیا۔

8۔ عبدالرحمٰن الثالث مردِ میدان تھا۔ بسا اوقات خود میدان جنگ میں فوج کی قیادت کرتا تھا جس سے سپاہ کے دل جوش وجذبہ سے معمور ہو جاتے تھے اور وہ اپنے امیر کے جلو

1۔ مورس ان سپین از لین پول

2۔ عبرت نامہ اندلس از ڈوزی

Marfat.com

میں جاں نثاری اور سرفروشی کو اپنی سعادت سمجھتے تھے(1)۔

اس نے اپنے آہنی عزم، بلند حوصلگی اور استقلال سے اندرون ملک شورش پسندوں، باغیوں لٹیروں اور حکومت دشمن عناصر کی ایسی گوشمالی کی کہ سب مطیع و منقاد ہو کر حکومت قرطبہ کی اطاعت پر مجبور ہو گئے۔ ملک میں امن وسکون کی فضا پیدا ہوئی۔ اس نے اپنی خداداد صلاحیت اور عسکری قوت سے جارحیت پسند شمال کی عیسائی ریاستوں کے عیسائی حکمرانوں اور فاطمی حکمرانی کو باور کرادیا کہ حکومت قرطبہ تر نوالہ نہیں۔ وہ سپاہ کی ضروریات کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ جنگ میں ان کے ساتھ ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے سپاہی اس کے اشارے پر کٹ مرنے کو تیار رہتے تھے۔

9۔ عبدالرحمٰن الناصر ایک اعلیٰ منتظم اور عدل گستر حکمران تھا جو امورِ جہاں بانی فرض شناسی سے ادا کرتا تھا حکومت کے معاملات کی جزئیات اور تفصیلات تک کی نگرانی کرتا تھا۔ وہ سرکاری عہدیداروں کی کڑی نگرانی کرتا تھا تا کہ کوئی رعایا پر ظلم وستم کرنے کی ہمت نہ کر سکے، علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں رقمطراز ہیں:

''عہد ناصر کی تاریخ پڑھنے والوں کو جو چیز سب سے زیادہ تعریف اور حیرت کی معلوم ہوتی ہے وہ حکومت کی عمارت نہیں بلکہ اس عمارت کا معمار ہے۔ کس بلا کا ہمہ گیر دماغ ہوگا جو چھوٹی سے چھوٹی چیز سے اعلیٰ سے اعلیٰ منصوبوں تک سوچنے اور عمل کرنے پر قادر تھا''۔

10۔ عبدالرحمٰن الناصر ایک رعایا پرور اور شفیق حکمران تھا اس نے رعایا کی بہبود اور جان و مال کی حفاظت کے لئے پولیس چوکیاں قائم کیں۔ اس نے یتیموں، بیواؤں، معذوروں اور مساکین کی امداد کے لئے مراکز قائم کر رکھے تھے۔ مال گزاروں کی ساری رقم رعایا کی بہبود کے لئے وقف تھی۔ غریب طلباء کے قیام وطعام کا بندوبست حکومت کی طرف سے تھا۔ متعدد ہسپتال قائم کئے یہاں غرباء کا مفت علاج ہوتا۔

11۔ عبدالرحمٰن الناصر کو تعمیرات کا عمدہ شوق تھا۔ رفاہِ عامہ کے علاوہ اس نے بہت سی

1۔ ابن اثیر

Marfat.com

عمارات بنوائیں قصر زہرہ فن تعمیر کا عمدہ شاہکار تھا۔ حسن اور آرائش وزیبائش میں بے مثل تھا۔ جامعہ قرطبہ پر ایک خطیر رقم صرف کی۔

12۔ عبدالرحمٰن خود عالم اور شاعر تھا۔ اس کی علماء پروری اور علم دوستی کا اس قدر شہرہ تھا کہ دور دراز سے علماء اور فقہاء اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اس نے ملکی آمدنی کا ایک تہائی حصہ علوم وفنون کی ترقی کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اس نے عظیم درس گاہیں قائم کیں یہاں دنیا کے نامور علماء حدیث، فقہ، تاریخ، طب، ریاضی اور علم ہیت پر درس دیتے تھے۔ عہد ناصری میں بڑے بڑے فلاسفر، مورخ، ماہر نجوم، ریاضی، سائنسدان اور جغرافیہ دان پیدا ہوئے جن کے عالمانہ کارناموں نے اندلس کو شہرت دوام بخشی۔ قاضی منذر بن سعید اس وقت کا مشہور فقیہ تھا۔ مشہور زمانہ ادیب اور مصنف صاحب عقد الفرید احمد بن عبدربہ دربار ناصری سے منسلک تھا۔ شہرہ آفاق طبیب وحکیم ابوالقاسم خلف بن عباس الزہراوی عبدالرحمٰن کے درباریوں میں شامل تھا۔ اور جامعہ قرطبہ میں لیکچر دیتا تھا۔ مشہور مورخ ڈوزی نے اپنی تصنیف عبرت نامہ اندلس میں ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

''عبدالرحمٰن میں وہ تمام خوبیاں شامل تھیں جن کی بدولت رعایا کو بادشاہ سے اور بادشاہ کو رعایا کے ساتھ وابستگی اور اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ وہ رعایا کا دل رکھنے، شاہانہ کروفر کھانے اور حکومت چلانے کے فن میں طاق تھا۔

الغرض عبدالرحمٰن ایک بہترین انسان، بہترین فرمانروا اور بہترین سپہ سالار تھا۔ اس کی سیاست وحکمت، عقل ودانش، دولت وعظمت اور رعب ودبدبہ کی شہرت براعظم یورپ اور افریقہ سے نکل کر ایشیاء کی مسلم حکومتوں کی آخری حدود تک پہنچ گئی تھی۔

عبدالرحمٰن الناصر کے کارنامے

عبدالرحمٰن الناصر اندلس کے اموی فرمانرواؤں میں قابل ترین اور منفرد شخصیت کا مالک تھا۔ اندلس میں اس کا دورِ حکومت مسلم تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ جب وہ قرطبہ کی مسند حکومت پر جلوہ گر ہوا تو اموی حکومت چند دنوں کی مہمان نظر آتی تھی۔ شمال کے

Marfat.com

سرکش اور باغی عیسائیوں کی شورشیں اور بغاوتیں عروج پر تھیں وہ اندلس میں مسلم حکومت ختم کر کے عیسائی حکومت کے قیام کے لئے کوشاں تھے۔ ابن حفصون اور اس کے حلیف جنوبی اندلس کے اکثر علاقوں پر قبضہ جما کر قرطبہ کی طرف پیش قدمی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ڈاکو اور لٹیرے دندناتے پھر رہے تھے۔ صوبوں کے حاکم آزاد اور خود مختار حکومتیں قائم کرنے کی فکر میں تھے۔ ہر طرف خلفشار اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ تجارت بند ہو چکی تھی۔ سات برس سے سرقسطہ سے قرطبہ اور دیگر علاقوں میں کوئی تجارتی قافلہ نہ آیا تھا۔ سڑکیں غیر محفوظ اور ہر طرف خانہ جنگی کی کیفیت تھی۔ یہ عبدالرحمٰن ہی تھا جس نے تمام مشکلات کا خاتمہ کر کے حکومت سپین (اندلس) کو وقار و عظمت اور استحکام بخشا۔ اس نے تمام باغی عناصر، مخالفین حکومت، امن دشمن قوتوں اور سرکشوں کا سر کچل کر رکھ دیا۔ اس طرح اس نے بیرونی دشمنوں کے خلاف کامیاب اور ماہرانہ پالیسی اختیار کر کے سرحدوں کو محفوظ کیا۔ امن و استحکام اور سلامتی کے نئے دور کا آغاز کیا۔ اس نے مرکز گریز سرکش رؤساء اور امراء کو کچل کر اطاعت پر مجبور کر دیا۔ اور عدل و انصاف پر مبنی عوامی بادشاہت قائم کی، اس کے شاندار کارناموں اور حکومت کے خدوخال کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

نظام حکومت

عبدالرحمٰن الناصر اندلس کا پہلا اموی حکمران تھا جس نے حکومت کا نظام جدید خطوط پر استوار کیا۔ اس نے ایسے اصول مدون کئے جو کسی خاص نسل، مذہب یا قبیلے سے متعلق نہ تھے بلکہ حکومت کی فلاح اور عوام کے مجموعی مفاد کے لئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ان اصولوں پر سختی سے عمل کیا جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ اس کے چند اصول یہ تھے:

1۔ شاہی اختیارات کا استعمال خلیفہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا خواہ وہ خلیفہ کا کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو۔ خلاف ورزی کرنے والا سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔

2۔ اقتدار اعلیٰ صرف خلیفہ کو حاصل ہوگا۔ اس کے اقتدار میں کوئی شریک نہ ہوگا۔

3۔ عہدے اور اختیارات بلا کسی مذہبی اور طبقاتی تمیز کے استحقاق کی بنیاد پر صرف ان

Marfat.com

لوگوں کو ملیں گے جو اپنے عمل سے حکومت کی خیر خواہی اطاعت گزاری ظاہر کریں گے۔

4۔ باغی، سرکش سازش کرنے والے، مذہبی طبقہ داری اور عصبیت کے ذریعے ملک کا امن تباہ کرنے والے عبرتناک سزا کے مستحق ہوں گے۔

5۔ عرب رؤسا کو کوئی فوقیت نہ ہوگی۔ اگر کسی نے حسب ونسب کے تفاخر کا مظاہرہ کیا یا حکومت کے غیر عرب عہدیداروں سے بدسلوکی کی تو وہ سخت سزا کے مستحق ہوگا ایسے افراد کی جاگیریں اور جائیدادیں ضبط کر لی جائیں گی۔

6۔ شاہی رعب و دبدبہ کے قیام اور بغاوتوں کے استیصال کے لئے زبردست تنخواہ دار فوج تیار کی جائے گی جو کسی خاص نسل یا قبیلے پر مشتمل نہ ہوگی۔

7۔ خلیفہ کی حفاظت، شاہی فرامین واحکامات کی بعجلت تعمیل کے لئے شاہی حفاظتی دستہ مضبوط اور منظم کیا جائے گا۔

8۔ سپاہ کو تنخواہ اور مال غنیمت کے علاوہ اراضی بھی دی جائے گی تاکہ وہ دل وجان سے جنگ میں حصہ لیں اور اہل وعیال کی فکر فرائض کی ادائیگی میں مانع نہ ہو۔

9۔ حسب حیثیت لوگوں کو جاگیریں دی جائیں گی اور محدود حد تک ان کو فوج رکھنے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ تاکہ علاقے میں وہ امن وامان قائم رکھ سکیں اور بوقت ضرورت مرکز کو سپاہ بھی فراہم کر سکیں۔ یہ فوج باقاعدہ ہوگی اور بیگار میں لوگوں کو نہ پکڑا جائے گا۔

10۔ عوام پر ٹیکس کم عائد کئے جائیں گے۔ اوران کی وصولی میں جبر نہیں کیا جائے گا۔

11۔ سرکاری عہدیدار عوام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں گے۔ عوام پر جور و جبر برداشت نہیں کیا جائے گا۔

ان اصولوں کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن الناصر کے سامنے قوی حکومت کا تصور تھا۔ اور وہ حکومت اور عوام میں براہِ راست رابطہ رکھنے کا خواہشمند تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے حاجب کا عہدہ ختم کر دیا تھا۔ اس نے پر عزم نوجوانوں کو سرکاری عہدوں پر فائز کیا جو اس کے ہر حکم کی تعمیل میں کوشاں رہتے تھے۔ خاص طور پر صقالبہ جن میں جاں نثاری کا

Marfat.com

جذبہ زیادہ تھا کو آگے بڑھایا۔ عبدالرحمٰن کروفر کا خواہاں ہونے کے باوجود بے جا ظلم کے خلاف تھا۔ اس کے عہد حکومت میں عوام کی فلاح و بہبود کو اولیت حاصل تھی۔

مالی اور اقتصادی اصلاحات

عبدالرحمٰن الناصر نے ایسے اقدام کئے جس سے حکومت اور عوام کی مالی حالت بہتر ہوگئی۔ خلیفہ نے بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے جس سے عوام نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس دور میں حکومت کے ذرائع آمدن اتنے وسیع تھے کہ اندلس دولتمندی اور آمدنی کے لحاظ سے دنیا بھر میں امیر ترین ملک تھا۔ بقول ابن اثیر سپین (اندلس) کی خراج کی آمدنی 54 لاکھ 80 ہزار تھی۔ بازاروں سے آمدن سات لاکھ 65 ہزار دینار تھی۔ مالِ غنیمت کا خمس بے شمار تھا۔ ایک رپورٹ کے مطابق مالِ تجارت پر ٹیکس ملک کی مجموعی آمدن کا بڑا حصہ تھا۔ ڈوزی کے بقول مجموعی آمدنی کا ایک ثلث جس کی رقم 62 لاکھ 45 ہزار سرخ دینار تھی حکومت کے مصارف کے لئے وقف تھا۔ دوسرا ثلث بیت المال میں محفوظ کر لیا جاتا تھا اور تیسرا ثلث تعمیرات پر خرچ ہوتا تھا۔ 340ھ (951ء) میں بیت المال میں دو کروڑ سرخ دینار موجود تھے۔ حکومت کی محاصل کی پالیسیوں کی بدولت عوام خوشحال تھے۔ اشیائے صرف ارزاں اور عام تھیں۔ گداگری کا نام تک نہ تھا۔

زرعی ترقی

اسپین (اندلس) ایک زرعی ملک تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے زرعی ترقی پر خصوصی توجہ دی زیادہ پیداوار دینے والے باغات لگوائے جن کی فصلوں کی پیداوار کی بہتات دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتی تھی۔ قرطبہ اور مرسیہ کا علاقہ کاشت اور سبزیوں کی فراوانی کے لئے مشہور تھا۔ زمین کا ہر ٹکڑا زیر کاشت لایا گیا۔ یہاں تک کہ پہاڑوں پر بھی فصلیں اگائی گئیں۔ جگہ جگہ نہریں کھودی گئیں اور بند باندھے گئے۔ بہتر سے بہتر پیداوار کے لئے زراعت کے جدید طریقے اختیار کئے گئے۔ مسلمان زراعت کے میدان میں فنکارانہ

Marfat.com

صلاحیتوں کے مالک تھے جس کی وجہ سے ملک کی آمدنی اور زراعت میں انقلاب آ گیا۔ ضروریات زندگی کی فراوانی اور ارزانی کے باعث آبادی میں کثیر اضافہ ہوا۔ ایک سروے کے مطابق اندلس کی آبادی تین کروڑ تک پہنچ گئی۔ شہر قرطبہ کی آبادی دس لاکھ تھی۔ وادی الکبیر میں تین نئے گاؤں آباد ہوئے۔

صنعت و تجارت

اندلس میں صنعت و حرفت میں بھی انقلاب آ چکا تھا۔ قرطبہ، اشبیلیہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں ریشم، سوت، اون، چمڑے اور ظروف سازی کے کارخانے تھے۔ صرف قرطبہ میں تیرہ ہزار کپڑا بننے والے تھے۔ قرطبہ اور اشبیلیہ کے صوبوں میں ہزاروں دیہاتوں میں ریشم کے کیڑے پالے جاتے تھے۔ صرف قرطبہ میں ایک لاکھ تیس ہزار ریشم باف تھے۔ اندلس میں تیار کئے جانے والے قالین اور دریاں نفاست اور پائیداری کے لحاظ سے بڑی مشہور تھیں۔ اندلس کی سرزمین خام مال اور دھاتوں سے مالا مال تھی۔ یہاں کے آلاتِ حرب بنانے والے دنیا بھر کے مشہور تھے۔ پیتل، تانبے اور لوہے کی مصنوعات خاص شہرت رکھتی تھیں۔ لیمپ، لوہے کے دروازے اور دیگر سامان بہت عمدہ تیار کیا جاتا تھا۔ چمڑے کی مصنوعات کی یورپ میں زبردست مانگ تھی۔ ملک کے بعض علاقوں میں سونے چاندی تانبے اور شیشے کی بہت سی کانیں پائی جاتی تھیں۔ وریلہ، جزیرہ اور حجورقہ مٹی کے برتن بنانے میں مشہور تھے۔ عبدالرحمٰن الناصر کے زمانے میں تجارتی بحری بیڑہ ایک ہزار جہازوں پر مشتمل تھا۔ یورپ افریقہ اور ایشیاء کے ممالک سے تجارت ہوتی تھی۔ اندلسی تاجروں کے دنیا کے ہر اہم مقام پر تجارتی ایجنسیاں قائم کی ہوئی تھیں۔ تجارت سے حاصل ہونے والے محاصل ملکی آمدنی کا سب سے بڑا حصہ تھے۔ سڑکوں پر جابجا پولیس چوکیاں تھیں تاجروں کے مال اور اشیاء پر کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ زراعت، صنعت اور تجارت کی ترقی کے باعث ملکی آمدنی 6 کروڑ 25 لاکھ دینار تک پہنچ چکی تھی جس سے عوام کا معیارِ زندگی بہت بلند تھا۔

Marfat.com

فوجی تنظیم

عبدالرحمٰن الناصر ملکی امن وامان اور سلطنت کے استحکام کے لئے ایک وفادار، مسعد اور تربیت یافتہ فوج کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ اندلس جیسا ملک یہاں مختلف نسلوں اور مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ بغاوتوں اور انتشار وافتراق عروج پر تھا وہاں ایک منظم اور مضبوط فوج کا ہونا ضروری تھا۔ اس سے قبل عسکری تنظیم قبائلی دستی پر مشتمل تھی جس کو جند کہا جاتا تھا۔ اس فوج میں اتحاد اور نظم وضبط کا فقدان تھا۔ عرب اور غیر عرب کے امتیاز نے عسکری تنظیم کی یکجہتی کو شدید طور پر متاثر کردیا تھا۔ پھر یہ فوج مرکز کی نسبت قبیلے کے سردار کی زیادہ وفادار ہوتی تھی۔ فوج میں عربوں کی بالا دستی اور تفاخر نے ملک کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔ عبدالرحمٰن الناصر نے برسر اقتدار آتے ہی فوج کی تنظیم نو پر توجہ دی۔ اس نے عربوں کی بالا دستی اور زور توڑنے کا فیصلہ کرلیا اس نے صقالبہ اور بربروں کو اپنی حفاظتی فوج میں بھرتی کرنا شروع کردیا۔ اپنے حرم سرا میں صقالیہ اور عیسائی غلاموں کو خواجہ سرا کی حیثیت سے متعین کیا۔ اس طرح ایک زبردست فوج اور حفاظتی دستہ تیار کرلیا۔ اس فوج کی تعداد 13750 پیدل سپاہی اور 8 ہزار گھوڑ سوار تھی۔ صقالبہ میں سے بعض اعلیٰ مناصب تک پہنچے مثلاً نجدہ صقلبی کو 327ھ میں ایک مہم کا سپہ سالار بنایا گیا تھا عربوں نے اس اقدام کو ناپسند کیا اور انتقام لینے کے لئے جنگ خندق میں علیحدگی اختیار کرلی۔

عبدالرحمٰن الناصر کی فوج کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تھی فوج کو بٹالین میں تقسیم کردیا گیا تھا۔ ہر بٹالین میں ایک ہزار سوار تھے۔ ہر بٹالین کمپنیوں میں منقسم تھی۔ ایک کمپنی میں 200 سوار تھے۔ ہر کمپنی پانچ پلٹنوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ ایک پلٹن میں چالیس نفر ہوتے تھے۔ ہر پلٹن پانچ دستوں پر مشتمل تھی۔ ہر دستے میں 8 نفر تھے۔ سپاہ کو تنخواہ ملتی تھی۔ تنخواہ کے علاوہ سپاہیوں کو زمین بھی ملتی تھی تاکہ وہ اپنے اہل وعیال کی طرف سے مطمئن ہوکر فوجی خدمات بجالائیں۔ اس طرح سپاہ کے انعام کے لالچ میں دشمن سے مل جانے کے امکانات ختم کر دیئے گئے۔ اہم مقامات پر فوجی چوکیاں قائم تھیں جن کے ذریعے حکومت کو جلد خبریں مل

Marfat.com

جاتی تھیں۔فوج کو قواعد وضوابط کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔پہاڑی علاقوں میں جنگ کی تربیت کا علیحدہ انتظام تھا۔نئے قلعے تعمیر ہوئے اور پرانے قلعوں کی مرمت کروائی گئی۔مناسب مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔زبردست بحری بیڑہ تیار کیا گیا جس میں ایک ہزار کے لگ بھگ جہاز تھے۔یہ جہاز جدید آلات سے لیس تھے۔بحر روم میں اسپینی بحری بیڑے کو فوقیت حاصل تھی۔مریہ اشبیلیہ اور الخضرہ میں جہاز سازی کے کارخانے قائم تھے۔

علوم وفنون

عبدالرحمٰن الناصر بذاتِ خود بہت بڑا عالم تھا۔وہ شعروسخن کا عمدہ ذوق رکھتا تھا اور اہل علم وکمال کا مربی اور سرپرست تھا۔اس نے دل کھول کر علوم وفنون کی سرپرستی کی۔اہل علم و فن کی سرپرستی کے سبب دنیا بھر کے علماء وفضلاء اور صاحب فن دربار قرطبہ میں جمع ہو گئے۔ اس طرح قرطبہ صاحب فضل وکمال کا گہوارہ بن گیا۔عبدالرحمٰن الناصر نے ملکی آمدنی کا ایک تہائی حصہ علوم وفنون کی ترویج کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔عبدالرحمٰن نے مدارس، کالج اور دارالفنون قائم کئے جہاں طلباء کی تعلیم کا مفت انتظام تھا۔جامع مسجد قرطبہ ایک عظیم یونیورسٹی کی شکل اختیار کر گئی تھی۔یہاں ہر قسم کے علوم پڑھائے جاتے تھے۔علم الابدان کے ماہرین کی کثیر تعداد موجود تھی۔لین پول کے بقول طب وسرجری کی ترقی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ طب کی کتب اس زمانہ میں تحریر کی گئیں اور تراجم بھی کئے گئے۔یونانی فلسفہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔نکلسن یونانی اور حدائی یہودی جیسے نامور فلاسفر دربار سے منسلک تھے۔ابو الروس بھی اسی زمانہ کا مشہور فلسفی تھا۔فلسفہ کی کتب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔قدیم فلسفہ کو جدید فلسفہ میں تبدیل کیا گیا۔علم تاریخ نے بھی کافی ترقی کی۔ابن مسرہ اور ابن الاحمر جیسے مشہور زمانہ مورخ دربار قرطبہ کی زینت تھے۔

ماہرین طب میں سے عریب بن سعید اور یحییٰ بن اسحاق نے بہت شہرت حاصل کی۔ احمد بن نصر اور مسلمہ بن قاسم جیسے ماہرین نجوم دربار قرطبہ کے درخشندہ ستارے تھے۔جگہ جگہ سائنسی مشاہدات اور تجربات کے لئے رسدگاہیں (لیبارٹریاں) قائم تھیں۔یہاں طب

Marfat.com

ونجوم کے ماہر تجربات میں مصروف رہتے تھے۔ بڑے شہروں اور دارالمطالعہ (لائبریریاں) قائم تھیں۔ خلیفہ اور اس کے لڑکوں کے ذاتی کتب خانے تھے۔ مصنفین کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ کتب کی اشاعت کا کام حکومت کے ذمہ تھا۔ ابن اثیر رقمطراز ہے:

''قرطبہ اس زمانہ میں علوم وفنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دور دراز ملکوں سے طلباء حصول علم کے لئے یہاں آئے تھے۔ عروض الہیات، قانون فلسفہ، طب وتجارت غرض علم کی ہر شاخ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہر فن کے یگانہ روزگار یہاں موجود تھے۔ ارباب قلم اور صاحب شمشیر یہاں قیام کو باعث ناموس وفخر سمجھتے تھے۔

تعمیرات

برصغیر کے عظیم مغل حکمران شاہ جہاں کی طرح عبدالرحمٰن الناصر کو تعمیرات کا عشق کی حد تک شوق تھا۔ ابن خلدون کے بقول ''جس وقت خلیفہ ناصر کی حکومت اندرونی اور بیرونی خدشات وخطرات سے محفوظ ہوگئی اور معقول طور پر اس کی امارت اور حکمرانی کو استقلال اور استحکام حاصل ہوگیا تو اس وقت اس نے تعمیرات کی طرف توجہ دی۔ جس طرح ہندوستان میں مغل شہنشاہ شاہ جہاں نے اپنی چہیتی ملکہ ممتاز محل کی یاد میں ایک حسین وجمیل یادگار روضہ تاج محل کے نام سے تعمیر کروایا اسی طرح عبدالرحمٰن الناصر نے اپنی محبوب ملکہ الزہرہ کے نام پر اندلس میں وادی الکبیر کے کنارے قصر الزہرہ تعمیر کروایا۔ یہ محل اپنی خوبصورتی، زیبائش، وسعت پائیداری اور صناعی ودلکشی میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس کی تعمیر پر دس ہزار معمار اور مزدور اور ایک ہزار 8 سو جانور دن رات کام کرتے تھے۔ اس کی تعمیر وترقی پچیس برس میں بھی مکمل نہ ہوسکی۔ اس کی تعمیر پر ایک کروڑ 25 لاکھ سرخ دینار صرف ہوئے۔ قصر الزہرہ میں چار ہزار تین سو برج اور ستون تھے۔ اس کے پندرہ ہزار دروازے تھے جن پر لوہے یا پیتل کے خلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اس کی تعمیر میں استعمال ہونے والا سامان اور پتھر ناربونہ، کونہ اور کارتھیج جیسے دور دراز علاقوں سے لایا گیا تھا۔ محل کی تعمیر کے لئے یورپ قسطنطنیہ اور بغداد سے انجینئر اور مہندس قرطبہ لائے گئے۔ یورپ کے کئی بادشاہوں نے محل کی تعمیر کے

Marfat.com

لئے بیش قیمت پتھر اور آرائش وزیبائش کا سامان بطور تحفہ بھیجا۔ محل کے مشرقی حصہ میں بے شمار فوارے تھے جن میں مختلف جانوروں کے مجسمے نصب تھے اور جن کے منہ سے ہر وقت پانی بہتا رہتا تھا۔ خلیفہ کے کمرے کی چھتیں اور دیواریں مطلا تھیں۔ اس کے چاروں طرف آٹھ آٹھ دروازے تھے۔ کمرے کے وسط میں ایک چھوٹی حوض پارہ بنائی گئی تھی جو پارہ سے لبریز تھی۔ جب سورج کی کرنیں ان دروازوں سے اندر داخل ہو کر اپنی حرارت سے پارے کو متحرک کرتی تھیں تو گویا ہر طرف برق کا جلوہ نظر آتا تھا اور اہل دربار کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ اس کے اندر ایک عجیب وغریب فوارہ نصب تھا جو سالم پتھر کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ شاہ یونان نے ایک گوہر آبدار کے ساتھ تحفہ بھیجا تھا۔ قصر الزہرہ کی لمبائی ایک میں اور چوڑائی نصف میں تھی۔ محل کے صدر دروازہ پر ملکہ الزاہرہ کا مجسمہ نصب تھا۔ اس محل کے قریب محل سرا تعمیر کروائی گئی اور اس کا نام دار الروضہ رکھا گیا۔ پہاڑ سے نلوں کے ذریعے اس محل میں پانی لایا گیا تھا۔ محل سراؤں کے بعد حمام تعمیر کئے گئے تھے۔ مینارہ ناعورہ نامی حمام بہت خوبصورت تھا۔ مدینۃ الزاہرہ میں خوبصورت باغات اور ایک چڑیا گھر بنوایا جس میں ہر قسم کے پرندے تھے۔

عبدالرحمٰن نے مسجد قرطبہ کے نارنگی صحن میں 27 فٹ چوڑا اور 108 فٹ لمبا مینار بنوایا۔ اس کی تعمیر میں افریقہ سے لایا گیا چمکدار پتھر استعمال کیا گیا۔ یہ مینار دنیا کی تعمیرات میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

عوام کی فلاح و بہبود

عبدالرحمٰن الناصر کو عوام کی فلاح و بہبود کا بہت خیال تھا۔ اس نے مال گزاری کی تمام رقم عوام کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اس نے نئی سڑکیں تعمیر کروائیں اور پرانی سڑکوں کی مرمت کروائی اور شاہراہوں پر پولیس اور ڈاک چوکیاں قائم کیں جس سے تاجروں اور مسافروں کو جان و مال کا تحفظ مل گیا۔ فوج کی نقل وحرکت، تاجروں اور عوام کے لئے آمدورفت میں آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ دشمن کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے ساحل

Marfat.com

پر روشنی کے ٹاور بنوائے اوران میں فوج متعین کی۔ بے شمار عمارتیں، پل، نہریں بنوائیں۔ غرباء، مساکین، بیواؤں یتیموں، بے کسوں اور معذوروں کی امداد کے مراکز قائم کیے۔ مدرسے اور سکول کھولے یہاں نادار بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ شفا خانے تعمیر کیے یہاں پر ماہرین طب و جراحت ملازم رکھے۔ غرباء اور کمزور لوگوں کا مفت علاج کیا جاتا تھا۔ شہروں میں صفائی اور روشنی کا مناسب بندوبست تھا۔ شہروں کی گلیاں اور گندے پانی کے نکاس کے لئے پختہ نالے تعمیر کیے گئے۔ شہروں کو صاف ستھرا پانی جستی نالوں کے ذریعے مہیا کیا گیا۔

خارجہ پالیسی

عبدالرحمٰن الناصر نے ایسے جرات مندانہ اور شاندار کارنامے سرانجام دیئے جس سے اس کی سطوت و جبروت سے نہ صرف اس کے اپنے ملک کے لوگ مرعوب ہوئے بلکہ اس کی شہرت و عظمت سے بیرونی دنیا کی حکومتیں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ یورپ کے اکثر حکمرانوں نے اپنی سفارتیں دربار قرطبہ بھیج کر عبدالرحمٰن الناصر سے خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ شاہان قسطنطنیہ، اٹلی، جرمنی اور فرانس نے حکومت قرطبہ سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے سفارتیں بھیجیں۔ 336ھ (947-48ء) میں شاہ یونان کی سفارت آئی جس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اسی سال شاہ قسطنطنیہ نے بھی بے شمار قیمتی تحائف کے ہمراہ سفارت بھیجی۔ عبدالرحمٰن نے اس کا شاہانہ استقبال کیا اور قصر الزہرہ میں پذیرائی بخشی۔ اس موقع پر قصر الزہرہ میں خصوصی انتظامات کیے گئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے بھی اس کے جواب میں شاہ قسطنطنیہ کے پاس بیش قیمت تحائف کے ساتھ سفارت بھیجی۔ عبدالرحمٰن کا سفیر ہشام بن کلیب دو برس بعد واپس لوٹا۔ قسطنطین نے پھر اپنے سفیر کو تحائف دے کر اس کے ساتھ بھیجا۔ اس کے بعد مشرقی فرانس کے شاہِ کلدہ اور کوہ ابرانس کے پار والے فرانس علاقے کے بادشاہ اوفو نے بھی دربارِ قرطبہ میں سفیر بھیج کر عبدالرحمٰن سے دوستانہ تعلقات کا اظہار کیا۔ جرمنی کی سفارت کے جواب میں عبدالرحمن نے ربیع بن زیاد کو جرمنی بھیجا۔ بزہ کی ملکہ طوطہ اور لیون کے بادشاہ ارڈون کی

Marfat.com

درخواست پر شاہی طبیب حدائی کو سفیر بنا کر بھیجا جس نے ارڈون کے موٹاپے کا علاج کیا اور ملکہ طوطہ اور ارڈون اس کے ساتھ دربار قرطبہ میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ الناصر نے ان سے دوستی کا معاہدہ کر لیا۔ افریقہ کی ریاستوں سے بھی عبدالرحمٰن نے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔

المختصر عبدالرحمٰن الناصر کی شخصیت سے مرعوب ہو کر بیرونی دنیا کے حکمران اس سے دوستی قائم کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی (فاتح سومنات)

برصغیر پاک و ہند کے شمال مغرب میں پاکستان کی سرحدوں پر واقع کوہِ ہندوکش سے ذرا پرے افغانستان کے کہساروں کے دامن میں ایک بہت قدیم شہر غزنی واقع ہے جو کبھی شہبازوں کا مسکن تھا ان سطور کو لکھتے وقت یہ تاریخی شہر آتش و آہن کی برسات کی زد میں ہے۔ نامعلوم انسانوں کے شکاری اب تک کتنے ٹن بارود اس خطہ پر برسا چکے ہیں اور کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور پھر یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کہساروں کے باسی یہ شہباز پکڑے بھی جاسکیں گے یا کہ نہیں۔

بہت پرانی بات ہے جب انسان جانوروں کی طرح منڈیوں میں بکتے تھے۔ انسان تو اب بھی بکتے ہیں مگر انداز بدل گیا ہے۔ یہ خلافت عباسیہ کا دور تھا جب افغانستان، ماورالنہر اور خراسان پر اسماعیل سامانی کی نیم خود مختار حکومت تھی جس کا دارالحکومت بخارا تھا۔ اسمٰعیل سامانی عباسیوں کا گورنر تھا لیکن خلافت عباسیہ کے دورِ انحطاط میں وہ خود مختار حکمران بن بیٹھا۔ اسمٰعیل سامانی کے فرزند امیر احمد بن اسمٰعیل کا ایک ترک غلام الپتگین تھا جسے نصر بن احمد بن اسمٰعیل نے اس کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر آزاد کر دیا تھا۔ الپتگین نوح بن نصر بن احمد کے دور میں حاجب الحجاب مقرر ہوا۔ نوح بن نصر کے بعد دولت بخارا کا گدی نشین عبدالملک ہوا لیکن اس کی وفات کے بعد تخت نشینی کا مسئلہ پیدا ہوا۔ الپتگین عبدالملک کے کمسن بیٹے کو تخت نشین کرانا چاہتا تھا جبکہ حکومت کا وزیر امیر مرحوم کے بھائی منصور کو اقتدار میں دیکھنا چاہتا تھا۔ منصور گدی نشین ہو گیا تو الپتگین نے دارالسلطنت سے دور رہنا مناسب خیال کیا۔ آخر کار 962ء الپتگین نے غزنی کے حاکم ابوبکر لادق کو شکست دے کر غزنی میں اپنی حکومت قائم کر لی، اس طرح دولت غزنہ معرض وجود میں آئی۔

الپتگین کی وفات 13 ستمبر 963ء کے بعد اس کا فرزند ابواسحاق امیر کے دو غلام

Marfat.com

بلکتگین اور پری تگین مسند حکومت پر براجمان ہوئے۔اسی اثناء میں امیر الپتگین کا ایک ترک غلام اور اس کا داماد سبکتگین ترقی کی منازل طے کرتا ہوا دولت غزنہ کا سالارِ اعظم بنا۔ابوبکر لادق نے دولت غزنہ پر حملہ کر دیا لیکن غزنہ کی افواج کے سپہ سالار سبکتگین نے شکست فاش دے کر غزنہ کو تباہی سے بچالیا۔اس پر امرائے سلطنت نے 20 اپریل 977ء کو پری تگین کو معزول کر کے سبکتگین کو اپنا امیر بنالیا۔

امیر سبکتگین

امیر سبکتگین ترکستان کے ایک سردار جق کا فرزند تھا۔ماں کی طرف سے ایران کے آخری ساسانی تاجدار یزدگرد شہریار کی نسل سے تھا۔اس کا اصل نام المنصور سبکتگین تھا۔بارہ سال کی عمر میں نیشاپور کے مقام پر الپتگین کے ہاتھ فروخت ہوا۔اپنی ذہانت اور خداداد قابلیت کے بل بوتے پر بہت جلد ترقی کی منازل طے کرتا ہوا امیر الامراء اور سپہ سالار کے منصب تک پہنچ گیا۔الپتگین نے اسے شرف دامادی بخشا اور آخر کار وہ دولت غزنہ کا فرمانروا بن گیا۔

برسر اقتدار آتے یہ سبکتگین نے لمغان (جلال آباد) اور سیستان پر قبضہ کر کے دولت غزنہ میں شامل کرلیا۔مغرب میں اس ابھرتی ہوئی قوت کے سدباب کے لئے پنجاب کے ہندو راجہ جے پال نے دولت غزنہ پر حملہ کر دیا۔لیکن شکست فاش کھائی۔دس لاکھ درہم اور پچاس ہاتھی نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ سرحدی قلعے سبکتگین کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا لیکن جب سبکتگین کے آدمی قلعوں کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس گئے تو ان کو گرفتار کرلیا اور عہد شکنی کا مرتکب ہوا۔اس پر سبکتگین جے پال کو سبق سکھانے پشاور پہنچ گیا۔ پشاور کے قریب دونوں میں زبردست معرکہ ہوا جے پال نے بارِ دیگر شکست کھائی۔سبکتگین نے دریائے سندھ تک کا سارا علاقہ سلطنت غزنہ میں شامل کرلیا اس طرح برصغیر کی فتح کے دروازے کھل گئے۔

کہساروں کی آغوش میں پرورش پانے والے کہساروں کے عظیم فرزند محمود غزنوی کو

Marfat.com

اگر بت شکن کے ساتھ ساتھ باطل شکن کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ بت شکنی اور باطل شکنی کی روایت جو فتح مکہ کی یاد دلاتی ہے آج بھی محمود غزنوی کے دیس کے باسیوں میں موجود ہے جو بت پرستوں اور دولت پرستوں کے لئے تازیانہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اہل ایمان کی رسم کہن کو جسے کہساروں کے بیٹے آج بھی اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں نے عالم کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا ہے۔ تمام عالم کفر متحد ہو کر ان بت شکنوں کو مٹانے کے درپہ ہے۔

حالات زندگی

سلطان محمود غزنوی سبکتگین کا فرزند اکبر تھا۔ وہ یکم نومبر 971ء کو پیدا ہوا۔ بچپن سے ہی اس کی پیشانی سے ظفر مندی، اقبال مندی اور فطری ذہانت کے آثار ہویدہ تھے۔ اس کی پیدائش کے متعلق روایت ہے کہ اس کے پیدا ہونے سے ذرا قبل سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر کے درمیان چولہے میں ایک درخت اگ آیا ہے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس قدر بڑا درخت بن گیا ہے کہ اس نے تمام دنیا کو اپنے سائے تلے ڈھانپ لیا ہے۔ ابھی وہ خواب بیان کر ہی رہا تھا کہ محمود کی پیدائش کی خوشخبری ملی۔ بعد میں یہ خواب حقیقت بن کر سامنے آیا جب محمود نے اپنی بہادری، سخاوت اور عدل گستری کی بدولت ایشیا بھر کے حکمرانوں میں اعلیٰ مقام پایا(1)۔

سلطان محمود نے بچپن سے امورِ سلطنت میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ مہمات میں شریک ہوتا۔ ایام شہزادگی میں محمود نے نیشا پور کو فتح کر کے سلطنت غزنہ میں شامل کیا اور خراسان جیسے اہم صوبے کا گورنر بنایا گیا۔ پنجاب کے ہندو حکمران جے پال نے جب سلطنت غزنہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے حملہ کیا تو سبکتگین کی ہندو راجہ کے خلاف مہمات میں محمود نے شاندار جرات اور مردانگی کا مظاہرہ کیا۔ ان دونوں مہمات میں سبکتگین کی کامیابی محمود کی اعلیٰ عسکری ذہانت کی وجہ سے تھی۔

1۔ ہسٹری آف میڈیول انڈیا، صفحہ 78-77، از ایشوری پرشاد

Marfat.com

سبکتگین جب بستر مرگ پر پڑا تو اس نے اپنے چھوٹے فرزند اسمٰعیل کو سلطنت غزنہ کا ولی عہد مقرر کیا۔ باپ کی وفات کے بعد محمود نے بلخ اور خراسان کی حکومت کی پیشکش کر کے غزنہ کی امارت خود سنبھالنی چاہی تو اسمٰعیل اس پر رضا مند نہ ہوا۔ محمود نے بزورِ شمشیر غزنہ پر قبضہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس نے ایک بار پھر اسمٰعیل کو مصالحت کی پیش کش کی لیکن اسمٰعیل نے یہ پیشکش مسترد کر دی تو اسمٰعیل کو شکست دے کر اسے نظر بند کر دیا اور 997ء میں مسند غزنہ پر خود بیٹھ گیا۔ جلد ہی اس نے اپنی عسکری ذہانت سے غزنی کی چھوٹی سی ریاست کو ایک طاقتور سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ غزنہ کی ریاست سامانی سلطنت کے زیر نگین تھی۔ 999ء میں والی کاشغر امین خان نے اس کا خاتمہ کر دیا تو محمود نے اسے مبارکباد دی اور اس کی لڑکی سے شادی بھی کر لی۔ اس وقت بغداد کی عباسی خلافت کی سیاسی حیثیت ماند پڑ چکی تھی۔ ہر نئی ریاست کا حکمران خلیفہ بغداد سے سند حکومت حاصل کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا تھا۔ محمود نے اپنے دربار کے ایک مقتدر عالم ابو منصور عبدالملک محمد بن اسمٰعیل تغلجا کو خلیفہ بغداد القادر باللہ کے دربار میں بطور سفیر بھیج کر خوشگوار تعلقات قائم کر لئے اور سند حکومت بھی قائم کر لی۔ خلیفہ القادر باللہ نے محمود کو یمین الدولہ اور آمین الملک کے لقب سے نوازا۔ اب محمود نے امیر کا لفظ ترک کر کے سلطان کا لقب اختیار کر لیا۔ محمود ایشیا کے مسلمان حکمرانوں میں پہلا حکمران تھا جس نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔

ہندوستان پر حملوں کی غایت اور نوعیت

تخت نشینی کا مسئلہ طے کرنے اور خلیفہ بغداد سے اپنی حکومت کو آئینی طور پر تسلیم کرانے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے دار الکفر ہندوستان کو تسخیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ محمود نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے۔ بعض مورخین نے حملوں کی تعداد بارہ بتائی ہے۔ سر ہنری ایلیٹ نے محمود کے حملوں کی تعداد سترہ ہی لکھی ہے جو بالکل درست ہے لیکن ہندوستان پر سترہ حملوں کے باوجود اس نے برصغیر میں مستقل حکومت قائم نہ کی بلکہ صرف پنجاب کے علاقے کا اپنی سلطنت سے الحاق کیا کیونکہ فوجی نقطہ نگاہ سے یہ علاقہ اس کی افواج کو ستانے کا کام

Marfat.com

دیتا تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ محمود ہندوستان کی بجائے وسط ایشیا اور ایران فتح کر کے ایک عظیم غزنوی سلطنت کے قیام کا خواہاں تھا۔

جس کے لئے اسے فوجی برتری، فاتحانہ شہرت اور وافر دولت کی اشد ضرورت تھی اور یہ مقصد صرف برصغیر پر حملوں سے ہی حاصل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ محمود نے بار بار ہندوستان پر حملے کئے اور عسکری شہرت حاصل کر لی اور بے پناہ دولت تھی۔ اس طرح وسط ایشیا اور ایران پر اس کی فوجی برتری کی دھاک بیٹھ گئی اور خلیفہ بغداد بھی اس کی عسکری قوت سے بہت متاثر ہوا۔

بعض مورخین کی یہ رائے ہے کہ محمود کے ہندوستان پر حملوں کی غایت صرف ہندوستان میں مندروں میں جمع بے پناہ دولت کو حاصل کرنا تھا تا کہ امارتِ غزنہ کی اقتصادی حالت کو مستحکم کیا جائے اور مال و دولت سے فوجی قوت مضبوط کر کے سلاطین عجم کے خلاف عسکری دبدبہ قائم کیا جائے۔ اس ضمن میں ایک مغربی مورخ الفسٹن لکھتا ہے۔

''ہندوستان پر محمود کے حملوں کی اصل وجہ محض شہرت و ناموری، حصولِ دولت، عسکری دبدبہ اور ملک گیری کی خواہش تھی''۔

بعض مورخ سلطان محمود کو مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجاہد اسلام تھا اور اس نے اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان پر حملے کئے لیکن ایک مسلم مورخ ڈاکٹر ایم ناظم کی رائے ہے:

''ایک فاتح کے نزدیک مذہبی مصلحتوں کو شاذ ہی وزنی سمجھا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے محمود بھی ان مذہبی مصلحتوں سے متاثر نہ تھا''۔

مورخین کے ایک گروہ کے نزدیک ہندوستان پر محمود کے بار بار حملوں کا مقصد محض دولت کا حصول تھا یا پھر عسکری شہرت۔ اس گروہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ کہنا کہ محمود نے اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان پر بار بار حملے کئے تاریخی لحاظ سے غلط ہے کیونکہ کوئی ہمعصر کتاب اس چیز کی طرف اشارہ نہیں کرتی۔ اس نے کسی غیر مسلم کو بھی طاقت یا تبلیغ و تحریک سے مسلمان کیا ہو۔

Marfat.com

مورخین کا دوسرا گروہ محمود کو مجاہد اسلام قرار دیتا ہے اور ہندوستان پر محمود کے بار بار حملوں کو جہاد کا نام دیتا ہے اور پہلے گروہ کی تردید کرتا ہے۔

یہاں تک پہلے گروہ کا تعلق ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو تنگ نظر، متعصب اور اسلام دشمن ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نامور مسلم حکمرانوں پر کیچڑ اچھالنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ڈاکو اور لٹیرے کہتے ہیں حالانکہ خود ان کے اپنے حکمران غاصب، ڈاکو، چور، لٹیرے، زبردست غارت گر اور سفاک قاتل ہیں۔ مغرب کے حکمرانوں کا ماضی اور حال اس حقیقت کا بین ثبوت ہے۔ کچھ روشن خیال اور مذہب بیزار مسلم مورخ اور نقاد اہل مغرب سے متاثر ہو کر ان کے ہمنوا بن گئے ہیں اور تہذیب مغرب کے یہ ذہنی مریض اپنے آقاؤں کی ترجمانی میں ان سے بہت آگے ہیں۔ دراصل عالم کفر کو جہاد بہت کھٹکھٹاتا ہے اور وہ دنیا سے جہاد ختم کرنے کے لئے بیقرار اور بے چین ہی نہیں بلکہ پوری طرح کمربستہ ہیں۔

سلطان محمود ایک غیرت مند اور جرأت مند حکمران تھا۔ سلطنت غزنہ کو ہندو حکمرانوں سے خطرہ تھا۔ لاہور کے ہندو راجہ جے پال نے سلطنت غزنہ پر حملہ کر کے مسلم دشمنی کا ثبوت دیا تھا بارِ دیگر سبکتگین اور جے پال کے درمیان پشاور کے قریب ہونے والی جنگ میں جے پال سبکتگین کے مقابلے میں دیگر ہندو ہمسایہ راجاؤں کو بھی اپنی مدد کے لئے اکٹھا کر لایا تھا۔ ایسے طاغوت اور باطل پرستوں کے خلاف جنگ کرنا جہاد نہیں تو کیا ان ظالموں کے آگے لیٹ جانا یا ہتھیار ڈال دینا جہاد ہے؟ جہاد تو ظالم اور ظلم کو مٹانے کا نام ہے تاکہ دنیا میں نہ برا رہے اور نہ ہی برائی۔

اسلام دشمن قوتوں کے وسائل جو ایک اسلامی مملکت کے خلاف استعمال ہوں یا استعمال کئے جانے کا خدشہ ہو ان وسائل پر قبضہ کر لینا اور انہیں اسلامی مملکت کے استحکام کے لئے استعمال میں لانا اور ظالم کے ہاتھ توڑنا جہاد نہیں تو اور کیا ہے۔ جنگ بدر میں ابوسفیان تجارتی کا قافلہ مسلمانوں کا حدف تھا کیونکہ کفار مکہ نے اس تجارتی مال کے منافع کو

Marfat.com

مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں میں خرچ کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ ایران کی اسلام دشمن مجوسی حکومت کے دارالحکومت مدائن پر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں قبضہ کیا تو بے شمار خزائن مسلمانوں کو ملے۔ فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مصر کی فتح کی اجازت اس لئے لی تھی کہ مصر وسائل کا علاقہ تھا اور رومی ان وسائل کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے مصر فتح کر کے دشمن کے وسائل پر قبضہ کر کے ان کو ان وسائل سے محروم کر دیا اور وسائل اسلامی ریاست کے استحکام کے لئے استعمال کئے جانے لگے۔

یہ گروہ یہ دلیل بھی پیش کرتا ہے کہ ایک تنخواہ دار فوج اگر غیر مسلموں کے خلافِ جنگ کرتی ہے تو اسے جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ دلیل سراسر غلط ہے۔ دورِ نبوی میں اگرچہ ایک باقاعدہ تنخواہ دار فوج کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں باقاعدہ تنخواہ دار فوج تشکیل پا چکی تھی۔ اس فوج نے ایران، شام، فلسطین اور مصر کے وسیع علاقے فتح کئے تو کیا یہ جہاد نہیں تھا؟

برصغیر کے ہندوؤں نے سلطنت غزنہ کے خلاف محاذ بنا لیا تھا۔ غزنی پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ گو اس کا معیار خلافت راشدہ یا ایک خالص اسلامی ریاست سے کم تر تھا لیکن یہ ریاست ایک غیر مسلم ریاست نہ تھی بلکہ اسلامی ریاست تھی۔ اس کا تحفظ کرنا اور اسے مستحکم کرنا غیر اسلامی فعل نہ تھا بلکہ اسلام کے اصولوں کے عین مطابق تھا۔ اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ سلطان محمود کا مقصد ان حملوں سے اشاعت اسلام نہ تھا تو ایک اسلامی ریاست اور وہاں کی مسلم رعایا کا تحفظ کرنا تو اس کے فرائض میں شامل تھا۔

ہندوؤں کے ان مندروں میں دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں۔ مندروں کی عمارات پختہ اور قلعہ نما تھیں۔ ہندو راجے اپنی دولت مندروں میں رکھتے تھے اور دولت کی حفاظت کے لئے مندروں میں فوج بھی متعین کی جاتی تھی۔ ہندوؤں کے مندر بالفاظِ دیگر مال و دولت کے خزینے تھے۔ اس لئے جنگیں بھی مندروں کے قریب ہی ہوتی تھیں۔

Marfat.com

اس طرح دو قوموں کے درمیان یہ جنگیں مذہبی جنگ کا روپ دھار لیتی تھیں۔ جب دشمن کی فوج شکست کھاتی تو مسلمانوں کے ہاتھ ان مندروں میں جمع شدہ دولت بھی ہاتھ آتی جو مسلمانوں کے نزدیک مالِ غنیمت تھا سلطان محمود کے ہندوستان پر بار بار حملوں سے دنیوی اور مذہبی اغراض پورے ہوتے تھے۔ پھر سلطان محمود نے ہندوستان میں جہاں بھی حملہ کیا اس کی معقول وجہ ہوتی تھی جس کا ذکر تاریخ کے اوراق میں موجود ہے۔ لہٰذا ہندوستان پر محمود کے بار بار حملوں کو دنیوی دولت کا حصول قرار دے کر جہاد سے الگ قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ان جنگوں کو کفر اور اسلام کی جنگوں کے علاوہ کوئی اور نام دیا جاسکتا ہے۔ یہ سلطان محمود کا فیضان تھا کہ دارالکفر ہندوستان میں مبلغین اسلام حضرت حسین زنجانی، حضرت علی ہجویری، سید اسمٰعیل شاہ بخاری اور حضرت شاہ یوسف گردیزی رحمہم اللہ علیہم یہاں تشریف لائے اور اسلام کی شمع فروزاں کیں۔

ہندوستان پر حملوں کا تذکرہ

1۔ نواح خیبر کی فتح

1000ء میں سلطان محمود نے خیبر کے نواح میں ان قلعوں کو فتح کیا جو اس سے قبل تسخیر نہ ہوئے تھے۔

2۔ جے پال سے جنگ

سبکتگین کی وفات کے بعد جب سلطان محمود برسر اقتدار آیا تو لاہور کے ہندو حکمران جے پال نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے پشاور اور جلال آباد واپس لینے کے لئے سلطنت غزنہ پر حملہ کیا۔ محمود پندرہ ہزار جنگجوؤں کے ساتھ فتوحات کرتا ہوا پشاور پہنچ گیا۔ 27 نومبر 1001ء کو ہنڈ کے مقام پر دونوں فوجوں میں خون ریز معرکہ ہوا۔ جے پال کی فوج تیس ہزار پیادہ، بارہ ہزار سوار اور تین سو جنگی ہاتھیوں پر مشتمل تھی لیکن اس کے باوجود جے پال کو شکست ہوئی اور سلطان محمود کامیاب رہا۔ جے پال پندرہ بیٹوں اور پوتوں کے ہمراہ گرفتار

Marfat.com

ہوا۔ جے پال کو اڑھائی لاکھ دینار تاوانِ جنگ ادا کر کے رہائی ملی۔ اس نے مسلسل شکستوں کے پیشِ نظر لاہور پہنچ کر خودکشی کر لی۔

3۔ بجے رائے حاکم بھائیہ سے جنگ

بھائیہ موجودہ بھیرہ شریف کے حکمران بجے رائے سے محمود کے دوستانہ تعلقات تھے۔ سلطان محمود کو امید تھی کہ بجے رائے جے پال کے خلاف جنگ میں محمود کا ساتھ دے گا لیکن وہ خاموش تماشائی بنا رہا اور محمود کی مدد کو نہ آیا۔ محمود نے 4-1003ء میں بجے رائے کی گوشمالی کے لئے بھیرہ پر حملہ کر دیا۔ تین دن کی جنگ کے بعد بجے رائے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ محمود نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بجے رائے گرفتاری کے خوف سے جان بچا کر بھاگ نکلا لیکن خنجر گھونپ کر خودکشی کر لی۔

4۔ آنند پال سے جنگ اور والیٔ ملتان کو شکست

ملتان پر لودی خاندان کا شیخ حکمران تھا جو سبکتگین کا ہمعصر تھا۔ اس کے ریاست غزنہ سے دوستانہ تعلقات تھے لیکن اس کا بیٹا ابوالفتح داؤد جب برسرِ اقتدار آیا تو راجہ جے پال کا حلیف بن گیا۔ ابوالفتح داؤد سلطان محمود کا ہمعصر تھا۔ سلطان محمود جب بھیرہ کی تسخیر کے بعد غزنی لوٹا تو ابوفتح داؤد نے اس کی فوج کا راستہ روک کر بہت نقصان پہنچایا۔ اس پر محمود نے ابوفتح داؤد لودی کی گوشمالی کا ارادہ کر لیا۔ وہ 6-1005ء کو ملتان کی طرف بڑھا۔ محمود نے جب ملتان پہنچنے کے لئے اٹک کے مقام پر سے دریائے سندھ کو عبور کرنا چاہا تو آنند پال والیٔ لاہور نے اس کا راستہ روک لیا۔ اس پر محمود نے آنند پال کو شکست دے کر کشمیر کی طرف بھگا دیا۔ پھر ابوفتح داؤد لودی کی طرف بڑھا۔ ملتان کے قریب کھلے میدان میں دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی۔ ابوفتح داؤد شکست کھا کر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ محمود نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر داؤد نے ہتھیار ڈال دیئے اور بیس ہزار طلائی مہر سالانہ خراج کی ادائیگی اور قرامطی عقائد سے تائب ہونے کی شرط پر محمود نے اسے چھوڑ دیا۔

سلطان محمود پورے سندھ اور ملتان کی تسخیر کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اسے خبر ملی کہ اس کے

Marfat.com

خسر ایلک خان والی کاشغر نے سلطنت غزنہ کی مغربی سرحد پر حملہ کر دیا ہے تو وہ ابوالفتح سے شرائط منوا کر واپس غزنی لوٹ گیا۔

5۔نواسہ شاہ کی گوشمالی

نواسہ شاہ کا اصل نام سکھ پال تھا۔ وہ جے پال والی لاہور کا نواسہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سلطان محمودؒ نے اسے نواسہ شاہ کا لقب دیا۔ سلطان محمود نے ابوالفتح داؤ دلوی کو شکست دینے کے بعد نواسہ شاہ کو ملتان کا نگران مقرر کیا اور خود سرحد کاشغر کی طرف روانہ ہو گیا۔ نواسہ شاہ نے جب دیکھا کہ سلطان محمود ایلک خاں سے مصروفِ پیکار ہے تو اس نے اپنے ماموں آنند پال کی ترغیب پر مرتد ہو کر بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ کاشغر کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد سلطان محمود کو نواسہ شاہ کے باغی ہونے کی خبر ملی تو وہ فوراً بھیرہ شریف پہنچا اور نواسہ شاہ کو گرفتار کر کے غزنی لے آیا اور اسے قید میں ڈال دیا۔

6۔فتح پنجاب

نواسہ شاہ اور اس کے ماموں آنند پال کی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر سلطان محمود نے آنند پال کو سبق سکھانے کے لئے وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ آنند پال نے بھی تیاریوں میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس نے سلطان محمود کے مقابلے کے لئے مذہب کے نام پر اجین، کالنجر اور گوالیار کے راجاؤں سے امداد طلب کر لی۔ ایک بھاری لشکر کے ساتھ وہ آنند پال کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جہلم کے وحشی کھوکھر بھی آنند کے ساتھ آ ملے۔ ہندو عورتوں نے اپنے زیورات فروخت کر کے اپنے سپاہیوں کو اسلحہ فراہم کیا۔ ہندوؤں کی یہ ٹڈی دل فوج حضرو کے مقام پر مورچہ بند ہو گئی۔ 31 دسمبر 1008ء کو سلطان محمود اپنے جنگجوؤں کے ساتھ غزنی سے روانہ ہوا اور حضرو پہنچ کر ہندوؤں کے سامنے خیمہ زن ہو گیا۔ چار دن کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ دشمن کے مقابلے میں سلطان محمود کی فوج بہت کم اور کمزور تھی۔ سلطان محمود نے تیغوں کے سائے میں خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ ریز ہو کر لشکر اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دعا مانگی۔ جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر لشکر اسلام نے

Marfat.com

اس شدت سے حملہ کیا کہ دشمن کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ آنند کی سواری کا ہاتھی سراسیمہ ہوکر بھاگ نکلا اور وہ کشمیر کی طرف فرار ہوگیا اور گمنامی کی موت مر گیا۔

7۔ کانگڑہ اور نگرکوٹ کی فتح

1009ء میں سلطان محمود نے کانگڑہ کا عزم کیا جو ہندوؤں کا مقدس مقام تھا۔ یہاں کے مندر نہایت متبرک خیال کئے جاتے تھے۔ یہاں کا قلعہ پہاڑی پر واقع تھا۔ کانگڑہ کے مندروں میں صدیوں سے دولت جمع ہو رہی تھی۔ کانگڑہ کو تین علاقوں (کانگڑہ، ہوشیار پور اور جالندھر) والی ریاست ''تری گرتا'' بھی کہتے تھے۔ سلطان محمود اور اہل کانگڑہ کے درمیان تین دن تک جنگ ہوتی رہی۔ تین یوم کے بعد اہل کانگڑہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یہاں سے بے شمار مالِ غنیمت ملا۔ اس میں چاندی کا بنا ایک چھپر کھٹ بھی تھا جو 60 فٹ لمبا اور 50 فٹ چوڑا تھا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے قلعہ سے دس میل دور واقع نگرکوٹ کا شہر بھی فتح کر لیا۔

8۔ ملتان پر بار دیگر حملہ

حاکم ملتان ابوالفتح داؤد لودی نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قرامطی عقائد اپنا لئے تھے۔ اس بدعہدی کی سزا دینے کے لئے سلطان محمود نے 11-1010ء کو ملتان پر حملہ کیا۔ ابوفتح داؤد کو شکست ہوئی۔ سلطان اسے گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے آیا اور قندھار کے شمال مغرب میں واقع قلعہ غورک غو میں قید کر دیا۔

9۔ تھانیسر کی مہم

تھانیسر میں ہندوؤں کا مقدس بت چکرسوامی تھا جس کی بہت زیادہ پرستش کی جاتی تھی۔ 1014ء میں سلطان محمود نے تھانیسر روانہ ہوا تو پنجاب کے راجہ آنند پال نے سلطان محمود سے استدعا کی کہ اگر وہ تھانیسر کے شہر پر فوج کشی نہ کرے تو وہ اسے پچاس ہاتھی

Marfat.com

اور زرِ کثیر بطورِ باج ادا کرنے پر تیار ہے۔ محمود نے آنند کی پیشکش کو مسترد کر دیا اور پیش قدمی جاری رکھی۔ تھانیسر کے راجہ نے ہندو راجاؤں سے مدد طلب کرنا چاہی لیکن سلطان محمود عقاب کی طرح تھانیسر پر جھپٹا۔ مقامی فوجوں نے بڑی جرات اور بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ اس معرکہ میں بے شمار مال و زر مسلمانوں کو ملا اور سلطان محمود غزنی جاتے ہوئے چکر سوامی کا بت بھی ساتھ لے گیا۔

10۔ نندنہ کی مہم

پنجاب کے ہندو راجہ آنند کی وفات کے بعد اس کا لڑکا تری لوچن پال راج گدی پر بیٹھا۔ یہ بڑا نرم طبع حکمران تھا۔ امورِ سلطنت کی انجام دہی کے اختیارات اس کے لڑکے بھیم پال ثانی کے ہاتھوں میں تھے۔ یہ لوگوں میں نڈر بھیم کے نام سے مشہور تھا۔ تری لوچن نے سلطنت غزنہ سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی لیکن بھیم پال نے سلطنت غزنہ سے آزاد ہو کر خود مختار ہونے کی کوشش کی۔ سلطان محمود نے بھیم پال کی باغیانہ روش کے پیش نظر نئی راجدھانی نندنہ پر 1013ء میں حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا لیکن شدید برف باری اس امر میں مانع ہوئی۔ چنانچہ 1014ء میں سلطان محمود نے نندنہ کا محاصرہ کر لیا۔ تری لوچن زمام حکومت بھیم پال کے سپرد کر کے خود کشمیر کے راجہ سنگرام کے پاس امدادی فوج حاصل کرنے چلا گیا۔ بھیم پال نے غزنوی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ سلطان کی افواج نے نندنہ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے گورنر مقرر کر دیا۔ اسی اثناء میں تری لوچن کی کشمیری افواج کی معیت میں نندنہ کی طرف پیش قدمی کی اطلاع سلطان محمود کو ملی تو وہ فوراً جہلم کے نواح میں پہنچ گیا جہاں اس کا مقابلہ تری لوچن کی امدادی فوج سے ہوا۔ محمود نے دشمن کو شکست فاش دی اور غزنی لوٹ گیا۔

11۔ فتح کشمیر

پنجاب کے ہندو حکمرانوں کا رویہ سلطان محمود کے ساتھ دشمنانہ تھا۔ کشمیر کا راجہ محمود کے خلاف متعدد بار ان کی مدد کر چکا تھا۔ سلطان محمود کشمیر کے راجہ کی گوشمالی ضروری سمجھتا تھا۔

Marfat.com

1015ء میں سلطان محمود نے کشمیر کے ہندو راجہ سنگرام کے دشوار ترین اور مضبوط ترین پہاڑی قلعہ لوہ کوٹ پر حملہ کر دیا لیکن شدید برف باری کی وجہ سے محاصرہ اٹھا کر اسے غزنی کی راہ لینی پڑی۔ شدید برف باری اور دشوار گزار پہاڑی راستوں کی وجہ سے سلطان محمود کئی بار راستہ بھول گیا جس کی وجہ سے اس کی فوج کو ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ 1021ء میں سلطان نے بارِ دیگر کشمیر پر فوج کشی کی لیکن ناکام رہا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے کبھی کشمیر کا رخ نہ کیا۔

12۔ قنوج کی مہم

پنجاب کے ہندو راجاؤں کی سلطان محمود کے ہاتھوں شکستوں سے برصغیر کی تسخیر کی راہ ہموار ہوگئی۔ 1018ء میں سلطان محمود غزنہ سے روانہ ہوا۔ پنجاب کے متعدد قلعے فتح کرتا ہوا دریائے جمنا کو عبور کر کے برن (بلند شہر) پر حملہ آور ہوا۔ وہاں کے راجہ ہردت (ہرادتہ) نے محمود سے مقابلہ کی ہمت نہ پا کر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ نیز وہ اپنے دس ہزار ساتھیوں سمیت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان محمود مہابن اور متھرا کو فتح کرتا ہوا قنوج کی طرف بڑھا جو شان و شوکت میں بے مثال شہر تھا۔ یہاں دس ہزار مندر تھے۔ راجہ قنوج راجیہ پال کے پاس اسی ہزار زرہ پوش، تیس ہزار گھوڑ سوار اور پانچ لاکھ پیادہ فوج تھی جو اس زمانہ کی ایک عظیم سپاہ تھی۔ جذبۂ ایمان سے سرشار سلطان محمود کی فوج نے کمال بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کی آہن واسلحہ سے لیس فوج کو تہس نہس کر دیا دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کا ٹڈی دل لشکر میدانِ جنگ میں بے شمار لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ محمود نے قنوج کے نواح کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا جہاں سے بے شمار دولت سلطان کے ہاتھ لگی۔ اس کے بعد سلطان نے اسنی، منج اور شروا کے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ سلطان کے رعب و دبدبے کا یہ عالم تھا کہ کئی ہندو راجے یہ خبر سن کر بھیڑوں کی طرح اپنی رعایا اور اپنے مندروں کے دیوتاؤں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ قنوج کے راجہ راجیہ پال نے بھی سلطان محمود کی سیادت قبول کر لی اور

Marfat.com

سالانہ باج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس عظیم فتح کی خبر سن کر عباسی خلیفہ نے محمود کے فتح نامہ کو وصول کرنے کے لئے خصوصی دربار منعقد کیا۔

13۔ کالنجر کی تسخیر

سلطان محمود جب ہندوستان سے غزنی لوٹ آیا تو پنجاب کے ہندو راجہ تری لوچن پال اور کالنجر کے راجہ رائے نندہ نے اتحاد قائم کر لیا۔ رائے نندہ نے قنوج کے راجہ راجیہ پال کے سلطان محمود کے مقابلے سے راہِ فرار اختیار کرنے پر اس کی مذمت کی اور گوالیار کے ہندو راجہ کی مدد سے قنوج پر لشکر کشی کر کے راجہ لاجیہ پال کو گرفتار کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس پر سلطان محمود نے ایک بار پھر لشکر کشی کے ارادہ سے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ محمود کے حملے کی اطلاع پا کر حاکم پنجاب تری لوچن گوالیار، کالنجر اور اردگرد کے راجاؤں نے سلطان محمود کے خلاف متحدہ محاذ بنا لیا۔ پنجاب کا راجہ تری لوچن پال سلطان محمود کا راستہ روکنے کے لئے آگے بڑھا لیکن جلد ہی ہمت ہار بیٹھا اور کالنجر کے راجہ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ کالنجر کا راجہ اپنے جنگی حلیفوں کی معیت میں چھتیس ہزار سواروں، ساڑھے چھ سو جنگی ہاتھیوں اور ڈیڑھ لاکھ پیدل فوج کے ساتھ سلطان محمود کے مقابلہ پر نکلا لیکن محمود کی طاقت سے مرعوب ہو کر راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔ محمود نے دور دراز علاقہ میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور بھاری مقدار میں مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

14۔ الحاق پنجاب

سلطان نے دور دراز علاقوں کی مہمات کے لئے پنجاب کے الحاق کی اہمیت کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ پنجاب کے ہندو راجہ کے ریشہ دوانیوں کے انسداد اور پنجاب کی مکمل تسخیر کے لئے غزنی سے روانہ ہوا۔ 1021ء کے موسم سرما میں سلطان محمود اور پنجاب کے ہندو راجہ بھیم پال نڈر (والی لاہور) کے درمیان خون ریز جنگ ہوئی جس میں بھیم پال کو شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ کر اجمیر کے راجہ کے ہاں پناہ گزیں ہوا اور وہیں 1066ء میں وفات پائی۔ اس کی موت کے ساتھ ہی پنجاب کے ہندو شاہی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ پنجاب پر

Marfat.com

قبضہ کر کے سلطان نے لاہور کو اس کا دارالحکومت قرار دیا اور پنجاب کا الحاق سلطنت غزنہ سے کرلیا۔مختلف علاقوں پر انتظام وانصرام کے لئے عامل مقرر کئے۔لاہور کا گورنر ملک ایاز مقرر ہوا۔ملک کی حفاظت کے لئے مختلف مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

15۔گوالیار اور کالنجر

کالنجر کے راجہ رائے نندہ نے گوالیار کے راجہ کو ساتھ ملا کر ایک بھاری لشکر اپنے جھنڈے تلے جمع کرلیا۔سلطان محمود کو جب ان جنگی تیاریوں کی خبر ملی تو وہ 1022ء میں عازم ہند ہوا۔سب سے پہلے اس نے گوالیار کا محاصرہ کرلیا۔راجہ نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر 35 ہاتھی بطورِ نذرانہ پیش کر کے امان طلب کی اور آئندہ مطیع رہنے کا وعدہ کیا۔سلطان محمود نے اس کے بعد کالنجر کا رخ کیا۔رائے نندہ قلعہ بند ہوگیا۔سلطان نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔راجہ نندہ نے چند دن بعد اپنے آپ کو بے بس پا کر 100 ہاتھی نذر کر کے مصالحت کرلی۔سلطان محمود نے پندرہ قلعے انعام کے طور پر راجہ کو دیئے جس پر وہ بہت خوش ہوا اور گراں قدر تحائف اور عطیات سلطان محمود کی خدمت میں پیش کئے۔سلطان محمود برصغیر کے انتہائی مشرق میں واقع اس ناقابل تسخیر قلعہ کو فتح کر کے 1023ء کو واپس غزنی لوٹ آیا۔

16۔سومنات کی فتح

سومنات (چاند دیوتا) ہندوؤں کے سب سے بڑے دیوتا شیوجی کا مندر گجرات کاٹھیاوار کے علاقے میں سمندر کے کنارے واقع تھا۔اس پرشکوہ قلعہ نما مندر کی عمارت بہت وسیع تھی جو کہ چھپن ستونوں پر استوار تھی۔مندر کی سیڑھیاں سمندر کی طرف تھیں۔جنہیں سمندر کی لہریں ہر وقت چھوتی تھیں۔ہندوؤں کا اعتقاد تھا کہ موت کے بعد انسان کی روح اس مندر میں آجاتی ہے۔بتوں کے سامنے جواہرات سے مرصع پردے لٹکائے گئے تھے۔مندر کی دیواریں جواہرات سے مزین تھیں جن کی بدولت مندر ہر وقت جگمگ جگمگ کرتا رہتا تھا مندر کی نگہداشت کے لئے ایک ہزار برہمن مقرر تھے اور پانچ سو حسین وجمیل لڑکیاں (دیوداسیاں) شیولنگ کی خوشنودی کے لئے آتی اور رقص کرتی تھیں۔مندر کی

Marfat.com

گھنٹیاں طلائی زنجیروں سے بندھی تھیں جن کا وزن دو سو من تھا۔ مندر کے اخراجات کے لئے دس ہزار گاؤں وقف تھے۔ شیولنگ کے غسل کے لئے ہر روز گنگا کا پانی لایا جاتا تھا۔ مندر میں یاترا کے نذرانوں سے کروڑوں روپے کا مال و زر جمع ہوتا تھا(1)۔

برصغیر پر حملوں میں سے سومنات پر محمود کا حملہ اہم ترین ہے۔ سومنات پر سلطان محمود کے حملے کے بارے میں ہندو مورخین نے رائے ظاہر کی ہے کہ سومنات کی بے پناہ دولت محمود کے حملے کا باعث بنی۔

مسلم مورخین ابن خلدون، ابوالحسن الجزری بن اثیر اور محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ کی آراء ہندو مورخین کے برعکس ہیں۔ ان کا بیان ہے:

"جب محمود نے برصغیر کے مختلف راجگان کو شکست دی اور ہندوؤں کے مختلف مندر اس کے ہاتھوں تاخت و تاراج ہوئے تو ہندوؤں نے کہنا شروع کر دیا کہ جن دیوتاؤں کے مندر تباہ ہوئے ہیں ان سے سومنات (شیو جی) ناراض تھا۔ اگر محمود نے سومنات پر حملہ کیا تو وہ تباہ و برباد ہو جائے گا"۔

اس میں شک نہیں کہ سومنات کے مندر میں نذرانوں کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے راجاؤں نے محمود کے حملے کے ڈر سے اپنی دولت کا بڑا حصہ سومنات کے مندر میں جمع کر رکھا تھا۔ مندر اور دولت کی حفاظت کے لئے ہندوستان بھر کے راجاؤں نے اپنی فوجیں بھی سومنات میں مامور کر رکھی تھیں۔ تاہم سومنات پر محمود کے حملے کا باعث بے پناہ دولت کا حصول نہ تھا بلکہ محمود نے ہندوؤں کے اس باطل عقیدہ، بتوں کی جھوٹی عظمت اور وقعت کو ختم کرنے کے لئے حملہ کیا۔ چنانچہ سلطان محمود 18 اکتوبر 1025ء کو سومنات پر حملے کے ارادے سے غزنی سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ غزنہ کی افواج قاہرہ کے علاوہ خراسان، ترکستان اور غزنی کے تیس ہزار رضاکار بھی تھے جو جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر شاہی لشکر میں شامل ہوئے تھے۔ محمود 9 نومبر 1025ء کو ملتان پہنچا اور یہاں سے آئندہ کے سفر کی مکمل

1۔ کتاب الہند از ابوریحان البیرونی

Marfat.com

تیاری کر کے جیسلمیر، اجمیر اور پتن کے راستے سومنات کی طرف روانہ ہوا۔ سومنات پہنچنے کے لئے راستے میں راجپوتانہ کا صحرا حائل تھا۔ اس لئے سلطان نے ہر سپاہی اور رضا کار کو حکم دیا کہ وہ اپنے اور اپنی سواری کے لئے کئی دن کی خوراک اور پانی کا بندوبست کر لے۔ اس کے علاوہ حفظ ماتقدم کے طور پر ہزار اونٹوں پر سامان خوراک اور پانی لاد لیا گیا۔ 6 جنوری 1026ء کو سلطان محمود سومنات پہنچا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ لوگوں پر بتوں کی بے بسی واضح کی جائے تاکہ لوگ بت پرستی اور شرک سے باز آ جائیں۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ مندر کے پجاریوں اور شہر کے لوگوں نے قلعہ کی دیواروں پر چڑھ کر مسلم سپاہ کا منہ چڑانا شروع کیا۔ ان کا پختہ عقیدہ تھا کہ سومنات کا دیوتا ان سب کو تباہ کر دے گا۔ مندر کے محافظوں کے سپہ سالار نے دانشمندی کا مظاہرہ کیا اور محمود کی آمد کی خبر پا کر فرار ہو گیا لیکن مندر کی محافظ فوج نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے کمندیں ڈال کر قلعہ کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن محافظوں نے کامیاب نہ ہونے دیا۔ مسلم سپاہ نے دوسرے روز شدید حملہ کیا۔ مندر کے صدر دروازے پر خون ریز جنگ ہوئی، بالآخر مندر کے محافظوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مندر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مندر کے پروہتوں نے سلطان محمود کو مندر میں داخل نہ ہونے کے لئے ڈھیروں دولت کی پیشکش کی لیکن سلطان نے اسے مسترد کر دیا۔ سومنات کی جنگ میں پچاس ہزار محافظ مارے گئے اور باقی سمندر کے راستے کشتیوں پر سوار ہو کر بھاگ نکلے لیکن مسلم سپاہ نے پتھر برسا کر ان کی کشتیوں کو بمع ان سوار محافظوں کے ڈبو دیا۔ فاتح سلطان محمود نے مندر کے اندر داخل ہو کر شولنگ (شیو دیوتا کا عضو تناسل) کو گرز مار کر پاش پاش کر دیا اور بعد میں اس کے ٹکڑے غزنی بغداد اور مکہ روانہ کئے تاکہ انہیں مساجد کی سیڑھیوں میں نصب کیا جائے اور مومنوں کے پاؤں تلے روندے جائیں۔ سومنات میں دو ہفتے قیام کے بعد سلطان محمود بے پناہ دولت کے ساتھ غزنی روانہ ہوا۔

سلطان محمود کی واپسی پر راجپوتانہ کے راجاؤں نے پرم دیو والی آبو کی قیادت میں

Marfat.com

راستہ روکنے کا منصوبہ بنایا لیکن سلطان اجمیر کی بجائے کچھ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا سندھ پہنچ گیا۔ وہاں سے 12 اپریل 1026ء کو بھکر، ملتان سے ہوتا ہوا غزنی پہنچا۔ راستے میں سندھ کے جاٹوں نے سلطان کو بہت تنگ کیا اور اس کی فوج کو نقصان پہنچایا۔

سومنات کی فتح نے سلطان محمود کی شہرت اور وقار کو اسلامی دنیا میں چار چاند لگا دیئے۔ ہندوستان کی مدافعت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر ایم ناظم مصنف لائف اینڈ ٹائم آف سلطان محمود آف غزنہ رقمطراز ہے:

''سومنات کی مہم تاریخ اسلام میں بلاشبہ ایک عظیم عسکری کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس فتح نے عالم اسلام میں مسرت کی لہر دوڑا دی۔ اور خلیفہ بغداد نے خوش ہو کر سلطان محمود، اس کے بیٹوں اور بھائیوں کو انعامات اور اعزازات سے نوازا۔ سومنات کا بت تباہ ہو گیا۔ لیکن سلطان محمود کے نام کو شہرت دوام حاصل ہو گئی۔''

سومنات کے متعلق چند حکایات •

شیو جی کے بارے میں بہت سی حکایات مشہور ہیں۔ شیو جی کا بت مندر کے عجائبات میں سے سب سے بڑا اور نمایاں تھا۔ ذکریا قزوینی کا بیان ہے کہ بت بغیر سہارے کے مندر کے وسط میں معلق تھا۔ اسے خلا میں معلق دیکھ کر سب حیران رہ جاتے تھے۔ ہندوؤں کے نزدیک اس کی بے پناہ توقیر تھی۔ چاند گرہن کے موقع پر ملک کے دور دراز علاقوں سے ہندو جوق در جوق اس کی یاترا کے لئے آتے تھے۔ جب سلطان محمود نے اپنے مصاحبوں سے اس بت کے خلاء میں معلق ہونے کی وجہ دریافت کی تو ان میں اکثر نے رائے ظاہر کی کہ بت کسی پوشیدہ سہارے کے ذریعے کھڑا ہے۔ چنانچہ ایک شخص کو حکم دیا گیا کہ وہ بت کے چاروں طرف تلوار گھما کر دیکھے۔ تلوار گھما کر دیکھا گیا تو کوئی چیز مانع نہ ہوئی۔ ایک مصاحب نے خیال ظاہر کیا کہ اس کا بالائی چتر مقناطیس کا بنا ہوا ہے اور بت دھات کا۔ اس لئے مقناطیس کی کشش کے باعث خلاء میں معلق ہے مگر بعض مصاحب اس رائے سے متفق نہ تھے۔ آخر محمود کے حکم سے کچھ پتھر چتر سے ہٹائے گئے اس سے مورتی ایک طرف کو جھک

Marfat.com

گئی۔ جب اور پتھر ہٹائے گئے تو یہ اور جھک گئی حتیٰ کہ زمین پر آ گری۔

تاریخ فرشتہ سے لی گئی یہ حکایت بہت مشہور ہے کہ اس حکایت کے مطابق محمود جب مندر میں پہنچا تو برہمنوں نے منت سماجت کی کہ اس بت کے ہم وزن زر و جواہر وصول کر کے اسے توڑنے سے گریز کیا جائے مگر سلطان محمود نے ان کی پیشکش کو مسترد کر دیا اور کہا کہ میں بت شکن ہوں بت فروش نہیں ہوں۔ اس کے بعد بت جلا دیا گیا۔ بعض مورخین بت کو سونے کا کھوکھلا مجسمہ تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ برہمنوں نے اس بت کو بچانے کے لئے بے انتہا مال و زر سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا لیکن اس نے یہ کہہ کر کہ میں بت شکن ہوں بت فروش نہیں، ان کی درخواست کو رد کر دیا۔ اور گرز مار کر بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اندر سے بے شمار زر و جواہر برآمد ہوئے۔ دولت کی اس فراوانی کو دیکھ کر سلطان ششدر رہ گیا کیونکہ یہ دولت اس سے کہیں زیادہ تھی جو برہمن اسے پیش کر رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مندر میں شیولنگ کی پوجا ہوتی تھی سلطان محمود نے اس بت کی حیا سوز شکل اور ہندوؤں کے مشرکانہ خیالات کو ختم کرنے کے لئے بت کو توڑنا ضروری سمجھا۔

17۔ سندھی جاٹوں کی گوشمالی

سومنات کی فتح کے بعد سندھ سے گزرتے وقت سندھ کے جاٹوں نے سلطان محمود کی فوج کو بہت زچ کیا تھا اور مال و زر لوٹنے کی بھی کوشش کی۔ غزنی پہنچ کر سلطان محمود نے سندھ کے جاٹوں کی گوشمالی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے چودہ سو ایسی کشتیاں تیار کروائیں جن کی اگلی طرف لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد اس نے یہ بحری بیڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور جنوب کی سمت روانہ ہوا۔ سندھ کے جاٹوں نے سلطان کی آمد کی خبر پا کر اپنے اہل و عیال کو محفوظ مقامات پر بھیج دیا اور خود چار ہزار کے قریب جنگی کشتیوں کا بیڑا بنا کر مقابلے پر آئے۔ اس بحری جنگ میں جاٹوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ اور سلطان محمود کی فوج کے تیراندازوں نے انہیں بہت نقصان پہنچایا اس کے بعد محمود غزنی لوٹ آیا۔ یہ اس کی زندگی کی آخری مہم تھی۔

Marfat.com

وفات

سندھ کے جاٹوں کے خلاف مہم کے دوران سلطان محمود کو ملیریا بخار ہو گیا۔ بسیار علاج کے باوجود کوئی آفاقہ نہ ہوا بلکہ بیماری سل و دق کی شکل اختیار کر گئی۔ سلطان نے بیماری کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور امورِ سلطنت بدستور سرانجام دیتا رہا۔ چار سال بیمار رہنے کے بعد 30 اپریل 1030ء کو عالم اسلام کا عظیم مجاہد، عدیم المثال حکمران اور فقید النظیر جرنیل اس دارِ فانی سے راہی ملک عدم ہوا۔ وہ اپنے پسندیدہ فیروزی باغ میں دفن ہوا۔ آج محمود کے دیس میں جو قیامت صغریٰ امریکہ نے برپا کر رکھی ہے اسے دیکھ کر سلطان کی روح لرزاں براندام تو ضرور ہوتی ہوگی۔

شخصیت و سیرت

سلطان محمود غزنوی براعظم ایشیا کا عظیم ترین فرمانروا اور نامور حکمران تھا۔ اسے ورثہ میں غزنی اور خراسان کے علاقوں پر مشتمل چھوٹی سی ریاست ملی تھی لیکن اس نے 33 سالہ دورِ حکومت میں اس سلطنت کو بہت وسعت دی۔ سلطان محمود ایک مطلق العنان وسیع اختیارات کا مالک حکمران تھا لیکن وہ عدل و انصاف کا پیکر اور امن و انصاف کا پاسبان تھا۔ وہ ایک بہترین منتظم تھا۔

حلیہ

سلطان محمود موزوں اور متناسب جسم و جثہ کا مالک انسان تھا۔ اس کا قد میانہ، تھوڑی گول جس پر معمولی سی داڑھی بہت خوبصورت دکھائی دیتی تھی۔ نظام الملک طوسی لکھتا ہے کہ سلطان محمود کا چہرہ خوبصورت تھا۔ ہندو شاہ فرشتہ تاریخ فرشتہ میں راقم ہے کہ سلطان ظاہری حسن و جمال سے عاری تھا۔ بعض مورخین نے سلطان کے چہرے پر چیچک کے داغ بتائے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ بدصورت نہ تھا۔ سلطان ظاہری طور پر خوبصورت تھا یا بدصورت اس کا کردار بہت خوبصورت تھا۔

Marfat.com

بحیثیت انسان

سلطان محمود غزنوی مثالی کردار کا مالک انسان تھا، وہ ہمت واستقلال کا پیکر، جفاکش، فرض شناس اور زیرک وذہین انسان تھا۔ وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ وہ غیر مسلموں سے روا داری کا قائل تھا۔ وہ دشمن پر عقاب کی طرح جھپٹتا تھا۔ ہندوستان پر متواتر حملوں کے باعث ہندو مورخین اسے ظالم، متعصب اور حریص حکمران لکھتے ہیں لیکن حقیقتاً سلطان محمود ایک رحم دل، خدا ترس، روادار، فیاض اور عدل گستر حکمران تھا۔ جو لوگ اسے ظالم، متعصب اور حریص حکمران کہتے ہیں حقیقت میں ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ظالم اور متعصب نہیں۔

بحیثیت جرنیل

سلطان محمود من سپہ گری کا ماہر جرنیل تھا۔ وہ خود جنگ کی منصوبہ بندی اور حکمت عملی تیار کرتا تھا اور جنگ کے وقت فوج کی خود قیادت کرتا تھا اور اگلی صف میں شامل ہوتا۔ وہ ایک نڈر اور بیباک سپاہی تھا۔ وہ ہمت وجرأت کا پیکر تھا۔ وہ چیتے کی سی پھرتی سے دشمن پر حملہ آور ہوتا۔ وہ ایک ماہر شمشیر زن تھا۔ والی ملتان ابو فتح داؤد کے خلاف جنگ میں شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ خون سے تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ میں جم گیا تھا جسے گرم پانی استعمال کر کے علیحدہ کیا گیا۔ وہ برصغیر ترکستان اور جہاں کہیں بھی نبرد آزما ہوا کامیابی نے اس کے قدم چومے۔ اس کی فوج میں ہندی، ایرانی، افغانی اور ترک شامل تھے جنہیں غیر متزلزل عسکری تربیت اور نظم وضبط سے ایک مربوط اور مضبوط تنظیم سے منسلک کر دیا تھا۔ محمود کی عسکری تربیت نظم وضبط اور تنظیم کا نتیجہ تھا کہ ترکستان سے سومنات تک محمود ہر معرکہ میں کامیاب لوٹا۔ بلاشبہ سلطان محمود ایشیاء کا ایک عظیم فاتح تھا۔

بحیثیت حکمران

سلطان محمود عالم اسلام کا عظیم المرتبت حکمران تھا۔ وہ امت کی عظمت اور غیرت کا نشان تھا۔ وہ ایک ایسا عدل گستر بادشاہ تھا جس کے دربارِ عدل تک ہر کس وناکس کو رسائی

Marfat.com

حاصل تھی۔ اس نے اپنے اختیارات کا استعمال زبردستوں اور ظالموں کے خلاف کیا۔ اس نے کمزوروں کے تحفظ اور ان کے حقوق کا خصوصی خیال رکھا۔ جنگی مہمات میں مصروفیت کے باوجود محمود نے ملکی نظم ونسق پر کڑی نظر رکھی۔ وہ اگرچہ وزراء کی کونسل سے ملکی امور میں مشورے لیا کرتا تھا تاہم وہ ان کے مشوروں کا پابند نہ تھا۔ ملکی آمد وخرچ کی خود پڑتال کرتا تھا۔ وزراء مختلف شعبہ جات حکومت کے سربراہ تھے لیکن ان کی نگرانی محمود خود کیا کرتا تھا۔

محمود کے عدل وانصاف کا بہت چرچا تھا۔ عوام الناس کو عدل کی فراہمی کے لئے ہر شہر میں قاضی مقرر کر رکھے تھے۔ ہر صوبے میں قاضی القضاۃ مقرر تھے۔ ایک سوداگر کی شکایت پر شہزادہ مسعود کو بھی عدالت میں حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرنی پڑی۔ ہندوشاہ فرشتہ تاریخ فرشتہ میں رقمطراز ہے کہ ایک حقیر ومسکین فریادی کی شکایت پر محمود نے اپنے بھانجے کے خلاف تعزیری کاروائی کی اور جرم میں ملوث پا کر اپنے ہاتھ سے اسے قتل کیا۔

ایک عظیم حکمران کی صفات میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ وہ عوام کی بہبود کا خیال رکھتا ہے۔ محمود ایک حقیقت اور مشفق حکمران تھا۔ اس نے عوام کی فلاح و بہبود کا خیال رکھا۔ وہ عوام کے حالات سے باخبر رہتا تھا۔ چور بازاری اور ناجائز منافع خوری کی نگرانی کا کڑا انظام تھا۔ کسی افسر کو عوام پر ظلم کی اجازت نہ تھی۔ سرکاری افسران کا خود احتساب کرتا تھا۔ صنعت و تجارت اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اس نے بہت سی سڑکیں تعمیر کروائیں تاکہ لوگ بلاخوف وخطر سفر اور تجارت کر سکیں۔

مربی علوم وفنون

سلطان محمود ایک عالم و فاضل حکمران تھا۔ وہ علوم وفنون کا مربی اور علماء کا قدردان اور سرپرست تھا۔ وہ اہل علم وادب پر دل کھول کر دولت نچھاور کرتا تھا۔ اس کی فیاضی اور علماء نوازی کی شہرت سن کر بہت سے اہل کمال اس کے دربار کی زینت بن گئے تھے۔ لین پول لکھتا ہے کہ:

''نپولین نے مفتوحہ علاقوں سے آرٹ کے گراں بہاں نوادرات جمع کر کے پیرس کے

Marfat.com

عجائب گھر کو مزین کیا لیکن محمود نے مختلف ممالک کے باکمال ارباب فن، شعراء اور علماء کو اپنے دربار کی زینت بنا کر اس سے بہتر کام کیا (میڈیول ہسٹری آف انڈیا انڈر محمڈن رول)

محمود نے برصغیر سے حاصل کردہ بے پناہ دولت کو غزنی کی خوبصورتی اور علوم وفنون کی فراخدلانہ سرپرستی پر خرچ کیا۔ غزنی ایشیا بھر میں علم وثقافت کا مرکز بن گیا۔ نامور شاعر، علماء و فضلاء، سائنسدان، ریاضی دان، ماہر فلکیات، مورخین اور حکماء محمود کے دربار کی زینت بن گئے۔ ان میں شاہ نامہ کی مشہور مصنف فردوسی کے علاوہ عنصری، فرخی، اسدی، منوچہر جیسے بلند پایہ شعراء کرام مشہور زمانہ ریاضی دان، ادیب، مورخ، جغرافیہ دان اور ماہر فلکیات ابوریحان البیرونی جو کہ سنسکرت اور ہندی زبان کا بھی ماہر تھا محمود کے دربار سے وابستہ تھا۔ فارابی بیہقی اور عتبی جیسے مورخین اور وقائع نگار قابل ذکر ہیں۔ محمود ہر سال چار لاکھ دینار دربار کے علماء وفضلاء پر خرچ کرتا تھا۔ ڈاکٹر ایم اے ناظم چہار مقالہ کے حوالے سے رقمطراز ہے:

''محمود اربابِ علم ودانش پر بے حد مہربان تھا۔ اس کا ادنیٰ ترین انعام بھی ہزارہا دینار پر مشتمل ہوتا تھا۔ مشہور درباری شاعر عنصری کے صرف چند اشعار سے محظوظ ہو کر اس نے بطور انعام اس کا (عنصری) منہ تین بار بیش قیمت جواہرات سے بھر دینے کا حکم دیا(1)۔

سلطان محمود نے ان گنت مساجد، مکتب، مدرسے اور کتب خانے بنوائے۔ نیز عجائب گھر بھی قائم کئے۔ غزنی میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کے ساتھ بہت بڑے کتب خانے اور عجائب گھر کا اہتمام کیا۔ کتب خانے میں ہر علم کی بیش قیمت کتب فراہم کیں اور عجائب گھر کو نوادرات سے بھر دیا۔ محمود نے غزنی میں ایک یونیورسٹی بھی قائم کی جس میں بیرونی ممالک سے طلباء تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے تھے۔ محمود نے غزنی کو محلات، باغات اور مساجد سے اس طرح سجایا کہ دنیا کا خوبصورت علاقہ بن گیا۔ دنیا بھر کے اہل فضل وکمال اور تشنگان علم وفن کی موجودگی نے غزنی کو علم وعرفان کا گھوارہ بنا دیا۔ لوگ غزنی کو عروس البلاد کہنے لگے۔

1۔ دی لائف اینڈ ٹائم آف سلطان آف غزنہ

Marfat.com

محمود کی مذہبی پالیسی

سلطان ایک راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ وہ مذہبی فرائض باقاعدگی سے ادا کرتا تھا۔ وہ رضائے الٰہی پر متوکل تھا۔ مشکل اور پیچیدہ حالات میں قرآن سے فال نکالتا۔ وہ اولیاء کرام سے بے حد محبت کرتا تھا۔ شیخ ابوالحسن خرقانی کی روحانی عظمت سے بہت متاثر تھا۔ وہ غیر مسلموں سے رواداری سے پیش آتا۔ سلطان محمود نے ہندوستان پر حملوں کے دورانِ کسی مندر کو مسمار نہ کیا اور نہ ہی کسی غیر مسلم کو زبردستی ترک مذہب پر مجبور کیا۔ تلک، سکھپال اور تاش جیسے ہندو اس کی فوج میں افسر تھے۔ غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی تھی۔ غزنی میں غیر مسلموں کا ایک الگ محلّہ تھا جہاں وہ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ دوران جنگ جب بھی اسے مشکلات کا سامنا ہوتا تو وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوکر فتح ونصرت کی دعا مانگتا۔ سلطان مذہبی فرقہ پرستی کے سخت خلاف تھا۔ بالخصوص ان فرقہ پرستوں کے سخت خلاف تھا جو خلیفہ بغداد قادر باللہ کے خلاف تھے۔ بسا اوقات محمود نے ایسے فرقہ پرست لوگوں کے خلاف کاروائی کی اور ان کی گوشمالی میں تساہل سے کام نہ لیا۔ اس نے اسلام کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ سلطان محمود باطل پرستوں اور باطل عقائد کے خلاف ہمیشہ سرگرم عمل رہا۔

عالم کفر کے لئے سلطان محمود شمشیر برہنہ تھا۔ جب تک وہ زندہ رہا کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری رہا۔ یہ سلطان محمود کا فیضان تھا کہ دارالکفر ہندوستان میں اولیاء کرام مسلم فوج کے ساتھ تشریف لائے اور انہوں نے اسلام کی شمع فروزاں کی۔ ہندوستان میں نورِ اسلام سے ظلمت کدے جگمگا اٹھے۔

بلاشبہ سلطان محمود دنیائے اسلام کا ایک عظیم مجاہد، عدل گستر اور عظیم فاتح حکمران تھا۔ کاش آج دنیائے اسلام کے پاس کوئی محمود ہوتا۔

Marfat.com

خلیفہ ہارون الرشید عباسی

ابوجعفر ہارون الرشید عباسی 145ھ میں رے کے مقام پر پیدا ہوا وہ بنوعباس کے تیسرے خلیفہ مہدی کا بیٹا اور ہادی کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کی ماں ملکہ خیزراں (مہدی کی بیوی) علاقہ یمن کی رہنے والی تھی۔ کمسنی میں اسے بردہ فروش پکڑ لائے تھے۔ خلیفہ مہدی نے اسے درہم میں خرید لیا۔ خیزران نے شاہی محل میں پرورش پائی۔ وہ نہایت ذہین وفطین تھی۔ اسے تمام مروجہ علوم پر دسترس حاصل تھی۔ جوان ہوئی مہدی نے اس کے ساتھ شادی کر لی اور اسی کے بطن سے مہدی کے دولڑکے ہادی اور ہارون رشید پیدا ہوئے۔ مہدی جب برسر اقتدار آیا تو ملکہ خیزران نے آہستہ آہستہ جملہ اختیارات حکومت اپنے ہاتھ میں لے گئے۔ لیکن مہدی کی وفات کے بعد ہادی نے اسے حکومتی اختیارات سے محروم کر دیا۔ خیزران ایک پاکباز اور دیندار عورت تھی۔ اسے اسلام سے بہت محبت تھی، اس نے صحابی رسول ﷺ، حضرت ارقم مخزومی رضی اللہ عنہ کا گھر از سر نو تعمیر کروایا اور حضور اکرم ﷺ کی جائے پیدائش کی جگہ ایک مسجد تعمیر کروائی۔

ہارون الرشید کی تعلیم وتربیت اس کے دادا المنصور کی زیر نگرانی ہوئی۔ اس کی تعلیم کے لئے الگ الگ مضامین کے الگ الگ استاد مقرر ہوئے۔ یحییٰ برمکی کو اس کا اتالیق مقرر کیا گیا، علم حدیث کی تعلیم اس نے امام مالک سے حاصل کی۔ ہارون رشید کو اوائل عمر سے شعر و شاعری سے شغف تھا۔ وہ ایام شہزادگی سے اہل علم و دانش کا قدردان تھا۔ ایام شہزادگی میں اسے مشرقی ممالک کا گورنر بنایا گیا اور قسطنطنیہ کی مہم کی قیادت کی اور کامیاب لوٹا۔

ولی عہدی

خلیفہ المنصور نے ولی عہدی میں عیسیٰ بن موسیٰ کا نام اپنے لڑکے مہدی کے بعد کر دیا تھا۔ مہدی نے اپنے دورِ خلافت میں عیسیٰ بن موسیٰ پر دباؤ ڈال کر اسے ولی عہدی سے

Marfat.com

دستبردار ہونے پر رضامند کر لیا۔ اس کے عوض اسے ایک کروڑ روپیہ نقد اور بہت بڑی جاگیر عطا کی اور اپنے دونوں بیٹوں ہادی اور مہدی کو یکے بعد دیگر ولی عہد مقرر کیا۔

جب ہادی برسراقتدار آیا تو اس نے ہارون کی جگہ اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کرنا چاہا اور ہارون پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ ولی عہدی سے دستبردار ہو جائے۔ پہلے تو ہارون نے انکار کر دیا لیکن بعد میں وہ تیار ہو گیا۔ اس پر ہارون کے استاد اور مشیر یحییٰ بن خالد برمکی نے اسے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ ہادی کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے یحییٰ کو نظر بند کر دیا۔ ابھی یہ کشمکش جاری تھی کہ ہادی کو موت نے آ لیا۔

تخت نشینی

ربیع الاول 171ھ بمطابق 30 ستمبر 786ء کو ہارون الرشید اپنے بھائی ہادی کی وفات کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس وقت اس کی عمر بائیس سال تھی۔ اس نے اسی وقت اپنے استاد یحییٰ برمکی کو جسے ہادی نے نظر بند کر دیا تھا، جیل سے رہا کر کے وزارت کے منصب پر فائز کر دیا۔ ہارون نے اپنی والدہ ملکہ خیزران کو وہ تمام اختیارات اور امتیازات تفویض کر دیئے جو اسے مہدی کے دورِ خلافت میں حاصل تھے اور جن سے ہادی نے اسے محروم کر دیا تھا۔ اسی رات ہارون کے ہاں مامون پیدا ہوا جو بعد میں مامون الرشید کے لقب سے عباسی خلافت کا وارث بنا۔

مسند اقتدار پر قدم رکھتے ہی ہارون کی کاوشوں سے عباسی عہد ثقافتی اور علوم وفنون کی ترقی کے لحاظ سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ عباسی اقتدار منتہائے کمال کو پہنچا۔ خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔ ہارون رشید کا عہد حکومت مورخین کی نظر میں تاریخ اسلام میں امن وامان، خوشحالی اور ثقافتی ترقی کا زریں دور کہلاتا ہے۔ ہارون رشید کے عہد حکومت کو واقعاتی اہمیت کے اعتبار سے تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابتدائی دور رومیوں سے محاذ آرائی اور داخلی بغاوتوں کا دور ہے۔ دوسرا دور اپنے دامن میں برامکہ کے عروج وزوال کی داستان لئے ہوئے ہے جبکہ تیسرا دور علوم وفنون کی ترقی کا دور ہے۔

Marfat.com

رومیوں سے محاربات

رومیوں سے مسلمانوں کی محاذ آرائی کا سلسلہ دورِ نبوی ﷺ میں جنگ موتہ سے شروع ہوا۔ دورِ خلافت راشدہ میں مسلمانوں نے رومیوں کو شام، فلسطین اور مصر سے نکال باہر کیا۔ اموی دورِ خلافت تو خصوصاً رومیوں کے خلاف زبردست پیش قدمی کا دور ہے اس دور میں اسلامی مملکت کی سرحدیں نہ صرف بحرہ روم کے ساحل تک پھیل چکی تھیں بلکہ بحرہ میں واقع جزائر قبرص، کریت اور سسلی کو فتح کرنے کے بعد اندلس، اٹلی اور نصف فرانس بھی فتح کر چکے تھے اور اب اموی افواج کا حدف مشرق میں عیسائیت کا گڑھ قسطنطنیہ تھا جس پر کئی بار لشکر کشی ہو چکی تھی۔

قارئین کرام یہاں یہ حقیقت بیان کرتا چلوں کہ بنو امیہ کا 92 سالہ دورِ حکومت اسلامی تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعد فتوحات کا دور تھا کیونکہ اموی نسلاً اصلاً صاحب سیف تھے جبکہ بنو عباس اس کے برعکس صاحب قلم تھے لیکن اس کے باوجود رومیوں سے ان کی محاذ آرائی جاری رہی۔

جب ہارون رشید نے اقتدار سنبھالا تو عباسیوں کے ساتھ محاذ آرائی کی شدت پیدا ہوگئی۔ ایام شہزادگی میں ہارون کی قیادت میں مہدی نے ایک لشکر قسطنطنیہ کی مہم پر روانہ کیا۔ ہارون اس مہم سے کامیاب اور کامران لوٹا۔ اقتدار سنبھالتے ہی ہارون نے بغداد سے ترکِ سکونت کر کے رقہ کو اپنا مستقر بنایا آرمینیا میں ایک ترک جرنیل کی زیرِ نگرانی ایک نئی فوج تیار کی۔ شام و فلسطین کے ساحلوں پر حملے کرنے والی رومی بحری فوجوں کی ناکہ بندی کے لئے بحرہ روم میں قبرص کی طرف بحری بیڑے روانہ کئے۔ خلافت کے پہلے سال ہارون نے سلیمان بن عبداللہ کو سرحدی افواج کا کمانڈر مقرر کیا۔ 172ھ میں اسحاق بن سلیمان 174ھ میں عبدالرحمن بن عبدالمالک اور 177ھ میں عبدالرزاق کو سرحدی محافظ مقرر کیا۔ لیکن رومیوں کی یلغاروں کا راستہ روکنے میں یہ کمانڈر ناکام رہے۔

181ھ میں روم کی ملکہ آئرین نے مہدی سے طے کردہ معاہدہ کو توڑ دیا اور رومی افواج

Marfat.com

نے مسلم علاقوں میں تاخت وتاراج کیا تو ہارون نے شاہی افواج کی کمان سنبھال لی اور قلعہ صفصاف تسخیر کرڈالا۔ دوسری طرف ہارون کے حکم سے صالح رومی علاقوں میں پیش قدمی کرتا ہوا انقرہ تک پہنچ گیا۔ مسلم نیول فورسز نے قبرس کو زیرنگین کرنے کے بعد جزیرہ کریٹ پرحملہ کردیا تو ملکہ آئرین نے ہارون سے چارسال کے لئے معاہدہ صلح کرلیا۔

187ء میں ملکہ آئرین جس نے اقتدار کی ہوس میں اپنے کمسن بیٹے کی آنکھوں میں سلائی پھرا کر اندھا کردیا تو اہل روم نے ملکہ کے مظالم سے تنگ آکر اسے معزول کردیا اور نقفورس کے سرتاج قیصر رکھ دیا۔ برسراقتدار آتے ہی ملکہ آئرین سے طے پانے والے معاہدہ کو اس نے توڑ ڈالا اور ہارون کو ایک اشتعال انگیز خط لکھا کہ:

''ملکہ آئرین اپنی نسوانی کمزوری اور فطری کم عقلی کے باعث تمہیں خراج ادا کرتی رہی ہے حالانکہ تمہیں خود اس کو خراج دینا چاہئے تھا۔ اس لئے جتنی رقم اس وقت تک تم وصول کر چکے ہو واپس کردو ورنہ ہم بزورِشمشیر واپس لے لیں گے''۔

اس خط سے ہارون رشید آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے خط کا جواب اسی خط کی پشت پر یوں لکھا:

''امیرالمومنین ہارون کی طرف سے نقفورس سگ روم کے نام۔ اے کافرہ کے بچے! میں نے تیرا خط پڑھا۔ اس کا جواب تم کانوں سے سننے کی بجائے آنکھوں سے دیکھو گے''۔

ہارون نے ایک طرف خط روانہ کردیا اور دوسری طرف بڑی عجلت کے ساتھ ایک لشکر جرار کی معیت میں روم پرحملہ آور ہوا اور رومیوں کے ایشیائی دارالحکومت ہرقلہ تک تمام علاقوں کو تہس نہس کردیا۔ مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے نقفورس صلح کا طالب ہوا اور پہلے سے زیادہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ صلح کے بعد ہارون اپنی عارضی قیام رقہ لوٹ آیا۔ جوں ہی ہارون نے رومی سلطنت کی حدود سے باہر قدم رکھے نقفورس وعدے سے پھر گیا۔ اس کا خیال تھا کہ موسم سرما اور شدید برفباری کے باعث ہارون کا پلٹ کر آنا ناممکن ہوگا لیکن اس کے اندازے کے برعکس ہارون کو یونہی نقفورس کی عہدشکنی کا علم ہوا وہ شدید موسم کے باوجود

Marfat.com

برق رفتاری سے پلٹا اور نقفورس کو اس کی عہد شکنی کا ایسا مزہ چکھایا کہ وہ بارِ دیگر بے بس ہو کر صلح کا طالب ہوا۔

ہارون نے 188ھ میں ابراہیم بن اسرائیل کو نقفورس کے خلاف تادیبی کاروائی پر مامور کیا۔ نقفورس مقابلے کے لئے نکلا لیکن راستے سے واپس پلٹ گیا۔ واپسی پر راستے میں ایک اسلامی دستے سے ٹکراؤ ہوا جس میں چالیس ہزار رومی مارے گئے اور نقفورس کو تین زخم آئے۔

189ء میں نقفورس نے ایک بار پھر سر اٹھایا۔ اس کی بار بار عہد شکنی سے تنگ آکر ہارون نے شہزادہ مامون کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج اور بے شمار رضا کاروں کے ساتھ رومی سلطنت پر حملہ آور ہوا۔ صقالیہ، مغلونیہ، صفصاف اور ہرقلہ جیسے اہم رومی شہر فتح کر ڈالے۔ نقفورس نے پریشان ہو کر پھر صلح کی درخواست کی اور ہارون نے حسب عادت درخواست منظور کر لی جو کہ اس کی بہت بڑی سیاسی غلطی تھی۔ اس وسعت قلبی کی بجائے ہارون کو سلطنت روم پر قبضہ کر کے رومی اقتدار کا خاتمہ کر دینا چاہئے تھا کہ بار بار کی محاذ آرائی کی نوبت ہی نہ آتی۔

192ء میں قیصر روم نے معاہدہ صلح کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سرکشی کا راستہ اختیار کیا اور اسلامی سلطنت کے سرحدی علاقوں میں تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ ہارون نے ہرثمہ کو رومیوں کے خلاف مؤثر فوجی کاروائی کے لئے مامور کیا جس نے رومیوں کی عسکری اور سیاسی قوت کا پوری طرح خاتمہ کر دیا۔

بغاوتیں

ہارون رشید نے برسر اقتدار آتے ہی آلِ علی رضی اللہ عنہ سے نہایت اچھا سلوک کیا۔ بغداد میں نظر بند علویوں کو رہا کر دیا۔ ان کی ضبط شدہ جاگیریں بحال کر دیں اور انہیں مدینے جانے کی بھی اجازت دے دی مگر اس حسن سلوک کے باوجود علویوں نے چند مقامات پر شورشیں برپا کر کے خلافت کو آلِ علی میں منتقل کرنے کی ناکام کوشش کی۔

Marfat.com

یحییٰ بن عبداللہ علوی کی بغاوت

176ھ میں نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ نے شمالی ایران کے دشوار گزار پہاڑی علاقے دیلم میں بغاوت کا پرچم بلند کیا۔ ہارون نے فضل بن یحییٰ برمکی کو اس کے مقابلے پر مامور کیا۔ فضل محبّ اہل بیت تھا۔ فضل نے خون خرابے سے اجتناب کرتے ہوئے نامہ و پیام کے ذریعے یحییٰ بن عبداللہ کو صلح پر آمادہ کر لیا۔ یحییٰ نے یہ شرط پیش کی کہ عہد نامہ صلح خود خلیفہ اپنے ہاتھ سے لکھے اور اس پر علماء اور معززین بنو ہاشم کے دستخط ہوں۔ ہارون نے یہ شرط مان لی۔ فضل بن یحییٰ برمکی یحییٰ بن عبداللہ کو ساتھ لے کر بغداد پہنچا تو ہارون نے اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد انٹیلی جنس نے ہارون کو اطلاع دی کہ یحییٰ پھر آمادہ بغاوت ہے۔ اس پر ہارون نے اسے مدینہ سے طلب کر کے قید میں ڈال دیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

دمشق اور سندھ خانہ جنگی

قبل از اسلام عربوں میں باہمی خانہ جنگی کا سبب قبائلی نظام تھا۔ آپ نے اس قبائلی نظام اور عصبیت کو مٹا کر عربوں کو ایک مرکز پر لا کر ایک زبردست قوت بنا دیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قبائلی عصبیت پھر سے زندہ ہوگئی۔ عرب میں دو بڑے قبائل مضری اور یمنی تھے جن میں اکثر خون ریز تصادم ہو جایا کرتا تھا۔ 176ء میں دمشق میں ان دونوں قبائل میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جو دو سال تک جاری رہی۔ حاکم دمشق عبدالصمد نے صلح کرانے کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس خانہ جنگی میں طرفین کے ہزاروں افراد مارے گئے۔ ہارون رشید نے عبدالصمد کی جگہ ابراہیم بن صالح کو حاکم دمشق مقرر کیا لیکن وہ بھی اس خانہ جنگی پر قابو نہ پا سکا۔ آخر ہارون نے موسیٰ بن عیسیٰ کو حاکم شام اور سندھی جرنیل کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے امن و امان قائم کیا۔ مضریوں کے سردار ابو ہیدام کو قتل کرا دیا۔ خلیفہ کے سمجھانے پر دونوں فریق اختلافات ختم کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ انہوں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی جھگڑا نہیں کریں گے۔

Marfat.com

دمشق میں فتنے کی اطلاع پا کر سندھ میں آباد مضریوں اور یمنیوں میں بھی خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ مضری تعداد میں زیادہ تھے۔ انہوں نے یمنیوں کو مار بھگایا اور سندھ کے بیشتر علاقوں پر قابض ہو کر عباسی خلافت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔

ہارون نے اس بغاوت پر قابو پانے کے لئے یکے بعد دیگرے کئی حاکم سندھ بھیجے مگر ناکام رہے۔ آخر ہارون نے داؤد بن حاتم مہلبی کو ایک لشکر جرار کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ اس نے متعدد معرکوں کے بعد مضریوں کو شکست دے کر مقبوضہ علاقوں کو ان سے آزاد کرا لیا

موصل کی بغاوت

موصل کے ایک سردار عطاف نے 177ھ میں حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر کے صوبے پر قبضہ کر لیا۔ ہارون نے بذاتِ خود اس کے خلاف کارروائی کر کے اسے شکست دے کر مار بھگایا اور موصل کے شہر کی فصیل کو مسمار کروا دیا تاکہ آئندہ بغاوتوں کا خدشہ نہ رہے۔

خراسان میں بغاوت

خراسان کا گورنر علی بن عیسیٰ بڑا ظالم انسان تھا۔ اہل خراسان کے رؤساء نے کئی بار دربارِ خلافت میں اس کے ظالمانہ رویے کی شکایت کی تھی اور اس کی معزولی کا مطالبہ کیا تھا۔ ہارون نے ان کی عرض گزاشتوں پر توجہ نہ دی۔ علی بن عیسیٰ نے درخواست دینے والوں پر سختیوں میں اضافہ کر دیا۔ خراسان کے سابق اموی گورنر نصر بن سیار کے پوتے رافع بن لیث کی سرکردگی میں خراسان کے سرداروں نے بغاوت کر دی۔ ہارون نے علی بن عیسیٰ کو معزول کر کے ہرثمہ بن اعین کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا۔ ہرثمہ نے حسن سلوک سے رعایا کو فرمانبردار کر لیا لیکن رافع کی بغاوت کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ ہارون خود لشکر جرار کے ساتھ بڑھا لیکن راستے میں ہی موت نے آلیا۔ بعد ہرثمہ نے خون ریز معرکہ کے بعد بغاوت کو ختم کر دیا۔

Marfat.com

خوارج کی بغاوتیں

جزیرہ میں 178ء میں ایک خارجی سردار ولید بن طریف نے سرکشی اختیار کی اور ایک زبردست قوت جمع کر لی۔ اس نے عباسی فوج کو بار بار شکست دی حتیٰ کہ آذربائیجان اور آرمینیا کو تاخت و تاراج کرتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور حلوان پہنچ گیا۔ ہارون نے معن بن زائدہ کے بھتیجے یزید شیبانی کو اس کی گوشمالی پر مامور کیا۔ ولید کو یزید نے کہلا بھیجا کہ خلق خدا کی خون ریزی کی بجائے آؤ ہم تم دونوں لڑ کر فیصلہ کر لیں۔ کئی گھنٹوں کی لڑائی کے بعد ولید مارا گیا۔ اس کے بعد خوارج کی قیادت ولید کی بہن لیلیٰ نے سنبھال لی۔ وہ بڑی خوبصورت دلیر اور شاعرہ تھی۔ کچھ عرصہ تک وہ شاہی افواج کا مقابلہ کرتی رہی۔ یزید اس کا رشتہ دار بھی تھا۔ اس کے سمجھانے پر اس نے اطاعت قبول کر لی۔

افریقہ میں بدامنی

ہارون الرشید نے 177ھ میں فضل بن روح کو افریقہ کا حاکم مقرر کیا اور تیونس کا امیر اس کے بھتیجے مغیرہ کو مقرر کیا جو کہ تندمزاج نوجوان تھا۔ عوام اور فوج اس کے رویئے سے نالاں تھے۔ انہوں نے فضل سے اس کی معزولی کا مطالبہ کیا جسے مسترد کر دیا گیا۔ اس پر اہل تیونس نے عبداللہ بن جارود کی سرکردگی میں بغاوت کر کے مغیرہ کو مار بھگایا اور پھر باغیوں کے عبداللہ بن جارود کے ماتحت قیروان کا رخ کیا۔ انہوں نے فضل بن روح کو قتل کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا۔

ہارون نے ان حالات کی اطلاع پا کر ہرثمہ بن اعین اور عیسیٰ بن موسیٰ کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے متعدد معرکوں کے بعد باغیوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا اور عبداللہ بن جارود کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا جہاں اسے قید میں ڈال دیا گیا۔ چھوٹے چھوٹے سرداروں کے تحت بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا جن سے تنگ آ کر ہرثمہ نے استعفیٰ دے دیا۔ ہارون نے ہرثمہ کی جگہ ابن مقاتل کو قیروان کا حاکم مقرر کیا۔ ابن مقاتل بھی شورشوں سے تنگ آ کر طرابلس بھاگ گیا۔ اسی اثناء میں ابراہیم بن اغلب نے منظر عام پر

Marfat.com

آ کر بغاوتوں کا خاتمہ کر کے افریقہ میں امن وامان قائم کر دیا۔

ابراہیم والی ذاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خود مصر کا حکم بننے کا خواہشمند تھا۔ وہ فوج اور عوام کو اکثر بھڑکاتا رہتا تھا۔ جب متعدد حاکم اس صوبے میں امن وامان قائم کرنے میں ناکام رہے تو ابراہیم بن اغلب نے دربارِ خلافت میں درخواست دی کہ اگر افریقہ کی امارت موروثی طور پر اسے کے خاندان کے حوالے کر دی جائے تو وہ صوبے میں امن وامان قائم کرنے کے لئے معقول رقم بطورِ خراج دربار خلافت بھیجتا رہے گا ہارون صوبے میں جنگ وجدل سے تنگ آ چکا تھا اس لئے اس نے یہ شرط مان لی اور ابراہیم بن اغلب کو افریقہ کی امارت پر فائز کر دیا۔ ابراہیم نے جلدی صوبے میں امن وامان بحال کر دیا۔ اب وہ دوسرے گورنروں کے برعکس اپنے معاملات میں خود مختار تھا اور صرف چالیس ہزار درہم سالانہ خراج ادا کرتا تھا۔ 184ھ میں وہ الجزائر اور تیونس کے علاقے کا خود مختار بن گیا اور خاندان اغلبیہ کی بنیاد رکھی۔

حکومت ادریسیہ کا قیام

خلیفہ ہادی کے دورِ خلافت میں حسین بن علی کی ناکام بغاوت کے بعد نفس زکیہ کا بھائی ادریس بن بن عبداللہ حجاز سے بھاگ کر مغربِ اقصیٰ (مغربی افریقہ) چلا گیا۔ یہاں کے بربر باشندوں نے اس کی بیعت کر کے اسے اپنا امام تسلیم کر لیا۔ ادریس بن عبداللہ نے 172ھ میں مراکش میں ادریسی حکومت کی بنیاد رکھی۔ عباسی حکومت نے اس نئی حکومت کے خلاف لشکر کشی کی بجائے ادریس کو خفیہ طور پر زہر دلوا دیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ ادریس کی وفات کے چند روز بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ادریس ثانی بن ادریس رکھا گیا۔ اہل فاس نے ادریس ثانی کی بیعت کر لی۔ بدامنی کے باعث عباسی حکومت اس طرف توجہ نہ دے سکی۔ چنانچہ المغرب (مراکش) میں ادریسی حکومت قائم ہوگئی جو عرصہ دراز تک قائم رہی۔

Marfat.com

ولی عہد

ہارون الرشید کے تین لڑکے محمد (آمین) عبداللہ (مامون) اور قاسم (موتمن) تھے۔ آمین ہارون کی چہیتی ملکہ ملکہ زبیدہ کے بطن سے تھا۔ مامون کی ماں مراجل لونڈی تھی جبکہ موتمن کی ماں قصف بھی لونڈی تھی۔ ہارون رشید مامون کا بڑا مداح تھا اور اسے اپنا ولی عہد مقرر کرنا چاہتا تھا لیکن ملکہ زبیدہ ہر قیمت پر اپنے بیٹے آمین کو ولی عہد بنانے کی خواہشمند تھی۔ چنانچہ ہارون نے ملکہ زبیدہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر آمین کو ولی عہد اول، مامون کو دوم اور موتمن کو سوم نامزد کیا۔ ہارون کو بخوبی علم تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے حکومت کے لئے دست و گریباں ہوں گے، چنانچہ ایک بار ہارون نے کہہ بھی دیا تھا کہ میرے تینوں بیٹے میرے سانس گن رہے ہیں۔ ہارون نے اپنے بیٹوں کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے اپنی سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ خلافت واقتدار اور عراق وشام کے علاقے امین کو دیئے۔ مشرقی بلاد (ایران وخراسان) فوجیں، خزانہ، اسلحہ اور دیگر امتیازات شاہی مامون کے نام وقف کر دیئے۔ سرحدی علاقوں پر موتمن کو مامور کیا۔ ہارون نے اس مضمون کو ایک دستاویز لکھ کر اس پر وزراء اور امراء کے دستخط کروا کر خانہ کعبہ میں محفوظ کر دیا۔

ہارون رشید نے اگرچہ امین کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا لیکن تینوں شہزادے اپنے اپنے علاقے میں خود مختار تھے۔ ہارون کا سلطنت کو بیٹوں میں تقسیم کرنا غلط ثابت ہوا اور اس کے مرتے ہی اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

وفات

ہارون رشید کو آنتوں کے دق کا عارضہ تھا۔ خراسان میں رافع بن لیث کی بغاوت کی وجہ سے صوبے کی حالت تشویش ناک ہو چکی تھی۔ ہارون اس بغاوت کو کچلنے کے لئے بذاتِ خود خراسان روانہ ہوا۔ ہراول دستہ پر مامون کو مامور کیا۔ جب وہ طوس کے مقام پر پہنچا تو طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ 4 جمادی الثانی 193ھ بمطابق مارچ 809ء کو بروز ہفتہ وفات پائی۔ اس وقت عمر سینتالیس سال اور مدتِ خلافت 23 سال 3 ماہ تھی۔ طوس کے

Marfat.com

مقام پر دفن کیا گیا۔

سیرت و کردار

ہارون رشید اپنے زمانے کے تمام حکمرانوں میں بلند مرتبہ فرمانروا تھا۔ عسکری جاہ و جلال، وسعت سلطنت اور خوشحالی و عظمت کے اعتبار سے دنیا کی کوئی قوم اور سلطنت ہارون رشید کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ ہارون کے دورِ خلافت میں بنوعباس کا عروج، معاشرتی، سیاسی اور علمی لحاظ سے منتہائے کمال کو پہنچا۔ ہارون کا عہد حکومت تاریخ اسلام کا بالعموم اور بنوعباس کا بالخصوص زریں دور شمار ہوتا ہے۔

بحیثیت انسان

ہارون رشید عزم و ثبات، تدبر و دانائی شجاعت و بلند حوصلگی اور فیاضی و دریادلی جیسے اعلیٰ اوصاف کا مالک تھا۔ وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور امام مالک سے متاثر تھا وہ احکام شریعت کا پابند ایک دیندار انسان تھا۔ اس نے اپنے دورِ حکومت میں 9 حج کئے۔ وہ ایک سال حج پر جاتا اور ایک سال جہاد کے لئے نکلتا۔ بالفاظ دیگر ایک طرف اس کا شمار عابدوں میں ہوتا تھا تو دوسری طرف غازیوں کی صف میں اس کا مقام نمایاں تھا۔ اس پر وعظ و نصیحت کا گہرا اثر ہوتا تھا۔ وعظ و نصیحت سن کر اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک آتے۔

بحیثیت حکمران

ہارون رشید ایک بلند نگاہ نیک سیرت اور اعلیٰ پائے کا حکمران تھا۔ وہ شجاعت و مردانگی میں خلفائے بنوعباس میں سے ممتاز ترین خلیفہ تھا۔ فطری طور پر وہ ایک سپاہی فرمانروا تھا۔ لڑائی میں ہمیشہ اپنی سپاہ کے آگے آگے رہتا۔ متعدد بار اس نے معرکہ آرائی میں فوج کی خود کمانڈ کی وہ شدید انتقامی جذبہ رکھتا تھا۔ عالم غیظ میں اسے اپنی طبیعت پر کنٹرول نہیں رہتا تھا۔ وہ ایک نڈر اور بے باک مجاہد تھا۔ جب وہ حالتِ غیظ میں ہوتا تو وزراء اور امراء سامنے جانے سے خوف کھاتے تھے۔

Marfat.com

وہ ایک عدل گستر حکمران تھا۔ اسے رعایا کی فلاح و بہبود کا اس قدر خیال تھا کہ رات کو بھیس بدل کر دارالخلافہ کی گلیوں میں گھوم پھر کر حالات معلوم کرتا اور مظلوموں کی دادرسی کرتا۔ وہ قاضیوں کا تقرر خود کرتا تھا۔ اس کی رعایا پروری، فرض شناسی اور عدل و انصاف کے بہت چرچے تھے۔

مربی علوم فنون

ہارون رشید خود ایک صاحب علم و کمال اور بلند پایہ شاعر تھا۔ وہ اہل علم و فن کا مربی اور سرپست تھا وہ ان کو بیش بہا انعامات اور اعزاز و اکرام سے نوازتا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بے شمار ارباب علم و فن اس کی فیاضی اور داد و دہش کا شہرہ سن کر اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ چنانچہ دارالخلافہ بغداد ارباب علم و دانش اور باکمال اہل علم و فن کا گہوارہ بن گیا تھا۔

وہ شاعروں کا بڑا قدردان تھا۔ وہ خود بھی شاعر تھا۔ اسے ایک رومی سردار کی لڑکی ہیلن سے عشق تھا جسے وہ ہرقلہ سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس نے بہت سی بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ ابونواس اس کا مشہور درباری شاعر تھا۔

ہارون کو راگ رنگ اور موسیقی سے بڑا لگاؤ تھا۔ اس کے دور میں موسیقی باقاعدہ ایک فن کی حیثیت اختیار کر گئی۔ [illegible] نے موسیقی کی محفلیں سجانے کے لئے ایک وزیر مقرر کر رکھا تھا۔

ایک بلند مرتبہ اور بلند کردار تاجدار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کانوں کا کچا تھا۔ وہ حاسدوں اور شرپسندوں کی باتوں میں آجاتا تھا۔ اس سے ایسے ایسے افعال سرزد ہو جاتے جو اس کی اعلیٰ و ارفع سیرت کے منافی ہوتے تھے۔

ہارون کے عہد زریں کا جائزہ

ہارون رشید کا دورِ حکومت عہد عباسیہ کا ایک مثالی دور تھا۔ خلیفہ ہارون ایک مدبر، بلند نگاہ، عالم و فاضل علماء اور اہل کمال کا قدردان، خوش طبع، بلند ہمت اور خوش ذوق حکمران تھا۔ وہ عدل و انصاف کا پیکر اور رعایا پرور خلیفہ تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جس ملک میں

Marfat.com

عدل وانصاف ہو وہاں امن وامان ہوتا ہے اور جہاں امن وامان ہو وہاں زندگی کے ہر شعبے میں ترقی ہوتی ہے۔ اس ملک میں ہریالی، خوشحالی، دولت کی فراوانی اور اشیائے ضرورت کی ارزانی اور فراوانی ہوتی تعلیم کا شعبہ ترقی کرتا ہے صنعت وتجارت پروان چڑھتی ہے۔ لوگ پرسکون اور خوشحال ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ ساری باتیں ہارون رشید کے عہد پر جاتی تھیں۔ ہر طرف عدل وانصاف کا دور دورہ تھا۔ امن وسکون تھا۔ صنعت وتجارت عروج پر تھی۔ ساری دنیا کے تاجر بغداد میں اپنا مال تجارت لاتے اور یہاں سے مال خرید کر لے جاتے تھے راستے محفوظ تھے۔ چوری اور راہزنی کا خطرہ نہ تھا۔ دنیا بھر کے علماء اور صاحب کمال لوگ بغداد میں جمع تھے اور علوم وفنون کی سرپرست خود حکومت تھی۔ لہٰذا اس دور میں علوم وفنون اور ثقافت نے بہت ترقی کی۔ ہارون کے عہد میں ملکی سرحدیں محفوظ اور اندرونِ ملک امن و امان تھا۔ عسکری جاہ وجلال کا چرچا تھا۔ نظم ونسق مثالی تھا۔ خلیفہ ہارون کا شمار دنیا کے عظیم المرتبت حکمرانوں میں ہوتا تھا۔ اس لئے مورخین ہارون رشید کے عہد حکومت کو خلافت بنو عباس کا زریں دور کہتے ہیں۔

امن وامان

ملکی نظم ونسق بہترین اور قابل ترین لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ داخلی اور خارجی طور پر ملک میں مکمل طور پر امن وامان تھا۔ ہارون رشید نے اندرون ملک مفسد عناصر کو کچل کر امن و امان قائم کر دیا تھا ملکی سرحدوں پر چاک وچوبند فوجی دستے تیار کھڑے رہتے تھے۔ ملکی افواج دنیا کی بہترین فوج تھی۔ ہارون کے عہد خلافت میں کسی ملک کو سرحدوں کی خلاف ورزی کرنے کی جرات نہ تھی۔ ہارون کی افواج قاہرہ ہمہ وقت ملک کی حفاظت اور دشمن کا تدارک اور استقبال کرنے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ کسی کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔

نظم ونسق

انتظامِ سلطنت بہتر طور پر چلانے کے لئے تمام حکومتی شعبہ جات کی ازسرنو تنظیم کی گئی۔ کئی نئے شعبے قائم کیے گئے۔ قاضی القضاء کا نیا عہدہ قائم کیا گیا۔ قاضی القضاء ملک میں

Marfat.com

نظام عدل اور ماتحت عدالتوں کا نگران تھا۔ امام ابو یوسف قاضی القضاء کے عہدے پر مامور تھے۔ ہارون نے بد دیانت اور ظالم عمال کو معزول کر کے دیانتدار اور پرہیزگار عامل مقرر کیے ملک میں نظام شریعت قائم کیا۔ عمال کو رعایا کی بہبود اور ان سے حسن سلوک سے پیش آنے کی ہدایت تھی۔ تمام غیر شرعی ٹیکس منسوخ کر دیئے گئے اور خراج کی وصولی میں ہونے والی کوتاہیوں اور زیادتیوں کا تدارک کیا گیا۔ قاضی ابو یوسف نے ہارون کی فرمائش پر مالیات پر مشہورِ زمانہ کتاب الخراج جو محکمہ مالیات کے اہلکاروں کے لئے دستور نامہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس شہرہ آفاق کتاب کی بدولت مملکت اسلامیہ میں مال گزاری کے قواعد یکساں ہو گئے اور بد اعمالیوں کے امکانات کم ہو گئے۔

خوشحالی

رعایا کی آسودگی اور ملک کی خوشحالی کا انحصار ملک میں عدل و انصاف اور امن و امان پر ہوتا ہے ہارون رشید کے عہد حکومت میں عوام آسودہ حال اور خوشحال تھے صنعت و تجارت ترقی پذیر تھی۔ جا بجا نہریں کھدوائی گئیں جس سے زراعت کا شعبہ ترقی پذیر ہوا۔ کاشتکار فارغ البال ہو گئے۔ زراعت کی ترقی کا یہ حال تھا کہ اخراجات نکال کر بیت المال میں ہر سال چالیس کروڑ درہم جمع ہوتے تھے۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے حکومت دل کھول کر رعایا کی فلاح و بہبود پر روپیہ خرچ کرتی تھی۔ زکوٰۃ کے علاوہ ہر روز ایک ہزار درہم کا صدقہ بھی دیا جاتا تھا۔ دولت کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ عوام خوشحال تھے۔ اشیائے ضرورت ارزاں اور بافراط میسر تھی۔ غربت و افلاس کا نام و نشان نہ تھا۔

صنعت و تجارت کی ترقی

ہارون رشید کے عہد حکومت میں بغداد عالمی منڈی اور تجارت کا مرکز بن چکا تھا۔ مشرق و مغرب کے ممالک چین، افریقہ، شام اور ہندوستان وغیرہ ممالک سے تجارتی قافلے اشیائے ضرورت لے کر آتے تھے اور یہاں کی مصنوعات اپنے ممالک میں لے جاتے تھے۔ تجارت بری اور بحری راستوں سے ہوتی تھی۔ ہارون نے شاہراہوں پر حفاظتی

Marfat.com

چوکیاں اور ہر منزل پر سرائیں بنوا رکھی تھیں یہاں تاجروں کے آرام آسائش اور حفاظت کا مکمل انتظام تھا۔ ملک میں چوری اور راہزنی کا نام ونشان نہ تھا۔ تجارتی قافلے بلا خوف وخطر سفر کرتے تھے۔ ہارون رشید بخوبی اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ ملک کی ترقی کا دارومدار صنعت وتجارت کی ترقی پر ہے اس لئے وہ صنعت وتجارت کو ترقی دینے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ تجارت پیشہ لوگوں کا ہمیشہ خیال رکھا جاتا تھا۔ صنعت وتجارت کی ترقی سے ملک میں خوشحالی اور دولت کی ریل پیل ہوگئی۔

عوامی فلاح و بہبود

ہارون رشید عوام کا ایک شفیق باپ کی طرح خیال رکھتا تھا۔ اس نے عوام کی فلاح و بہبود اور رفاہِ عامہ پر دل کھول کر دولت خرچ کی۔ اس نے بیواؤں، یتیموں اور محتاجوں کے وظیفے مقرر کئے۔ غربت اور محتاجی کا خاتمہ کر دیا۔ ہارون رشید عوام کے حالات معلوم کرنے کے لئے راتوں کو بھیس بدل کر بغداد کے گلی کوچوں میں چکر لگاتا تھا۔ مظلوموں کی دادرسی کرتا تھا۔ اس نے اپنے دور خلافت میں 9 حج کئے۔ ایک دفعہ پاپیادہ حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ پیدل حج کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حجاج کرام کی راستے کی دشواریوں اور تکالیف سے آگاہ ہو کر ان کا مناسب تدارک کیا جا سکے۔ چنانچہ ہارون رشید نے مکہ تک شاہراہ کو ہموار اور آرام دہ بنوایا۔ جابجا پانی کے حوض اور نہریں کھدوائیں تاکہ زائرین کو پانی کی سہولت میسر ہو۔ اس نے مؤذنین، علماء اور حفاظ کے وظائف بھی مقرر کئے۔

ہارون نے بے شمار مساجد، کارواں سرائیں، نہریں، پل، سڑکیں، مدارس، شفاخانے تعمیر کروائے۔ ملکہ زبیدہ نے پندرہ لاکھ دینار کی لاگت سے مکہ کو پانی فراہم کرنے کے لئے ایک بند نہر بنوائی جو آج بھی موجود ہے اور نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہے۔

علوم وفنون

جو ملک علوم وفنون کی ترقی میں آگے ہوتا ہے وہ تہذیب وثقافت اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ ہارون رشید کا عہد حکومت علوم وفنون کی ترقی میں خاص

Marfat.com

شہرت رکھتا ہے۔ ہارون رشید خود بہت بڑا عالم اور علماء کا قدر دان تھا۔ وہ علوم وفنون اور اہل فضل وکمال کا مربی تھا۔ ہارون بہت بڑا شاعر اور سخن ور تھا۔ اسی لئے وہ شعراء ادباء اور علماء کی قدر کرتا تھا۔ اہل علم وفن کی آسائش اور آسودگی کے لئے دل کھول کر دولت خرچ کرتا تھا۔ ہارون کی داد و دہش کا شہرہ سن کر دور دراز علاقوں سے اہل علم وکمال اس کے دربار سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اربابِ علم وفن کی موجودگی کے باعث دار الخلافہ بغداد علوم وفنون اور تہذیب و ثقافت کا گہوارہ بن گیا تھا۔ اس کے دربار میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم و دانش جمع تھے۔ منصور نے غیر ملکی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کرانے کے لئے دار الترجمہ کی بنیاد رکھی ہارون نے اسے ایک ادارے کی حیثیت دی اور ترجمہ کا محکمہ قائم کیا جو بیت الحکمت کہلاتا تھا۔ یہ ایک وسیع کتب خانہ اور متعدد ترجمہ نگاروں پر مشتمل تھا۔ تھا۔ اسے دنیا بھر کے علوم فائضہ کی ایک عظیم الشان لائبریری کی حیثیت حاصل تھی۔ بیت الحکمت سب سے پہلا مہتمم یوحنا بن ماسویہ تھا جو کہ عیسائی تھا اس نے متعدد کتب کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ہندوستان سے سنسکرت علماء منگوائے اور طبی کتب کو عربی زبان میں منتقل کیا۔ اصمعی۔ شافعی، عبداللہ بن ادریس، اسفیان ثوری، جبریل بن بختیسوع، عیسیٰ بن یونس اور ابن سماک اس دور کے مشہور علماء تھے جنہوں نے قرآن حدیث، فقہ، نجوم، طب، فلسفہ اور ریاضی کے علوم کو بہت ترقی دی۔ ہارون کے برامکی وزراء بھی صاحب علم و دانش تھے۔ انہوں نے بھی علوم وفنون کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہارون موسیقی کا دلدادہ تھا۔ ابراہیم موصلی اور اسحاق موصلی اس کے دربار کے موسیقار تھے ہاورن کو شعر و شاعری سے بڑا شغف تھا۔ ابونواس جیسا مشہور شاعر اس کے دربار سے وابستہ تھا۔

المختصر ہارون کی علم دوستی اور اس کے برامکی وزراء کی اہل علم وفن کی قدردانی اور حوصلہ افزائی نے اس کے دور خلافت کو علوم وفنون کی ترقی کا تابندہ دور بنا دیا۔

برمکی وزراء

ہارون رشید خود بھی صاحب علم فرمانرواں تھا اور خوش قسمتی سے اسے یحییٰ، فضل اور جعفر

Marfat.com

جیسے صائب الرائے اور صاحب حکمت و دانش وزراء میسر آ گئے تھے۔ یہ لوگ ہارون رشید سے بھی بڑھ کر صاحب ذوق، فیاض ومخیّر اور علوم وفنون کے مربی تھے۔ ان لوگوں نے اپنی مساعی جمیلہ اور اعلیٰ فہم وتدبر سے عباسی حکومت کو تہذیب وتمدن اور علم وثقافت کے میدان میں چار چاند لگا دیئے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کی اعلیٰ ظرفی، وسیع النظری، بلند پایہ سیاسی بصیرت اور انتظامی قابلیت کی بدولت ہارون رشید کا عہد حکومت خلافت عباسیہ کا زریں دور کہلایا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ برمکی وزراء اپنے اوصاف وکمالات کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں ایک ارفع واعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

ہارون کا ذاتی کردار اور قابلیت

اس عہد کو بنو عباس کا مثالی اور زریں عہد بنانے میں ہارون رشید کے ذاتی کردار اور قابلیت کو بڑا دخل حاصل ہے۔ اس کے کردار کا نمایاں پہلو اس کی علوم وفنون سے گہری دلچسپی اور اہل فضل وکمال کی سرپرستی ہے۔ رعایا سے اس کا رویہ مشفقانہ اور پدرانہ تھا۔ اسے رعایا کی فلاح وبہبود کا بہت خیال تھا۔ راتوں کو بھیس بدل کر عوام کے حالات معلوم کرنا اور مظلوموں کی دادرسی کرنا اس کا بین ثبوت ہے۔ ہارون شان وشوکت اور جاہ وجلال کا بے حد شوقین تھا۔ اس کے دربار کی زیبائش وآرائش سابقہ عباسی خلفاء سے بہت بڑھ گئی تھی اس کے عہد حکومت میں سلطنت عباسیہ کو ہر لحاظ سے استحکام ملا۔ ہارون کی عسکری قوت کا پوری دنیا میں شہرہ تھا۔ وہ ایک عظیم المرتبت حکمران تھا جس کی شہرت کا چرچا محض اسلامی ممالک تک ہی محدود نہ تھا بلکہ دنیا کے ہر کونے تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے دربار میں شاہان عظیم کے سفیر موجود تھے۔ ان میں چین، روم، فرانس قابل ذکر ہیں۔ مختصر یہ کہ ہارون رشید کا عہد حکومت ہر اعتبار سے بنو عباس کا زریں دور تھا۔

بغداد کی شان وشوکت

بغداد منصور کے دورِ حکومت سے بنو عباس کا دارالخلافہ چلا آتا تھا۔ ہارون نے اس کی زیب وزینت، شان وشوکت اور جاہ وجلال میں اس قدر اضافہ کیا کہ یہ شہر عروس البلاد

Marfat.com

کہلانے لگا۔ دریائے درجلہ کے دونوں کناروں پر واقع یہ شہر، اس کی خوبصورت مساجد، وزراء اور امراء کے محلات، پررونق بازار، سیر گاہیں اور باغات دیکھنے والوں کو محو حیرت کر دیتے تھے۔

بغداد کی مساجد علوم وفنون کا مرکز تھیں جہاں عالم اسلام کے جید علماء، فقہاء، محدثین، مفسرین، قاری اور حفاظ درس قرآن وحدیث دیتے تھے۔ دور دراز ممالک سے طلباء یہاں آ کر دولت علم سے مالا مال ہوتے تھے۔ دینی علوم کے علاوہ علم نجوم، طب، ریاضی، فلسفہ اور منطق کی تعلیم کا بھی بندوبست تھا۔

بغداد دنیا کی ایک بہت منڈی تھا۔ دنیا کی ہر تجارتی منڈی کا یہاں مال آتا تھا۔ ہارون نے بغداد کو خوبصورت بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بغداد کی شہرت اور شان وشوکت میں ہارون کی خوش ذوقی اور خوش انتظامی کو بہت زیادہ دخل تھا۔ پروفیسر فلپ ہٹی (Professor Philp Hitti) نے بغداد کی منظر کشی اور تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

''ہارون کے عہد میں بغداد ہر لحاظ سے دنیا کا مرکز تھا۔ اس کی شان وشوکت اور زیب وزینت دیکھ کر مسلمانوں کی خوشحالی اور فارغ البالی بالعموم اور ہارون کے عہد کی خوشحالی بالخصوص آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے''۔

Marfat.com

ظہیرالدین محمد بابر

بابر صاحب الرائے، تدبر وحکمت میں یکتائے روزگار، سیاست وفراست کا درخشندہ ستارہ، باکمال عالم و فاضل، دلنواز شاعر، بلند پایہ ادیب، ماہر حرب وضرب سپہ سالار، بلند نگاہ، مستقل مزاج اور ہردلعزیز حکمران تھا۔

خاندان مغلیہ

بابر برصغیر میں خاندان مغلیہ کا جدامجد اور سلطنت مغلیہ کا مؤسس تھا۔ اس کا اصل نام ظہیرالدین محمد تھا اور لقب بابر تھا جو اسے اس کے دوستوں نے دیا تھا۔ ترکی زبان میں بابر کے لفظی معنی شیر کے ہیں جرأت ومردانگی اور شجاعت ودلیری میں وہ ممتاز تھا اس لئے بابر کہلایا۔

بابر ماں کی طرف سے چنگیز خاں کی چودھویں پشت سے تھا اور باپ کی طرف سے مشہور فاتح امیر تیمور کی پانچویں پشت سے تھا جو کہ تاریخ میں قہرالٰہی کے نام سے مشہور ہے۔ اس طرح بابر کی رگوں میں ایشیا کے دو مشہور فاتحین کا خون دوڑ رہا تھا۔ بایں وجہ اس میں منگولوں کی سنگ دلی اور ترکوں کی جرأت واستقامت موجود تھی۔ ساتھ ہی وہ فارس شائستگی اور ثقافت سے مزین تھا۔ بابر اگرچہ چغتائی ترک تھا اور مغل یا منگول کے لفظ سے نفرت کرتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ برصغیر میں مغل اور اس کا خاندان مغلیہ کہلایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برصغیر پر حملہ آور ہونے والوں کی اکثریت نسلی اعتبار سے منگول یا مغل تھی نیز پاک وہند کے باشندوں کے ذہنوں میں یہ بات پختہ ہوچکی تھی کہ شمال مغرب کی جانب سے فتح وتسخیر کے ارادے سے حملہ آور ہونے والے تمام افراد مغل ہی ہیں۔

حالات زندگی

بابر حاکم فرغانہ عمر شیخ مرزا کا بیٹا تھا جو وسط ایشیاء اور خراسان کے حکمران صاحبقران کا

Marfat.com

چوتھا بیٹا تھا۔ بابر کی ماں کا نام قتلق نگار خانم تھا جو چنگیز خاں کے بارہویں وارث یونس خاں کی بیٹی تھی۔ بابر ریاست فرغانہ کے دارالحکومت اندیجان میں 14 فروری 1483ء میں پیدا ہوا۔ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد 8 جون 1494ء ریاست فرغانہ کا حکمران بنا اس وقت اس کی عمر گیارہ سال چار ماہ تھی۔

جونہی بابر مسند اقتدار پر بیٹھا تو اس کے دشمنوں نے اس کے ملک پر قبضہ کرنے کی ٹھان لی اس کا چچا احمد مرزا اور ماموں محمد خاں اسے تنگ کرنے میں پیش پیش تھے۔ احمد مرزا نے تو فرغانہ پر حملہ بھی کر دیا لیکن منہ کی کھائی اور ناکام لوٹا۔ پھر محمود خاں نے بھی قسمت آزمائی کی مگر اس کا بھی وہی حشر ہوا۔

سمرقند پر عارضی قبضہ

بابر کی یہ دلی آرزو تھی کہ وہ اپنے جد امجد امیر تیمور کی راجدھانی سمرقند پر قابض ہو جائے اور وسط ایشیاء پر حکومت کرے کیونکہ تیموری روایات کے مطابق سمرقند پر قابض شہزادے کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہوتی تھی مگر وہاں اس کا چچا احمد مرزا حکمران تھا۔ چنانچہ اس کی وفات (جولائی۔ 1494ء) کے بعد قسمت آزمائی کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ لیکن 1497ء میں بالآخر وہ سمرقند پر قابض ہو گیا مگر یہ فتح عارضی ثابت ہوئی اور صرف سو دن کی حکمرانی کے بعد اسے سمرقند چھوڑنا پڑا۔ بابر سمرقند میں بیمار پڑ گیا۔ تندرست ہوا تو اسے اطلاع ملی کہ اس کے چھوٹے بھائی جہانگیر مرزا کے حق میں فرغانہ میں بغاوت ہو گئی ہے۔
جونہی وہ فرغانہ کیلئے روانہ ہوا تو سمرقند پر اس کے چچازاد بھائی سلطان علی نے قبضہ کر لیا اب وہ بے تاج بادشاہ تھا وہ ایک سال تک حالات کے رحم و کرم پر زندگی گزارتا رہا لیکن 1498ء کے موسم گرما میں فرغانہ پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

1500ء میں اس نے سمرقند پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی کیونکہ سردار شیبانی عرف شاہ بیگ نے اس سے پہلے ہی سمرقند پر قبضہ کر لیا۔ بابر نے کمال جرأت سے رات کے وقت صرف 240 ساتھیوں کی مدد سے قبضہ کر لیا۔ لیکن شومئی قسمت کہ صرف آٹھ ماہ بعد شیبانی

Marfat.com

خاں ازبک نے سرائے پل پر بابر کو شکست دے کر سمرقند پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اس طرح بابر کو تیسری بار اقتدار سے ہاتھ دھونے پڑے اور وہ تین سال تک وسط ایشیاء میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بابر تزک بابری میں لکھتا ہے کہ اسے اس اثناء میں کئی بار دیہاتیوں سے مانگ کر کھانا حاصل کرنا پڑا لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔

فتح کابل

1501ء میں بابر کے چچا الغ بیگ نے جو کہ کابل کا حکمران تھا وفات پائی تو اس کا چھوٹا بیٹا عبدالرزاق کابل کے تخت پر بیٹھا لیکن وزیر اعظم مقیم بیگ نے اسے تخت سے اتار کر خود حکومت پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح کابل میں انتشار پیدا ہوگیا۔ بابر نے وسط ایشیاء میں اپنے طاقتور دشمن ازبک شیبانی خاں کی موجودگی میں مایوس ہوکر کابل پر قابض ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ 1504ء میں اس نے مقیم بیگ ارغون کو شکست دے کر کابل پر قبضہ کرلیا۔
بابر کابل کی چھوٹی سی سلطنت پر قابض ہوکر برصغیر اور شمال مغرب میں وسط ایشیاء پر لشکر کشی کی پوزیشن میں تھا۔ 1507ء میں اس نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا اور خاندان تیموریہ کا اہم ترین رکن بن گیا۔ اسی سال اس نے قندھار پر قبضہ کرلیا لیکن جلد ہی اسے قندھار سے پسپا ہونا پڑا۔

سمرقند کی آخری مہم

بابر کابل کی حکومت حاصل کرکے بہت خوش تھا لیکن سمرقند پر قابض ہونے کی خواہش اب بھی اس کے دل میں مچل رہی تھی۔ چنانچہ شیبانی خاں کو عبرت ناک شکست دینے کیلئے وہ 1507ء میں والیٔ ہرات جو کہ بابر کا چچازاد بھائی تھا کے پاس فوجی امداد لینے گیا مگر اسے مایوس ہوکر واپس آنا پڑا۔

1510ء میں شیبانی خاں شاہ ایران اسمٰعیل صفوی کے ہاتھوں جنگ مرو میں مارا گیا تو بابر کو اپنی دیرینہ خواہش پوری کرنے کا موقع مل گیا۔ 1511ء میں بابر نے شاہ اسماعیل صفوی سے چند شیعہ عقائد قبول اور خراج ادا کرنے کی شرط پر فوجی امداد لے کر ازبکوں کو

Marfat.com

شکست دی اور فاتحانہ سمرقند میں داخل ہوا۔ اب بابر کی سلطنت کابل، فرغانہ، سمرقند، بخارا اورغزنی پر مشتمل تھی۔ لیکن یہ عروج چند دنوں کے بعد چھن گیا۔ عبیداللہ خاں ازبک نے 1512ء میں کول ملک کے مقام پر شکست دے کر بابر کو وسط ایشیاء سے نکال دیا۔ تاہم بدخشاں کا علاقہ اس کے پاس ہی رہا۔ اپنی آبائی سلطنت ماوراء النہر کی باریابی سے مایوس ہوکر بابر 1513ء میں کابل لوٹ آیا۔ اس کے بعد اس نے کبھی اپنی آبائی میراث وسط ایشیاء کا نام نہ لیا اور اپنی توجہ برصغیر کی تسخیر پر مرکوز کر دی۔

برصغیر پاک و ہند پر بابر کی یلغاریں

1۔ فتح کابل کے بعد 1505ء میں دریائے سندھ کے کنارے ڈیرہ غازیخاں پہنچا۔ یہ اس کا برصغیر پر پہلا حملہ تھا۔ وہ اس علاقے کا اپنی حکومت کے ساتھ الحاق کیے بغیر واپس لوٹ گیا۔ اس حملے کا مقصد صرف ہندوستان کے جغرافیائی حالات کا جائزہ لینا تھا۔

2۔ بابر دوسری بار 1519ء میں یوسف زئی قبائل کی گوشمالی اور خراج وصول کرنے کے لئے برصغیر پر حملہ آور ہوا۔ اس نے باجوڑ کا قلعہ فتح کرنے کے بعد باغی عناصر کی سرکوبی کیلئے سخت اقدامات کئے۔ پھر دریائے سندھ کو عبور کر کے بھیرہ کو بغیر جنگ کے فتح کیا اور خوشاب کو بھی تسخیر کیا۔ بابر پنجاب کو امیر تیمور کا وارث ہونے کی حیثیت سے اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ امیر تیمور نے پنجاب 99-1398ء میں فتح کیا تھا۔ بابر نے ملا مرشد کو سفیر بنا کر دہلی ابراہیم لودھی کے دربار میں بھیجا اور مطالبہ کیا کہ وہ پنجاب کے وہ علاقے جو امیر تیمور نے فتح کیے تھے، اس کے حوالے کیے جائیں لیکن دولت خاں لودھی نے اس کے سفیر کو لاہور میں ہی روک لیا۔ بابر کو اپنے پیغام کا کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے مفتوحہ علاقوں پر ہندو بیگ کو گورنر مقرر کیا اور خود واپس لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد اہل بھیرہ اور خوشاب نے ہندو بیگ کو بھی مار بھگایا۔

3۔ ستمبر 1519ء میں بابر تیسری بار یوسف زئی قبائل کی بغاوت دبانے کیلئے خیبر پار کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وہ پشاور کو اپنا مستقر بنانا چاہتا تھا لیکن بدخشان میں بغاوت کی

Marfat.com

اطلاع نے اسے واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

4۔ 1520ء میں بابر نے بھیرہ اور باجوڑ کو دوبارہ فتح کر لیا اور سیالکوٹ تک جا پہنچا۔ یہاں کے لوگوں نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی تاہم سید پور کے لوگوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ اسی اثناء میں قندھار میں شاہ بیگ ارغون نے بغاوت کر دی تو بابر کو واپس آنا پڑا۔ اس نے 1522ء میں قندھار پر قبضہ کر کے شاہ بیگ کو سندھ کی طرف بھگا دیا۔

5۔ 1523ء میں لاہور کے گورنر دولت خاں لودھی نے بابر کو برصغیر پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ دولت خاں لودھی اپنے آقا ابراہیم لودھی سے سخت نالاں تھا۔ اس لئے اس نے پنجاب پر بابر کے دعوئ ملکیت کو قبول کر لیا اور فوجی مدد بھی فراہم کی۔ 1524ء میں بابر بھاری فوج کے ساتھ لاہور کی طرف بڑھا۔ اسی دوران ابراہیم لودھی نے دولت خاں کو مار بھگایا۔ بابر کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے لودھی کی فوج نے آگے بڑھ کر لاہور سے چند میل دور مقابلہ کیا لیکن شکست ہوئی۔ لاہور پر بابر کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے دیپال پور (ساہیوال) کی چھاؤنی پر بھی قبضہ کر لیا یہیں دولت خاں بھی اسے آملا اور اس نے پنجاب کا گورنر بننے کی خواہش ظاہر کی۔ بابر نے دولت خاں لودھی کو جالندھر اس کے بیٹے دلاور خاں کو سلطان پور کا علاقہ اور دیپالپور کی گورنری ابراہیم لودھی کے چچا عالم خاں کو دی۔ لاہور دیپالپور اور سیالکوٹ میں مغل فوج کے دستے تعینات کر کے واپس کابل لوٹ آیا۔ اب بابر کے دل میں پورے ہندوستان کو فتح کرنے کی خواہش مچلنے لگی۔ ہندوستان کو فتح کرنے کیلئے ایک زبردست فوج کی ضرورت تھی اسی دوران دولت خاں لودھی نے سلطان پور اور دیپالپور پر حملہ کر کے دلاور خاں اور عالم خاں کو مار بھگایا اور پورے پنجاب کا گورنر بن بیٹھا۔ اس نے سیالکوٹ پر بھی لشکر کشی کی مگر ہزیمت اٹھائی۔ ابراہیم لودھی نے باغی سردار دولت خاں کے خلاف ایک فوج روانہ کی جسے دولت خاں نے شکست دی۔

اسی دوران عالم خاں حاکم دیپالپور دلاور خاں سے شکست کھانے کے بعد بابر کے

Marfat.com

پاس کابل پہنچ گیا اور اس نے دولت خاں کے خلاف بابر سے فوج طلب کر لی۔ دونوں کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوا۔ بابر نے عالم خاں لودھی کو فوج دے کر دولت خاں کے خلاف کاروائی کیلئے روانہ کیا عالم خاں لودھی اور دولت خاں متحد ہو کر دہلی فتح کرنے کیلئے روانہ ہوئے۔ تاہم ابراہیم لودھی نے دونوں کو شکست دے کر ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

ان حالات کی خبر بابر کو ملی تو اس نے ہندوستان کو فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور فوجی تیاریاں شروع کر دیں۔

پانی پت کی پہلی لڑائی

بابر کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے جدامجد امیر تیمور کی راج گدی سمرقند میں بیٹھ کر وسط ایشیاء پر حکومت کرے لیکن بار بار کوشش کے باوجود بھی وہ کامیاب نہ ہو سکا بلکہ اپنی آبائی ریاست فرغانہ سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔ بالآخر اس نے کابل میں اپنی حکومت مضبوط کر کے برصغیر پر قبضہ کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کی۔

امیر تیمور نے 99-1398ء میں پنجاب پر قبضہ کر لیا تھا بابر پنجاب کو اپنی وراثت سمجھ کر ملکیت کا دعویدار تھا۔ 1519ء میں اس نے اسی دعوے کے ضمن پر حملہ کیا تھا۔ حاکم پنجاب دولت خاں نے ابراہیم لودھی کی مخالفت میں بابر کے اس دعوے اور حق کو تسلیم بھی کر لیا تھا۔ فرمانروائے دہلی ابراہیم لودھی کے امرائے سلطنت نے بغاوت کا فیصلہ کر لیا۔ دولت خاں لودھی، حاکم لاہور، عالم خاں لودھی، حاکم دیپالپور اور رانا سانگا والی میواڑ نے ابراہیم لودھی کے خلاف گٹھ جوڑ کر کے بابر کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی اور فوجی مدد کا بھی یقین دلایا۔

یہ وہ دور تھا جب پورا ہندوستان سیاسی انتشار کا شکار تھا۔ پورے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور سارا ملک چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان حالات میں بابر نے سلطنت دہلی پر حملہ کر دیا۔ بابر کے ابتدائی حملوں سے اسے ہندوستان کے کمزور نظم و نسق اور فوج کی خامیوں کا علم ہو چکا تھا۔ نیز ان حملوں میں کامیابی سے اس کی حوصلہ افزائی بھی ہوئی تھی۔

Marfat.com

بابر 1525ء میں پنجاب پر قبضہ کرنے کیلئے کابل سے روانہ ہوا اور سیالکوٹ پہنچا جو مغل فوج کی چھاؤنی تھا۔ اسے پتا چلا کہ دولت خاں قلعہ میں محصور ہے۔ دولت خاں کو گرفتار کر کے بھیرہ بھیج دیا گیا لیکن وہ راستے میں ہی وفات پا گیا اس کے بعد بابر پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی کی طرف روانہ ہوا اور پانی پت کے تاریخی میدان میں خیمہ زن ہوا جہاں ابراہیم لودھی ایک لاکھ فوج اور ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ پہلے ہی خیمہ زن تھا۔ بابر کے پاس صرف بارہ ہزار فوج تھی ابراہیم لودھی کی کثیر التعداد فوج سے لڑنا آسان کام نہ تھا چنانچہ بابر نے اپنی عسکری ذہانت اور سابقہ تجربات سے کام لیتے ہوئے دفاعی مورچہ بندی کا خوبصورت منصوبہ بنایا۔ اس نے دفاعی حکمت عملی کے تحت اپنی فوج کو پانی پت کے شہر کے مشرق میں اس طرح ترتیب دیا کہ اس کی فوج کا منہ جنوب کی طرف تھا۔ دائیں طرف جدھر پانی پت کا قصبہ تھا درخت کاٹ کر ڈال دیئے۔ بائیں طرف دریائے جمنا کی قدیم گزرگاہ کو خندق کھود کر محفوظ کر لیا۔ قلب کے سامنے سات سو گاڑیاں اس طرح کھڑی کر دیں کہ ہر دو گاڑیوں کے درمیان 70-60 گز کا فاصلہ رکھا تاکہ سو ڈیڑھ سو برق رفتار گھوڑ سوار آسانی سے گزر کر دشمن پر حملہ آور ہو سکیں۔ گاڑیوں کو چمڑے کے رسوں سے مضبوطی سے باندھ دیا۔ ان گاڑیوں کے درمیان توپچیوں اور بندوقچیوں کے لئے مورچے بنا دیئے۔ دائیں اور بائیں (میمنہ اور میسرہ) تیزی سے حرکت کرنے والے شہسوار (تلغمہ) متعین کر دیئے جو سرعت سے حملہ کر کے دشمن کو نرغے میں لے سکیں۔ علی رومی اور مصطفیٰ رومی کی کمان میں توپ خانہ اور بندوقچی رکھے گئے۔ مورچہ بندی کے بعد 20,21 اپریل کی درمیانی شب کو ابراہیم لودھی کے کیمپ پر شب خون مارا۔ ابراہیم لودھی نے مشتعل ہو کر 21 اپریل کو صبح ہوتے ہی فوج کو حملے کا حکم دے دیا۔ ابراہیم کی بے ہنگم فوج کا مقابلہ ایک تجربہ کار، منظم اور تربیت یافتہ فوج سے تھا۔ بابر کے توپخانہ کے آتشیں گولوں نے ابراہیم کے ہاتھیوں کو ایسا حواس باختہ کیا کہ وہ اپنی ہی فوج کو روندتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ دوپہر تک ابراہیم لودھی کی فوج تباہ ہو چکی تھی۔ وہ اپنے پندرہ ہزار فوجیوں کے ساتھ مارا گیا۔ اس ؟

Marfat.com

جنگی حلیف بکر ماجیت والی گوالیار بھی میدان جنگ میں کام آیا۔ جنگ نصف دن میں ختم ہوگئی بابر تزک بابری میں فخر یہ لکھتا ہے۔

''میں نے صرف بارہ ہزار فوج کے ساتھ ابراہیم لودھی کو شکست تھی''۔

بابر تزکِ بابری میں مزید لکھتا ہے۔

''ابھی سورج ایک نیزہ اونچا ہوا تھا کہ لڑائی شروع ہوئی اور دوپہر تک دشمن کی فوجی طاقت تباہ ہو چکی تھی اور اس کا لشکر عظیم شکست کھا چکا تھا اور میرے آدمی فتح یاب ہو چکے تھے۔ اللہ کی مہربانی سے مشکل کام آسان ہوگیا اور اس کے فضل وکرم سے ابراہیم کا ٹڈی دل لشکر نصف روز میں ہی خاک میں مل گیا''۔

فتح کے بعد

بابر نے ایک فوج اپنے بیٹے ہمایوں اور خواجہ کلاں کی قیادت میں آگرہ روانہ کی اور دہلی پر قبضہ کرنے کیلئے ہراول دستہ کی روانگی کے بعد خود بھی دہلی کی طرف روانہ ہوگیا اور آسانی سے دہلی پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد بابر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ 30 مئی 1526ء کو ہمایوں نے بابر کا شاندار استقبال کیا اور اس موقع پر بکر ماجیت کے خاندان سے حاصل کردہ دنیا کا قیمتی ہیرہ کوہ نور پیش کیا۔ بابر نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوہِ نور بطور تحفہ ہمایوں کو عطا کیا۔ کوہِ نور ہیرے کی قیمت اس وقت دنیا کے نصف خرچ کے برابر تھی۔ بابر نے ہمایوں کی شاندار کارکردگی کے سلسلے میں مزید ستر لاکھ دام ہمایوں کو عطا کیے۔ بکر ماجیت کے خاندان کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا گیا۔

آگرہ میں بابر نے ابراہیم لودھی کے محل میں قیام کیا۔ بابر نے فیاضی سے کام لیتے ہوئے سارا خزانہ فوج اور عوام میں تقسیم کر دیا۔ سپاہ کو سرفروشانہ خدمات کے صلے میں گراں قدر انعامات سے نوازا گیا۔ مقدس مقامات کے لئے بھی نذرانے بھیجے گئے کابل کے تمام باشندوں کو چاندی کا ایک سکہ فی کس انعام میں دیا گیا۔

پانی پت کی جنگ نے افغان حکومت کا خاتمہ کر دیا اور مغلیہ حکومت کا آغاز ہوا جو

Marfat.com

1857ء تک قائم رہی۔

بابر کی برصغیر میں آمد سے لوگوں نے پہلی بار ایک نئے اور مؤثر اسلحہ جنگ یعنی توپ خانہ کو دیکھا جس نے افغانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا اس سے برصغیر میں فن حرب میں نمایاں تبدیلی آئی۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں قدرت کا یہ اصول کارفرما ہے کہ کوئی حکومت کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام عدل وانصاف کی بنیاد پر قائم رکھا۔ اس کی مخلوق پر جب ظالم مسلط ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خفیہ قوتیں متحرک ہو جاتی ہیں اور پھر ظالم کا تختہ ایک ساعت میں الٹ کر اس کو نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ نمرود، فرعون اور اسی قبیل کے دوسرے لوگ اس کی زندہ مثال ہیں۔

ابراہیم لودھی ایک ظالم اور سنگ دل حکمران تھا۔ اس میں انتہا پسند اور خود پسندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کا حکم تھا کہ تمام امراء دربار میں ہاتھ جوڑ کر مؤدبانہ کھڑے رہا کریں۔ اس کا یہی طرزِ عمل افغان امراء کی سازشوں اور بغاوتوں کا باعث بنا اس نے کئی امراء کو سازشوں کے الزام میں قتل کروا دیا۔ جب اسے پنجاب کے حاکم دولت خاں کے مطلق العنانہ طرز کا علم ہوا تو اس نے دولت خاں کو دہلی طلب کر لیا۔ اس نے خود جانے کی بجائے اپنے بیٹے دلاور خاں کو بھیج دیا۔ ابراہیم لودھی اسے ایک تہہ خانے میں لے گیا جہاں باغی امراء کے سر لٹک رہے تھے۔ ابراہیم نے اسے بتایا کہ باغیوں کا یہ حال ہوتا ہے۔

ابراہیم لودھی کی یہ ظالمانہ روش دلاور خاں، دیگر ہندو اور مسلمان امراء کی طرف سے بابر کو حملہ آور ہونے کی دعوت کا سبب بنی۔ پھر چشم فلک نے وہ منظر دیکھا کہ ظالم ان کے ہمنواؤں اور ٹڈی دل لشکر کا کیا بنا۔

آج جبکہ بابر کے برصغیر پر حملے اور پانی پت کی لڑائی کا حال تحریر کر رہا ہوں 15 مارچ 2002ء کا دن ہے۔ ہندوستان کے ہندو انتہا پسند نیتا اپنے پیروکاروں کے ہمراہ اجودھیا کی بابری مسجد جسے وہ رام کی جنم بھومی کا نام دے کر آج قوت کے بل پر رام پوجا کرنے

Marfat.com

داخل ہوں گے۔ دیکھتے ہیں کہ خدا کی خفیہ قوتیں کس طرح اور کس شکل میں متحرک ہوتی ہیں۔ بابری مسجد اور ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کی چیخ و پکار اور ظالم کے خلاف ان کی مدد کیلئے کون سی قوت حرکت پذیر ہوتی ہے؟

بابر کی مشکلات

آگرہ پہنچتے ہی بابر کو احساس ہوا کہ مقامی لوگوں اور اس کی سپاہ کے درمیان شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ خوف و ہراس کی وجہ سے کاشتکار زمین چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں مغل فوج اور اس کے گھوڑوں کیلئے رسد کی فراہمی میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ امراء اور جاگیردار مغلیہ سیادت قبول کرنے سے انکاری ہیں اور انہوں نے خودمختاری کا اعلان کرنے کے بعد مورچہ بندی بھی کرلی ہے۔ گنگا کے دوسری طرف ابھی تک دشمن (افغان) قابض ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ برصغیر کی جھلسا دینے والی گرمی نے مغل امراء کو سخت مشکلات میں مبتلا کر دیا ہے اور وہ کابل جانے کیلئے بے چین ہیں۔ ان میں خواجہ کلاں جیسا ممتاز افسر بھی شامل ہے۔ اس نے دہلی میں اپنی قیام گاہ کی دیوار پر یہ شعر لکھ دیا ہے۔

اگر بہ خیر و سلامت گذر بہ سند کنم
سیاہ روئے شوم اگر ہوائے ہند کنم

تزکِ بابری میں ہے کہ "جونہی مجھے فوج میں بے چینی اور سرگوشیوں کا علم ہوا میں نے علماء اور ترک سرداروں کو طلب کیا۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے بابر نے کہا کہ فتوحات، ذرائع اور سامان حرب کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح شہنشاہیت اور فرمانروائی بغیر رعایا اور ماتحت صوبوں کے قائم نہیں رہ سکتی۔ سالہا سال کی طویل جدوجہد کے بعد گوناگوں مصیبتوں سے گزر کر نیز اپنے سپاہیوں کو خطرات میں ڈال کر تائید ایزدی کی، زبردست دشمنوں کو شکست فاش دے کر متعدد صوبوں اور سلطنتوں کو زیر نگیں کیا جو ہمارے زیر اقتدار ہیں۔ اب وہ کون سی دقت ہے جو کسی واضح سبب کے بغیر ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ ہم اپنی فتوحات سے دستبردار ہو کر ناامیدی اور نامرادی کے پیکر بن کر کابل کی راہ لیں۔ ہر وہ شخص جو دوستی اور

Marfat.com

وفاداری کا دم بھرتا ہے آئندہ ایسی تجاویز نہ پیش کرے۔ ہر اس شخص کو چلے جانے کی اجازت ہے جو یہاں رہنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ یا اپنے عزم مراجعت سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔

(تزکِ بابری)

بابر کی اس صاف گوئی اور جذبہ خلوص کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ معدودے چند ساتھیوں کے سوا تمام ساتھیوں نے اپنے عظیم قائد کا رنج و راحت میں ساتھ دینے کا عہد کیا اور بابر نے عزم و استقلال اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بہت جلد مشکلات پر قابو پالیا۔ نظم و نسق کو بحال کر دیا۔ صوبہ جات پر گورنر مقرر کر دیئے اور امن و امان قائم کر کے نئے علاقوں کی فتوحات کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

کنواہہ کے مقام پر راجپوتوں سے جنگ

رانا سنگرام سنگھ (رانا سانگا) والی میواڑ نے جب بابر کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی تھی تو اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ابراہیم لودھی کے خلاف اس کی مدد کرے گا مگر پانی پت کی لڑائی میں وہ خاموش تماشائی بنا رہا تھا۔ رانا سانگا کا خیال تھا کہ بابر اپنے جد امجد امیر تیمور کی طرح طوفان کی طرح حملہ آور ہوگا اور لوٹ مار کر کے واپس چلا جائے گا لیکن جب اس نے دیکھا کہ بابر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر کے مستقل قیام کی غرض سے انتظام و انصرام میں مصروف ہو گیا ہے تو اسے تشویش لاحق ہوگئی۔ دراصل سنگرام سنگھ بابر کو ہندوستان سے نکال کر یہاں رام راج قائم کرنے کا خواہاں تھا لیکن بابر کے مستقل قیام نے اس کا رام راج قائم کرنے کا خواب منتشر کر دیا تو وہ اس کے خلاف ہو گیا نیز سلطنت دہلی اور رانا سانگا کے درمیان ابراہیم لودھی کے دور سے بیانہ، دھول پور، گوالیار اور دریائے گنگا کے مغربی کنارے پر تنازعہ چلا آتا تھا۔ دراصل رانا سانگا ان علاقوں کی فوجی اہمیت کے پیش نظر ان پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ جب بابر نے خود ان علاقوں پر قبضہ کر لیا تو اس کے صبر کا بندھن ٹوٹ گیا۔ اب تو رانا سانگا نے بابر کو بزور شمشیر ہندوستان سے بے دخل کرنے اور ہندوستان میں رام راج قائم کرنے کی ٹھان لی۔ نفرت کا یہ شدید جذبہ جنگ کنواہہ پر منتج ہوا ادھر ابراہیم لودھی کے

Marfat.com

بعد افغان سرداروں نے محمود خاں لودھی کی قیادت میں افغان عبوری حکومت قائم کر لی۔ ہندوؤں اور افغانوں نے رانا سانگا کے ایماء پر متحد ہو کر بابر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔

جنگ کنواہہ ایمانی جذبوں کی جنگ جس کی مثال بہت کم ملتی ہے

کنواہہ آگرہ سے 37 میل اور فتح پور سیکری سے 10 میل دور ہے۔ رانا سانگا ایک لاکھ فوج کے ہمراہ آگرہ کی طرف بڑھا۔ ایک سو بیس رئیس زادے، راجے اور افغان سردار بھی اس کے ہمرکاب تھے۔ ابراہیم لودھی کا بھائی محمود لودھی دس ہزار فوج اور حسن خاں میواتی بارہ ہزار سپاہ کے ساتھ رانا سانگا سے آملا۔ مورخین رانا سانگا کی فوج کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی۔ پروفیسر رش بروک ولیمز کے مطابق بابر کی فوج کی تعداد آٹھ دس ہزار کے قریب تھی اور اس کے مقابلے میں راجپوتوں کی فوج کی تعداد بابر کی فوج کے مقابلے میں آٹھ گنا زیادہ تھی۔

رانا سانگا کی فوج نے آتے ہی بیانہ پر قبضہ کر لیا۔ بابر رانا سانگا کی پیش قدمی روکنے کیلئے فتح پور سیکری پہنچ چکا تھا۔ اس نے رانگا سانگا کو روکنے کیلئے ڈیڑھ ہزار کا ایک ہراول دستہ بھیجا۔ جس کی بیانہ کے قریب رانا سانگا کی سپاہ سے مڈبھیڑ ہوئی جو شکست کھا کر اور ہراساں ہو کر واپس آئی۔ فوج ہراول دستہ کی شکست سے بری طرح بددل ہو گئی ان ہی دنوں کابل میں ایک نجومی نے پیش گوئی کی تھی کہ مغلوں کی فوج کو ایک جنگ میں شکست ہوگی۔ جس سے بابر کی فوج کی خوفزدگی بدحواسی میں تبدیل ہو گئی۔ اس موقع پر بابر نے شایان شان عزم اور مجاہدانہ استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس نے اس جنگ کو کفر اور اسلام کی جنگ قرار دیا اور جہاد کا اعلان کیا۔ شراب نوشی سے توبہ کر لی۔ چاندی کے جن ظروف میں بھری یا پی جاتی کو توڑ دیا اور ٹکڑوں کو غرباء میں تقسیم کر دیا۔ تازہ شراب کے جو مشکیزے غزنی سے آئے تھے ان میں نمک ڈال کر سرکہ بنا لیا۔ مسلمانوں پر عائد سٹمپ ٹیکس اور تمغا مال تجارت پر ٹیکس بھی معاف کر دیا۔ پھر اس نے امراء اور سپاہیوں کے سامنے ولولہ انگیز اور ایمان افروز خطاب کرتے ہوئے کہا:

Marfat.com

ہر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہد بود
آنکہ پائندہ و باقیست خدا خواہد بود

ہر شخص جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک دن ضرور مرنا ہے باقی رہنے والی صرف خدا کی ذات ہے۔ پس ذلت اور بدنامی کی زندگی سے نیک نامی کی موت ہزار درجہ افضل ہے اور مومن کے شایانِ شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ جہاد میں کام آئیں گے تو شہید کہلائیں گے۔ اگر دشمن پر غالب آئے تو غازی کہلائیں گے۔ آؤ ہم سب مل کر قرآن کریم کی قسم کھائیں کہ ہم میں سے کوئی بھی لڑائی سے منہ نہ موڑے گا اور آخری دم تک ڈٹ کر مقابلہ کرے گا۔ (تزکِ بابری)

بابر کی اس شعلہ بار تقریر نے مغلیہ سپاہ کے خوابیدہ عسکری جذبہ کو بیدار کر دیا۔ ان کے حوصلے بلند ہو گئے ساری سپاہ نے قرآن کریم کی قسم کھائی کہ وہ آخری دم تک جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور بابر کے وفادار رہیں گے اور کہا کہ جو بادشاہ سے پھرے، خدا اور خدا کے کلام سے پھرے۔

دشمن کی تعداد کے پیش نظر بابر نے پانی پت کی جنگ کی طرز پر فوج کی صف بندی کی دائیں اور بائیں دونوں جانب خندقیں کھود کر بازوؤں سے ہونے والے حملوں سے فوج کو محفوظ کر لیا۔ قلب کے سامنے ایک ہزار توپ گاڑیوں کو کھڑا کر کے زنجیروں سے باندھ دیا گیا، ہر دو گاڑیوں کے درمیان 70-60 گز کا فاصلہ رکھا تا کہ درمیان سے ایک سو گھڑ سوار آسانی سے گزر سکیں۔ گاڑیوں کے پیچھے امیر نظام الدین خلیفہ کی کمان میں توپوں کو نصب کیا، چھوٹی توپوں کو استاد علی تلی کی کمان میں قلب کے سامنے رکھا گیا۔ بندوقچیوں کو مصطفیٰ خاں رومی کی کمان میں قلب کے سامنے متعین کیا گیا۔ بابر بذاتِ خود قلب کے سامنے کھڑا ہوا۔ دائیں پہلو کی کمان برصغیر کے امراء کے ساتھ ہمایوں کے سپرد کی اور بائیں بازو کی فوج کی قیادت پر مہدی خواجہ کو معمور کیا۔ رانا سانگا کی فوج دائیں، بائیں قلب اور ہراول دستہ میں منقسم تھی۔

Marfat.com

16 مارچ 1527ء کی صبح جنگ کا آغاز استاد علی قلی خاں کی توپوں کی گولہ باری سے ہوا۔ توپ کے پہلے ہی گولے کی آواز ایسی ہیبت ناک تھی کہ راجپوت فوج اور ان کے ہاتھیوں کے دل دہل گئے۔ راجپوت فوج نے جنگ کے آغاز میں بابر کے میمنہ اور میسرہ پر زبردست دباؤ ڈالا جس میں ان کا پلڑا بھاری رہا لیکن ان کو پسپا کر دیا گیا۔ اس کے بعد بابر کی فوج کے میمنہ اور میسرہ نے راجپوت فوج کو گھیر کر قلب کی طرف دھکیلا۔ مغل فوج کی توپوں اور بندوقوں کے دھانے کھل گئے۔ بابر کی گھڑ سوار فوج نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ جس سے راجپوت فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ توپ خانہ کی گولہ باری کے سامنے بہادر راجپوت نہ ٹھہر سکے۔ مغل فوج کے ایک ہی حملے میں ہزاروں فوجیوں کی ہلاکت دیکھ کر ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ رانا سانگا زخمی ہوا، حسن خاں میواتی مارا گیا۔ محمود خاں لودھی جان بچا کر بہار کی طرف چلا گیا۔ اس طرح اس جنگ سے راجپوت اقتدار اور قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ راجپوتوں کا رام راج قائم کرنے کا خواب پورا ہونے کی بجائے چکنا چور ہو گیا۔ جنگ کنواہہ کے بعد مغلیہ سلطنت نہ صرف مستحکم ہوئی بلکہ بابر کا پایہ تخت کابل سے آگرہ منتقل ہو گیا۔ مغلوں نے 1857ء تک ہندوستان میں اقتدار کے مزے لوٹے۔

چندیری کی فتح

1528ء میں بابر نے راجپوتوں کے آخری مرکز قلعہ چندھیری کو تسخیر کرنے کے لئے حملہ کیا۔ یہ قلعہ بندھیل کنڈ اور مالوہ کے درمیان تھا اور یہاں مشہور راجپوت سردار مدنی راؤ کی حکومت تھی جو کہ رانا سانگا کا تجربہ کار جرنیل تھا۔ وہ بابر کی فوج کی پیش قدمی کی خبر پا کر پانچ ہزار راجپوت فوج کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا۔ بابر نے خوں ریزی سے بچنے کیلئے مدنی راؤ کو چندھیری کی بجائے شمس آباد کی پیشکش کی جسے اس نے مسترد کر دیا اس کے بعد مغلوں اور راجپوتوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ راجپوت فوج نے بہادری کے جوہر دکھائے مگر اس کے باوجود ان کو شکست ہوئی۔ راجپوتوں نے رسم جوہر ادا کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو زندہ

Marfat.com

جلا دیا اور خود برہنہ سر اور پاؤں لڑائی میں کود پڑے اور مغل فوج کے ساتھ لڑتے ہوئے مارے گئے۔ 29 جنوری کو بابر کا چندھیری پر قبضہ ہو گیا جو کہ راجپوتوں کی مزاحمت کا اہم ترین مرکز تھا۔

گھاگرا کی جنگ

جنگ کنواہہ کے بعد محمود خاں لودھی بھاگ کر بہار پہنچا اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ متعدد افغان سردار اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ نصرت شاہ حاکم بنگال ان کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ بابر نے افغانوں کے خطرے کو ختم کرنے کیلئے مصمم ارادہ کر لیا۔ 1529ء کو وہ محمود خاں لودھی کے خلاف جنگ کے ارادے سے نکلا۔ اس نے نصرف شاہ سے راستہ مانگا۔ بصورتِ دیگر جنت کی دھمکی دی۔ آخر 6 مئی 1529ء کو بابر اور افغان فوج کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں افغانوں کو شکست ہوئی اس طرح بابر کی راہ کی آخری مزاحمت بھی ختم ہو گئی۔ بابر نے نصرت شاہ سے دوستی کا معاہدہ کر لیا اور آئندہ ایک دوسرے کی سرحدوں کے احترام کا وعدہ کیا۔

ہندوستان کی تسخیر بابر کی بے پناہ قوتِ ارادی، شجاعت شاندار عسکری تجربہ، جذبہ جہاد، تقریری صلاحیت، دوسرے لوگوں کے قلوب کو تسخیر کرنے کا فن اور ہمت و مردانگی کی عظیم داستان ہے۔

بابر کے آخری ایام

شہزادہ ہمایوں کو بابر نے بدخشاں کا گورنر مقرر کیا لیکن وہ بابر کی اجازت کے بغیر ہی وہاں سے آگرہ چلا آیا۔ پھر اس کو اس کی جاگیر سنبھل پور بھیجا گیا۔ وہاں ہمایوں بیمار پڑ گیا۔ بیماری کی حالت میں ہی اسے سنبھل پور سے آگرہ لایا گیا۔ علاج معالجے کے باوجود ہمایوں صحت یاب نہ ہوا تو بابر نے اس وقت کے بزرگ ولی اللہ ابو القاء سے مشورہ طلب کیا جس نے بابر کو اللہ تعالیٰ سے غیبی امداد کا طالب ہونے اور اپنی سب سے قیمتی چیز صدقہ دینے کا مشورہ دیا۔ بابر نے کہا کہ میری سب سے قیمتی چیز میری جان ہے۔ اس لئے میں اپنی جان

Marfat.com

اپنے بیٹے پر قربان کئے دیتا ہوں۔ بابر نے اللہ کے حضور دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمایوں کی بیماری مجھے دے دے اور اسے صحت یاب کر دے۔ اس دعا کے بعد ہمایوں صحت یاب ہو گیا اور بابر بیمار پڑ گیا۔ آخر چند دن بیمار رہنے کے بعد 26 دسمبر 1530ء کو اس دارِفانی سے راہی ملک عدم ہوا۔ اس طرح باپ نے بیٹے پر جان دینے کا لازوال کارنامہ سرانجام دیا۔ بابر کو آرام باغ آگرہ میں بطورِ امانت دفن کیا گیا۔ بعد میں بابر کی وصیت کے مطابق اسے کابل میں اس کے باغ میں دفن کیا گیا۔

سیرت و شخصیت

ظہیر الدین محمد بابر اپنی مسحور کن اور دل آویز شخصیت کی بدولت تاریخ اسلام کے ایک درخشندہ ستارے کی طرح منظر عام پر آیا۔ اس کی زندگی کا ہر پہلو بحیثیت باپ، انسان، حکمران، سپہ سالار، قائد اور بطور عالم و فاضل قابل تحسین ہے۔ بابر شعلہ بیاں مقرر، بلند پایہ شاعر، صاحب ذوق ادیب، جنگ و امن میں خوش و خرم رہنے کا عادی اور رنگین مزاج شخص تھا۔ اس کی گوناگوں صفات کے پیش نظر مورخین نے بابر کو ایشیاء کا زیرک ترین فرمانروا قرار دیا ہے، بلاشبہ بابر کسی بھی ملک اور کسی بھی دور کے حکمرانوں کے مقابلے میں اعلیٰ ترین مقام کا مستحق ہے۔

بابر کی سیرت اور کردار کے چند پہلوؤں کا تذکرہ حسب ذیل سطور میں کیا جاتا ہے۔

بابر بحیثیت انسان

بابر ایک انسان کی حیثیت سے منفرد اور ممتاز شخصیت کا حامل تھا وہ ایک بارعب، پرشکوہ، پرکشش اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔ بابر نڈر بے باک اور دل آویز خدوخال کا حامل شخص تھا۔ اس کی جسمانی طاقت کا یہ عالم تھا کہ وہ دو آدمیوں کو بغلوں میں دبا کر قلعہ کی فصیل پر نہایت آسانی سے دوڑا کرتا تھا۔ اس نے ہندوستان کے بڑے بڑے دریا تیر کر عبور کئے۔ اس نے گنگا جیسے دریا کو صرف 33 ہاتھوں میں عبور کیا۔ بابر رواداری، فیاضی اور انسانی

Marfat.com

ہمدردی کا پیکر تھا۔ وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے ہمیشہ شفقت اور ہمدردی سے پیش آتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے ہمایوں پر اپنی جان قربان کر کے شفقت پدری کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال کم از کم حکمرانوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بابر نے ہمیشہ مشکلات اور نامساعد حالات کا عزم واستقلال اور خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ زندگی کے انتہائی تلخ اور مشکل ترین لمحات میں بھی صبر و ہمت سے کام لیا۔ وہ دشمن سے فیاضی اور مروت سے پیش آنے کا خوگر تھا۔ وہ ہمیشہ ہشاش بشاش اور زندہ دلی سے زندگی گزارنے کا حامی تھا۔ بابر کیف ونشاط کا دلدادہ ضرور تھا لیکن عیش پرست ہرگز نہ تھا۔ اوائل عمر میں شراب یا دیگر کسی قسم کے نشے سے رغبت نہ تھی۔ بعد میں وہ شراب اور افیم کا عادی ہو گیا لیکن تہذیب وشائستگی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ جنگ کنواہہ کے موقع پر بابر نے خلوص دل سے شراب اور منشیات سے توبہ کر لی تو پھر کبھی شراب یا افیم کے قریب نہ گیا۔

وہ اپنے مقاصد کے سامنے مصائب و آلام کو ہیچ سمجھتا تھا۔ اگر چہ وہ ایک مہم جو اور قسمت آزما سپاہی تھا لیکن اس کے باوجود وہ ادب، شاعری اور فنونِ لطیفہ سے خصوصی لگاؤ رکھتا تھا۔ وہ باغات لگوانے کا بے حد شوقین تھا۔ برصغیر میں چہار تختہ باغات اسی کے متعارف کردہ ہیں۔ بابر راست باز اور قول کا پکا تھا۔ اسے دھوکہ، فریب اور دروغ گوئی سے نفرت تھی۔ المختصر بابر ایک عظیم المرتبت انسان تھا۔

بابر کا مذہب

بابر راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ بلاشبہ اس نے جنگ کنواہہ کے موقع پر ہندوؤں کے خلاف جنگ کو جہاد کا نام دیا لیکن وہ متعصب و تنگ نظر ہرگز نہ تھا اور نہ ہی غیر مسلموں کو بہ نوک شمشیر مسلمان بنانے کا قائل تھا۔ ہندوؤں نے چندھیری، تھمبور اور اجودھیا میں متعدد مساجد کو شہید کر کے ان کا نام ونشان مٹا دیا لیکن بابر نے رواداری کا مظاہرہ کر کے دشمنان اسلام سے انتقام لینے کی بجائے محض ان کی دوبارہ تعمیر ہی پر اکتفا کیا۔

جب وہ سمرقند کی بازیابی کیلئے شاہِ ایران اسماعیل صفوی سے فوجی امداد کا طالب ہوا تو

Marfat.com

اس نے شیعہ عقائد قبول کر لئے تھے لیکن اس نے بہت جلد ان عقائد کو خیر باد کہہ دیا۔ بابر توکل الی اللہ کا زبردست قائل تھا اس کا عقیدہ تھا کہ

''خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا''

بابر بطور سالار اعظم

بابر ایک عظیم جرنیل تھا۔ اُسے کمانڈ اینڈ کنٹرول کا وسیع تجربہ حاصل تھا وہ جنگی چالوں کا ماہر اور ایک عقابی نگاہ رکھنے والا سپہ سالار تھا۔ بابر ایک پیدائشی سپاہی اور عظیم فاتح تھا۔ وہ حرب وضرب کا ایسا جرنیل تھا جس کی جنگی حکمت عملی کے سامنے دشمن بے بس ہو جاتا تھا۔ بابر نے صرف بارہ ہزار فوج کے ساتھ کثیر التعداد فوجوں کو شکست دے کر اپنی عسکری صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ وہ اپنے سپاہیوں کی نفسیات سے اچھی طرح آگاہ تھا۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی سپاہ اس پر جان چھڑکتی تھی اور انتہائی خوفناک خطرات میں بھی کود جانے سے دریغ نہیں کرتی تھی۔ بابر نظم وضبط کے معاملے میں انتہائی سخت گیر تھا اور کڑی سے کڑی سزا دینے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ مفتوحہ علاقوں میں لوٹ کھسوٹ کی سختی سے ممانعت تھی۔

بابر ایک صاحب بصیرت، دور اندیش اور معاملہ فہم حکمران تھا۔ اس نے اپنی عسکری ذہانت اور قوت کے بل بوتے پر ایک وسیع سلطنت قائم کر لی تھی جس کی سرحدیں بدخشاں سے بہار تک اور کوہِ ہمالیہ سے چندھیری تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اگرچہ اس کی ساری زندگی جنگ وجدل سے عبارت ہے تاہم اس میں ایک اچھے حکمران کی خوبیاں موجود تھیں۔ اس نے اپنی مضبوط اور منظّم فوج کی مدد سے جرائم کا انسداد کیا، ملک میں امن وامان قائم کیا۔ ذرائع نقل وحمل کو درست کیا اور رعایا کی جان ومال اور عزت کا پوری طرح تحفظ کیا۔ آگرہ اور کابل کے راستے پر جا بجا فوجی چوکیاں قائم کیں۔ اس نے خوبصورت باغات لگوائے۔ شاندار عمارت عالی شان مساجد اور مضبوط پل تعمیر کروائے۔ متعدد رفاعی کارنامے سرانجام دیئے۔ اجودھیا کی بابری مسجد آج بھی اس عظیم فرمانروا کی عظمت اور تعمیری ذوق کی شاہد

Marfat.com

ہے مگر افسوس کہ آج برصغیر میں ساٹھ کروڑ کے قریب مسلمانوں کی موجودگی میں ہندوؤں نے اس مسجد کو شہید کر دیا ہے اور اس کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے کی کوششیں عروج پر ہیں۔

بابر کی سیرت اور شخصیت میں اس کی رنگینی طبع نمایاں ہے۔ وہ زمانہ جنگ وجدل اور دورِ امن ہر حال میں خوش وخرم رہتا تھا۔ وہ اپیکیورئین کے اس نظریئے کا قائل تھا کہ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

"Oh Baber! Seize life's pleasure, Which once departed can never alas! return".

بابر کی محفل میں شعر وشاعری کے ساتھ مہ نوشی کا دور بھی چلتا تھا لیکن بدمستی کی نوبت کبھی نہیں آئی۔ مصائب وآلام اس کی زندگی کا حصہ رہے لیکن وہ مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا تھا اور کبھی بھی مشکل حالات میں افسردہ اور مایوس نہ ہوا۔ اس کی رنگینی طبع اس کی مشکلات اور مصیبتوں کا قدرتی اور فطری ردِعمل تھا۔

بابر شعر وشاعری کا عمدہ ذوق رکھتا تھا۔ وہ ترکی اور فارسی زبانوں کا ماہر تھا اس نے تزک بابری لکھ کر ایک بلند پایہ ادیب اور عالم وفاضل ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ تزکِ بابری بابر کا ایک ایسا ادبی اور تاریخی شاہکار ہے جس نے بابر کو زندہ جاوید بنا دیا۔ اس کی نظم ونثر کا اندازِ بیاں سادہ، پاکیزہ اور فطری ہونے کے ساتھ ساتھ تنقیدی بھی تھا وہ اول سپاہی اور بعد میں ادیب اور شاعر تھا لیکن اس کے عمدہ ادبی ذوق کے پیش نظر اسے ادیب بادشاہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ تاہم بابر نے اپنے ادبی ذوق کو امور مملکت میں حائل نہ ہونے دیا۔

بلاشبہ ظہیرالدین محمد بابر کا عالم اسلام کے فرمانرواؤں میں اونچا مقام ہے۔ اس کا ہر کارنامہ اس کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ مابعد کے مسلم فرمانرواؤں کیلئے بابر کی زندگی مشعل راہ ہے۔

Marfat.com

شیر شاہ سوری شہنشاہ ہند

شیر شاہ سوری جنوبی ایشیاء کا وہ مایہ ناز سپوت ہے جس کا شمار دنیائے اسلام کے ان فرمانرواؤں میں ہوتا ہے جنہیں مسلم مورخین اور غیر مسلم اہل قلم سب نے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

ہندو دانشور ڈاکٹر تریپاٹھی اپنی کتاب ''مغل ایمپائر'' میں یوں رقمطراز ہے۔

''شیر شاہ سوری تاریخ کی ان نامور اور شہرہِ آفاق شخصیات میں سے ہے جنہوں نے خاک سے ابھر کر عظمتوں کا بلند مقام حاصل کیا اور اپنی اولوالعزمی، خداداد لیاقت اور اعلیٰ فہم و فراست سے کام لے کر نمایاں کامیابی حاصل کی''۔

ڈاکٹر تریپاٹھی نے بہت درست بات کی ہے۔ واقعی شیر شاہ سوری جس کا اصل نام فرید خاں تھا اور وہ معمولی آدمی تھا لیکن وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا وہ حاکم بہار کی ملازمت میں تھا۔ اس نے تلوار سے ایک شیر کو ہلاک کر دیا اس پر سلطان محمد نے خوش ہو کر اسے شیر خاں کا لقب دیا۔ وہ معمولی جاگیردار کا بیٹا تھا مگر انتہائی ذہین و فطین تھا۔ اس نے اپنی خداداد قابلیت، عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کی بدولت حیرت انگیز ترقی کی، اس نے شکست خوردہ افغان قوم میں جذبہ قومیت بیدار کر کے ایسی روح پھونک دی کہ ایک کینہ پرور قوم اپنے اختلافات بھلا کر اور متحد ہو کر ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئی اور اس کا یہی قدم افغان قوم کے اقتدار کے احیاء کا سبب بنا۔ اس نے قومی اتحاد کے بل بوتے پر بابر کے بیٹے ہمایوں کو پے در پے شکستیں دے کر ہندوستان سے نکال کر باہر کیا اور افغان سلطنت کی از سرِ نو بنیاد رکھی جسے مغل حکمران بابر نے ختم کر دیا تھا۔

شیر شاہ سوری ایک بیدار مغز، موقع شناس اور اعلیٰ عسکری صلاحیتوں کا حامل جرنیل تھا۔ وہ دور اندیشی، معاملہ فہمی، ذہانت و فطانت اور بلند حوصلگی میں بابر، علاؤ الدین خلجی اور

Marfat.com

نپولین بونا پارٹ جیسے نامور قائدین سے بھی آگے تھا۔ اس نے صرف پانچ سال حکومت کی لیکن اس مختصر عرصے میں اس نے مثالی نظم ونسق قائم کیا۔ ہر حکومتی شعبے میں شاندار اصلاحات نافذ کیں۔ وہ رواداری کا پیکر تھا۔ اس نے زراعت کو ترقی دے کر ملکی معیشت میں انقلاب برپا کر دیا۔ ملک میں خوشحالی اور فارغ البالی میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ اس نے رفاہِ عامہ اور فلاح و بہبود کے بے شمار کام کیے۔ شیر شاہ سوری کے دور کی بنائی ہوئی سڑکیں آج بھی اس کی عظمت کی گواہی دیتی ہیں۔ شیر شاہ سوری نے ایسا نظام پولیس نافذ کر رکھا تھا کہ ملک میں چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم بالکل ختم ہو گئے۔ شیر شاہ سوری کے دور میں ایک ضعیف بڑھیا اپنے سر پر سونے کے زیورات سے بھری ٹوکری رکھ کر بلا خوف وخطر سفر کر سکتی تھی اور کوئی چور یا ڈاکو شیر شاہ کی شدید اور سنگین سزا کے ڈر سے اس کے قریب آنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا(1)۔

شیر شاہ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ساڑھے چار سو سال گزر چکے ہیں لیکن برصغیر کے لوگ آج بھی اس کی اصلاحات، فلاحی کاموں، کارناموں بالخصوص اس کے عدل اور کھلی اور سیدھی سڑکوں کو یاد کرتے ہیں۔ مشہور مؤرخ Keene لکھتا ہے۔

"No Government not even the British has not shown so much wisdom as this pathan King."

''کوئی حکومت بھی شیر شاہ کے پائے کی ثابت نہ ہو سکی حتیٰ کہ انگریز بھی اس پٹھان کی سی فہم وفراست کا مظاہرہ نہ کر سکے''۔

خاک سے ابھر کر عظمتوں کے بلند مقام تک

حالاتِ زندگی

شیر شاہ کا اصل نام فرید خان تھا۔ شروع میں اس نے سلطان محمد حاکم بہار کی ملازمت کی۔ شیر شاہ نے تلوار سے شیر ہلاک کر کے شیر خاں کے لقب سے شہرت پائی اس نے بعد

1۔ تاریخ شیر شاہی از عباس سروانی

Marfat.com

ازاں مغل بادشاہ ہمایوں کو پے در پے شکست دے کر برصغیر سے نکال باہر کیا اور خود برصغیر کا شہنشاہ بن گیا۔ دہلی اور آگرہ کے تخت پر متمکن ہو کر اس نے شیر شاہ کا لقب اختیار کیا۔

فرید خان کے باپ کا نام حسن خان اور دادا کا نام ابراہیم سوری تھا جو افغان سور سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ پشاور کے نزدیک روہ نامی پہاڑی کے قرب و جوار میں سکونت پذیر تھا۔ ابراہیم خاں گھوڑوں کا سوداگر تھا۔ کاروبار میں نقصان کے بعد حسن خاں اور ابراہیم دونوں روزگار کی تلاش میں پنجاب میں ہوشیار پور کے علاقے ہریانہ بکھالہ کے جاگیردار مہابت خاں اور داؤد خاں ساہوخیل کے ہاں ملازم ہو گئے لیکن ہوشیار پور سے دو میل کے فاصلے پر باجواڑہ کے مقام پر رہائش پذیر ہوئے اور یہیں حسن خاں کی افغان بیوی کے ہاں فرید خاں پیدا ہوا۔

فرید خاں کی تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اے ایل سری واستو اور ڈاکٹر پی سرن کے مطابق اس کی تاریخ ولادت 1472ء ہے جبکہ ڈاکٹر قانون گو کے مطابق اس کی پیدائش کا سال 1482ء ہے۔

برصغیر کے اس وقت کے حکمران سکندر خاں لودھی کو جب بہار کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس نے حسن خاں کو سہرام، حاجی پور اور خواص پور ٹانڈا کے علاقے بطورِ جاگیر عطا کیے۔

حصول علوم وفنون

حسن خاں اگرچہ ایک ماہر شمشیر زن اور ایک تجربہ کار سپاہی تھا لیکن وہ گھریلو معاملات سے عہدہ برا ہونے کی اہلیت سے عاری تھا۔ وہ اپنی چھوٹی بیوی سے بے پناہ محبت کے باعث مجبور تھا۔ فرید خاں اس کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس کی ماں بچپن میں ہی وفات پا چکی تھی۔ حسن خاں کی چھوٹی بیوی اس سے حسد کرتی تھی۔ وہ اپنے والد کی بے توجہی کا بھی شکار تھا۔ باپ کی عدم توجہی اور سوتیلی ماں کے حسد نے اسے سہرام چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ وہ جون پور چلا گیا جو ان دنوں علوم وفنون کا گہوارہ تھا۔ فرید خاں نے دل لگا کر ابتدائی تعلیم مکمل کر لی۔ اس نے بعد میں فارسی اور عربی میں خصوصی مہارت پیدا کر لی۔ اس نے دیگر علوم

Marfat.com

میں بھی دسترس حاصل کر لی۔ جلد ہی جونپور کے علمی حلقوں میں اس کی شہرت پھیل گئی۔ عوام کے علاوہ جمال خاں حاکم جونپور بھی اس کی علمی استعداد سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جمال خاں نے باپ بیٹے میں صلح کرادی اور حسن خاں کو اپنے بیٹے کی علمی ذہانت اور قابلیت کی قدر کی ہدایت کی۔ باپ نے فرید خاں کو اپنی جاگیر کا منتظم مقرر کیا فرید خاں نے جاگیر کے نظام کو بڑی خوش اسلوبی سے بہتر بنایا جس سے جاگیر کی آمدنی بھی بڑھ گئی اور کاشتکار بھی خوشحال ہو گئے۔ حسن کارکردگی سے فرید خاں لوگوں میں بے حد مقبول ہو گیا۔ اس کی مقبولیت سے سوتیلی ماں حسد کی آگ میں جلنے لگی۔ اس نے فرید خاں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بیس سال بعد پھر فرید خاں کو گھر چھوڑنا پڑا۔ اس بار وہ ابراہیم لودھی کے جرنیل دولت کے پاس آگرہ پہنچا اور اس کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس نے ابراہیم لودھی کے حضور اپنے باپ کی جاگیر اپنے نام منتقل کرانے کی درخواست پیش کی۔ حسن خاں کی زندگی میں اس کی درخواست کو پذیرائی حاصل نہ ہو سکی تاہم اس کی وفات کے بعد منتقلی کا شاہی فرمان فرید خاں کے نام جاری کر دیا گیا تو فرید خاں سہسرام منتقل ہو گیا۔

حاکم بہار کی ملازمت

فرید خان کو اب بھی سکون نصیب نہ ہوا۔ اس کے سوتیلے بھائی نے جاگیر کی ملکیت کا تنازعہ کھڑا کر دیا تھا۔ حسن خان کے دیرینہ دشمن محمد خاں سوری نے اپنی دیرینہ دشمنی کی بناء پر اس خاندانی جھگڑے کو خوب ہوا دی۔ اس نے دونوں بھائیوں کو جاگیر کی تقسیم کا مشورہ دیا لیکن فرید خاں نے شاہی فرمان کی موجودگی میں تقسیم کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ اس نے اپنی پوزیشن کو مستحکم کرنے کیلئے بہار خاں لوہانی کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کی قسمت کا ستارہ اس وقت چمکا جب اس نے تلوار کے ایک ہی وار سے شیر کو ہلاک کر کے بہار خاں سے شیر خاں کا لقب پایا۔ بہار خاں نے اسے اپنے بیٹے کا اتالیق مقرر کیا۔ لوہانی سرداروں اور افغان امراء کو شیر شاہ کا عروج پسند نہ آیا۔ انہوں نے سلطان محمد حاکم بہار کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ شیر شاہ ابراہیم لودھی کے بھائی محمد خاں لودھی کے ساتھ مل کر افغان اقتدار

Marfat.com

بحال کرنے کیلئے ساز باز کر رہا ہے۔ یہ بات سلطان محمد شاہ کی پالیسی کے خلاف تھی لہٰذا اس نے شیر شاہ اور اس کے سوتیلے بھائی سلمان کے گھریلو تنازعہ کی ثالثی کے لئے محمد خاں سوری حاکم چوند کو مقرر کیا جس نے پھر جاگیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی تو شیر شاہ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے جاگیر پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ شیر خاں نے حاکم کڑہ جنید برلاس کے ذریعے اپریل 1527ء میں آگرہ پہنچ کر بابر کی ملازمت اختیار کر لی۔

شیر خاں نے بہار کے افغان سرداروں کے خلاف بابر کی کاروائی میں مفید خدمات سرانجام دیں۔ بابر نے خوش ہو کر 1528ء میں اس کی جاگیر بحال کر دی۔ شیر خاں نے سیاسی بصیرت سے کام لے کر اپنے دیرینہ دشمن محمد خاں سوری کی جاگیر بابر سے سفارش کر کے بحال کرا دی اور اس طرح ان کی دشمنی دوستی میں بدل گئی۔ شیر خاں نے چندھیری کی مہم میں اپنی جواں مردی ذہانت اور فہم و فراست سے بابر کو بہت متاثر کیا۔ مردم شناس بابر نے بہت جلد شیر خاں کی پیشانی پر عظمت کے نقوش پڑھ لئے اور اپنے وزیر امیر نظام الدین علی محمد خلیفہ کو بتایا۔

"شیر خاں پر کڑی نظر رکھو۔ وہ چالاک آدمی ہے۔ اس کی پیشانی سے بادشاہت کی علامات جھلکتی ہیں۔ مجھے متعدد افغان امراء سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے جو مرتبہ میں اس سے کہیں بڑے ہیں مگر کسی نے مجھے متاثر نہیں کیا۔ جونہی یہ میری نگاہوں کے سامنے آیا میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اسے گرفتار کر لینا چاہئے کیونکہ اس میں عظمت وجلالت کی صفات نظر آتی ہیں"۔

شیر خاں اپریل 1527ء سے جون 1528ء تک مغل دربار سے وابستہ رہا۔ اس عرصہ میں اس نے مغلوں کی عادات و اطوار، انتظام سلطنت اور عسکری خامیوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا اور اندازہ لگایا کہ مغل حکومت کو شکست دینا اور ختم کرنا کچھ مشکل نہیں جون 1528ء میں شیر خاں بابر کی قیافہ شناسی کا اندازہ لگا کر مغل کیمپ سے فرار ہو گیا اور سہسرام چلا گیا۔

Marfat.com

چمک اٹھا قسمت کا ستارہ

شیر خاں نے دوبارہ سلطان محمد شاہ کی ملازمت اختیار کر لی جس نے اسے دوبارہ جمال خاں کا اتالیق مقرر کر دیا۔ سلطان محمد شاہ کی وفات کے بعد اس کی بیوہ دادو بی بی نے شیر خاں کو نابالغ شہزادے کا سرپرست بنانے کے علاوہ بہار کا نائب ناظم (ڈپٹی گورنر) بنا دیا۔ شیر خاں نے بہار کے نظم و نسق کو بہتر بنایا ساتھ ساتھ اپنی پوزیشن بھی مستحکم کی۔ اس نے قبیلہ سور کے بہت سے اپنے حامی لوگوں کو لا کر اہم عہدوں پر فائز کیا۔ دادو بی بی کی وفات 1529ء میں ہوئی۔ وہ بہار کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔ 1530 میں اس نے بہلول لودھی کے قریبی رشتہ دار اور قلعہ چنار کے سابق حاکم تاج خاں کی بیوہ لاڈ ملکہ سے شادی کر لی۔ لاڈ ملکہ قلعہ چنار کی وارث تھی اس لئے اس شادی سے شیر خاں کے ہاتھ بے شمار دولت لگی اور اس کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ اب وہ افغانوں میں ذی حشمت سردار بن گیا۔ اگست 1532ء میں دوراہہ کی جنگ میں ہمایوں کے ہاتھوں محمود خاں لودھی کی شکست فاش کے بعد افغان قوم کا شیرزاہ بکھر گیا تو شیر خاں کی پوزیشن مزید نمایاں ہوئی۔ وہ افغانوں کا مقتدر لیڈر بن گیا۔ ہمایوں نے محمود خاں لودھی کو شکست دینے کے بعد قلعہ چنار کا محاصرہ کر لیا۔ جو ستمبر 1532ء سے دسمبر تک چار ماہ تک جاری رہا۔ شیر خاں نے بہلا پھسلا کر ہمایوں کو صلح پر راضی کر لیا۔ شیر خاں نے ہمایوں کا اعتماد حاصل کرنے کیلئے اپنے بیٹے قطب خاں کی قیادت میں پانچ سو افغانوں کا دستہ ہمایوں کی حفاظت اور خدمت پر متعین کر دیا تاکہ اسے شیر خان کی وفاداری کا یقین آ جائے۔ ہمایوں نے محاصرہ اٹھا لیا۔ اس کے بعد ہمایوں والی گجرات بہادر شاہ کے خلاف مہم میں پانچ سال تک مصروف رہا۔ اس اثناء میں شیر خاں کو اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کا موقعہ مل گیا اس نے افغانوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر کے اپنی عسکری قوت بڑھا لی اس نے 1532ء میں حاکم بنگال کے خلاف کاروائی کی اور زبردست کامیابی حاصل کی۔ سوراج گڑھ کی فتح میں شیر خان کو کثیر مقدار میں مال و دولت اور اسلحہ ملا اب وہ بہار کا خود مختار حکمران بن گیا شیر خاں کو فتوحات کا چسکہ پڑ چکا تھا۔ اس نے

Marfat.com

بنگال پر حملہ کر دیا اور بہت سے علاقے فتح کرتا ہوا بنگال کے دارالحکومت گور تک پہنچ گیا غیاث الدین محمود شاہ نے اس دفعہ تیرہ لاکھ طلائی سکے ادا کر کے شیر خان سے صلح کر لی۔ اس کے بعد شیر خان کی نیت میں فتور آ گیا۔ وہ پورے بنگال کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ 1537ء میں جب محمود شاہ خراج کی رقم ادا نہ کر سکا تو شیر خاں کو بہانہ مل گیا۔ اس نے بنگال پر چڑھائی کر دی۔ غیاث الدین محمود شاہ نے اپنے آپ کو کمزور محسوس کرتے ہوئے ہمایوں سے مدد طلب کی۔ شیر خاں نے اپنے کمانڈر خواص خاں اور بیٹے جلال خاں کو فوج دے کر گور بھیج دیا تا کہ ہمایوں کی آمد سے پہلے بنگال کی تسخیر مکمل ہو جائے۔

مشرقی علاقوں میں شیر خاں کی مسلسل پیش قدمی اور اس کی بڑھتی ہوئی قوت سے ہمایوں خطرہ محسوس کرنے لگا۔ غیاث الدین کی طرف سے امداد طلبی نے ہمایوں کو بنگال پر چڑھائی کا موقع فراہم کر دیا۔ 1537ء میں ہمایوں نے چنار قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چھ ماہ بعد اس پر ہمایوں کا قبضہ ہو گیا۔ ادھر شیر خاں نے منگیر اور گور کے درمیان تمام علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد گور کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے برصغیر کے ناقابل تسخیر قلعہ رہتاس جو ایک ہندو راجہ کے زیر نگیں تھا کو بھی تسخیر کر لیا اور بنگال کی تمام دولت اس قلعہ میں محفوظ کر دی۔

چنار پر قبضہ کرنے کے بعد ہمایوں نے شیر خاں سے اس شرط پر صلح کی پیشکش کی کہ وہ تمام مفتوحہ علاقوں کی واپسی کے بعد اپنے لئے ایک چھوٹی سی جاگیر کا انتخاب کرے لیکن شیر خاں نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ اس پر ہمایوں نے بہار حوالے کرنے کا کہا اور سارا بنگال شیر خاں کو اس شرط پر دینا منظور کیا کہ شیر خاں مغلیہ سیادت کو قبول کرے اور سالانہ دس لاکھ روپے خراج ادا کرے۔ شیر خاں نے یہ شرائط منظور کر لیں لیکن ہمایوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور بنگال فتح کرنے کا پکا ارادہ کیا۔ اس وعدہ خلافی پر شیر خاں بھی بگڑ گیا۔

جنگ چوسہ

ہمایوں برق رفتاری سے پیش قدمی کرتا ہوا گور جا پہنچا اور بلامزاحمت گور میں فاتحانہ داخل ہو گیا۔ گور میں ہمایوں کئی ماہ تک عیش ونشاط اور رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ شیر خاں

Marfat.com

نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہار اور آگرہ کے درمیانی علاقہ جات پر قبضہ کر کے ہمایوں کی نقل و حمل کے راستے منقطع کر دیئے۔ ہمایوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو فوراً آگرہ کی طرف واپس پلٹا۔ اس نے ہاتھی پر بیٹھ کر دریائے گنگا کو عبور کیا تب اسے معلوم ہوا کہ اس کی واپسی کے راستوں پر شیر خاں قابض ہے۔ اس نے دوبارہ دریائے گنگا عبور کیا اور چوسہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ شیر خاں بھی نواح میں پہنچ چکا ہے۔ ہمایوں کے امراء نے فوراً شیر خاں پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا۔ ہمایوں نے بے وقوفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور دوبارہ دریا عبور کر کے کرم ناسا ندی کے کنارے خیمہ زن ہو کر تین ماہ تک شیر خان کا انتظار کرتا رہا۔ ہمایوں جنگ ٹالنا چاہتا تھا اور مصالحت سے معاملہ حل کرنا چاہتا تھا لیکن شیر خاں مصلحتاً دیر کر رہا تھا تا کہ برسات کا موسم آجائے اور بارشوں سے دریاؤں میں طغیانی سے راستے مسدود ہو جائیں۔

جونہی برسات کا موسم شروع ہوا تو تمام راستے بند ہو گئے۔ مغلیہ فوج ملیریا کا شکار ہو گئی مجبوراً ہمایوں کو شیر خاں سے مفاہمت کیلئے سہسرام اور چنار اور بنگال کے علاقے پیش کئے۔ شیر خاں نے عیاری سے کام لے کر بظاہر فوج کو پیچھے ہٹا کر مفاہمت پر آمادگی ظاہر کر دی لیکن 26 جون کی رات ہمایوں کو غافل پا کر مغلیہ فوج پر تین اطراف سے حملہ کر دیا مغلیہ فوج اس افتاد کا مقابلہ نہ کر سکی آٹھ ہزار مغل سپاہی مارے گئے ہمایوں ہر طرف سے مایوس ہو کر جان بچانے کیلئے بھاگا۔ اس نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا مگر گھوڑا نیچے سے نکل گیا۔ نظام سقہ نے بڑی مشکل سے مشکیزے کے ذریعے ہمایوں کو کنارے لگایا۔

آگرہ پہنچ کر ہمایوں نے انعام کے طور پر نظام سقہ کو نصف یوم کی بادشاہت عطا کی۔

شیر خاں نے دوبارہ بنگال پر قبضہ کر لیا اور اس نے گور کے مقام پر اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور شیر شاہ کا لقب اختیار کیا۔

جنگ قنوج

آگرہ واپس پہنچ کر ہمایوں نے اپنے بھائیوں کو آنے والے خطرات کی سنگینی سے ڈرایا

Marfat.com

لیکن اس کے بھائیوں نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ ہمایوں چالیس ہزار فوج کے ساتھ شیر شاہ کے خلاف قسمت آزمائی کیلئے قنوج کی طرف بڑھا۔ شیر شاہ پہلے ہی دریائے گنگا کے مشرقی کنارے پر مورچہ زن تھا۔ ہمایوں ایک ماہ تک دریا کے مغربی کنارے پر پڑاؤ ڈالے رہا اس اثناء میں اس کے کئی جرنیل اس کا ساتھ چھوڑ کر شیر شاہ سے جا ملے۔ مجبوراً ہمایوں نے جنگ چھیڑنے میں ہی مصلحت سمجھی۔ معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ موسم برسات شروع ہوا تو مجبوراً ہمایوں کو کیمپ بدلنا پڑا کیونکہ نشیبی جگہوں پر پانی کھڑا ہو گیا تھا۔ جب مغل فوج کیمپ تبدیل کرنے میں مصروف ہوئی تو شیر شاہ نے اچانک حملہ کر دیا اور مغل فوج سنبھلنے سے پہلے ہی بھاگ کھڑی ہوئی۔

17 مئی کو ہمایوں نے ہاتھی پر سوار ہو کر دریا عبور کیا اور آگرہ پہنچا۔ ہمایوں نے شیر شاہ کے تعاقب سے ڈرتے ہوئے دہلی چھوڑا اور لاہور روانہ ہو گیا۔ وہاں سے سندھ پہنچا اور پھر ایران چلا گیا۔ برصغیر سے مغلیہ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور افغانوں نے برصغیر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

شیر شاہ بطور شہنشاہ ہند

جنگ قنوج میں کامیابی کے بعد شیر شاہ نے اپنے جرنیل شجاعت خاں کو گوالیار فتح کرنے کیلئے روانہ کیا اور خود ہمایوں کے تعاقب میں آگرہ روانہ ہوا۔ شیر شاہ کی آمد کی اطلاع پا کر ہمایوں لاہور چلا گیا۔ شیر شاہ ہمایوں کے تعاقب میں سرہند تک آ پہنچا تو ہمایوں نے پیغام بھیجا کہ کیوں نہ سرہند کو افغان اور مغل سلطنت کے درمیان سرحد تسلیم کر لیا جائے لیکن شیر شاہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور تعاقب جاری رکھا۔

لاہور پہنچ کر ہمایوں نے اپنے بھائیوں کو متحد کرنے کی کوشش کی لیکن اسے مایوس ہونا پڑا کامران کابل چلا گیا۔ مہندال سندھ روانہ ہو گیا تو ہمایوں بھی خوشاب روانہ ہو گیا اور وہاں سے سندھ کی طرف چل دیا۔

شیر شاہ نے دو مہمیں قطب خاں اور خواص خاں کی زیر کمان خوشاب سے روانہ کیں یہ

Marfat.com

سردار ہمایوں کے تعاقب میں پنجند تک گئے اور بعد میں شیر شاہ کے پاس واپس آ گئے۔

جہلم کے گکھڑوں کی سرکشی

خوشاب میں شیر شاہ کا قیام چند ماہ تک رہا۔ اس اثناء میں بلوچ سرداروں نے خدمت میں حاضر ہو کر شیر شاہ کی سیادت قبول کر لی۔ جہلم کے گکھڑوں کی باغیانہ روش نے شیر شاہ کو بے تاب کر دیا۔ جہلم کا بالائی طاس ان کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ شیر شاہ خوشاب سے جہلم پہنچا اور کئی ماہ گکھڑوں کی سرکوبی میں گزار دیئے مگر کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ گکھڑ سردار رائے سارنگ کا رویہ بدستور باغیانہ رہا شیر شاہ نے شمال مغربی سرحد کے تحفظ کیلئے جہلم سے دس میل دور پہاڑی علاقے میں ناقابل تسخیر قلعہ رہتاس کی طرز پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ تعمیر کی نگرانی کا کام راجہ ٹوڈرمل کے سپرد تھا۔ اس قلعہ میں پچاس ہزار افغان فوج تعینات کر کے ہیبت خان کو قلعہ دار مقرر کیا۔ شیر شاہ نے مرزا حیدر کو کشمیر سے نکالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ گکھڑوں کی سرکوبی کیلئے جرنیلوں کو چھوڑا اور خود آگرہ روانہ ہوا کیونکہ بنگال میں وہاں کے گورنر نے 1541ء میں بغاوت کر دی تھی۔

باغی گورنر خضر خاں کی سرکوبی کیلئے شیر شاہ سیدھا بنگال روانہ ہوا۔ اس نے کامیابی سے بغاوت کچل دی۔ اس نے بنگال کو متعدد سرکاروں میں تقسیم کیا جو ضلع کے برابر تھے۔ ہر سرکار کے نظام کیلئے الگ الگ شقدار (حاکم) مقرر کئے۔ امن وامان کیلئے کچھ فوج ان کے ماتحت کی۔ شقداروں پر قاضی فضیلت کو صوبے کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا۔ ان اقدام سے صوبے میں امن وامان کی صورت حال بہتر ہو گئی۔

تسخیر مالوہ

مالوہ پر ملوں خاں عرف قادر شاہ کی حکومت تھی۔ قادر شاہ نے مغلوں کے خلاف شیر شاہ کے بیٹے قطب خاں کی مدد نہ کی تھی۔ چنانچہ 1540ء میں ہندال اور مرزا عسکری نے قطب خان کا گھیراؤ کر کے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ افغان حکومت کے استحکام اور بقاء کیلئے مالوہ کی تسخیر ناگزیر تھی۔ چنانچہ 1542ء میں شیر شاہ قطب خان کی ہلاکت کا انتقام لینے کے غرض

Marfat.com

سے مالوہ روانہ ہوا۔ قادر شاہ نے شیر شاہ کی قوت سے مرعوب ہو کر سارنگ پور کے مقام پر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ شیر شاہ نے گوالیار پہلے ہی فتح کر لیا تھا۔ اس نے شجاعت خاں کو مالوہ کا گورنر مقرر کیا اور خود تھمبور کا قلعہ فتح کر کے آگرہ واپس لوٹ آیا۔

قلعہ رائے سین

وسط ہند کا مشہور قلعہ اور عسکری مرکز رائے سین کوہِ بندھیاچل کے پہاڑی سلسلے کی چوٹی پر واقع تھا۔ جہاں راجہ پورن مل کی حکومت تھی۔ راجہ پورن مل چوہان بہت سے تحائف لے کر شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیر شاہ راجہ پورن مل سے بہت خوش ہوا اور تحائف دے کر روانہ کیا جب شیر شاہ کو بتایا گیا کہ راجہ پورن مل بہت ظالم ہے۔ راجہ پورن مل ایک متعصب ہندو تھا۔ اس نے چندیری کے شہر کو لوٹ مار کر نشانہ بنایا نیز مسلم آبادی کا قتل عام کر کے مسلم خواتین کو لونڈیاں بنا لیا۔ جب شیر شاہ کو اس بابت معلوم ہوا تو اس نے پورن مل کی مسلم دشمنی کا مزہ چکھانے کا مصمم ارادہ کر لیا مالوہ کی تسخیر کے بعد شیر شاہ بنگال و بہار کے انتظامی معاملات درست کرنے میں مصروف تھا کہ وہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے صحت بخشی تو وہ راجہ پورن مل کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور اسے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ضرور مزہ چکھائے گا۔ صحت یاب ہونے کے بعد 1543ء میں اس نے قلعہ رائے سین کا محاصرہ کر لیا۔ پورن مل نے قلعہ شیر شاہ کے حوالے کرنا چاہا تو چندیری کی ستم رسیدہ مسلم خواتین نے فریاد کی اور اپنے اوپر ڈھائے جانے والے مظالم کی الم ناک داستان شیر شاہ کو سنائی تو اس کا خون کھول اٹھا۔ اس نے قلعہ پر فوج کشی کا حکم دے دیا۔ راجپوتوں نے رسم جوہر ادا کی اور افغانوں پر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کا رن پڑا تمام راجپوت داد شجاعت دیتے ہوئے مارے گئے۔ قلعہ رائے سین پر شیر شاہ کا قبضہ ہو گیا وہاں پر قید مظلوم مسلمان خواتین کو رہا کر دیا گیا۔

ملتان اور سندھ کی فتح

پنجاب کے گورنر ہیبت خاں نیازی نے شیر شاہ کے حکم پر سب سے پہلے پاکپتن کے

Marfat.com

حاکم فتح خاں جاٹ کے خلاف کاروائی کی جس نے لاہور اور دہلی کے درمیان سڑک کو غیر محفوظ بنا رکھا تھا۔ فتح خان گرفتار ہوا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔ ہیبت خاں نے اس کے بعد ملتان پر فوج کشی کے ذریعے قبضہ کر لیا۔ شیر شاہ نے حاکم ملتان بخشو لنگا اور اس کے بیٹے کی جان بخشی کرتے ہوئے اس کی جاگیر بحال رکھی اور فتح جنگ خاں کو ملتان کا نیا حاکم مقرر کیا۔ گورنر کو حکم دیا کہ ملتان کو آباد کرنے کے لئے اقدام کرے اور وہاں کے باشندوں سے قدیم نظام کے مطابق 1/4 مالیہ وصول کیا جائے۔ ہیبت خاں کی شاندار کارکردگی سے خوش ہو کر شیر شاہ نے اسے گراں قدر انعامات سے نوازا۔

راجپوتانہ کی فتح

راجپوتانہ کے علاقہ میں رانا سانگا والی میواڑ نے بڑی شہرت پائی اس کی وفات کے بعد مارواڑ کے راجپوت راجہ مالدیو راٹھور نے عیاری سے ہمایوں کو گرفتار کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ یہ بعد میں ایک طاقتور حکمران کے طور پر ابھرا، شیر شاہ اس پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔ 1531ء میں اپنے باپ راؤ گنگا جی کی وفات کے بعد مالدیو گدی نشین ہوا تو پانچ چھ سالوں میں اس نے اپنی سیاسی قابلیت سے جیسلمیر، امر بکانیر اور میواڑ کے متعدد علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ مالدیو راٹھور کی روز افزوں طاقت کو شیر شاہ اپنے لئے خطرہ سمجھ رہا تھا۔ 1543ء میں شیر شاہ بھاری لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اجمیر کے نواح میں شیر شاہ کا راجپوتوں سے سامنا ہوا۔ ایک ماہ تک دونوں لشکر آمنے سامنے ڈٹے رہے۔ راجپوتوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے شیر شاہ نے ایک چال چلی۔ اس نے ایک جعلی خط ریشمی خرقہ میں لپیٹ کر راجہ مالدیو کے خیمے کے قریب اس طرح پھینکوا دیا کہ گویا اتفاقاً گر پڑا ہے۔ راجہ مالدیو کے ایک وزیر کو مل گیا۔ اس نے مالدیو راٹھور کے پاس بھجوا دیا۔ یہ خط مالدیو کے سرداروں کی طرف سے شیر شاہ کے نام تھا جس میں شیر شاہ کو یقین دلایا گیا تھا کہ وہ دوران جنگ راجہ کو گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دیں گے، مالدیو خط پڑھ کر اپنے سرداروں سے بدگمان ہو گیا۔ شیر شاہ اپنی چال میں کامیاب ہو گیا مالدیو کو اپنے

Marfat.com

سرداروں پر اعتماد نہ رہا۔ وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا لیکن راجپوت سرداروں نے غیرت کے جذبہ کے تحت افغان فوج پر ایسا سرفروشانہ حملہ کیا کہ شیر شاہ دنگ رہ گیا۔ اس نے بمشکل تمام راجپوت سرداروں کو شکست دی اس کے بعد شیر شاہ نے عیسیٰ خاں اور خواص خاں نیازی کو مارواڑ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ افغان فوج نے اجمیر، ناگور، جودھپور اور مارواڑ سے میواڑ کی طرف بڑھا۔ میواڑ کے کمسن راجہ اودھے نے بغیر لڑے شیر شاہ کے حوالے کر دیا۔ شیر شاہ راجپوتانہ اور سلطنت کے اہم مقامات کے درمیان ذرائع مواصلات کے تحفظ کے لئے فوجی دستے مامور کر کے آگرہ واپس چلا گیا۔

کالنجر کی مہم اور شیر شاہ کی وفات

کالنجر کے راجہ کرت سنگھ نے شیر شاہ کے باغی دیوا کے راجہ پر بھان بگھیلہ کو پناہ دے رکھی تھی۔ اس نے شیر شاہ کے مطالبے کے باوجود اسے شیر شاہ کے حوالے کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ شیر شاہ نے راجپوتانہ کی فتح مکمل کرنے کے بعد 1544ء کو کالنجر کا محاصرہ کر لیا۔ مئی 1545ء میں شیر شاہ نے قلعہ کی دیواروں کو آتشیں گولہ سے اڑانے کا حکم دے دیا وہ گولہ باری کی خود نگرانی کر رہا تھا کہ اتفاق سے ایک ہوائی قلعہ کی دیوار سے ٹکرانے کے بعد واپس بارود خانے میں آ گری۔ آگ بھڑک اٹھی اور بارود کا ذخیرہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ شیر شاہ سوری بری طرح جھلس گیا۔ شیر شاہ کے بچنے کی امید بہت کم تھی پوری افغان فوج نے یکبارگی سے قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ مغرب کے قریب شیر شاہ کے جرنیلوں نے اسے مکمل طور پر قلعہ کی تسخیر کی خوشخبری سنائی۔ تو اس کے چہرے پر خوشی اور طمانیت کے آثار دکھائی دیئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دنیا سے ناطہ توڑ دیا۔

شیر شاہ سوری کا نظام سلطنت

شیر شاہ سوری برصغیر کا ایک نامور فرمانروا اور بلند پایہ منتظم تھا۔ اس نے علاؤالدین خلجی کے نافذ کردہ انتظامی ڈھانچہ کی تصحیح کر کے اپنے نظام سلطنت کی بنیاد رواداری عوامی فلاح و

Marfat.com

بہبود اور عدل و انصاف پر رکھی۔ اس کی یہی انفرادیت اور امتیازی کارنامہ اقوام عالم بالخصوص دنیائے اسلام کے صف اول کے عظیم المرتبت فرمانرواؤں میں شمار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ برصغیر کے حکمرانوں نے شیر شاہ کے نظام سلطنت کو اپنا کر ہی ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ مورخین شیر شاہ سوری کو ہندوستان کے مغل حکمرانوں بالخصوص اکبر اعظم کا پیش رو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اکبر نے شیر شاہ کی وضع کردہ اصلاحات نافذ کیں جن میں فوجی اور انتظامی اصلاحات قابل ذکر ہیں۔ اکبر نے شیر شاہ کی مذہبی رواداری اور رعایا کی فلاح و بہبود کی پالیسی اختیار کر کے غیر مسلموں کو مذہبی آزادی دے دی۔ رعایا پروری اور عوام کی فلاح و بہبود کو اپنا شعار بنالیا اور شہرت دوام حاصل کی لیکن شیر شاہ سوری اور اکبر کی مذہبی پالیسی میں بہت زیادہ فرق تھا۔ شیر شاہ سوری ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور ہندوؤں کے خلاف جنگ کو جہاد سمجھتا تھا۔ اس کے برعکس اکبر مذہبی لحاظ سے آزاد خیال تھا۔

مرکزی نظام حکومت

بادشاہ

مرکز میں بادشاہ وسیع اختیارات کا مالک تھا۔ اس کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ بادشاہ بذات خود حکومت کی تمام قوتوں کی سرچشمہ تھا۔ اس کے وزراء کے اختیارات محدود تھے۔ وہ بادشاہ کے سامنے جوابدہ تھے۔ وزراء اور امراء کا کام بادشاہ کے احکامات کی تعمیل تھا۔ اس کے باوجود شیر شاہ ایک شفیق حکمران تھا اس کے دورِ حکومت میں رعایا کی فلاح و بہبود اور امن و امان ہر چیز پر مقدم تھا۔ نظم و نسق کو بہتر طور پر چلانے کیلئے سلطنت 47 حصوں میں منقسم تھی جنہیں سرکار کہا جاتا تھا۔ ہر سرکار پرگنوں میں تقسیم تھی۔

شیر شاہ سوری ایک خودمختار اور مطلق العنان حکمران ہونے کے باوجود ایک فرض شناس رعایا پروری عدل و انصاف اور خدمت خلق جیسے اعلیٰ اوصاف کا مالک تھا۔ وہ حکومت کے ہر

Marfat.com

شعبہ کی کارکردگی کا خود جائزہ لیتا تھا۔ مرکزی حکومت کے مندرجہ ذیل شعبہ جات تھے۔

دیوانِ وزارت

اس شعبہ کا سربراہ وزیر کہلاتا تھا۔ دیوانِ وزارت مالیات کا شعبہ تھا۔ اس کے ذمہ حکومت کی آمدن اور خرچ کا ریکارڈ رکھنا تھا۔ دیگر شعبہ جات کے وزراء کی کارکردگی کی نگرانی کا اختیار اسے تفویض تھا۔ شیر شاہ سوری ایک ماہر معاشیات بادشاہ تھا۔ اس لئے خود بھی اس شعبہ میں دلچسپی رکھتا تھا۔ شیر شاہ سوری روزانہ حکومت کی آمدن اور خرچ کے گوشواروں کی پڑتال خود کرتا تھا اور پرگنوں کی جانب سے واجب الادا رقوم کے بقایا جات سے متعلق معلومات حاصل کیا کرتا تھا۔

دیوانِ عرض

یہ دفاع کا شعبہ تھا۔ اس کا سربراہ عارضِ ممالک کہلاتا تھا۔ اس شعبہ کے ذمہ افواج کو تنخواہوں کی ادائیگی، اسلحہ کی سپلائی، بھرتی، نظم ونسق اور میدان جنگ میں افواج کو متعین کرنا ہے۔ شیر شاہ سوری بھرتی کی خود نگرانی کرتا اور سپاہی کی تنخواہ خود مقرر کرتا تھا۔

دیوانِ رسالت

یہ امور خارجہ کا شعبہ تھا۔ اس کا سربراہ وزیر خارجہ کہلاتا تھا۔ اس شعبہ کا کام دوسرے ممالک میں سفیر متعین کرنا، دوسرے ممالک کے سفیروں کا استقبال کرنا، بیرونی ممالک سے خط و کتابت، معاہدات کے مسودے تحریر کرنا اور صلح کی گفت وشنید کرنا تھا۔ معاہدات کا ریکارڈ رکھنا بھی وزارت خارجہ کے فرائض میں شامل تھا۔ بعض اوقات وظائف واوقاف کا انتظام بھی اسی ادارے کو تفویض کر دیا جاتا تھا۔

دیوانِ انشاء

یہ مرکزی حکومت کا سیکرٹریٹ تھا جہاں شاہی فرامین کے مسودے تیار کئے جاتے تھے۔ ان احکام وفرامین کا ریکارڈ رکھنا اور ان کی متعلقہ افسران تک ترسیل بھی دیوانِ انشاء کی ذمہ

Marfat.com

داری میں شامل تھا۔

دیوان برید

یہ شعبہ ڈاک کی ترسیل اور جاسوسی کا ذمہ دار تھا۔ ملک کے طول وعرض سے عوام اور حکام کے حالات اور ملک میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کے متعلق بادشاہ کو باخبر رکھنا اس محکمہ کا فرض تھا۔ جاسوس اور ہرکارے اس شعبہ سے منسلک تھے۔

دیوانِ قضاء

شعبہ عدلیہ کو دیوانِ قضاء کہا جاتا تھا۔ اس شعبہ کا سربراہ قاضی القضاء کہلاتا تھا جو ملک میں تمام عدالتوں کے قاضیوں کا تقرر اور ان کے فیصلے کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرتا تھا۔

خان سامان

شاہی محل کی ضرورت کے سامان کی فراہمی کا بندوبست کرنا اس شعبہ کے ذمہ تھا۔ شاہی محل کے تمام مصارف اور خوراک کا ذمہ دار یہی شعبہ تھا۔ شاہی کارخانوں اور ذخیروں کی نگرانی اسی محکمہ کے سپرد تھی۔ خان سامان کا عہدہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔

صوبائی نظام

شیر شاہ سوری نے تمام سلطنت کو انتظامی لحاظ سے 47 یونٹوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جنہیں سرکار کہا جاتا تھا۔ ہر سرکار (ضلع) متعدد پرگنوں (تحصیلوں) اور ہر پرگنہ کئی کئی قانون گوئیوں میں بٹا ہوا تھا۔ ملک کی آخری اکائی دیہہ تھی۔ خاص خاص علاقہ جات پر فوجی کماندار مقرر تھے جو گورنر کے فرائض بھی ادا کرتے تھے۔ شیر شاہ سوری کے دور میں صوبوں کی کوئی واضح شکل نہ تھی۔

سرکار

ملک میں سب سے بڑی انتظامی اکائی سرکار ہی تھی۔ ہر سرکار پر شقدار شقداران مقرر تھے جس کے ذمہ سرکار کے انتظامی امور، امن وامان قائم رکھنا اور باغی عناصر کی گوشمالی کرنا

Marfat.com

تھا۔ سرکار میں دوسرا اہم منصب قاضی ہوتا تھا۔ جو دیوانی مقدمات کے فیصلے کرتا تھا۔ اس کے علاوہ پرگنہ کے منصف کا تقرر، مالیہ کی وصولی کی نگرانی، پرگنوں کے باہمی تنازعات کو نپٹانا اور کسانوں کی شکایات کا ازالہ کرنا اس کے فرائض میں شامل تھا۔

پرگنہ (تحصیل)

ہر سرکار کو پرگنوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پرگنہ کی سطح پر پانچ افسر مقرر تھے۔ ان میں سب سے اہم شقدار اور منصف اعلیٰ تھے جو کہ سرکار کے افسران کے معاون افسر تھے اور ان کا کام بھی ان سے ملتا جلتا تھا۔

(ا) شقدار کا کام پرگنے میں امن وامان قائم کرنا، باغیوں کا قلع قمع کرنا، سرکاری فرامین پر عملدرآمد کروانا اور فوجی نوعیت کے امور سرانجام دینا تھا۔ شقدار پرگنہ کا افسر اعلیٰ تھا۔

(ب) پرگنہ کا دوسرا اہم افسر منصف تھا جس کے ذمہ دیوانی معاملات تھے۔ مقدمات کا فیصلہ کرنا، امین کے کام کی نگرانی کرنا تھا۔ فوتیدار (خزانچی) پرگنے کے خزانے کا نگران تھا۔ دو اہل کار پرگنہ کی آمدن کا حساب کتاب رکھنے پر مامور تھے۔ ایک ہندی زبان میں اور دوسرا فارسی زبان میں حساب تحریر کرتا تھا۔ قانون گو مزروعہ زمینوں کے ریکارڈ اور مالی امور کا نگران ہوتا تھا۔

دیہات

ہر پرگنہ متعدد دیہات پر مشتمل تھا اور دیہات کے انتظام وانصرام کیلئے پٹواری مقدم اور چوکیدار مقرر تھے۔ دیہات کے باہمی تنازعات حل کرنے کیلئے پنچائتیں تشکیل دی گئی تھیں۔ مقدم (نمبردار) کو دیہات میں اہم مقام حاصل تھا۔ کاشتکاروں سے مالیہ کی وصولی اور اس کو شاہی خزانہ میں جمع کروانا مقدم کی ذمہ داری تھی۔ شیر شاہ کا حکم تھا کہ کوئی سرکاری افسر بلاضرورت دیہات کے معاملات میں دخیل نہ ہو۔

Marfat.com

عدالتی نظام

شیر شاہ سوری کے دورِ حکومت میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے اور تاریخ میں اسے زندہ جاوید بناتی ہے وہ اس کا نام عدل و انصاف ہے۔ شیر شاہ سوری برصغیر کا نوشیرواں عادل تھا۔ شیر شاہ سوری کا پنج سالہ دورِ حکومت قانون کی حکمرانی کا دور تھا اس کے دورِ حکومت میں امیر، غریب اور مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر سب کو انصاف میسر تھا۔ شیر شاہ کا مقولہ تھا کہ ''انصاف سب سے بڑا مذہبی فریضہ ہے''۔ وہ ہر منگل کی شام کو عدالتی اجلاس بلایا کرتا تھا جہاں شکایت کنندہ کی فوراً دادرسی کی جاتی۔ اس کا عدالتی نظام مثالی تھا جس کا مختصر سا خاکہ پیش خدمت ہے۔

1۔ قاضی القضاء

ملک کا مرکزی عدالت (سپریم کورٹ) کا سربراہ قاضی القضاء کہلاتا تھا جو ساری سلطنت میں عدل و انصاف کی نگرانی کرتا تھا اور ماتحت قاضیوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں بھی سنتا تھا۔

2۔ امیر عادل

مرکزی عدالت (دیوانی) کا سربراہ امیر عادل کہلاتا تھا جو دیوانی مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔

3۔ قاضی

ہر اہم شہر اور سرکار میں قاضی مقرر تھے جو فوجداری مقدمات کی سماعت کرتے تھے۔

4۔ منصف منصفان

ہر ضلعی مقام (سرکار) پر دیوانی مقدمات کی سماعت کے لئے منصف منصفان مقرر تھے۔

Marfat.com

منصف یا امین

پرگنے کی دیوانی عدالت کا سربراہ منصف یا امین کہلاتا تھا۔

ہندوؤں کو اپنے باہمی تنازعات مقامی پنچائتوں کے ذریعے طے کروانے کیلئے اجازت تھی۔ فوجداری مقدمات صرف ملکی قوانین کے مطابق ہی طے پا سکتے تھے۔ شیر شاہ ہر مجرم کو بلا لحاظ مرتبہ کڑی سزا دیتا تھا۔ شیر شاہ کے انصاف سے شاہی خاندان کے افراد بھی نہیں بچ سکتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اس کا شہزادہ ہاتھی پر سوار گزر رہا تھا کہ اس نے ایک صراف کی بیوی پر جو گھر میں نہا رہی تھی گلوری پھینکی۔ صراف اس نے اس کی شیر شاہ سے شکایت کی تو شیر شاہ نے حکم دیا کہ صراف بھی شہزادے سے ویسا ہی سلوک کرے۔

شجاعت خان حاکم مالوہ نے دو ہزار سپاہیوں کی جاگیر پر غاصبانہ قبضہ کر لیا شیر شاہ کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوا۔ اگرچہ شجاعت خاں نے جاگیر واپس کر دی تاہم وہ شیر شاہ کی سزا سے نہ بچ سکا۔ نظام الدین اپنی کتاب ''طبقات اکبری'' میں یوں رقمطراز ہے۔

''شیر شاہ کے دورِ حکومت میں ہر تاجر اپنے مال کے لٹ جانے کے اندیشے کے بغیر بے خوف و خطر سفر کر سکتا تھا اور جنگل میں سو سکتا تھا۔ شیر شاہ کے منصفانہ جاہ و جلال اور عدالتی گرفت کے ڈر سے خود ڈاکو اور چور بھی تاجروں کے مال کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔''

نظام پولیس

شیر شاہ نے پولیس کا نہایت موثر اور مستعد نظام قائم کر رکھا تھا۔ پولیس کے فرائض فوج کے سپرد تھے۔ پولیس کا علیحدہ شعبہ نہ تھا۔ فوج سرحدوں کی حفاظت کے علاوہ ملک میں امن وامان کی بھی ذمہ داری تھی۔ ہر سرکار میں شقدار شقداران امن و امان کا ذمہ تھا اور اسی طرح پرگنہ میں شقدار یہ فرائض ادا کرتا تھا۔ شقدار کی ذمہ داری تھی کہ وہ جرائم پیشہ افراد پر کڑی نظر رکھے اور مجرمین کو سزا دلوائے۔

Marfat.com

دیہات میں قیامِ امن کیلئے مقامی ذمہ داری کا اصول لاگو تھا۔ شیر شاہ جانتا تھا کہ علاقہ میں ہونے والے جرائم میں نمبردار یا کسی بڑے زمیندار کا ہاتھ ہوتا ہے اور چوروں ڈاکوؤں کے متعلق انہیں پوری پوری معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس لئے چوری یا ڈاکہ کی صورت میں ملزموں کا پتہ چلانے کی ذمہ داری نمبردار (مقدم) پر ڈال دی جاتی۔ نمبردار کو چور یا ڈاکو کی نشاندہی کرنی پڑتی ورنہ نقصان کی تلافی کرنا پڑتی تھی۔ قتل کی واردات کے ضمن میں مقدم کو کچھ مہلت دی جاتی تا کہ وہ قاتل کا سراغ لگا کر اس کی نشاندہی کرے یا پھر خود سزا بھگتے۔ اس مقامی ذمہ داری کے اصول کے نتیجے میں جرائم کا قلع قمع ہو گیا۔ مسافر بلا خوف و خطر سفر کرتے تھے۔ اس نظام کے بارے میں ڈاکٹر قانون گو لکھتا ہے۔

''مقامی ذمہ داری کا نظام قرونِ وسطیٰ کے عین مطابق تھا۔''

قرونِ وسطیٰ کے مؤرخین نے شیر شاہ کے نظام پولیس کی بہت تعریف کی ہے۔ شیر شاہ کے دورِ حکومت میں تاجر اور مسافر اپنے تحفظ کی ذمہ داری سے آزاد ہو گئے تھے اور بلا کسی خوف خطر کے جنگل اور آبادی میں پڑاؤ ڈال سکتے تھے۔ وہ اپنے مال اور جانوروں کو بغیر کسی تحفظ اور نگرانی کے چھوڑ کر اطمینان اور سکون سے سو سکتے جیسے وہ اپنے ہی گھر میں آرام کر رہے ہوں۔ مقامی زمیندار یا مقدم اس خطرہ کے پیشِ نظر کہ کہیں ان مسافروں کا نقصان نہ ہو جائے اور بعد میں جواب طلبی ہو خود ان کی نگرانی کرتے تھے۔

شیر شاہ کے دور میں ایک ضعیف اور معذور بڑھیا اپنے سر پر سونے کے زیورات سے بھری ہوئی ٹوکری رکھ کر بغیر کسی خوف و ہراس کے سفر کر سکتی تھی۔ کوئی چور یا ڈاکو شیر شاہ کی شدید اور سنگین سزا کے ڈر سے اس کے قریب آنے کی جرأت نہ کر سکتا(1)۔

ذرائع نقل و حمل

شیر شاہ سوری کو عوام کی فلاح و بہبود کا بہت خیال تھا۔ چنانچہ اس نے تجارت کو فروغ دینے اور نقل و حرکت کیلئے ملک میں سڑکوں کا جال بچھا دیا۔ شیر شاہ کا پانچ سالہ دورِ حکومت

1۔ تاریخ شیر شاہی از عباس سروانی

Marfat.com

سڑکوں کی تعمیر کے لئے تاریخی شہرت رکھتا ہے۔ اس کی تعمیر کردہ چار سڑکیں قابل ذکر ہیں۔
پہلی سڑک سنار گاؤں (بنگلہ دیش) سے شروع ہو کر آگرہ، دہلی اور لاہور سے ہوتی ہوئی دریائے سندھ تک چلی گئی ہے۔ یہ جرنیلی سڑک یا شاہراہ عظیم کے نام سے مشہور ہے۔
دوسری سڑک آگرہ اور بنارس کو ملاتی ہے۔ تیسری سڑک آگرہ سے جودھپور تک ہے اور چوتھی سڑک لاہور اور ملتان کو ملاتی ہے۔ یہ سڑکیں ملک کے بڑے بڑے شہروں کو ملاتی تھیں، سڑکوں کے دونوں طرف سایہ دار درخت تھے۔ ہر دو میل پر سرائیں تعمیر تھیں جن کی کل تعداد سترہ سو تھی۔ ان سراؤں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے خوراک اور رہائش کا علیحدہ انتظام تھا۔ ہر سرائے کے ساتھ مسجد اور کنواں تھا۔ مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر تھے۔ مسافروں کے سامان کی حفاظت کیلئے چوکیدار متعین تھے۔ مسافروں کی پیاس بجھانے کیلئے سرائے کے دروازے پر ٹھنڈے پانی کے مٹکے رکھے ہوتے۔ محکمہ ڈاک و جاسوسی کے ملازمین کے آرام اور رہائش کے علاوہ ان کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کا باقاعدہ انتظام تھا۔ ہر سرائے میں پولیس آفیسر متعین کیا گیا تھا۔ ان سراؤں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے زمینیں وقف تھیں۔ سڑکوں کی تعمیر اور سراؤں کی تعمیر سے امن وامان اور تجارت کو بہت فروغ ملا نیز جاسوسی اور ڈاک کا نظام بہت بہتر ہو گیا۔ ملک کی معیشت مستحکم کو استحکام ملا۔
ڈاکٹر قانون گو لکھتا ہے کہ یہ سڑکیں اور سرائیں گویا سلطنت کی رگیں تھیں جو شیر شاہ کے نظام سلطنت کی کامیابی کی ضامن تھیں کیونکہ ان کے ذریعے نہ صرف فوجوں کی آمد و رفت میں سہولت پیدا ہوئی بلکہ تجارت بھی ترقی پذیر ہوئی۔

تجارت

شیر شاہ نے تجارت کو فروغ دینے اور ملکی معیشت کو مستحکم کرنے کیلئے تمام داخلی ٹیکس منسوخ کر دیئے۔ صرف دو ٹیکس وصول کئے جاتے تھے۔ ایک ٹیکس اس وقت وصول کیا جاتا جب کوئی مشرق میں سنار گاؤں اور مغرب میں رہتاس گڑھ یا کسی دیگر سرحد سے ملک میں داخل ہوتا تھا۔ دوسرا محصول صرف مال کی فروخت پر وصول کیا جاتا تھا۔ جس کی شرح 2.5

Marfat.com

فیصد تھی اس طرح سڑکوں اور سراؤں کی تعمیر اور ٹیکسوں میں چھوٹ کی وجہ سے تجارت میں گراں قدر ترقی ہوئی اور معیشت مستحکم ہوئی۔

نظام مالیہ

شیر شاہ سوری ایک آزمودہ کار ماہر معاشیات تھا۔ اس کے پاس ایک مکمل اور آزمائش شدہ نظام مالیہ تھا۔ جسے وہ اپنے باپ کی جاگیر سہسرام میں آزما چکا تھا۔ چنانچہ شیر شاہ نے ملکی نظم ونسق کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ مالیہ کی وصولی اور زراعت کے نظام کو ترقی دینے کیلئے اس نے شاندار انقلابی اصلاحات کیں۔ اس نے تمام مزروعہ اراضی کی پیائش کی اور نہایت منصفانہ شرح مالیہ مقرر کی۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ شیر شاہ سوری کی حیران کن فتوحات اور دیگر سنہری کارناموں کو اگر تاریخ کے اوراق سے خذف کر دیا جائے تو تب بھی اس کا نام اپنے نظام مالیہ کی منفرد خوبیوں کی وجہ سے برصغیر کی تاریخ کی پیشانی پر درخشندہ ستارے کی مانند تابندہ رہے گا۔ شیر شاہ سوری کی نظام مالیہ کی نافذ کردہ اصلاحات کی تفصیل یہ ہے۔

زمین کی پیائش

شیر شاہ سوری نے سکندری گز کو معیاری پیمانہ قرار دیا۔ رسی کی جریب سے سلطنت کی تمام مزروعہ اراضی کی پیائش کروائی۔ ساری اراضی کو بیگھوں میں تقسیم کروایا۔ 3600 گز کو ایک بیگہ قرار دیا۔ پیداواری لحاظ سے اراضی کی اقسام اول، دوم اور سوم کا تعین کیا۔ زمین کی پیداوار کے اعداد وشمار جمع کر کے پیائش شدہ زمین کی پیداواری اوسط کا تعین کیا۔ ملتان، مالوہ اور راجپوتانہ میں ورسیم جاگیرداری نظام قائم رکھا۔

شرح مالیہ کا تعین

اراضی کی پیائش، بیگھوں میں تقسیم کرنے اور فی بیگہ پیداواری اوسط معلوم کرنے کے بعد مالیہ کی شرح کا تعین کیا گیا۔ شیر شاہ نے اوسط پیداوار کا 1/4 حصہ سرکاری مالیہ مقرر کیا۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ شرح 1/3 حصہ تھی اور اسی پر زیادہ تر کا اتفاق ہے۔ مالیہ نقدی یا

Marfat.com

جنس کی صورت میں ادا کرنے کی اجازت تھی۔ کاشتکاروں سے مالیہ کی وصولی اور اسے سرکاری خزانے میں جمع کروانا نمبردار (مقدم) کی ذمہ داری تھی۔

تشخیص مالیہ پٹہ قبولیت

مالیہ کی تشخیص کے بعد سرکاری افسر (امین) کاشتکار کو ایک پٹہ دیتا تھا جس پر رقبہ اراضی اور مالیہ کی واجب الادا رقم لکھی ہوتی تھی۔ اس پٹہ پر کاشتکار قبولیت کے دستخط کرتا جس کا مطلب یہ تھا کہ کاشتکار کو حکومت کا تشخیص کردہ مالیہ قبول ہے۔ ملتان، مالوہ اور راجپوتانہ میں اس نظام کی بجائے قدیم جاگیردارانہ نظام رائج تھا جو غلہ بخشی یا بٹائی نسق و مکتائی اور نقدی یا ضبطی کے تین طریقوں پر مشتمل تھا۔

غلہ بخشی یا بٹائی

سرکاری افسر فصل کی کٹائی کے وقت کھیت پر پہنچ جاتا اور پیداوار کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تیسرا حصہ بطور مالیہ وصول کر لیتا۔

نسق یا مکتائی

بعض اوقات حکومت کے کارندے اور کاشتکار قبل از وقت پیداوار کا اندازہ لگا کر مالیہ طے کر لیتے۔

نقدی یا ضبطی سسٹم

بعض اوقات سرکاری افسر پچھلے کئی سالوں کی پیداوار کی اوسط نکال کر فی بیگہ مالیہ مقرر کر لیتے تھے اور زمیندار کے متفق ہونے پر مالیہ طے کر لیا جاتا۔

دیگر ٹیکس

کاشتکار یا زمیندار کو مالیہ کے علاوہ مندرجہ ذیل ٹیکس بھی ادا کرنے پڑتے تھے۔

جریبانہ

جریبانہ یا پیمائش ٹیکس 2.5 سے 5 فیصد تک زمیندار کو اراضی کی پیمائش کرنے والے

Marfat.com

افسر کو بطور عوضانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔

محاصلانہ

یہ ٹیکس بھی 2.5 سے 5 فیصد تک زمیندار کو مالیہ وصول کرنے والے افسر کو بطور عوضانہ ادا کرنا ہوتا تھا۔

دہ اسٹری

گاؤں کے مشترکہ اخراجات کے لئے دہ اسٹری ٹیکس سات چھٹانک تقریباً نصف کلو فی بیگہ کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا۔

ان ٹیکسوں کے علاوہ کسی اور قسم کا ٹیکس وصول کرنے کی سخت ممانعت تھی۔

خصوصی ہدایات

شیر شاہ سوری نے زمینداروں کی فلاح و بہبود کے لئے محکمہ مال کے افسروں کو خصوصی ہدایت کی تھی کہ مالیہ کی تشخیص کے وقت نرمی سے کام لیں لیکن وصولی کے وقت کسی قسم کی رعایت نہ کریں۔

فوج کو ہدایت تھی کہ فصلوں کو نقصان نہ پہنچائیں اور اگر فوجی نقل و حرکت کی وجہ سے راستے کشادہ کرنے کے دوران فصلوں کو نقصان پہنچ جائے تو زمینداروں کو اس کا عوضانہ ادا کیا جائے۔

خشک سالی یا کسی اور وجہ سے فصلوں کی تباہی کی صورت میں مالیہ معاف کر دیا جاتا۔

تقاوی قرضے زمینداروں کو دیئے جائیں تو وصولی آسان اقساط میں کی جائے۔

نظام جاسوسی

ملک کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے شیر شاہ نے محکمہ جاسوسی قائم کیا۔ سڑکوں پر چوکیاں قائم کیں۔ داروغہ ڈاک چوکیدار کو محکمہ جاسوسی کا سربراہ مقرر کیا جس کے ماتحت مخبر اور جاسوس مقرر کئے جو بادشاہ کو ملک بھر کے اہم واقعات و حالات اور مختلف علاقوں میں

Marfat.com

اشیاء کے بھاؤ سے باخبر رکھتے تھے۔ شیر شاہ کا نظام جاسوسی منظم اور مستعد تھا۔ بادشاہ کو اس محکمہ کے ذریعے بغاوتوں اور شورشوں کو دبانے میں مدد ملتی تھی۔ شیر شاہ کے بہترین نظام سلطنت کا انحصار کافی حد تک کامیاب نظام جاسوسی پر تھا۔ سرائے میں قائم ڈاک چوکی پر ہر وقت تیز گام گھوڑے موجود ہوتے تھے۔ شام تک ملک کے کونے کونے سے خبریں بادشاہ کو مل جاتی تھیں۔

عمارات

شیر شاہ کو عمارات تعمیر کرانے کا بہت شوق تھا۔ دہلی کا پرانا قلعہ اور جہلم کے قریب قلعہ رہتاس گڑھ اس کی مشہور عمارات ہیں۔ اس نے دہلی کے پرانے قلعہ کے اندر ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی جو فن تعمیر کا عمدہ شاہکار تھے۔ سہسرام میں شیر شاہ سوری کا اپنا مقبرہ فن تعمیر کا بے نظیر شاہکار ہے۔ یہ مقبرہ ایک مصنوعی جھیل میں بلند چبوترے پر واقع ہے جو فن تعمیر کے لحاظ سے ہندو مسلم فن تعمیر کے امتزاج کی ایک بہترین مثال ہے۔ مقبرہ کا بیرونی حصہ سادہ ہے لیکن اندرونی حصہ نہایت خوبصورت اور پرکشش ہے مشہور سیاح ہیول کا کہنا ہے۔

"یہ مقبرہ شیر شاہ کی باوقار شخصیت کی زندہ تصویر ہے"۔

سکہ جات

شیر شاہ نے سابقہ حکمرانوں کے تمام سکے منسوخ کر کے نئے سکے رائج کیے جو بناوٹ میں گول، اوزان میں معیاری اور ساخت و نفاست میں لاجواب اور دیدہ زیب تھے۔ سونے چاندی کے علاوہ تانبے کے سکے بھی جاری کیے جو دام کہلاتے تھے۔ اس نے ان سکوں کو 1/2، 1/4، 1/8، اور 1/16 یعنی اٹھنی چونی دونی اور آنے جیسی ریزگاری میں تقسیم کیا۔ ان سکوں کے ایک طرف بادشاہ کا نام، سن اور درمیان میں کلمہ اور چاروں خلفاء راشدین کے اسما کے نام مبارک کندہ تھے شیر شاہ کے معیاری سکوں کے اجرا سے مالی نظام بہتر ہوا۔ تجارت میں آسانی اور سہولت پیدا ہوگئی۔ شیر شاہ کے معیار کو مغلوں اور انگریزوں نے بھی قائم رکھا۔ ملک میں عشاری نظام رائج ہونے کے باوجود لوگوں کے ذہنوں سے

Marfat.com

بیسویں صدی میں بھی یہ تصور ختم نہیں ہوا کہ ایک روپے کے سولہ آنے، آٹھ دونیاں، چار چونیاں اور دو اٹھنیاں ہوتی تھیں۔

عوام کی بہبود

شیر شاہ سوری کو ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ عوام کی فلاح و بہبود کا بہت احساس تھا۔ اس نے عوام کی بہبود اور امداد کے لئے نہ صرف امدادی اور خیراتی ادارے قائم کئے بلکہ ان کی فراخ دلی سے سرپرستی بھی کی۔ شیر شاہ نے ایک شاہی لنگر خانہ قائم کر رکھا تھا جس سے ہزاروں معذروں، لاچاروں اور مسافروں کو کھانا میسر آتا تھا۔ جس کا یومیہ خرچ 500 اشرفی تھا۔ شیر شاہ نے طلباء علماء اور مساجد کے آئمہ کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ اس نے ملک میں غریبوں اور مسکینوں کے لئے جا بجا لنگر خانے قائم رکھے تھے۔

مذہبی پالیسی

شیر شاہ سوری ایک راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھا وہ تنگ نظری اور تعصب کے برعکس وسیع النظری اور رواداری کا قائل تھا۔ ہندوؤں کے ساتھ اس کا رویہ مشفقانہ تھا۔ اس نے ہندوؤں کو نہ صرف سلطنت کے اہم عہدوں پر متعین کیا بلکہ ہندوؤں میں اشاعت تعلیم کے لئے گراں قدر رقوم خرچ کیں۔ سراؤں میں ہندوؤں کے لئے خوراک و رہائش کا علیحدہ بندوبست کیا تھا ہندو ادب کی ترقی کے لئے بھی اقدام کئے۔ شیر شاہ نے اپنے جاری کردہ سکوں پر دیوناگری رسم الخط میں اپنا نام کندہ کروایا۔ ایسا کرنے سے بقول ڈاکٹر سری واستو:۔

''شیر شاہ مسلمانوں کو ناراض کئے بغیر ہندوؤں کی ہمدردیاں جیتنے میں کامیاب ہو گیا۔ محکمہ مال اور جاسوسی کے شعبہ میں کثیر تعداد میں ہندوؤں کی تعیناتی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ شیر شاہ نے اپنی ہندو رعایا سے روادارانہ پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔''

ڈاکٹر قانون گو: شیر شاہ سوری کی رواداری کی پالیسی کے بارے میں لکھتا ہے۔ ''شیر شاہ ہندوؤں کے ساتھ رواداری کی پالیسی پر عمل پیرا تھا۔ اس کا رویہ حقارت آمیز نہ تھا بلکہ وہ ہندوؤں کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔''

Marfat.com

شیر شاہ سوری کی شخصیت اور کردار

شخصیت

شیر شاہ سوری کا شمار ان تاریخ ساز اور شہرہ آفاق ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے خاک سے ابھر کر رفعتوں کے بلند مقام کو چھوا۔ شیر شاہ کا تعلق نہ کسی شاہی گھرانے سے تھا نہ ہی وہ کسی مذہبی یا فوجی شخصیت کے گھر کا چشم و چراغ تھا۔ اس نے محض خداداد ذہانت اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر عظمت و شہرت کی انتہا تک رسائی حاصل کی اور ایک عام آدمی سے ہندوستان کا شہنشاہ بن گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیر شاہ ہمت و جرأت، عزم و استقلال کا پیکر اور ناقابل تسخیر قوت ارادی کا مالک تھا۔ وہ نہ صرف ایک نیک دل، نیک سیرت، عدل گستر، رعایا پرور اور شفیق حکمران تھا بلکہ وہ ایک موقع شناس مدبر اور فہیم سیاست دان تھا اور دشمن کی خامیوں سے فائدہ اٹھانے والا عقابی نگاہوں والا جرنیل تھا۔

شیر شاہ کی ساری زندگی جہد مسلسل اور بلند حوصلگی کی داستاں ہے وہ 68 سال کی پختہ عمر میں برصغیر کا شہنشاہ بنا لیکن اس کا عزم و ارادہ، قوت عمل اور جوش و جذبہ نوجوان جیسا تھا۔ اس کا مقولہ ہے کہ "بلند مرتبہ لوگوں کو ہمیشہ سرگرم عمل رہنا چاہئے"۔ رعایا پروری، عوام کی بہبود اور رواداری اس کی زندگی کا نصب العین تھا۔

معمولات

شیر شاہ سوری اگرچہ پیرانہ سالی میں برصغیر کا حکمران بنا لیکن اس کی بلند ہمتی، آہنی قوت ارادی اور جدوجہد میں ذرہ بھر فرق نہ آیا اس میں نوجوانوں کا سا جوش و خروش اور مستعدی تھی۔ وہ سولہ گھنٹے امورِ سلطنت کی نگہداشت پر صرف کرتا تھا۔ تاریخ شیر شاہی کا مصنف لکھتا ہے کہ شیر شاہ سوری کا معمول تھا کہ وہ ہر روز رات کے پچھلے پہر بیدار ہو جاتا اور تہجد کی نماز کے بعد امورِ سلطنت میں مصروف ہو جاتا۔ نمازِ فجر اپنے امراء کی معیت میں ادا کرتا اور پھر مختلف شعبہ جات کے افسران سے دن بھر کے حالات و واقعات سے آگاہی

Marfat.com

حاصل کرتا۔اس کے بعد چار گھنٹے تک مختلف علاقوں سے آئی ہوئی رپورٹیں سنتا اور احکامات جاری کرتا۔ بعد ازاں امراء کے ہمراہ فوج کا معائنہ کرتا۔ وہ گھوڑوں کے داغنے اور نئے سپاہیوں کی بھرتی کی نگرانی کرتا تھا۔اس کے بعد ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد دربار منعقد کرتا اور امورِ سلطنت کی انجام دہی میں مشغول ہو جاتا۔حساب کتاب کی پڑتال کرنا، ملک کے کونے کونے سے آئی اپیلوں کا فیصلہ کرنا، دوسرے ممالک کے سفیروں اور نمائندوں سے ملنا شیر شاہ کا روزمرہ کا معمول تھا۔نماز ظہر ادا کرنے کے بعد بادشاہ تھوڑی دیر تک آرام کرتا تھا اور امورِ سلطنت کی کوئی اہم مصروفیت نہ ہونے کی صورت میں شام تک تلاوت قرآن میں مصروف رہتا۔

بحیثیت جرنیل

شیر شاہ سوری اگرچہ کسی جنگجو فوجی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا۔تاہم حالات نے اسے ایک ماہر حرب وضرب انسان بنا دیا تھا۔اس نے اپنے باپ کی جاگیر کا احسن طریقے سے انتظام کیا اور باغی زمینداروں کے خلاف فوجی کاروائی کر کے خود ایک بہترین سپاہی ثابت کیا۔مغل شہنشاہ ہمایوں کو جنگ چوسہ اور قنوج میں شکست دے کر اس نے ایک آزمودہ کار ماہر جنگ جرنیل ہونے کا ثبوت دیا۔آگرہ اور دہلی کا بادشاہ بننے کے بعد اس نے اپنی مخالف قوتوں کو شکست دے کر اور حیران کن فتوحات حاصل کر کے شیر شاہ نے خود کو ایک عظیم سپہ سالار ثابت کیا۔خداداد قابلیت کا مظاہرہ کر کے وہ شہنشاہ کے جلیل القدر منصب تک پہنچا۔وہ فتح حاصل کرنے کیلئے ہر حربہ جائز سمجھتا تھا لیکن فتح حاصل کرنے کے بعد دشمن کے ساتھ اس کا سلوک فیاضانہ ہوتا۔دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اس نے کبھی قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کا مظاہرہ نہ کیا۔میدان جنگ میں وہ فوج کے مصائب میں برابر کا شریک ہوتا تھا۔اس کے اس عمل نے اسے اپنی فوج میں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔جنگ چوسہ سے قبل جب ہمایوں کے سفیر اسے ملنے گئے تو انہوں نے شیر شاہ کو اپنی فوج کے ہمراہ مورچے کھودتے پایا۔

Marfat.com

بحیثیت انسان

شیر شاہ کا بچپن سوتیلی ماں کے حاسدانہ اور مخالفانہ رویہ کی وجہ سے ناخوشگوار ماحول میں گزرا اس لئے اس میں ایک متمول گھرانے کی نرم مزاجی نہ تھی۔ بحیثیت انسان وہ جفاکش عالی ہمت، فرض شناس اور ہمت واستقامت کا پیکر انسان تھا۔ وہ بابر کی طرح کبھی نامساعد حالات سے پست ہمت اور مایوس نہ ہوا۔ اس نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کبھی تساہل اور بے دلی کا مظاہرہ نہ کیا۔ پیرانہ سالی کے باوجود اس میں جوانوں کا سا جوش وجذبہ اور گرم جوشی تھی۔ وہ ایک راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھا اور شعائر اسلامی کا سختی سے پابند تھا لیکن اس نے کبھی غیر مسلموں سے تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ اس نے ہمیشہ روادارانہ پالیسی اپنائی۔ وہ اپنا بیشتر وقت تلاوت قرآن اور مذہبی فرائض کی ادائیگی میں گزارتا تھا۔ وہ ایک خداترس، نیک سیرت، رحم دل اور انصاف پسند انسان تھا۔ شیر شاہ کو مطالعہ تاریخ کا بہت شوق تھا۔ وہ عربی اور فارسی کا عالم تھا۔ وہ علم دوست اور علماء کا قدردان تھا۔ اس نے علم و ادب کی خدمت کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ فن تعمیر کا اعلیٰ ذوق رکھتا تھا۔ مؤرخین نے اس کی علم دوستی اور ادبی سرپرستی کی بہت تعریف کی ہے۔

بحیثیت بادشاہ

شیر شاہ دنیائے اسلام کا نامور فرمانروا تھا۔ وہ ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت حکمران تھا۔ گو اسے حکومت کرنے کا بہت کم وقت ملا پھر بھی اس کا پانچ سالہ دورِ حکومت مثالی اور یادگار تھا۔ شیر شاہ نے مختصر عہد حکومت میں شاندار اور مفید اصلاحات نافذ کر کے شہرتِ دوام حاصل کی۔ اس کی اصلاحات نئے آنے والے حکمرانوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوئیں بحیثیت حکمران وہ ایک کامیاب ترین فرمانروا تھا۔ اگرچہ وہ ایک مطلق العنان بادشاہ تھا لیکن مطلق العنانی، فرض شناسی اور خدمت خلق کے بے پناہ جذبے سے عبارت تھی۔

شیر شاہ سوری ایک عدل گستر حکمران تھا۔ اس کے دربارِ عدل تک ہر شخص کی رسائی ممکن تھی۔ انصاف کے معاملے میں وہ اپنے عزیز واقارب کا بھی لحاظ نہ کرتا تھا۔ وہ ایک خداترس

Marfat.com

عالی ظرف رعایا پرور اور شفیق حکمران تھا۔ اس نے غربا اور مساکین کی مدد کیلئے لنگر خانے کھول رکھے تھے جس پر یومیہ 500 اشرفی خرچ اٹھتا تھا۔ اس نے مسافروں کے آرام کے لئے سرائیں تعمیر کروائیں اور سڑکیں بنوائیں جن کے دونوں طرف سایہ دار درخت لگوائے گئے تھے۔ رعایا کی سہولت کیلئے ڈاک کا بھی بندوبست کر رکھا تھا۔ شیر شاہ سوری نے نظم ونسق کو سنوارنے کیلئے دن رات محنت کی۔ رعایا کی فلاح و بہبود اس کا نصب العین تھا۔ وہ حکومت کے ہر شعبے کی خود نگرانی کرتا تھا۔ شیر شاہ نے مسلم اور غیر مسلم رعایا کی گردنوں پر حکمرانی کی بجائے دلوں پر حکومت کی۔ اس نے غیر مسلموں سے جس مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا، تاریخ میں اس کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ اس نے غیر مسلموں کو اہم سرکاری عہدوں پر متعین کیا اور ان کی ہر طرح سے دل جوئی کی۔ آج اسی سرزمین پر جس میں اسلام کا یہ بطل جلیل اور رجل رشید آسودۂ خاک ہے اسلام کے نام لیواؤں کیلئے وہ زمین تنگ ہو چکی ہے۔ وہی ہندو جن سے شیر شاہ نے روادرانہ اور فیاضانہ سلوک کیا تھا آج مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں۔ ان کے نقوش کو مٹانے کے درپے ہیں۔ ان کے خونِ ارزاں سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ مگر دنیا خاموش ہے۔ کاش کوئی شیر شاہ دنیا کے کسی کونے سے نمودار ہو جو لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے والا ہو۔ کاش ایسا ہو--- کاش!

Marfat.com

سلطان نورالدین محمود زنگی

اقوام وملل کے عروج وزوال میں چند عوامل کارفرما رہے ہیں۔ جب کوئی قوم چند خاص اصولوں کو مضبوطی سے اپنا لے تو وہ اوج کمال کو پہنچ گئی اور اگر ان اصولوں کو ترک کردے تو قعر مذلت میں گر گئی۔

قوموں کی اٹھان میں اتحاد، بے غرضی اور جفاکشی نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ افتراق وتشتت، اسراف وتبذیر، تساہل وعیش کوشی اور تعصب وتنگ نظری کا شکار قومیں ذلت ومسکنت کے عمیق گھڑے میں گر جاتی ہیں اور صفحہ ہستی سے ان کے نقوش مٹ جاتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ حالات وحادثات اور پاک دامن عظیم المرتبت ماؤں کی آغوش نے ان تاریخ ساز ہستیوں کو جنم دیا جنہوں نے زوال وانحطاط کا شکار اقوام کو ذلت وپستی سے نکال کر حیرت انگیز انقلابات برپا کئے۔ بقاء اور کمال قدرت نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جو موت کے خوف سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ آیئے ایک ایسی ہی تاریخ ساز شخصیت سے ملاقات ہو جائے جسے اوراقِ تاریخ میں بقائے دوام حاصل ہے۔ جس نے اپنی قوم کی بقاء کیلئے زندگی سے نہیں موت سے پیار کیا مگر موت ہر میدان میں اس سے بھاگتی رہی۔ تاریخ اس عظیم مجاہد کو نورالدین زنگی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مجاہد اسلام عمادالدین زنگی کا شیر دل بیٹا نورالدین محمود زنگی جس کا نام سن کر صلیبی کانپ اٹھتے تھے۔ جی ہاں! اسلام کا عظیم فرزند نورالدین محمود زنگی شہید جس کے متعلق اقبال گویا ہے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اتابکیہ بنو زنگی

اتابک کے لفظی معنی ''شہزادہ کا باپ'' کے ہیں۔ سلجوقیوں نے کئی ممتاز اتالیقوں کو یہ

Marfat.com

لقب عطا کیا۔ اتا بکیہ ترک نژاد تھے ان میں خاندان بنوزنگی نے شہرت پائی جس کی حکومت موصل، ہنجار، حلب اور جزیرہ پر تھی۔ خاندان زنگی کا بانی عماد الدین تھا جو ملک شاہ سلجوق کے مصاحب امیر قیم الدولہ آق سنقر کا بیٹا تھا۔ ملک شاہ سلجوقی نے اسے پہلے قصر شاہی کا حاجب مقرر کیا۔ پھر 477 ہجری میں حلب اور حماۃ کا گورنر بنایا گیا۔ آق سنقر نے ملک شاہ کے دور میں کئی علاقوں میں شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں رکن الدین ابومظفر (برکیارق) اور ناصر الدین محمود کے مابین تخت نشینی کا تنازعہ پیدا ہو گیا۔ ملک شاہ کا بھائی تاجدولہ تتش ارسلان بھی اقتدار کی جنگ میں کود پڑا۔ آق سنقر نے پہلے تتش ارسلان کا ساتھ دیا پھر وہ برک یارق جس کی اس نے بچپن میں پرورش کی تھی کے ساتھ مل گیا۔ آق سنقر 487ھ میں برک یارق کی امدادی فوجوں کے ہمراہ تل سلطان کے قریب نہر سبعین کے کنارے تتش کی فوجوں سے لڑتا ہوا گرفتار ہوا۔ تتش نے اسے قتل کروا دیا۔ اس وقت عماد الدین جس کی عمر چودہ برس تھی باپ کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود تھا وہ قتل ہوتے ہوتے بچا اور جان بچا کر برک یارق کے پاس پہنچ گیا۔ امیر کربوقا اور التون تاش جو آق سنقر کے ہمراہ تتش کے خلاف مصروف جنگ تھے گرفتار ہوئے اور نظر بند تھے۔ برق یارک اور تتش میں کئی معرکے ہوئے آخر وہ رے کے معرکے میں شکست کھا کر گرفتار ہوا اور آق سنقر کے ایک مصاحب نے اسے قتل کر دیا۔ تتش کے لڑکے محمود والئی حلب نے اس کے مارے جانے کے بعد برک یارق کی اطاعت قبول کر لی۔ امیر کربوقا کو بھی رہائی ملی اور اس نے برق یارق کے حکم سے موصل، حران اور ماردین کے کئی علاقے فتح کر لئے۔ برک یارق نے خوش ہو کر امیر کربوقا کو موصل کا گورنر بنا دیا۔ امیر کربوقا نے اپنے دوست کے فرزند عماد الدین کو برک یارق کی اجازت سے اپنے پاس بلا لیا۔ عماد الدین نے امیر کربوقا کے لشکر کے ساتھ متعدد معرکوں میں حصہ لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ ایک معرکے میں امیر کربوقا دشمن کے گھیرے میں آ گیا تو عماد الدین نے جان پر کھیل کر کربوقا کو بچایا۔ امیر کربوقا کی وفات 495ھ کے بعد جب موصل کا گورنر امیر جرکمیش بنا تو وہ عماد

Marfat.com

الدین پر بہت مہربان ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے ناصر الدین کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ ملک شاہ اور بک یارق دونوں مر چکے تھے۔ جب امیر جرکمیش اور سلطان محمد میں نزاع پیدا ہوا تو عماد الدین موصل چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ جب موصل کا گورنر امیر مودود بنا تو وہ واپس آ گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب صلیبی طوفان کی طرح مسلم آبادیوں کو تاراج کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ امیر مودود والی موصل نے صلیبیوں کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ عماد الدین نے بھی امیر مودود کی قیادت میں کئی معرکوں میں صلیبیوں کو ناکوں چنے چبوائے اور شہرت و ناموری نے اس کے قدم چومے۔

عماد الدین 521ھ تک سلطان محمود سلجوقی کے دربار سے وابستہ رہا اور خدمات سر انجام دیتا رہا۔ سلطان نے اسے عراق کا شحنہ مقرر کیا۔ عماد الدین 521ھ (1127ء) کو موصل کا گورنر بنا۔ اسے اتابک کا خطاب بھی دیا گیا۔ سلطان محمود نے اپنے دو بیٹے بھی اس کی سرپرستی میں دے دیئے۔ صلیبیوں کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر رہی تھیں۔ مسلمانوں کو کسی مرد مجاہد کی ضرورت تھی۔ خوش قسمتی سے مسلمانوں کو عماد الدین زنگی کی قیادت مل گئی۔ عماد الدین نے موصل کے انتظام و انصرام کے لئے ضروری اقدامات کئے اور صلیبیوں پر ضرب کاری لگانے کا فیصلہ کیا۔ وہ قلعہ پر قلعہ فتح کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ صلیبیوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ سلجوقی شہزادوں کی باہمی مناقشات اس کی راہ میں رکاوٹ بن گئے۔ چند سال بعد وہ پھر صلیبیوں کے مقابلے پر اترا۔ صلیبی سورماؤں کیلئے برق اجل بن کر گرا اور ان کے سیلاب کو روک کر کھڑا ہو گیا۔ قلعہ شیزر پہ عیسائیوں کے چھکے چھڑوا دیئے اور قلعہ عرفہ سے ان کو نکال باہر کیا۔ معرۃ النعمان اور کفرطاب کے مشہور قلعے بھی چھین لئے۔ پھر صلیبی لشکر کو حلب میں شکست دی 539ھ (1144ء) میں الرہا (ایڈیسیا) میں صلیبی اور ہلالی فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا ارضِ مشرق میں یہ شہر عیسائی دنیا کا اہم گڑھ اور دارالحکومت تھا۔ اٹھائیس دن کی جنگ کے بعد عماد الدین نے عیسائیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ عیسائی مورخ فلپ کے ہٹی لکھتا ہے کہ ریاست الرہا سب سے پہلے قائم ہوئی

Marfat.com

اور سب سے پہلے ختم ہوئی۔ اڈیسیا کی فتح کے بعد عماد الدین نے 541ھ (1146ء) میں قلعہ جعبر کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران ایک غلام نے اسے سوتے میں شہید کر ڈالا۔ عالم اسلام پر اس حادثہ کی خبر بجلی بن کر گری اور فرانسیسی مؤرخ مچاڈ کے مطابق عماد الدین کی موت نے عیسائیوں کو حیاتِ نو عطا کی۔

نور الدین محمود زنگی

ولادت اور تربیت

نور الدین محمود زنگی بن عماد الدین بن آق سنقر بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن 12 شوال 511ھ کو موصل میں طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوا۔ اس کی والدہ امیر موصل جرکمیش کے بیٹے ناصر الدین کی بیٹی تھی۔ عماد الدین شہید نے نور الدین کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور اس کو اعلیٰ کردار کی حامل بنانے کیلئے بلند پایہ علماء کو مامور کیا۔ 16 سال کی عمر میں علوم قرآن وحدیث، تفسیر، فقہ، اصول، معنی، ادب ومناظرہ میں پوری دسترس حاصل ہوگئی اور اس کے فاضل اساتذہ نے اس کو تکمیل علوم کی سند عطا کی۔ اس کے بعد فن سپہ گری کی تربیت دی گئی۔ یہاں تک کہ اس کی حیثیت ایک ماہر سپہ سالار کی سی ہوگئی۔ جنگ کی عملی تعلیم دینے کیلئے عماد الدین شہید اکثر لڑائیوں میں اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شیرز، عرفہ، بعرین اور اڈیسیا کے معرکوں میں نور الدین اپنے باپ کے دوش بدوش لڑا اور جنگ کے نشیب وفراز کا عملی مشاہدہ اور تجربہ حاصل کیا۔ قلعہ جعبر کے محاصرے کے دوران جب عماد الدین کو شہید کر دیا گیا تو نور الدین اپنے باپ کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ اس وقت اس کی عمر تیس برس تھی۔

مسند اقتدار پر

عماد الدین کے لشکر میں مشہور کرد امیر اسد الدین شیر کوہ (نجم الدین ایوب کا فرزند اور صلاح الدین کا چچا) بھی تھا جو نور الدین سے پر خلوص محبت رکھتا تھا۔ اپنے عظیم سپہ سالار کی موت کی خبر سن کر وہ نور الدین کے خیمہ میں آیا۔ بروایت دیگر وہ نور الدین کی خدمت میں

Marfat.com

موصل سے چل کر آیا اور نورالدین کی ہمراہی میں حلب پہنچ کر لوگوں سے نورالدین کی بیعت لی۔فوج اور عوام نے بلا چون وچرا نورالدین کی بیعت کر لی۔

عمادالدین کا فرزند اکبر سیف الدین غازی خاندان زنگی کی سیادتِ عظمیٰ کا دعویدار تھا۔ سلطان مرحوم کے سربرآوردہ امراء مثلاً وزیر ابوجعفر محمد جمال الدین الجواد، امیر حاجب، صلاح الدین الباغیسانی اور امیر عزیز الدین دیسی کی پرزور حمایت بھی اسے حاصل تھی۔ ان امراء نے باہمی مشورے سے سیف الدین غازی کو شہرزور سے بلا کر موصل میں درپردہ لشکریوں اور اہل شہر سے بیعت لے لی۔اس طرح سیف الدین کو بیشتر لشکریوں کی حمایت حاصل ہوگئی۔سیف الدین کو موصل کا امیر مقرر کر دیا۔عمادالدین کے لشکر میں سلطان محمد سلجوقی کا لڑکا الپ ارسلان بھی تھا جس نے عمادالدین کی شہادت کے بعد اس کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔اس نے کچھ لشکریوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا لیکن سیف الدین غازی کے حامی امراء نے اسے چکنی چپڑی باتوں سے اعتماد میں لے کر مطمئن کر دیا اور بہانے سے اسے موصل بلا لیا۔وہاں سیف الدین نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔سلطان مسعود سلجوقی کی اجازت سے سیف الدین غازی موصل کی مسند اقتدار پر فائز ہوا۔اس طرح عمادالدین شہید کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔موصل اور سنجار وغیرہ سیف الدین کے حصے میں آئے اور حلب اور اس کے گردونواح میں نورالدین کا اقتدار قائم ہوگیا۔خاندانِ زنگی کے بہی خواہ زنگی سلطنت اور قوت کا دو حصوں میں بٹ جانا کوئی نیک فال نہیں سمجھتے تھے۔ان لوگوں نے دونوں بھائیوں میں تعلقات پیدا کرنے کی کوششیں کیں جو بارآور ثابت ہوئیں۔دونوں بھائی محض غلط فہمیوں کی بنا پر ایک دوسرے سے خائف تھے لیکن ایک ہی ملاقات نے سب اندیشوں اور غلط فہمیوں کو دھو دیا۔نورالدین نے دل و جان سے سیف الدین کی اطاعت قبول کر لی اور دونوں باہم شیر وشکر ہوگئے۔ دونوں مجاہد بھائیوں نے رشتہ اتحاد قائم کر لیا اور عیسائیوں کے خلاف ڈٹ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

Marfat.com

معرکہ ایڈیسیہ 541ھ (1146ء)

عماد الدین (Joscoline-II) کا عیسائی حکمران جوسلین ثانی 539ھ میں ایڈیسیہ سے شکست کھا کر فرات کے مغرب میں واقع شہر تل باشر میں مقیم ہو گیا تھا۔ عماد الدین کی شہادت کے بعد اس نے 541ھ میں ایڈیسیہ پر شب خون مارا اور مسلمان محافظوں کو قتل کر کے شہر میں داخل ہو گیا۔ قلعہ کے مسلمانوں کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو قلعہ میں داخل کر لیا اور محصور ہو گئے۔ نور الدین کو جب اس کی خبر ملی تو وہ طوفان کی طرح دس ہزار سواروں کے ہمراہ دشمن پر حملہ آور ہوا۔ عیسائی اہل قلعہ اور نور الدین کے سواروں کے درمیان پھنس گئے۔ دوطرفہ تیروں کی بارش سے شام تک ہزاروں عیسائی لشکری مارے گئے۔ جوسلین بھیس بدل کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ نور الدین کا لشکر فاتحانہ شہر میں داخل ہوا اور مالِ غنیمت سپاہ میں تقسیم کیا گیا۔ سیف الدین بھی ایک لشکر لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں نور الدین کی فتح کی خبر سن کر بہت خوش ہوا اور واپس لوٹ آیا۔ شہر اور قلعہ کی حفاظت کے انتظامات کے بعد نور الدین نے چند دن وہاں قیام کیا اور واپس لوٹ آیا۔

دوسری صلیبی جنگ

ہلال وصلیب کے مابین کشمکش کا آغاز جنگ موتہ سے ہوا تھا جس کے نتیجہ میں خلافت راشدہ میں شدت آ گئی۔ پھر بنوامیہ کے دورِ حکومت میں مسلم عیسائی کشمکش عروج پر رہی۔ شام، حمص، فلسطین، مصر، اردن اور یورپ کے بڑے حصے پر مسلمان قابض ہو گئے۔ اگرچہ عباسی دورِ خلافت میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا لیکن اس میں وہ شدت نہ تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ عباسی صاحب قلم تھے صاحب سیف نہ تھے اور عیسائی بھی مار کھا کر نڈھال ہو چکے تھے۔ عیسائی دنیا کے دلوں میں یہ علاقے حاصل کرنے کی خواہش اندر ہی اندر مچلتی رہی۔ ہارون رشید کے دور تک عیسائیوں کا بس نہ چلا۔ انہوں نے چپ سادھ لی مگر اکا دکا جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر عیسائیوں کی خاموشی اس وقت طوفان کی شکل اختیار کر گئی

Marfat.com

جب عالم اسلام کے حکمراں انحطاط و افتراق کا شکار ہو گئے۔ مسلمانوں کے افتراق اور تشتت سے فائدہ اٹھا کر مغرب کے صلیب پرست سینوں پر صلیب کا نشان سجائے ایک سیلاب کی صورت میں 1095ء میں شام اور بیت المقدس کی باریابی کیلئے امڈ آئے۔ یہ پہلی صلیبی جنگ تھی جو 1142ء تک جاری رہی۔ لاکھوں انسان لقمہ اجل بنے اور بستیاں ویران ہو گئیں۔ عیسائیوں نے مشرق میں رہا، انطاکیہ، طرابلس اور یروشلم میں چار عیسائی ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ مسلمانوں میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔ مگر ان کی قیادت کرنے والا نہ تھا۔ بالآخر سلجوق ان کے مقابلے پر آئے۔ ان کے بعد بنو زنگی صلیبیوں کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ عماد الدین زنگی نے صلیبیوں کے بڑھتے ہوئے قدم روک دیئے۔ صلیبی حکمران جوسلین ثانی سے دار الحکومت ایڈیسہ چھن جانے کے بعد عیسائی دنیا میں پھر آتش انتقام بھڑک اٹھی۔ ارمنی پادریوں کا وفد پوپ یوگینئس کے پاس فریاد لے کر حاضر ہوا اور اپنی درد بھری کہانی سنائی۔ فرانسیسی مؤرخ مچاڈ لکھتا ہے کہ۔

"ایشیاء کے عیسائیوں کی سفارت کا پر الم بیان سن کر مقدس پوپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور اس نے اعلان کر دیا کہ ارض مشرق کے عیسائیوں کی مدد کرنا خداوند یسوع مسیح کے نام لیواؤں کا فرض اولین ہے اگر وہ اس وقت بھی نہ اٹھے تو یروشلم بھی اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھیں گے۔"

اسی زمانے میں برگنڈی کے ایک امیر کا تارک الدنیا بیٹا راہب سینٹ برنارڈ نمودار ہوا۔ جس نے طاقت لسانی سے تمام یورپ میں پہلی صلیبی جنگ کے محرک ایک تارک الدنیا راہب پیٹر دی ہرمٹ کی طرح جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔

ویزلی کا اجتماع

541ھ میں ویزلی میں سینٹ برنارڈ نے ایسی شعلہ بار تقریر کی کہ صلیبیوں کے جنگی نعروں سے فضاء لرز اٹھی۔ شاہ فرانس نے آگے بڑھ کر سینٹ برنارڈ سے صلیب لی اور اپنے سینے سے لگا کر مقدس جنگ میں شرکت کا اعلان کر دیا۔ برنارڈ پھر جرمنی گیا اور شاہ جرمنی کونرڈ

Marfat.com

سوم کے سامنے پرجوش تقریر کر کے اسے بھی مقدس جنگ میں شرکت پر آمادہ کرلیا۔ شاہِ فرانس اور شاہِ جرمنی کے علاوہ امراء اور بے شمار سرداروں نے بھی اپنے طور پر مقدس جنگ میں شرکت کیلئے تیاریاں شروع کر دیں۔

صلیبی جنونیوں کے بے قابو جذبات نے طوفان کی شکل اختیار کرلی۔ مورخین کے مطابق مردوں کے علاوہ پچاس ہزار مسلح گھڑ سوار نسوانی فوج بھی تھی۔ جس کی قیادت شاہ فرانس لوئیس ہفتم کی ملکہ ایلینیر آف گینس(Elener Of Guience) کر رہی تھی۔ اکثر اوباش نوجوانوں کو ان حور شمائل عورتوں کی موجودگی نے صلیبی جنگ میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ ان عورتوں کی وجہ سے صلیبی لشکر میں بدکاری کا وہ بازار گرم ہوا کہ شیطان بھی شرمسار ہوا۔ لوئیس کے ساتھ پچاس ہزار عورتوں کے علاوہ ایک لاکھ جنگجو بھی تھے۔ کونرڈ کے ساتھ بقول مچاڈ ''اس قدر فوج تھی کہ نہ تو انہیں سمندر کی لہریں اٹھا سکتیں تھیں نہ ہی ان کے سمانے کے لئے میدان کافی تھے''۔ تقریباً نو لاکھ صلیبی جنگجو تھے جو جرمنی اور فرانس سے شام اور فلسطین کے عیسائیوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اور پہلا پڑاؤ قسطنطنیہ میں کیا۔ جلد ہی اہل قسطنطنیہ اس لشکر سے بیزار ہو گئے تو صلیبی دو حصوں میں بٹ کر شاہِ جرمنی اور شاہِ فرانس کی قیادت میں ایشیائے کوچک میں داخل ہو گئے۔ اس وقت ایشیائے کوچک کا حکمران سلطان مسعود سلجوقی تھا۔ سلطان نے بڑی چابک دستی سے صلیبیوں کو گھیرے میں لے کر ان کی خوب پٹائی کی۔ شاہِ کونرڈ بمشکل فوج کا دسواں حصہ بچا کر نیقیہ پہنچا جہاں شاہِ فرانس دوسرے راستے سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ دونوں نے گلے لگ کر خوب گریہ وزاری کی اور اکٹھے مل کر فلسطین پہنچنے کا عزم کیا۔ لیکن شاہ جرمن واپس لوٹ گیا۔ شاہ فرانس بھی نیقیہ سے لاؤڈیسیا روانہ ہوا۔ اس نے اپنی فوج کے دو حصے کر دیئے۔ ہر روز وہ دو نئے سرداروں کی قیادت میں بادشاہ کے حکم کے مطابق سفر کرتے تھے۔ ایک دن بادشاہ نے اگلے حصے کے کمانڈار جیافری ڈی رینکن کو حکم دیا کہ سامنے کے بلند پہاڑ کوہ بابا داغ کی بلند چوٹی پر قیام کیا جائے لیکن اگلے حصے میں ملکہ ایلینیر سفر کر رہی تھی۔ اس کے حکم کے مطابق فوج سامنے

Marfat.com

کی سرسبز و شاداب وادی کے نشیب میں قیام پذیر ہوگئی۔ پہاڑ کی چوٹی کو دیکھتے ہی گھات میں بیٹھی سلجوقی فوج اس پر قابض ہوگئی بادشاہ کی قیادت میں پیچھے آنے والی فوج جونہی سلجوقی فوج کی زد مین آئی تو وہ تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ہزاروں کی تعداد میں صلیبی مولی گاجر کی طرح کاٹ دیئے۔ مارے جانے والوں میں بادشاہ کے حفاظتی دستہ کے تیس امراء بھی تھے، بادشاہ تنہا بمشکل جان بچا کر فوج کے اگلے حصے میں پہنچا۔ بعد ازاں بچا کھچا صلیبی لشکر تنگ پہاڑی راستوں سے گزارتے ہوئے لوئیس اطالیہ کی بندرگاہ سے سمندر کے راستے انطاکیہ پہنچا تو اس کے پاس صرف ایک چوتھائی صلیبی لشکر باقی رہ گیا تھا۔

صلیبی لشکر انطاکیہ میں

مارچ 1148ء کو صلیبی فوج انطاکیہ میں وارد ہوئی تو ریمنڈ جو کہ ملکہ ایلینیر (Eleaner) کا چچا تھا نے بڑی فراخ دلی سے اس کی مدارت کی۔ اس مقدس لشکر میں یورپ کی حور شمائل عورتیں جن میں ملکہ ایلینیر، کونٹس ٹولوز، کونٹس بلوئس، ٹال کیولری، مورائل کونٹس آف روسی، ڈچس آف بوٹلن اور سیلیے آف فلینڈرز شامل تھیں جن کے ساتھ صلیبیوں نے کھل کر داد عیش دی۔ شہوت رانی اور بدکاری کا وہ کھیل کھیلا گیا جس کا اعتراف مغربی مورخ بھی بڑے دکھ سے کرتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان مقدس لشکریوں کی موجودہ نسل بے حیائی اور ہوس رانی میں اپنے آباؤ اجداد سے نہ صرف بہت آگے نکل چکی ہے بلکہ اس اخلاق سوز فعل کو قانون کا درجہ بھی دے دیا ہے۔

صلیبی یروشلم میں

تھوڑی ہی مدت کے بعد ریمنڈ اور لوئیس میں بدمزگی کے باعث صلیبی لشکر یروشلم پہنچ گیا۔ ادھر شاہِ جرمنی کونرڈ بھی سمندری راستے سے براہِ عکہ یروشلم پہنچ گیا۔ دونوں مل کر بہت روئے اور متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کا عہد کیا۔ شاہ یروشلم بالڈون کی

Marfat.com

ہوس ملک گیری بھی چمک اٹھی تھی۔ تینوں عیسائی حکمرانوں نے مل کر دمشق پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔

صلیبی لشکر کی دمشق پر یلغار اور شرمناک شکست

ربیع الآخر 543ھ کے آغاز میں صلیبیوں کا طوفان تینوں عیسائی حکمرانوں کی قیادت میں دمشق پر چڑھ دوڑا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق کا حکمران مجیر الدین انار اگرچہ نا اہل تھا مگر وزیر معین الدین نے دمشق کے پر جوش عوام اور علماء کے ہمراہ کئی ماہ تک صلیبیوں کا مقابلہ کیا۔ دمشق کے مشائخ کبار شیخ عبدالرحمٰن حلحلول رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف فندلادی مالکی رحمۃ اللہ علیہ جو انتہائی کبر السن تھے نے اس موقع پر جس بہادری اور جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ پندرہویں صدی کے غیرت ایمانی سے تہی دامن اور جذبہ جہاد سے عاری تن آسان مشائخ اور برائلر مرغ کی طرح بسیار خور علماء اور خواب غفلت کا شکار نوجوانوں کو باخبر کرنا اپنا اہم فرض سمجھتا ہوں۔ امام یوسف بے حد بوڑھے تھے۔ معین الدین نے انہیں روکنا چاہا مگر ان کی غیرت ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ ان کے گھر یعنی دمشق کے دروازے پر جہاد ہو رہا ہو اور وہ محروم رہیں وہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط

(بیشک اللہ نے مومنوں کا مال اور جانیں جنت کے عوض خرید لی ہیں) پڑھتے ہوئے مردانہ وار صلیبی لشکر میں گھس گئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

معین الدین نے صلیبیوں کے بڑھتے ہوئے دباؤ کو روکنے کیلئے سیف الدین غازی کو مدد کیلئے لکھ بھیجا۔ دونوں بھائی سیف الدین اور نور الدین اہل ایمان کی فوج کے ساتھ دمشق کی مدد کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ صلیبیوں پر کاری ضرب لگائی جا سکے لیکن بزدل اور کمینہ دشمن راتوں رات دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر یروشلم پہنچ گیا۔ شاہ جرمنی مایوس ہو کر یورپ چلا گیا۔ شاہِ فرانس بھی کچھ عرصہ فلسطین میں رہا اور آخر کار وہ بھی یورپ روانہ ہو گیا۔ عیسائیوں کو لاکھوں افراد گنوا کر کچھ نہ ملا سوائے بدنامی کے بدنما داغ کے۔

Marfat.com

قلعہ عریمہ کی تسخیر

دوسری صلیبی جنگ میں شریک جنگجوؤں میں والی طلیطلہ (اندلس کا فرزند فنش اور اس کی ماں بھی شامل تھے۔ وہ صلیبی لشکر کی واپسی کے بعد وہیں ٹھہر گیا۔ اس نے اپنے ہم خیال صلیبیوں کو جمع کر کے کونٹ آف ترپیولی انواب طرابلس) کی حکومت میں شامل قلعہ عریمہ پر ہلہ بول کر قبضہ کر لیا اور پھر طرابلس پر پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ نواب آف طرابلس نے نور الدین زنگی کو لکھا کہ عریمہ پر فنش کے قبضے کی نسبت مسلمانوں کے قبضے کو ترجیح دوں گا۔ نور الدین ان دنوں والی دمشق معین الدین انار کو ملنے بعلبک گیا ہوا تھا۔ پیغام ملتے ہی اس نے حصن عریمہ کی طرف کوچ کیا اور سیف الدین کو بھی مہم کی اطلاع کر دی۔ سیف الدین غازی نے امیر عز الدین اور والی جزیرہ ابن عمر کی سرکردگی میں زبردست فوج نور الدین کی مدد کیلئے روانہ کی۔ مسلمانوں کے متحدہ لشکر نے قلعہ عریمہ کا محاصرہ کر لیا۔ صلیبیوں نے چار روز تک تیروں کی بارش جاری رکھی پانچویں روز مسلمانوں نے بارودی سرنگ لگا کر قلعہ کی جنوبی دیوار کو اڑا دیا اور نعرے لگاتے قلعہ میں گھس گئے اور صلیبیوں کا خوف قتل عام کیا۔ آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے جنگ بند کر دی اور باقی ماندہ صلیبی سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ قید ہونے والوں میں فنش اور اس کی ماں بھی شامل تھی قیدیوں اور مال غنیمت کو سیف الدین کے پاس بھیج کر نور الدین حلب لوٹ آیا۔

شامی مقبوضات میں بغاوت عام

عیسائیوں کے دماغ میں ایک خام خیالی جڑ پکڑ گئی تھی کہ عماد الدین زنگی کی شہادت کے بعد اس کے بیٹے سلطنت کو سنبھال نہیں پائیں گے۔ بس تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے۔ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ عیسائیوں نے کئی جگہ فتنہ کی آگ بھڑکا دی۔ باغیوں کے اہم مراکز ارتاج، کفرلاثا، بصرقوت اور مالولہ تھے۔ نور الدین نے عیسائیوں پر تابڑ توڑ حملے کر کے ان کی قوت کو کچل دیا۔ اگلے سال پھر عیسائیوں نے حلب پر حملے کا منصوبہ بنایا اور طے کیا کہ آدھی فوج کے ساتھ نور الدین کو حلب میں الجھا رکھا جائے اور دوسرے نصف کے

Marfat.com

ساتھ مقبوضات پر حملہ کر دیا جائے۔ نورالدین عیسائیوں کے ناپاک منصوبے کی اطلاع پا کر ایک زبردست فوج کے ساتھ نکلا اور شام کے کونے کونے سے جمع شدہ عیسائی لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ باقی ماندہ کو گرفتار کر کے سیف الدین اور سلطان سلجوقی کے پاس بھیج دیا اور خود حلب لوٹ آیا۔

سیادت موصل

544ھ میں سلطان سیف الدین غازی والی ماردین کی گوشمالی کے بعد واپس آ رہا تھا کہ راستے میں سخت بیمار پڑ گیا اور موصل پہنچ کر وفات پائی۔ عمادالدین کے تیسرے بیٹے قطب الدین نے وزیراعظم جمال الدین اور قلعہ دار زین الدین کے ایماء پر موصل کی حکومت سنبھال لی۔ نورالدین ان دنوں شام میں انطاکیہ پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ سلطان سیف الدین کے بہت سے امراء نے نورالدین کو فی الفور موصل پہنچنے کو کہا۔ نورالدین ستر امراء کے ساتھ جن میں اسدالدین شیرکوہ اور مجدالدین جیسی باثر ہستیاں شامل تھیں، موصل کی طرف روانہ ہوا والی سنجار نے بھی آپ کی اطاعت قبول کر لی نور الدین نے فخرالدین قرا ارسلان والی حصن کو بھی اپنی مدد کیلئے بلا لیا۔ اس طرح ایک زبردست فوج کے ہمراہ موصل کے قریب پہنچ گیا۔ قطب الدین بھی اپنی فوج کے ہمراہ تل یعفر کے مقام پر نورالدین کے راستے میں مزاحم ہوا۔ لیکن جمال الدین نے بیچ میں پڑ کر دونوں میں صلح کروا دی۔ نورالدین نے قطب الدین کو موصل کا امیر مقرر کیا جو تادم زیست اطاعت کا دم بھرتا رہا۔

جنگ انیب

1149ء میں انطاکیہ کے عیسائی حکمران ریمنڈ(1) نے فرنگی فوج کے ساتھ نورالدین کے خلاف چڑھائی کی۔ نورالدین تین ہزار سپاہ کے ہمراہ حلب سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ دمشق سے مجاہدالدین کی فوج بھی آملی۔ انیب کے مقام پر زبردست معرکہ ہوا۔ نور

1۔ ابن کثیر نے "ریمنڈ" کو ارنس لکھا ہے۔

Marfat.com

الدین اور اس کا سپہ سالار شیر کوہ فرنگی فوج میں گھس گئے اور ان کا بے دریغ قتل عام کیا۔ شیر کوہ نے عیسائی فوج کے علمبردار کو قتل کیا اور پھر ریمنڈ کی طرف جھپٹا اور اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فرنگی فوج نے شیر کوہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا مگر یہ عظیم مجاہد فرنگیوں کو تلوار سے کاٹتا ہوا گھیرا توڑ کر نکل آیا۔ فرنگی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے فرنگیوں کا تعاقب کر کے ان کا بے دریغ قتل عام کیا اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ نور الدین انطاکیہ پر قبضہ کئے بغیر ہی واپس لوٹ آیا۔ ریمنڈ کی بیوہ نے ایک عیسائی امیر سے شادی کر لی اور حکومت اس کے سپرد کر دی۔ اس حکمران نے عیسائیوں کے قتل عام کا انتقام لینے کی ٹھان لی نور الدین کو ایک بار پھر عیسائیوں کے مقابلہ میں آنا پڑا۔ زبردست جنگ ہوئی اور عیسائی ریاست انطاکیہ کا نیا حکمران بھاگتے ہوئے نور الدین کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد بوہیمنڈ جو کہ ریمنڈ کا بیٹا تھا انطاکیہ کے تخت پر بیٹھا مگر اس نے خاموشی اختیار کئے رکھی۔

مجیر الدین ایک کی گوشمالی

انہی دنوں عیسائیوں نے حران کے نواحی علاقوں کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔ وہ مسلمان عورتوں اور بچوں کو دن دیہاڑے گرفتار کر کے لے جاتے اور فروخت کر دیتے۔ نور الدین کو ان حالات کا علم ہوا تو وہ فوج کے ہمراہ عیسائیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوا۔ اس نے مجیر الدین والی دمشق سے ایک ہزار سوار طلب کر لئے۔ مجیر الدین نااہل اور حمیت ملی سے تہی دامن تھا اس نے سلطان کا پیغام حقارت سے ٹھکرا دیا اور ساتھ ہی عیسائیوں سے ساز باز کر لی۔ نور الدین نے فوج کا ایک حصہ شیر کوہ کی قیادت میں حران کی طرف عیسائیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا اور باقی سپاہ کے ہمراہ والی دمشق کی گوشمالی کیلئے نکل پڑا۔ جب وہ بعلبک پہنچا تو وہاں کے لوگ خشک سالی کی وجہ سے پریشان تھے۔ سلطان کی آمد پر اسی دن قدرت الٰہی سے بارش ہوگئی۔ اہل بعلبک نے سلطان کی آمد کو رحمت خداوندی خیال کیا اور اس کی فتح و نصرت کیلئے دعائیں کیں۔ وہاں سے کوچ کے بعد 26 ذوالحجہ 544ھ (1149ء) کو دمشق کے ''جسر خشب'' کے مقام پر قیام پذیر ہوا۔ سلطان کی آمد کی خبر پا کر

Marfat.com

مجیرالدین نے سلطان کو پیغام بھیجا کہ ''بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ ورنہ ہماری تلواریں اور نیزے تمہارا استقبال کریں گے اور تم کو شکست و نامرادی کے سوا کچھ نہ ملے گا''۔ سلطان کو غصہ تو بہت آیا لیکن اس نے تحمل سے کام لیتے ہوئے مجیرالدین کو لکھا کہ تم خود یہاں آؤ یا اپنے کسی معتمد امیر کو میرے پاس بھیجو تاکہ باہمی گفت وشنید سے کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں اور مسلمانوں کی خونریزی سے بچا جا سکے''۔ مجیرالدین نے سلطان کی روش کو کمزوری پر محمول کیا اور نامعقول رویہ پر قائم رہا۔ سلطان نے دمشق کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مجیر الدین کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے مصالحت کی درخواست کی جو نورالدین نے قبول کر لی۔ یکم محرم 544ھ (1149ء) کو معاہدہ طے پایا کہ مجیرالدین جامع دمشق میں خلیفہ بغداد شاہ سلجوق کے نام کے بعد خطبوں میں نورالدین کا نام بھی پڑھا جائے گا۔ تمام افسروں کا تقرر نورالدین کی مرضی سے ہوگا اور دمشق میں اسی کے نام کا سکہ جاری ہوگا۔ مالی انتظامات مجیر الدین کے پاس ہوں گے۔ اس معاہدے کے بعد نورالدین واپس حلب لوٹ گیا۔

حران کے عیسائیوں کی سرکوبی

دوسری طرف اسدالدین شیرکوہ نے حران کے مضافات میں عیسائیوں کی خوب خبر لی اور ان کی شرانگیزیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا۔ شیرکوہ اس مہم سے فارغ ہو کر حلب پہنچا تو نور الدین نے وفور مسرت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

جنگ افامیہ

افامیہ کا پہاڑی قلعہ انطاکیہ سے پچاس میل دور تھا اور عیسائیوں کا گڑھ تھا۔ یہاں سے شیرزا اور حماۃ پر عیسائی حملہ آور ہوتے تھے۔ 545ھ (1150ء) کو نورالدین سات ہزار سپاہ کے ہمراہ افامیہ کی تسخیر کیلئے نکلا۔ افامیہ پہنچ کر قلعہ کا دو اطراف سے محاصرہ کر لیا۔ مشرقی دروازے پر نورالدین خود چار ہزار فوج کے ساتھ مقیم ہو گیا اور مغربی دروازے پر شیرکوہ کو مامور کیا۔ فرنگیوں نے کچھ دن محصور رہنے کے بعد قلعہ کے جنوبی دروازے سے ہوتے ہوئے تنگ پہاڑی دروں میں سے گزر کر نورالدین کی سپاہ پر حملہ کر دیا۔ نورالدین نے

Marfat.com

فرنگیوں کی جوانمردی سے مقابلہ کیا اور شیرکوہ کو دوسری طرف سے حملے کا حکم بھیجا۔ شیرکوہ نے فوج کا ایک حصہ جنوبی دروازے کی طرف بھیج دیا اور خود حملہ کیلئے فرنگیوں کا انتظار کرنے لگا شام کے وقت نورالدین نے فرنگی سورماؤں کو پسپا کر دیا۔ جونہی فرنگی پسپا ہو کر قلعہ میں داخل ہونے لگے تو شیرکوہ کی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ جنوبی دروازے پر مامور فوج نے فرنگیوں کو تلواروں پر رکھ لیا۔ فرنگی اچانک حملوں سے بدحواس ہو کر امان کے طالب ہوئے اور ہتھیار رکھ دیئے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے پیچھے بھیج دیا۔ قلعہ کا محاصرہ بدستور جاری رہا۔ ڈھائی ہزار عیسائی مارے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ بیس مسلمان شہید اور پندرہ زخمی ہوئے۔ افامیہ کے بقیۃ السیف محصور فرنگیوں نے اہل شام سے مدد طلب کر لی اور بظاہر نورالدین سے صلح کی بات چیت جاری رکھی۔ سلطان نے بھی ان کے ارادوں کو بھانپ لیا۔ اس نے قلعہ میں محصور فرنگیوں کو نکل جانے کیلئے ایک دن کی مہلت دی اور کہا کہ بصورتِ دیگر کل ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔

رات کو فرنگی تیاری کرتے رہے اور صبح کو سلطان کے حملوں کا بڑی مستعدی سے جواب دیتے رہے لیکن مسلمانوں نے ہر طرف سے تند و تیز حملے کر کے انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ سلطان نے قلعہ میں فاتحانہ داخل ہو کر سب سے بڑے برج پر خود ہلالی پرچم لہرایا۔ سات دن بعد شام کے فرنگی امدادی فوج لے کر پہنچ گئے مگر خود کو سلطان کی فوج کے گھیرے میں پایا۔ فرنگی تین دن تک محصور رہے اور گھیرا توڑنے کے لئے لاکھ جتن کئے مگر شیرکوہ نے ان کا ہر حربہ ناکام بنا دیا۔ بالآخر کثیر رقم تاوان دے کر دو سال کیلئے سلطان سے صلح کر لی۔

جوسلین سے جنگ

ایڈیسیہ (رہا) کے سابقہ شکست خوردہ حاکم جوسلین ثانی نے ایڈیسیہ سے بھاگ کر تل باشر میں سکونت اختیار کر رکھی تھی اور دریائے فرات کے مشرق میں چھوٹی سی حکومت قائم کر لی تھی۔ جوسلین ایک شیطان صورت متعصب اور جنگجو انسان تھا۔ وہ اکثر مسلمانوں کے علاقوں کو تاراج کرتا رہتا تھا۔ فرانسیسی صلیبیوں میں سے جوسلین سب سے زیادہ خونخوار تھا۔

Marfat.com

فرانسیسی صلیبی اسے اپنا قائد مانتے تھے۔ اس کی بہادری اور ہوشیاری سے بہت متاثر تھے۔ اس شیطان کی اسلام دشمنی مسلم تھی۔

نورالدین نے اس دشمن اسلام کو سزا دینے کیلئے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ تیاری کے بعد اس کے علاقے میں گھس گیا۔ جوسلین نے انطاکیہ اور شام کے عیسائیوں کو اپنی مدد کیلئے بلا لیا۔ عیسائیوں کا ایک جم غفیر امڈ آیا۔ دو ماہ تک مسلمانوں اور عیسائیوں میں خوں ریز معرکے ہوتے رہے۔ نورالدین کو کہیں سے مدد نہ ملی جس سے مسلم سپاہ میں بددلی پھیل گئی۔ جوسلین نے مسلمانوں کی کمزوری کو بھانپ لیا اور چاروں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان اس یلغار کی تاب مقدامت نہ لا سکے۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سلطان نورالدین چند جانبازوں کے ہمراہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جب عیسائی مسلمانوں کے تعاقب کے بعد واپس آ رہے تھے تو سلطان نے مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ غضبناک حملہ کیا مگر عیسائیوں نے اس قدر دباؤ ڈالا کہ مجبوراً مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا۔ یہ مسلمانوں کی پہلی ہزیمت تھی۔

نورالدین زخمی شیر کی طرح پیچ و تاب کھاتا واپس لوٹا۔ اس لڑائی میں نورالدین کا سلاح دار گرفتار ہوا تھا۔ جوسلین نے اس کی زرہ اتروائی اور اس کو فتح سے بدمست ہو کر اس کی زرہ کے ساتھ سلطان مسعود والئی قونیہ کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ یہ آپ کے حریف کا سلاح دار ہے عنقریب میں اتابک (نورالدین) کو بھی گرفتار کر کے بھیج دوں گا۔

حلب پہنچ کر نورالدین نے بڑے زور و شور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب جوسلین اپنے کھوئے دارالحکومت ایڈیسیہ پر بھرپور حملہ کرنے جا رہا تھا تو نورالدین مقابلہ پر آ گیا۔ ایک جنگی چال کے تحت اس نے قلب پر شیرکوہ کو مامور کیا اور خود میمنہ کی قیادت سنبھال لی۔ عیسائیوں نے اپنا سارا زور قلب پر ڈالنا شروع کر دیا تو شیرکوہ نے سلطان کی ہدایت پر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ سلطان نے اپنی فوج کے ہمراہ دو میل کا چکر کاٹ کر عیسائیوں پر تند و تیز حملہ کر دیا۔ شیرکوہ نے بھی پلٹ کر طوفانی حملہ کیا۔ مسلمانوں کے دو اطراف سے حملے نے دشمن کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ مسلمانوں نے ان پر زبردست دباؤ

Marfat.com

ڈالا۔ جوسلین بے بسی کے عالم میں گرفتار ہوا۔ سلطان نے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ وہ نو سال حسب کے قید خانے میں رہا اور اس دوران اپنی بصارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ مسلمانوں پر مظالم ڈھانے والے اس شیطان کی موت 1158ء میں اسی قید خانے میں ہوئی۔ قدرت نے دنیا میں ہی اسے عبرتناک سزادی۔

فرنگیوں پر یلغار

جوسلین کی شکست اور گرفتاری کے بعد سلطان نورالدین زنگی نے ایڈیسیہ کے باقی ماندہ علاقوں میں فاتحانہ پیش قدمی شروع کر دی۔ اگرچہ حکومت اور دیگر عیسائی جماعتوں نے بھی ان کی مدد کی تاہم وہ نورالدین کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ نورالدین نے عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دے کر قوس، تل خالد، کفر سوب، راوندان، برج الرصاص، عین تاب، ہزا الجوز، مرعش اور البارہ وغیرہ کے قلعے چھین لئے۔ پھر سلطان جلدک پر حملہ آور ہوا جو عیسائی جنگجوؤں کا گڑھ تھا۔ اہل قلعہ کی مدد کیلئے شام کے علاقوں سے عیسائیوں کی کثیر تعداد آ پہنچی، عیسائیوں نے مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش کر دی۔ سلطان نے منجنیقوں سے قلعہ پر سنگ باری کروا کر قلعہ کی فصیل توڑ ڈالی اور مسلمان نعرے لگاتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ عیسائی فوج بغلی راستوں سے بھاگ کر قلعہ دلوکا میں پناہ گزیں ہو گئی سلطان نے قلعہ دلوکا کا بھی محاصرہ کر لیا اور اسے فتح کر کے اس پر ہلالی پرچم لہرایا اس کے بعد عیسائیوں کی قوت جواب دے گئی اور مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ نورالدین انسان کی شکل میں فرشتہ ہے جو ان کی نجات کیلئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

اہل قلعہ تل باشر کی اطاعت

تل باشر فرنگیوں کا مضبوط ترین قلعہ تھا۔ تل باشر کے عیسائی مدتوں سے مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے۔ نورالدین نے قلعہ دلوکا کے بعد قلعہ باشر کی طرف توجہ دی۔ جب عیسائیوں کو سلطان کے ارادوں کی خبر ہوئی تو انہوں نے مجلس مشاورت منعقد کر کے فیصلہ کیا کہ سلطان کی زبردست قوت سے ٹکرانا درست نہیں چنانچہ عیسائیوں کا ایک وفد صلح کی شرائط

Marfat.com

طے کرنے کے لئے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت کا اقرار کیا۔ جزیہ کی معمولی رقم کے عوض ان کی جان و مال کی حفاظت کی ضمانت اور شہری حقوق عطا کئے 25 ربیع الاول 546ھ (1151ء) کو معاہدہ مرتب ہوا اور وفد مطمئن ہو کر واپس لوٹا۔

دمشق پر دوسرا حملہ

مجیر الدین والی دمشق نے سلطان سے معاہدہ صلح کے باوجود عیسائیوں سے ساز باز کر لی تھی جو کہ صریحاً 525ھ کی خلاف ورزی تھی۔ سلطان نے اسے اپنی فوج جہاد پر بھیجنے کو لکھا تو اس نے ٹال دیا۔ اسی وقت سلطان کو کھٹک محسوس ہوئی مگر اس نے تحمل سے کام لیا۔ سلطان کے وقائع نگاروں نے مجیر الدین کی بد باطنی کی تصدیق کر دی تو محرم 546ھ (1151ء) کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ حلب سے دمشق کی طرف روانہ ہوا اور ارض عذرا پر خیمہ زن ہوا۔ سلطان نے اگلے دن فوج کو دمشق کی طرف حرکت دی۔ سلطان نے فوج کے ایک حصے کو پہاڑی درے پر گھات میں بٹھا دیا۔ مجیر الدین زبردست سامان حرب کے ساتھ مقابلے پر نکلا تو گھات میں بیٹھی فوج نے عقب سے حملہ کر دیا۔ دوسری طرف سے اسد الدین شیر کوہ نے دو سو قدم کا چکر کاٹ کر طوفانی یلغار کر دی۔ دمشقی لشکر دونوں طرف سے گھر گیا اور بدحواس ہو کر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان کی فوج نے معمولی تعاقب کے بعد ہاتھ روک لئے۔ سلطان حجیرا کے مقام پر خیمہ زن ہوا اور وہاں سے مجیر الدین کو پیغام لکھ بھیجا کہ "میں خدا کے فضل سے مسلمان ہوں اور ہزارہا مسلمانوں کی جان کا ضامن ہوں۔ میں مسلمانوں کی کسی حکومت کا دشمن نہیں ہوں۔ میرا مقصد محض اعدائے اسلام سے جہاد کرنا ہے اور ان کے مظالم سے مسلمانوں کو نجات دلانا ہے۔ میں نے دمشق پر اس لئے چڑھائی کی ہے کہ تم نے دشمنان اسلام سے ساز باز کر لی ہے۔ اگر اب بھی تم میرے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک اور معاون ہونے کا عہد کرو تو میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔ بصورتِ دیگر میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو میں دشمنانِ اسلام کے ساتھ کرتا ہوں اور وہی تلوار میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی جو

Marfat.com

اعدائے اسلام کا قلع قمع کرنے کیلئے وقف ہو چکی ہے"۔

مجیر الدین نے اس پیغام پر کوئی توجہ نہ دی اور بدستور جنگ کی تیاری میں مصروف رہا۔ سلطان کی فوج نے دمشق کا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا اور اسی اثناء میں حران سے مجیر الدین کی مدد کیلئے عیسائی لشکر کی پیش قدمی کی خبر ملی۔ سلطان نے امرائے لشکر سے مشورہ کے بعد عیسائی لشکر کے ساتھ پہلے نپٹنے کا فیصلہ کیا۔ سلطان نے بیس ہزار فوج شیر کوہ کی قیادت میں اعوج کی طرف روانہ کی اور خود اتنی ہی فوج کے ساتھ قدایا کے مقام پر قیام پذیر ہوا۔ مسلمانوں کی حرکت کی اطلاع پا کر عیسائی لشکر الماء چلا گیا اور مجیر الدین بھی وہیں ان سے جا ملا۔ متحدہ لشکر نے سلطان کی توجہ دمشق سے ہٹانے کیلئے۔ بصرہ پر حملہ کر دیا بصریٰ میں سلطان نے کافی دفاعی انتظامات کر رکھے تھے۔ اس لئے وہ قدایا میں ہی مقیم رہا۔ اہل بصریٰ نے متحدہ لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سخت نقصان پہنچایا۔ سلطان قدایا نے جسر خشب پہنچا اور دمشق پر دباؤ بڑھا دیا۔ سلطان مسلمانوں کی خوں ریزی سے بچنا چاہتا تھا۔ وہ ہر شام دمشقی لشکر کو پیغام بھیجتا کہ میں اپنی طاقت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تم معاہدے کی پابندی کا اقرار کر لو تو میں تم سے تعرض نہیں کروں گا۔ چند جھڑپوں کے بعد اہل دمشق نے ہتھیار رکھ دیئے مجیر الدین صلح کی درخواست پر مجبور ہو گیا۔ سلطان نے صلح کی درخواست اس شرط پر قبول کی کہ عیسائیوں سے جہاد کے وقت والیٔ دمشق کو فوج اور سامان حرب سے اس کی مدد کرنا ہو گی۔ ربیع الآخر 546ھ (1151ء) کو معاہدے پہ دستخط کے بعد سلطان حب روانہ ہوا۔

طرطوس کی فتح

سلطان کو خبر ملی کہ طرطوس کے عیسائی اس کے مقبوضات پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ سلطان نے فی الفور عیسائیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ ملک کے کونے کونے سے مجاہدین سلطان کے لشکر میں جمع ہونے لگے۔ ان میں نوعمر لڑکے بھی شامل تھے۔ سلطان نے کچھ فوج حلب اور گردونواح کے علاقے کیلئے چھوڑی۔ باقی فوج کے ساتھ محرم

Marfat.com

547ھ(1152ء) کو سلطان طرطوس کے سامنے جا پہنچا۔ قلعہ میں جنگجوؤں کی کثیر تعداد اور سامانِ حرب وضرب جمع تھی۔ عیسائی جنگجو بڑی دلیری سے لڑے لیکن سلطان کے پرجوش لشکر نے بیشتر کو ہلاک کر دیا اور بقیۃ السیف گرفتار ہوئے۔ حاکم طرطوس کے تحت باقی قلعے بھی فتح ہو گئے۔

فتح دمشق

548ھ(1153ء) میں بالڈون ثالث شاہِ یروشلم نے اسلامی علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں توسیع کا آغاز کر دیا تھا۔ فاطمی حکومت کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے عسقلان کے شہر کو فتح کر لیا۔ اب اس کی نظر ایک طرف دمشق پر تھی اور دوسری طرف مصر پر۔ نور الدین عیسائیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا۔ نور الدین کو قطعی گوارا نہ تھا کہ عیسائی مصر اور دمشق پر قبضہ کر کے وہاں کے مسلمانوں کو برباد کریں اور خود سلطان کا گھیرا تنگ کر دیں لیکن والیٔ دمشق مجیر الدین کی غلط روی اور منافقانہ کردار کے باعث وہ مجبور تھا۔ سلطان مجیر الدین کی وجہ سے نہ تو مصر کی طرف بڑھ سکتا تھا نہ ہی یروشلم کی عیسائی توسیع پسند ریاست پر کاری ضرب لگا سکتا تھا۔ 549ھ(1153ء) میں مجیر الدین نے عہد شکنی کرتے ہوئے بالڈون سے ساز باز کر لی اور اسے خراج دینا بھی منظور کر لیا تو سلطان نور الدین کے لئے سوائے اس کے چارہ نہ رہا کہ عالم اسلام کے جسم کے ایک رستے ہوئے ناسور کو ہمیشہ کیلئے کاٹ کر پھینک دے چنانچہ 549ھ(1153ء) میں سلطان نے شیر کوہ کو ایک خاص کام کیلئے ایک ہزار سواروں کی معیت میں سفارتاً دمشق روانہ کیا۔ مجیر الدین نے شیر کوہ سے ملاقات سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میرے نیزے اور خارا شگاف تلواریں ہی تمہارے ساتھ ملاقات کریں گے۔ شیر کوہ سخت غضبناک ہوا مگر وہ نور الدین کی اجازت کے بغیر لڑ نہیں سکتا تھا اس نے تحمل سے کام لیا اور حالات کی اطلاع نور الدین کو کی اور خود دمشق کے قریب مرج قصب میں خیمہ زن ہو گیا۔ سلطان پیغام ملتے ہی بجلی کی سرعت سے آزمودہ کار جنگجوؤں کے ساتھ حلب سے چل پڑا اور دمشق کے مشرقی دروازے پر پہنچ گیا دوسری جانب

Marfat.com

شیرکوہ نے دمشق پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ 10 صفر 549ھ کو زبردست معرکہ ہوا۔ شیرکوہ لڑتا ہوا شہر پناہ کے نیچے پہنچ گیا۔ اہل شہر نے دروازے بند کر دیئے اور فصیل سے آگ برسانی شروع کر دی جس کا سلسلہ ایک دن اور ایک رات جاری رہا۔ اگلے دن سلطان اور شیرکوہ نے مل کر ایسا حملہ کیا کہ فصیل توڑ کر فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ دمشقی لشکر نے حوصلے ہار دیئے اور ہتھیار رکھ دیئے۔ سلطانؒ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور دمشق کو اپنے تسلط میں لے لیا۔ مجیرالدین چند رفقاء کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا لیکن وہاں بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ پا کر دوسرے دن معافی کا خواستگار ہوا۔ سلطان نے کمال فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا اور حمص کے شہر میں اسے جاگیر دے کر دمشق سے ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا۔ اس کے بعد سلطان نے دربار عام منعقد کر کے لوگوں کو خلعت وانعامات سے نوازا اور جنگ میں جن کا نقصان ہوا تھا انہیں معقول معاوضہ دیا۔ مختلف محاصل میں زبردست کمی کا اعلان کیا۔ اس طرح سلطنت نوریہ حلب سے حران تک پھیل گئی۔ اس فتح سے خلیفہ بغداد بہت خوش ہوا اور سلطان نورالدین زنگی کو الملک العادل کا خطاب دیا۔

بعلبک کی فتح

بعلبک کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ابن کثیر نے تاریخ ابن کثیر میں لکھا ہے کہ نجم الدین شہر اور قلعہ کا نائب تھا۔ اس نے قلعہ الضحاک البقاعی کے سپرد کر دیا تھا جس پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ نجم الدین نے نورالدین سے خط وکتابت کی اور نورالدین مسلسل نرمی کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے قلعہ کو لے لیا اور نجم الدین کو اپنے پاس دمشق بلا لیا۔ اسے اچھی جاگیر دی اور اس کے بھائی اسد الدین کی وجہ سے بڑا اکرام کیا۔ اس نے شمش الدولہ بوران شاہ کو دمشق کا کوتوال بنایا پھر اس کے بھائی صلاح الدین کو کوتوال بنایا اور اسے اپنے خواص میں لے لیا اور سفر وحضر میں اس سے جدا نہ ہوتا تھا۔

علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ بعلبک پر مجیرالدین والیٔ دمشق کی طرف سے امیر ضحاک حکومت کر رہا تھا۔ سلطان نے جب دمشق پر قبضہ کیا تو اصولاً دمشق کی حکومت کے تمام

Marfat.com

مقبوضات پر اس کی سیادت مسلم ہوگئی لیکن امیر ضحاک نے اس کو بعلبک پر قبضہ دینے سے انکار کر دیا۔ چونکہ یہ قلعہ ہر وقت فرنگی فوج کی زد میں رہتا تھا اور ضحاک ان کے مقابلے کی سکت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے سلطان نے بعلبک پر قوت کے ذریعے قبضہ کر لیا۔ مورخ ابن ابی طے لکھتا ہے کہ تسخیر دمشق پر سلطان نور الدین کا قبضہ ہوا تو نجم الدین ایوب نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر بعلبک کی کنجیاں اس کو پیش کر دیں۔ سلطان کو اظہار اطاعت پر بڑی مسرت ہوئی۔ اس نے نجم الدین ایوب کو اپنے حلقہ خواص میں داخل کر لیا۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ نجم الدین شہر دمشق کا امیر تھا۔ دمشق پر نور الدین کا قبضہ ہو گیا تو نجم الدین بعلبک کی طرف چلا گیا اور ضحاک کو شکست دے کر قلعہ بعلبک پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی اسد الدین شیر کوہ کی وساطت سے نور الدین کی بیعت کر لی۔ سلطان نے اسے انعامات واکرامات سے نوازا اور اس کے لڑکوں شمس الدولہ توران شاہ اور صلاح الدین کو دمشق کا کوتوال مقرر کیا۔ یہ واقعہ 550ھ (1155ء) یا 552ھ (1156ء) کا ہے۔

قلعہ حارم کی تسخیر

حارم کا قلعہ حلب کے مغرب میں انطاکیہ کے قریب ایک ٹیلے پر واقع تھا اور عیسائیوں کا مضبوط ترین قلعہ تھا۔ 551ھ (1156ء) میں سلطان نور الدین نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ انطاکیہ کے عیسائی حکمران نے اہل حارم کی مدد کیلئے ایک لشکر جرار روانہ کیا لیکن عساکر اسلامی نے منہ توڑ جواب دیا۔ محصورین نے مایوس ہو کر حارم کے نصف مضافات نور الدین زنگی کو دے کر مصالحت کر لی۔ یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ جب سلطان نے حارم کا محاصرہ کر رکھا تھا تو چھوٹے چھوٹے فرنگی امراء نے جمع ہو کر حلب پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ وقائع نگار کی اطلاع پر سلطان نے فوج کا ایک حصہ ان کی سرکوبی کیلئے مضافات حلب کی طرف بھیجا جس نے سازشی فرنگیوں کو چند دنوں میں کچل دیا۔ سلطان جب حارم کی مہم سے کامیاب ہو کر واپس آ رہا تھا تو فاتح فوج راستے میں سلطان کی خدمت میں پیش ہوئی۔

Marfat.com

سلطان نے خوش ہو کر انعام و اکرام سے نوازا۔ اسی سال شاہِ فرانس نے سلطان کی خدمت میں صلح کی گفت و شنید کے لئے سفارت بھیجی۔ صلح نامہ میں طے پایا کہ ایک سال تک طرفین جنگ نہیں کریں گے۔ لیکن شاہ فرانس نے تین ماہ بعد حلبی قافلہ لوٹ کر صلح توڑ دی۔

حوادث کا سال

552ھ (57-1156ء) میں ارض شام کے مختلف علاقوں دمشق، حلب، حماۃ اور شیرز میں ہولناک زلزلے آئے۔ زبردست تباہی ہوئی۔ شہر اور بستیاں زمیں بوس ہو گئیں۔ ہزاروں لوگ ہلاک ہوئے۔ شہر، پناہیں اور فصیلیں تباہ ہوئیں۔ سلطان نے سرکاری فوج اور ملازمین کو متاثرین کی بحالی اور امداد پر لگا دیا۔ جن کے مکانات منہدم ہو گئے تھے ان کے مکان سرکاری خرچ پر دوبارہ تعمیر کروائے۔ شہروں کو دوبارہ آباد کیا۔ ان نازک حالات میں بھی سلطان نے عیسائیوں پر کڑی نگاہ رکھی۔

دہشت گرد فرنگیوں کی سرکوبی •

جب سلطان نور الدین زلزلے کے متاثرین کی بحالی کے کاموں میں مصروف تھا تو فرنگی تنظیم ہاسپٹلرز (Hospitallers) اور ٹمپلرز (Templers) سے وابستہ عیسائیوں نے حماۃ اور حمص کے علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ان منظّم گروہوں کی سرگرمیاں حلب کے نواح تک پہنچ گئی تھیں۔ یاد رہے کہ ٹمپلرز عیسائیوں کی مذہبی تنظیم تھی جس کی بنیاد یروشلم میں 1118ء میں رکھی گئی تھی۔ ان کا کام عیسائی زائرین کی حفاظت کرنا تھا۔ اسی طرح ہاسپٹلرز بھی مذہبی تنظیم تھی جس کا کام بوڑھے اور بیمار عیسائیوں کی خبر گیری کرنا تھا۔ یہ تنظیم 1150ء میں قائم ہوئی تھی۔ بعد میں یہ دونوں تنظیمیں فوجی تنظیموں کی شکل اختیار کر گئیں اور دہشت گردی شروع کر دی۔ یہ دہشت پسند یروشلم کی عیسائی سلطنت کی پشت پناہی میں تھے۔ یہ سخت متعصب، کینہ توز، کمینہ فطرت اور سفاک تھے اور مسلمانوں کے سخت مخالف تھے۔ مکر و فریب، حیلہ، راہزنی غرض جس طریقے سے بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے تھے، پہنچاتے تھے اور اس کو کارِ ثواب سمجھتے تھے۔ ان کی سرگرمیوں کی وجہ سے راستے

Marfat.com

غیر محفوظ ہو گئے تھے۔

سلطان نور الدین نے سات سو سواروں کے ساتھ اپنے بھائی ناصر الدین کو حماۃ اور حمص کی طرف روانہ کیا اور حلب کے نواح کی طرف شیر کوہ کو مامور کیا۔ ایک خاص مقام پر پہنچ کر ناصر الدین نے آدھی فوج کو چھپا دیا اور باقی دوسرے حصے کو ساتھ لے کر ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جونہی فرنگی لٹیرے مار دھاڑ کرتے اسلامی علاقوں میں داخل ہوئے گھات میں بیٹھی سپاہ ان پر ٹوٹ پڑی۔ دوسری طرف سے ناصر الدین ایک میل کا چکر کاٹ کر ان پر پلٹ پڑا۔ بہت سے عیسائی مارے گئے۔ باقی گرفتار کر کے سلطان نور الدین کو بھیج دیئے گئے۔ سلطان نے ان کی شہر میں تشہیر کے بعد سب کو قتل کروا دیا۔

شیر کوہ نے بھی فوج کا ایک حصہ گھات میں بٹھا دیا اور دوسرے حصے کے ساتھ پہاڑی پر چڑھ گیا۔ جونہی عیسائی مسلمانوں کی زد میں آئے تو اس رومال کے اشارے سے ان پر حملہ کا حکم دیا۔ گھات میں بیٹھی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ شیر کوہ نے بھی اتر کر عقب سے حملہ کر دیا۔ بہت سے عیسائی تلوار کا نشانہ بنے۔ باقی گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا آزاد کر دیئے گئے باقی قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد کبھی عیسائیوں کو لوٹ مار کی جرأت نہ ہوئی۔

بانیاس کی تسخیر

قلعہ بانیاس شام میں کوہِ حرمون کی ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کا موجودہ نام قلعہ الصبیبہ ہے۔ عام طور پر اسے قلعۃ النمرود بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قلعہ 523ھ سے عیسائیوں کے قبضہ میں چلا آ رہا تھا۔ 552ھ میں فرنگیوں نے جنگ وجدال کا سلسلہ شروع کر دیا اور حمص وحماۃ کے علاقوں کو برباد کر دیا۔ سلطان ان کی پیش قدمی روکنے کیلئے برق رفتاری سے ان کی طرف بڑھا۔ ایک دن اور رات کی لڑائی کے بعد عیسائی حوصلہ ہار بیٹھے اور میدانِ جنگ سے بھاگ کر قلعہ بانیاس سے بھی آگے نکل گئے۔ سلطان نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور قلعہ بانیاس کا محاصرہ کر لیا۔ عیسائیوں نے سات یوم تک لشکر اسلام پر

Marfat.com

شدید سنگ باری کی۔ کوئی مسلمان قلعہ کے قریب نہ جاسکا۔ 28 ربیع الاول 553ھ کو شیر کوہ نے قلعہ کی شمالی فصیل کو بارودی سرنگ سے اڑا دیا اور قلعہ میں گھس کر برج پر ہلالی پرچم لہرا دیا۔ محصورین نے کچھ دیر تک مقابلہ جاری رکھا پھر امان کے طالب ہوئے۔ ایک ہزار عیسائی گرفتار ہوئے اور وافر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا۔ اس جنگ میں سلطان کے بھائی ناصر الدین کی ایک آنکھ شہید ہوگئی۔

سلطان نے قلعہ بانیاس میں چند دن قیام کیا۔ قیدیوں کو شیر کوہ کی حفاظت میں دمشق روانہ کیا۔ راستے میں عیسائیوں نے قیدیوں کو چھڑانے کیلئے حملہ کر دیا شیر کوہ محافظ دستوں کو ساتھ لے کر عیسائیوں پر ٹوٹ پڑا اور باقی فوج کو قیدیوں اور مال غنیمت کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ چار گھنٹوں کی لڑائی کے بعد فرنگیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ڈیڑھ سو قیدی بنا لئے گئے۔ کثیر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا شیر کوہ کامران ہو کر دمشق میں داخل ہوا۔ سلطان نے یہ خبر سن کر شیر کوہ کو مبارکباد دی۔ اسی سال شاہِ فرانس نے سلطان کو مصالحت کا پیغام بھیجا مگر سلطان نے انکار کر دیا۔ 3 رجب 553ھ کو سلطان سرحد پر مضبوط فوج چھوڑ کر حلب لوٹ آیا۔

سلطان کی علالت اور فرنگیوں کی شرانگیزیاں

رمضان المبارک 553ھ (1158ء) میں سلطان شدید علیل ہوگیا۔ بچنے کی امید نہ پا کر وہ شہر حلب سے قلعہ میں منتقل ہوگیا۔ اراکین سلطنت کے مشورہ سے ناصر الدین کو اپنا جانشیں مقرر کیا۔ شیر کوہ کو دمشق کی نیابت پر مامور کر کے وہیں رہنے کی وصیت کی تاکہ فرنگیوں کی یلغار کو روکا جا سکے سلطان کی شدید علالت کی خبر پاتے ہی بالڈون شاہ یروشلم نے قیساریہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قیساریہ نے پندرہ یوم تک مقابلہ جاری رکھا۔ اسی اثناء میں شیر کوہ مدد کو پہنچ گیا جس نے عیسائیوں کو شکست دے کر انطاکیہ کی طرف مار بھگایا۔ انہی دنوں فرانسیسی فوج نے شیزر پر حملہ کر دیا جس کی فصیل زلزلے سے منہدم ہو چکی تھی۔ اتفاق سے قرب و جوار کے اسماعیلیوں نے جمع ہو کر انہیں مار بھگایا ان ہی ایام میں مینوئل شاہ قسطنطنیہ

Marfat.com

نے ریجنالڈ شاہ انطا کیہ پر حملہ کیا اور اسے شکست دے کر واپس لوٹ گیا۔ انہی ایام میں سلطان کے بھائی ناصر الدین اور حلب کے قلعہ دار مجد الدین کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی۔ اس ناچاقی کے طوالت پکڑنے کے امکانات تھے لیکن اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے سلطان کو صحت دے دی۔ معاملہ سلجھ گیا۔ سلطان کی صحت یابی کی خبر سن کر شیر کوہ مبارکباد دینے حلب آیا۔ سلطان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور حلب اور قیساریہ کے کامیاب دفاع کو سراہا۔

فتح شیزر

قلعہ شیزر حماۃ سے نصف منزل کے فاصلے پر تھا۔ اس کے تین اطراف میں اونچے پہاڑ اور چوتھی طرف اورنٹس کا مواج دریا تھا۔ اس کے آگے طویل سرنگ تھی جس کے بعد گہری خندق تھی۔ اس پر لکڑی کا پل تھا جس کے ذریعے اہل شیزر کی آمد ورفت ممکن تھی۔ اس کے باوجود عیسائیوں کی طرف سے زبردست خطرہ تھا۔ سلطان کو ہرگز یہ گوارا نہ تھا کہ اس قلعہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے اور وہ دردِ سر بن جائیں۔ چنانچہ صحت یاب ہونے کے فوراً بعد سلطان نے شیر کوہ کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ قلعہ شیزر کی طرف روانہ کیا۔ شیر کوہ جب شیزر پہنچا تو شہر والوں نے بغیر لڑے سلطان کی اطاعت کر لی۔ شیر کوہ نے شہر میں داخل ہو کر فصیل کو از سر نو تعمیر کروایا اور سلطان کے حکم سے مجد الدین کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔

حارم اور صلیلا کی مہمات

551ھ (1156ء) میں اہل حارم نے سلطان سے حارم کے نصف مضافات بطورِ تاوان جنگ کے عوض صلح کر لی تھی۔ 553ھ میں اہل حارم نے تمام عہد و پیماں بالائے طاق رکھ کر نصف مضافات حارم دینے سے انکار کر دیا اور سرکشی پر اتر آئے۔ سلطان اس کی اطلاع پا کر فوراً ان کی سرکوبی کیلئے حلب سے نکل کھڑا ہوا۔ مقدمۃ الجیش پر شیر کوہ کو مامور کیا جس نے سلطان کی آمد سے قبل ہی فتنہ پردازوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اطاعت کے سوا چارہ نہ رہا۔ عیسائیوں کے امدادی دستے بھی تتر بتر ہو گئے۔ حران وصیدا کے مسلمانوں پر صلیبیوں کی یورشوں کی اطلاع پر سلطان نے شیر کوہ کو ان کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا اور خود دمشق واپس لوٹ

Marfat.com

آیا۔ اس مہم میں شیر کوہ کے ہمراہ نجم الدین ایوب اور صلاح الدین بھی تھے۔ شیر کوہ خاموشی سے پیش قدمی کرتا ہوا ارض صیدا پہنچ گیا اور مہلت دیئے بغیر صلیبیوں پر حملہ کر دیا۔ کثیر تعداد میں عیسائی مارے گئے باقی گرفتار ہو گئے۔ نور الدین نے اس کامیابی پر سجدہ شکر ادا کیا اور شیر کوہ کے استقبال کیلئے دمشق کے باہر جسر خشب کے مقام پر آیا۔ قیدیوں میں حاکم حارم کا بیٹا بھی شامل تھا جو صلیبی لشکر میں شامل ہو کر بطور نائٹ مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا۔

بالڈون ثالث شاہِ یروشلم مسلمانوں کا سخت دشمن اور ایک جنگ پسند عیسائی تھا۔ اگرچہ اس میں اسلامی مقبوضات پر براہ راست حملہ کرنے کی جرأت نہ تھی تاہم سلطان کے خلاف دہشت پسندوں کی شرانگیزیوں اور جنگ جو عیسائی فتنہ پردازوں کی تخریب کاریوں کے پیچھے اس کا ہاتھ ہوتا تھا۔ سلطان نور الدین کی بڑھتی ہوئی قوت اور وسعت سلطنت اس کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ حارم وصیدا کی مہمات سے فارغ ہو کر سلطان نے یروشلم کی ریاست میں گھس کر صلیبی شر پسندوں کو کچل ڈالنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ 553ھ میں سلطان اس مقصد کیلئے دمشق سے نکلا۔ پھر مقام جسر خشب پر قیام کے بعد اپنی سرحد عبور کر کے عیسائی علاقے میں گھس گیا۔ سلطان کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر عیسائی بھی پوری تیاری کے ساتھ نکلے عیسائیوں کی سرحد کے چند میل اندر حبیش نامی ٹیلے کے قریب صلیب پرستوں اور مسلمانوں کے درمیان خوں ریز معرکہ ہوا۔ سلطان کی فوج کے میمنہ میں نو آموز مجاہد بھی شامل تھے۔ صلیب پرستوں کے تند و تیز حملوں کے سامنے سلطان کی فوج کا میمنہ کمزور پڑ گیا اور ان کی صفیں منتشر ہو گئیں۔ میسرہ نے سنبھالا دینے کی کوشش کی مگر صلیب پرستوں نے تین اطراف سے شدید ترین حملہ کر دیا اور ایسا دباؤ ڈالا کہ سلطان کی فوج تاب نہ لا کر میدان سے منتشر ہو گئی۔ اس کے باوجود سلطان اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ ڈٹا رہا۔ جب صلیب پرستوں نے گھیرا تنگ کرنا شروع کیا تو سلطان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ٹیلہ حبیش پر چڑھ گیا اور صلیبیوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ دوپہر سے شام تک لڑائی جاری رہی مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ شام کو عیسائی لشکر نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تو

Marfat.com

سلطان نے ٹیلے سے اتر کر زوردار حملہ کر دیا صلیبی رات کی تاریکی میں روپوش ہو گئے۔ سلطان کا لشکر پہلے ہی میدان سے فرار ہو چکا تھا اس لئے اس نے پیش قدمی مناسب نہ سمجھی اور واپس دمشق لوٹ گیا۔

سلطان کی علامت اور ناصر الدین کی بغاوت

554ھ (1159ء) کے آغاز میں سلطان سخت علیل ہو گیا اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گیا، بچنے کی امید نہ پا کر سلطان نے اپنے خاص خاص امراء کو بلایا اور کہا کہ میں شدید بیماری سے جانبر نہ ہو سکوں اس لئے میری خواہش ہے کہ تم کو اپنی آخری وصیت کر دوں۔ اگر میرے بعد تم نے اس پر عمل کیا تو مسلمان باہمی خونریزی سے بچ جائیں گے۔ میں نے اپنی گزشتہ علالت میں نصرت الدین کے حق میں وصیت کی تھی لیکن اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی سیادتِ عظمیٰ کا اہل ثابت نہیں کیا۔ میں اپنی پہلی وصیت منسوخ کرتا ہوں اور تم کو تاکید کرتا ہوں کہ میرے بعد قطب الدین مودود امیر موصل کے ہاتھ پر بیعت کر لینا کیونکہ اس کے عادات و اخلاق پسندیدہ ہیں اور اس میں دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کا جذبہ بھی موجود ہے۔

موقع پر موجود تمام امراء نے اس وصیت پر عمل کرنے کا حلف اٹھایا اور ایک قاصد کو بھیج کر قطب الدین مودود کو اطلاع کر دی گئی اور اسے دمشق آنے کا لکھ بھیجا۔ دوسری طرف دمشق کے چند امراء جن میں امین الدین اور سعد الدین عثمان، عز الدین (حاکم قلعہ) اور محمد بن جعفری قابل ذکر ہیں در پردہ نصرت الدین کے حق میں زمین ہموار کر رہے تھے اور اسے دمشق پر قبضہ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ اتفاقاً ان لوگوں کا ایک قاصد امیر حلب کے سپاہیوں نے پکڑ لیا۔ اس سے ایک خط ملا جس میں مذکورہ امراء نے نصرت الدین کو دمشق پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ یہ خط اور سازشی امراء گرفتار کر کے سلطان کے پاس بھیج دیئے گئے۔ انہوں نے اقبال جرم کر لیا اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ سلطان نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو معاف کر دیا۔ ادھر نصرت الدین ایک لشکر جرار لے کر دمشق کی

Marfat.com

طرف بڑھ رہا تھا۔ نصرت الدین کو شیر کوہ کی آمد کی خبر ملی تو واپس لوٹ گیا ادھر سلطان کی صحت بھی بہتر ہونے لگی۔ شیر کوہ دمشق پہنچا تو سلطان مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا۔

سلطان کے ایام علالت میں شاہِ فرانس اور حاکم قسطنطنیہ نے متحد ہو کر اس کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کا پروگرام بنایا اور ایک لشکر جرار کے ساتھ حمص وحماۃ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ سلطان اس وقت صحت یاب ہو چکا تھا اسکی اطلاع پا کر وہ طوفان کی طرح بڑھا اور حمص وحماۃ اور شیزر سے ہوتا ہوا صلیبیوں کے مقابلے پر آیا۔ سلطان کو مقابلے پر پا کر وہ فرار کے بہانے تلاش کرنے لگے۔ شاہ قسطنطنیہ نے لکھ بھیجا کہ ہمارا مقصد جنگ و جدل نہیں بلکہ ہم عیسائی قیدیوں کو چھڑانا چاہتے ہیں جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے عوض ہم زرِ فدیہ دینے کو تیار ہیں۔ سلطان نے ان کی درخواست قبول کر لی اور مناسب زرفدیہ لے کر قیدی رہا کر دیئے۔ شاہِ قسطنطنیہ نے سلطان کا شکریہ ادا کیا اور قیمتی پارچات اور جواہرات پیش کئے اور 554ھ کو دونوں بادشاہ واپس لوٹ گئے۔

اس مہم سے فارغ ہو کر سلطان نے حران کا محاصرہ کر لیا جس پر نصرت الدین نے سرکشی سے قبضہ کر لیا تھا۔ نصرت الدین اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر خفیہ راستے سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے نصرت الدین کے متعلقین کو اس کے پاس پہنچانے کا حکم دیا۔ حران امیر زین الدین کو جاگیر میں دیا اور واپس دمشق چلا آیا۔

بالڈون کا دمشق پر ناکام حملہ

فلیج ارسلان اور سلطان نور الدین کے درمیان 555ھ (1160ء) میں لڑائی چھڑ گئی۔ فلیج کو شکست ہوئی اور کرلین کے علاقے چھن گئے۔ اس کشمکش کے دوران بالڈون شاہِ یروشلم نے دمشق پر حملہ کر دیا۔ شیر کوہ نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ فرنگیوں کو واپس لوٹا دیا۔ 1161ء بالڈون مر گیا۔ بالڈون کا بھائی اموری نیا حاکم بنا۔ نور الدین کی وفات کے بعد اموری نے بانیاس کا محاصرہ کر لیا اور سلطان کی بیوہ سے کثیر رقم کے عوض محاصرہ اٹھا لیا۔

Marfat.com

اہل حارم کی گوشمالی

اہل حارم کی قبل ازیں دو دفعہ گوشمالی کی جا چکی تھی۔ وہاں کے عیسائیوں نے تیسری بار سرکشی کی تو سلطان نے فوراً پہنچ کر حارم کا محاصرہ کر لیا۔ اس جنگ میں پہلی صلیبی جنگ کا مشہور مجاہد امیر موید الدولہ بن اسامہ بن مرشد بن منقذ بھی سلطان کے ہمراہ تھا۔ اہل حارم کی مدد کیلئے قرب و جوار کے عیسائیوں کے جتھے بھی اُمڈ آئے لیکن شکست فاش ہوئی اور پچاس ہزار دینار سرخ دے کر جان چھڑائی۔

مکروہ سازش اور عظیم سعادت

یہ چند سطور آج کے عالم اسلام کے نام نہاد قائدین کی نظر ہیں جو یہود و نصاریٰ کے آگے لیٹ جانے کو اپنے لئے سعادت اور افتخار کا باعث سمجھتے ہیں۔ اگر ان کو محبوب خدا سے ذرا بھی محبت ہے تو انہیں اپنے اس فعل پر نادم ہونا چاہئے۔

علامہ سمہودی اپنی تاریخ ''خلاصۃ الوفا'' کے باب ''بناء گنبد خضراء روضہ مقدسہ سید الوریٰ'' میں جمال اسوی قدس سرہ کے رسالہ ''منع الولاۃ عن استعمال النصاریٰ'' کے حوالے سے بالتفصیل تحریر کیا ہے۔ دیگر مسلم مؤرخین نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

سلطان ایک شب بیدار اور عابد حکمران تھا۔ رات کا بیشتر حصہ عبادت و مناجات میں گزارتا تھا۔ نماز عشا کے بعد کثرت سے نوافل پڑھنا اور سینکڑوں بار محبوب خدا ﷺ پر درود پڑھنا اس کا معمول تھا۔ 557ھ کی ایک شب وہ اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹا تو خواب میں تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہر مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''نور الدین یہ آدمی مجھے ستا رہے ہیں ان کے شر کا استیصال کرو''۔ نور الدین خواب دیکھ کر بہت مضطرب ہوا۔ وہ بار بار استغفار پڑھتا اور رو کر کہتا ''میرے آقا کو کوئی میرے جیتے جی ستائے یہ ممکن نہیں۔ میری جان مال،

Marfat.com

آل اولاد سب حضور ﷺ پر نثار ہیں۔ خدا اس دن کیلئے نور الدین کو زندہ نہ رکھے کہ حضور غلام کو یاد فرمائیں اور وہ دمشق میں بیٹھا رہے۔

سلطان نور الدین بے چین ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں ضرور کوئی ایسا ناشدنی واقعہ ہوا ہے جس سے سرورِ کونین کی روح کو تکلیف پہنچی ہے۔ سلطان نے بیس آدمی اور بہت سا خزانہ لیا اور عازم مدینہ ہوا پچیس دنوں کا صفر صرف سولہ دنوں میں طے کر کے مدینہ پہنچے تو اہل مدینہ ششدر رہ گئے۔ سلطان نے شہر میں آنے جانے کے تمام دروازے بند کروا دیئے اور تمام اہل مدینہ کو دعوت دی کہ وہ کھانا اس کے ساتھ کھائیں۔ تمام لوگ سلطان کی نظروں کے سامنے سے گزر گئے۔ مگر ان میں وہ دو آدمی نہ تھے جو خواب میں دکھائی دیئے تھے۔ سلطان نے اکابرین شہر سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص تو باقی نہیں رہا جو دعوت میں شریک نہ ہوا ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں بچا جو دعوت میں شریک نہ ہوا ہو تاہم دو خدا رسیدہ مغربی زائر جو مدت سے یہاں مقیم ہیں نہیں آئے۔ سلطان نے دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ دونوں سلطان کے سامنے پہنچے تو سلطان نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی آدمی ہیں جو خواب میں اسے دکھائے گئے تھے۔ سلطان کا خون کھول اٹھا لیکن حالات کی تحقیقات ضروری تھیں کیونکہ بظاہر دونوں کی شکل وصورت بڑی مؤمنانہ اور زاہدانہ تھی۔ سلطان نے ان سے ان کی جائے سکونت کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ روضۂ اقدس کے قریب ایک چھوٹا سا کرائے کا مکان ہے اور اس میں وہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ سلطان ان کو اپنے آدمیوں کی نگرانی میں وہیں چھوڑ کر ان کی جائے سکونت کا ملاحظہ کرنے پہنچا۔ مختصر سا مکان تھا جو مکینوں کی زاہدانہ زندگی کی شہادت دے رہا تھا۔ سلطان مطمئن نہ ہوا۔ اس نے مکان کا فرش ٹھونک بجا کر دیکھنا شروع کیا۔ سلطان کو ایک چٹائی کے نیچے فرش ہلتا ہوا محسوس ہوا۔ چٹائی اٹھائی تو نیچے ایک سل تھی۔ اسے ہٹایا گیا تو ایک سرنگ دکھائی دی جو روضۂ اقدس کی طرف جاتی تھی۔ سلطان اور اہل مدینہ ان بھیڑ نما بھیڑیوں کی اس حرکت پر حیران رہ گئے۔ سلطان سراپا قہر وغضب بن گیا

Marfat.com

اور ان دونوں ملعونوں کو پابہ زنجیر گرفتار کر کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ سلطان کے حضور پہنچے تو سلطان نے غضبناک لہجے میں پوچھا۔

''سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو اور اس ناپاک حرکت سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ دونوں نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا'' اے بادشاہ ہم نصرانی ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے تمہارے پیغمبر ﷺ کی نعش چرانے پر مامور ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ ہمارا کام بہت تھوڑا باقی رہ گیا تھا تم نے ہمیں گرفتار کرلیا''۔

ایک روایت ہے کہ یہ سرنگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک تک پہنچ چکی تھی یہاں تک کہ ان کا ایک پاؤں ننگا ہو گیا تھا۔

سلطان نے دونوں بدبختوں کی گردنیں اڑادیں اور ان کی لاشیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈلوادیں۔ اس کام کو سرانجام دینے کے بعد سلطان پر رقت طاری ہوگئی اور شدتِ گریہ سے اس کی گھگھی بندھ گئی۔ وہ مدینہ کی گلیوں میں روتا ہوا گھومتا تھا اور کہتا تھا کہ زہے نصیب اس خدمت کیلئے حضور ﷺ نے اس غلام کا انتخاب فرمایا۔

اس کے بعد سلطان نے روضۂ اقدس کے چاروں طرف گہری خندق کھدوائی یہاں تک کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ اس کے بعد اس میں سیسہ بھر دیا گیا تاکہ زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہے۔ سیسہ کی یہ دیوار روضۂ اقدس کے قریب آج بھی موجود ہے اور انشاءاللہ تا ابد قائم رہے گی۔

سانحہ الاکراد

قلعہ کرا داس شمالی درے کا پاسبان تھا جو طرابلس وطرطوس اور حماۃ وحمص کے درمیان تھا۔ اس کو یروشلم کے شاہ بالڈون ثانی کے داماد فلک نے اپنے زمانے میں تعمیر کروایا تھا۔ اس قلع میں کثیر تعداد میں عیسائی جنگجو لڑائی کیلئے موجود تھے۔ والی طرابلس ریمنڈ نے اپنی ریاست سے متصل مسلم علاقوں میں لوٹ مار شروع کردی۔ جب اس کی خبر نورالدین کو ہوئی

Marfat.com

تو وہ لشکر جرار لے کر قلعہ اکراد کے قریب بقیعہ کے مقام پر خیمہ زن ہو گیا۔ عیسائی قلعہ میں محصور ہو گئے۔ ایک دن دوپہر کے وقت جب سلطانی فوج اپنے خیموں میں ہتھیار کھول کر آرام کر رہی تھی تو عیسائیوں نے ایک خفیہ دروازے سے نکل کر پہاڑی راستے سے ہوتے ہوئے حملہ کر دیا۔ سلطان کی فوج کو سنبھلنے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ بے شمار مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ عیسائیوں نے سلطان کے خیمہ کو بھی نرغہ میں لے لیا۔ اس نازک موقع پر سلطان نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا اور شمشیر بدست دائیں بائیں آگے پیچھے وار کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ خیمے کے باہر اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ بجلی کی تیزی سے اس پر سوار ہو کر عیسائی جتھوں کے درمیان سے برق رفتاری سے نکل گیا۔ بحیرہ قدس کے کنارے جا کر وہ رک گیا۔ جلد ہی بقیعہ کے بچے کھچے مسلمان بھی وہیں اس کے ساتھ آ ملے اور عیسائیوں کے تعاقب کے پیش نظر انہوں نے حمص میں قیام کا مشورہ دیا۔ سلطان نے گرج کر کہا ”دوستو! اگر میرے پاس ایک ہزار سوار ہوں تو مجھے کثیر تعداد دشمن کی پرواہ نہیں۔ ربِ ذوالجلال کی قسم جب تک عیسائیوں سے مسلمانوں کا بدلہ نہ لے لوں ہرگز دیوار کے سائے میں نہ بیٹھوں گا“۔ سلطان کے ان الفاظ نے مجاہدین کے سینوں میں ایمان کی شمع روشن کر دی اور وہ سلطان کا ساتھ دینے پر رضامند ہو گئے۔

سلطان نے حلب اور دمشق سے گھوڑے خیمے اور سامانِ حرب وضرب منگوا لیا۔ دو لاکھ دینار مجاہدین میں تقسیم کر دیئے اس طرح چند دنوں کے اندر اندر پہلے جیسا لشکر تیار ہو گیا۔ عیسائیوں نے بقیعہ کے سانحے کے بعد حمص پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ چھ کوس کے فاصلے پر سلطان زبردست لشکر کے ساتھ تیار کھڑا ہے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور بغیر کسی جارحانہ اقدام کے اپنے اپنے علاقوں کی طرف لوٹ آئے اور سلطان دمشق چلا آیا۔

مصر کی مہمات

چھٹی صدی ہجری میں مصر کی فاطمی حکومت سازشوں کا مرکز بن چکی تھی اور وہاں کے

Marfat.com

حکمرانوں کی حیثیت شاہِ شطرنج سے زیادہ نہ تھی۔ مدعیان وزارت ہر وقت جنگ و جدل میں مصروف رہتے۔ جو جیت جاتا وہ سیاہ و سپید کا مالک بن بیٹھتا۔ خلیفہ بر سر اقتدار وزیر کے رحم و کرم پر ہوتا تھا۔ بے بسی کے اس عالم میں عیسائیوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر رکھا تھا۔ شام اور فلسطین کے کئی شہروں پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ مصر ہر سال عیسائیوں کو کثیر خراج ادا کرتا تھا۔ مصر کے علاقہ صعید کے گورنر شادر السعدی نے بغاوت کر کے 558ھ میں وزارت پر قبضہ کر لیا لیکن بہت جلد ایک اور امیر ضرغام نے ایک جمعیت اکٹھی کر کے شادر کو شکست دی اور خود وزیر بن گیا۔ ضرغام نے شادر کی نوجوان بیٹی اور دونوں بیٹوں (طیا (عمر 13 سال) اور سلیمان (عمر 11 سال) کو بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ شادر چھپتا چھپاتا نورالدین کے پاس حلب پہنچا اور اپنی مظلومیت اور ضرغام کی چیرہ دستیوں کی داستان سنائی۔ نیز اس نے مصر میں صلیبیوں کی ریشہ دوانیوں کی تفصیل بیان کی اور بتایا کہ ضرغام کو اس کے خلاف ابھارنے والے صلیبی ہی تھے۔ اس پر سلطان کا خون کھول اٹھا اور اس نے مصر کو عیسائیوں کے تسلط سے محفوظ رکھنے کیلئے شادر کو امداد کی پیشکش کی تو شادر سلطان کی شرائط پر مدد قبول کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔

پہلی مہم

559ھ کو سلطان نے شیر کوہ کو تھوڑی سی جمعیت جس میں صلاح الدین ایوبی بھی شامل تھا کے ساتھ شادر کے ہمراہ مصر روانہ کیا۔ شیر کوہ جب مصر میں داخل ہوا تو ضرغام کا بھائی ناصر الدین ملہم بلقیس کے قریب تل لسیط کے مقام پر مزاحم ہوا۔ شیر کوہ کے ہاتھوں شکست کھائی اور قتل ہوا۔ شیر کوہ قاہرہ میں داخل ہو گیا اور ضرغام بھی مارا گیا۔ شادر وزارت پر قابض ہو گیا اور اپنے محسن شیر کوہ سے غداری پر کمر بستہ ہو کر قاہرہ کے دروازے بند کر لئے۔ نیز شاہ یروشلم کو بھی مدد کیلئے خط لکھ بھیجے۔ شاہِ یروشلم بیس ہزار فوج کے ساتھ فوراً پہنچا اور پانچ ہزار مصری فوج بھی اس کے ساتھ مل گئی۔ شیر کوہ کے پاس صرف دو ہزار سپاہ تھی۔ وہ بلبیس کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ دشمن کا محاصرہ ناکام ہوا۔ محاصرے سے تنگ آ کر شاہِ یروشلم نے صلح کر لی اور دونوں

Marfat.com

مصر چھوڑنے پر رضامند ہو گئے اور شیر کوہ بلبیس سے باوقار عازم دمشق ہوا۔

فتح حارم

جب شیر کوہ قلعہ بلبیس میں محصور تھا تو نور الدین نے عیسائیوں کی قوت منتشر کرنے کیلئے حارم کے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ انطاکیہ، طرابلس اور ڈیوک آف روم 34 ہزار سپاہ کے ساتھ مقابلے پر آ گئے۔ سلطان نے صرف چار ہزار مجاہدین کے ساتھ عسکری مہارت کا بھر پور اظہار کرتے ہوئے متحدہ لشکر کو شکست دی۔ ایک تہائی عیسائی مارے گئے اور پانچ ہزار گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں ڈیوک آف روم (جوسلین) بوہیمنڈ والی انطاکیہ اور ریمنڈ والی طرابلس بھی شامل تھے۔ اس فتح کے بعد نور الدین نے لاذقیہ سے سویدا تک کا سارا علاقہ فتح کر لیا اور پھر 560ھ میں طبریہ بھی فتح کر لیا۔

فتح منیطرہ

شیر کوہ کی مصر سے دمشق آمد کے بعد نور الدین نے لبنان کی سرزمین میں افضہ کے قریب قطعہ منیطرہ پر چڑھائی کر دی۔ اگرچہ صلیبیوں کے جتھے اہل منیطرہ کی مدد کیلئے بڑھے مگر سلطان نے 561ھ (1166ء) میں ان کی آمد سے قبل ہی قبضہ کر لیا۔ عیسائی امدادی افواج واپس چلی گئیں۔ مسلمانوں کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔

مصر کی دوسری مہم

شیر کوہ نے نور الدین کو بتا دیا تھا کہ فرنگیوں کے مصر پر قبضہ کی صورت میں اسلامی مقبوضات خطرے میں پڑ جائیں گے لہٰذا مصر پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ 12 ربیع الاول 563ھ کو نور الدین نے شیر کوہ کو بارِ دیگر دو ہزار سپاہ کے ساتھ مصر روانہ کیا۔ شادر نے شیر کوہ کے پہنچنے سے پہلے ہی چار لاکھ دینار کی ادائیگی کے معاہدے پر عیسائیوں کو بلا لیا تھا۔ نور الدین کا سالار شیر کوہ دریائے نیل کو عبور کر کے بابین کے مقام پر خیمہ زن ہوا اور 54 یوم تک شادر اور فرنگیوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتا رہا۔ شیر کوہ کے جاسوسوں نے بتایا کہ دشمن ان

Marfat.com

گنت تعداد میں ہے اوران کے پاس وافر سامانِ حرب بھی ہے۔ شیر کوہ خود تو جراتمند جرنیل تھا لیکن فوج کا حوصلہ ہار جانے کا خدشہ تھا۔ اس لئے اس نے فوج کو دریا عبور کر کے واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن ایک شیر دل فوجی سردار شرف الدین برغش تلوار ٹیک کر کھڑا ہو گیا اور للکار کر کہا ''دوستو! دشمن کی تعداد سے خوف کھا کر پیٹھ پھیر کر وطن بھاگ جانا صریحاً بزدلی ہے۔ جو شخص موت یا قید سے ڈرتا ہے وہ فوج میں کیوں شامل ہوتا ہے۔ خدا کی قسم اگر ہم جنگ کئے بغیر واپس گئے تو خدا کی ناراضگی کے علاوہ نورالدین محمود کے غضب کا بھی نشانہ بنیں گے۔ جب وہ ہم سے پوچھے گا کہ تم مسلمانوں کا مال کھاتے ہو اوران کے دشمنوں سے بھاگتے ہو اور مصر کفار کے حوالے کیوں کر آتے ہو تو اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ بھائیو! خدا سے ڈرو کل قیامت کے دن تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔

اس ایک للکار نے مجاہدین کے ضمیر کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اور سب نے مر مٹنے کا عہد کیا۔ شیر کوہ نے فوج کو اس ڈھنگ سے ترتیب دیا کہ جب صلاح الدین جنگی چال کے تحت آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا چلا گیا تو دشمن ان کے تعاقب میں منتشر ہو گیا۔ دائیں اور بائیں سے شیر کوہ نے اس جانبازی سے حملہ کیا کہ دشمن کی متحدہ فوج کے پرخچے اڑا دیئے بچے کھچے فرنگیوں نے قاہرہ جا کر دم لیا۔

قاہرہ میں تیاری کے بعد عیسائیوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا جو تین ماہ تک بڑی شدت سے جاری رہا۔ یہ بڑا صبر آزما وقت تھا۔ شیر کوہ نے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔ تنگ آکر فرنگیوں نے چند شرائط پر صلح کر لی۔ شیر کوہ پچاس ہزار دینار وصول کر کے قاہرہ سے واپس دمشق آ گیا اور قاہرہ شادر کے حوالے کر دیا۔ شیر کوہ اور صلاح الدین کو شادر کی خباثت کا علم ہو گیا نیز پتہ چل گیا کہ مصر کو فرنگیوں سے بچانے کیلئے کس قدر قوت درکار ہے۔

حصن کراد اور ہونین

جب صلاح الدین اور شیر کوہ مصر کی دوسری مہم میں مصروف تھے تو ان دنوں نورالدین نے فلسطین و شام میں نیا محاذ کھول دیا تھا اور وہ یلغار کرتا ہوا کراد، عریمہ اور صافشیا پر قابض

Marfat.com

ہو گیا تھا۔ اس کا بھائی امیر قطب الدین بھی اس کے ساتھ تھا۔ ماہِ رمضان اور عید الفطر کے دوران نور الدین نے حمص میں قیام کیا۔ پھر بانیاس سے ہوتے ہوئے قلعہ ہونین کا محاصرہ کر لیا۔ جہاں پر شاہِ فرانس نے پندرہ ہزار آزمودہ کار جنگجو مامور کر رکھے تھے۔ طرفین نے سنگ باری اور آتش بازی کا خوب مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں نے ایک خفیہ سرنگ کا سراغ لگا لیا اور اس کے راستے قلعہ کے برج میں داخل ہو گئے اور اس پر ہلالی پرچم لہرا دیا۔ عیسائیوں نے جب قلعہ پر ہلالی پرچم دیکھا تو بھاگ نکلے۔ پانچ ہزار تلواروں کا شکار ہوئے جبکہ چار ہزار گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے۔ اسی اثناء میں شیر کوہ مصر سے واپس آ گیا اور سلطان اسے ملنے حمص چلا گیا۔ سلطان نے شیر کوہ کو حمص جاگیر میں دیا اور صلاح الدین کو حلب اور کفرتاب میں جاگیریں عطا کیں۔

قلعہ جعبر کی فتح

جعبر وہ قلعہ تھا جس کے باہر عماد الدین زنگی کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس پر آل عقیل شہاب الدین کا قبضہ تھا۔ سلطان نے اسے اس کے بدلے نقد اور جاگیر کی پیشکش کی لیکن وہ نہ مانا۔ 564ھ کے اوائل میں سلطان نے ایک مہم روانہ کی جو ناکام ہوئی۔ سلطان نے مجد الدین کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے شہاب الدین پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ مجبوراً صلح پر رضا مند ہو گیا۔ محرم 564ھ میں طے پایا کہ جعبر کے عوض اس کے سروج اور حلب کے کچھ علاقے دیئے جائیں گے نیز بیس ہزار دینار بھی ادا کئے جائیں گے۔ امیر نے اپنے بھائی شمس الدین کو قلعہ کا حاکم مقرر کیا اور واپس حلب لوٹ آیا۔

مصر پر طوفانی یلغار

یہود و نصاریٰ کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اموری شاہ یروشلم مصر کی پہلی اور دوسری مہم کے دوران سرزمین مصر کی زرخیزی اور فاطمی حکومت کی کمزوریاں دیکھ چکا تھا اور اس نے مصر پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اموری کی شادی شاہِ قسطنطنیہ کی بھتیجی سے ہو گئی تو اس نے نہ صرف مصر پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی بلکہ ہر قسم کی مدد کا بھی یقین دلایا۔

Marfat.com

شاہ قسطنطنیہ نے اسے سمجھایا کہ مصر پر قبضہ کرنے کا سنہری موقع ہے کیونکہ نور الدین ان دنوں فرات کے شمالی علاقوں میں ہے اور اس کا لشکر سارے شام میں بکھرا پڑا ہے۔ مینوئل کی شہ پا کر اموری 564ھ (1168ء) میں ایک زبردست فوج کے ساتھ مصر پر چڑھ دوڑا۔

سانحہ بلبیس

فرنگیوں نے سب سے پہلے بلبیس کا صفر 564ھ (1168ء) کو محاصرہ کر لیا۔ مصری فوج بھاگ گئی۔ عیسائی بھیڑیوں نے تین دن تک مسلمانوں کا قتل عام جاری رکھا۔ پیرو جوان بچوں اور پردہ نشین عورتوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ کوئی کسی پر رونے والا نہ تھا۔ شادر اور اہل قاہرہ سمجھ گئے کہ ان کا حشر بلبیس سے مختلف نہ ہوگا۔ انہوں نے قاہرہ کے دروازے بند کر لئے اور پوری قوت سے شہر کا دفاع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مصر کے قدیم دار الخلافہ فسطاط کے دفاعی انتظامی کمزور پا کر اسے آگ لگا دی تاکہ صلیبی اس پر قابض نہ ہو سکیں۔ 54 دن تک فسطاط جلتا رہا اور راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ 10 صفر 564ھ کو صلیبیوں نے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔ جوں جوں محاصرہ طول پکڑتا گیا خلیفہ عاضد اور اہل قاہرہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا۔ خلیفہ عاضد نے نور الدین کو ایک خط لکھا جس کے ساتھ اپنی بیگمات کے بال اور خون آلود پارچہ جات سیاہ ماتمی کپڑے میں لپیٹ کر بھیجے۔ عیسائیوں کے مظالم کی تفصیل بھی لکھ ڈالی اور سلطان سے مدد کی عرض کرتے ہوئے لکھا کہ اگر سلطان مظلوم مصریوں کی مدد کو فوراً نہ پہنچا تو مصر کا اسلامی اقتدار نیل کی لہروں میں بہہ جائے گا اور مصر کے چپے چپے پر یروشلم اور بلبیس کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ یہ سب مصیبتیں شادر کی پیدا کردہ تھیں۔ اب اس نے فرنگیوں کو قاہرہ سے ٹالنے کیلئے ان کو ایک لاکھ مصری دینار دینے کی پیشکش کی اور دبے لفظوں میں نور الدین کو بلا بھیجنے کی دھمکی بھی دی۔ محاصرے کی طوالت سے اموری تنگ آچکا تھا۔ اس نے یہ پیشکش قبول کر لی اور مصر سے واپس جانے کی تیاری کرنے لگا۔

Marfat.com

مصر کی تیسری مہم

العاضد کی عرضداشت نے نورالدین کو تڑپا دیا۔ اس نے پہلے سے چار گنا لشکر، خزانہ اور سامانِ جنگ کا بندوبست کر کے شیر کوہ کو اسلامیان مصر کی مدد کیلئے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ روانگی کے وقت دو ہزار دینار مزید شیر کوہ کو دیئے اور ہر مجاہد کو بیس بیس دینار عطا کئے۔ لشکر کے ساتھ عزالدین جردیک، شرف الدین برغش، عین الدولہ، قطب الدین منجی، سیف الدین علی بن احمد ہکاری، شہاب الدین محمود حاری اور صلاح الدین یوسف کو بھی شیر کوہ کے ہمراہ کیا۔ صلاح الدین مصر کی دوسری مہم کے دوران محاصرہ اسکندریہ میں جو تکالیف جھیل چکا تھا ابھی تک اس کے دل میں نقش تھیں۔ اس لئے وہ ایسے معرکوں میں شریک ہونے سے دلبرداشتہ ہو چکا تھا۔ مگر وہ سلطان کے حکم سے سرتابی نہ کر سکا۔

15 ربیع الاول 564ھ کو یہ لشکر عظیم قاہرہ سے چلا اور منزلیں طے کرتا جب قاہرہ پہنچا تو صلیبی محاصرہ چھوڑ کر جا چکے تھے۔ شادر صلاح الدین کو قاہرہ سے دور رکھنا چاہتا تھا مگر صلاح الدین، شادر کے خبث باطن کو سمجھ گیا اور قاہرہ میں ہی مقیم رہا۔

خلیفہ عاضد خود چل کر شیر کوہ سے ملنے آیا اور خلعت فاخرہ سے نوازا۔ اور اشارۃً شادر سے گلوخلاصی کی تحریک بھی دی۔ شادر کو شیر کوہ خلیفہ کے روابط ناگوار گزرے۔ اس کی خبث باطن سے اسے گھناؤنی سازش پر ابھارا۔ اس نے شیر کوہ، صلاح الدین اور دیگر امراء کو ضیافت پر بلا کر قتل کرنے کی سازش تیار کی جس کی اطلاع اس کے بیٹے کو مل گئی۔ اس نے اس کے عواقب اور نتائج سے آگاہ کیا تب وہ اپنے مذموم ارادے سے باز آیا۔

شادر کا قتل

شادر ایک طرف تو شیر کوہ سے روانہ ملنے آتا اور چاپلوسی کی باتیں کرتا دوسری طرف شیر کوہ سے نجات کیلئے پخت وپز کر رہا تھا اور سازشوں کا تانا بانا تیار کر رہا تھا۔ شیر کوہ بھی اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ ایک دن وہ شیر کوہ سے ملنے آیا تو شیر کوہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا ہوا تھا۔ شادر بھی ادھر نکلا تو صلاح الدین اور عزالدین جردیک اس کے پیچھے

Marfat.com

ہو لئے۔انہوں نے راستے میں اسے گھوڑے پر سے گرا کر گرفتار کرلیا اور خیمہ میں محبوس کر لیا۔خلیفہ عاضد کے بار بار سرطلبی کے پیغامات پر امیر عزالدین نے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ عاضد کو بھیج دیا۔اس طرح یہ ملت فروش ننگ ملت اپنے انجام کو پہنچا۔تاریخ گواہ ہے کہ ملت کے غداروں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔

شیر کوہ کی وزارت اور وفات

شادر کے قتل کے بعد خلیفہ عاضد نے شیر کوہ کو وزارت کے منصب پر مامور کیا اور اسے الملک المنصور اور امیر الجیوس کا لقب عطا کیا۔20 ربیع الآخر کو شیر کوہ قصر وزارت میں داخل ہوا۔کامل آزادی کے ساتھ اپنی فوج میں جاگیریں اور تنخواہیں تقسیم کیں۔قاضی عبدالرحیم البیسانی کو دیوان انشان کا سربراہ مقرر کیا۔

شیر کوہ ابھی دو ماہ ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ پیغام اجل آپہنچا۔22 جمادی الآخر 564ھ (1169ء) کو بعارضہ خناق اس دارِ فانی سے رخصت ہوا۔وہ عماد الدین کا بازوئے شمشیر زن اور یار وفادار نور الدین زنگی اس دنیا کو اشک بار چھوڑ کر چلا گیا۔نور الدین محمود زنگی نے جب اس کی موت کی روح فرسا خبر سنی تو آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور وہ کئی دن تک غمزدہ رہا۔

صلاح الدین کی وزارت

شیر کوہ کی وفات کے بعد وزارت کے مسئلہ پر اختلافات پیدا ہو گئے۔خلیفہ عاضد صلاح الدین کی طرف مائل تھا جبکہ قطب الدین بنال، عین الدولہ باروتی، سیف الدین علی بن احمد ہکاری اور صلاح الدین کا ماموں شہاب الدین محمود حارمی بھی وزارت کے امیدوار تھے۔اس کے علاوہ کچھ مصری امراء بھی امیدوار تھے۔فقیہ ضیاء الدین عیسیٰ ہکاری نے کمال دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان امراء کو صورتحال کی نزاکت کا احساس دلایا اور صلاح الدین کے حق میں دستبردار ہونے پر آمادہ کرلیا۔صرف عین الدولہ ناراض ہو کر نور الدین کے پاس دمشق حاضر ہوا تو نور الدین نے ناراض ہوتے ہوئے کہا کہ تم صلاح الدین کو اکیلا

Marfat.com

کیوں چھوڑ آئے ہو۔ خلیفہ عاضد نے بلا تامل 25 جمادی الآخر 564ھ کو صلاح الدین کو قصر خلافت میں بلا کر وزارت کے منصب پر فائز کر دیا۔ الملک الناصر کا خطاب دیا اور تحائف وخلعت سے نوازا۔ اس کے بعد صلاح الدین نے کمال فیاضی اور داد و دہش کا مظاہرہ کیا۔ شیرکوہ کا سارا خزانہ فوج میں تقسیم کر دیا۔ مصر کے خزانے سے بھی لوگوں کو بہت کچھ دیا۔ مستحق امراء اور اکابرین کو جاگیریں دیں۔ علماء اور فضلاء کی خوب سرپرستی کی۔ چند دن کے اندر وہ عوام میں بے حد مقبول کر دیا۔ نورالدین نے مصر کی وزارت پر صلاح الدین کی تعیناتی کی خبر بڑی مسرت اور اطمینان کے ساتھ سنی۔ وہ صلاح الدین کو مصر میں اپنا نائب اور نمائندہ سمجھتا تھا۔ بعض مؤرخین نے متضاد بیانات تحریر کیے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہاں مصر کے محدود حالات ہی بیان کیے جائیں گے کیونکہ ہمارا اصل موضوع نورالدین زنگی ہے۔ انشاءاللہ اگلے باب میں صلاح الدین کے حالات تفصیلاً بیان ہوں گے۔ صلاح الدین کا بھائی شمس الدین توران شاہ نورالدین کی اجازت سے مصر پہنچ گیا۔ وزارت مصر پر فائز ہونے کے بعد صلاح الدین نے اپنے عزیز واقارب کو بھی مصر بلا لیا۔ نجم الدین ایوب بھی مصر میں وارد ہوا اور صلاح الدین نے باپ کی خواہش کے مطابق خزانہ کا اہتمام اس کے سپرد کر دیا۔ نورالدین نے صلاح الدین کو حکم بھیجا کہ مصر میں فاطمی خلیفہ کا خطبہ موقوف کر کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھا جائے لیکن صلاح الدین نے مصریوں کے بھڑک اٹھنے کے خدشے کے پیش نظر اس حکم کی تعمیل میں تامل کیا۔ نجم الدین نے نورالدین کے حکم کے مطابق مصر میں عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کرنے کی ہدایت کی مگر جب صلاح الدین نے باپ کو اس معاملہ میں عجلت کے خطرات سے آگاہ کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ سلطان نورالدین کے پیہم اصرار سے مجبور ہو کر صلاح الدین نے 567ھ کے آغاز میں پہلے یا دوسرے جمعہ میں عباسی خلیفہ مستضعی بامر اللہ ابو محمد حسن کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اسی اثناء میں فاطمی خلیفہ العاضد نے وفات پائی۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ خلیفہ العاضد نے کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد 12 محرم 567ھ کو وفات پائی۔ ابن ابی طے نے لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ کا خطبہ اس کی وفات کے

Marfat.com

بعد پڑھا گیا۔ بعض لکھتے ہیں کہ خلیفہ العاضد کو مرتے دم تک اس انقلاب کی خبر نہ ہوئی اور بعض لکھتے ہیں کہ اس کو یہ خبر مل گئی اور اس نے اسی صدمہ سے وفات پائی۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ العاضد نے یہ خبر سن کر زہر کھالیا تھا۔

المختصر خلیفہ العاضد کی وفات کے ساتھ ہی مصر کی فاطمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور مصر مکمل طور پر نور الدین کے زیر اقتدار آ گیا۔ خطبہ میں عباسی خلیفہ کے بعد نور الدین کا نام شامل کیا گیا اور سکوں پر بھی اس کا نام کندہ کروا دیا گیا۔ عباسی خلیفہ کی سیادت محض تبرکاً تسلیم کی جاتی تھی۔ مصر و شام کا حقیقی فرمانروا نور الدین تھا اور صلاح کی حیثیت اس کے گورنر یا وائسرائے کی تھی مصر پر نور الدین کے قبضے نے صلیبی سلطنت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ لین پول کہتا ہے۔

''نور الدین کے سپہ سالار (صلاح الدین) کا وادی نیل پر تسلط یہ معنی رکھتا تھا کہ یروشلم کی مسیحی ریاست ایک چری ہوئی لکڑی کے درمیان پھنس گئی ہے جس پر ایک ہی طاقت کے دو لشکر دونوں طرف سے دباؤ ڈال رہے ہیں''۔

دمیاط پر صلیبیوں کی چڑھائی

مصر پر نور الدین کے قبضہ سے مسیحی ریاست یروشلم چکی کے دو پاٹوں میں پھنس گئی تھی اور ہر لحظہ اس کو اپنے پس جانے کا خطرہ تھا۔ اموری شاہ یروشلم نے اس خطرہ کے پیش نظر مصر کے ساحلی شہر دمیاط پر چڑھائی کر دی۔ اس مہم میں شاہ خلیفہ مینوئل اور صقلیہ (سسلی) نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ صلاح الدین نے دمیاط کا دفاع بہت مضبوط کر دیا اور عیسائیوں کے رسد کے راستوں پر فوج متعین کر دی۔ خلیفہ عاضد نے بھی دس لاکھ دینار دیئے۔ نور الدین نے صلاح الدین کا امداد کیلئے خط ملتے ہی آزمودہ کار جنگجو دستے دمیاط کی طرف بھیجنا شروع کر دیئے اور خود عیسائیوں کے مقبوضات کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔ فرنگی پچاس دن کے محاصرے کے بعد واپس لوٹ گئے۔

Marfat.com

کرک کا محاصرہ

جن دنوں نجم الدین ایوب مصر کی طرف جادہ و پیما تھا تو 565ھ میں نورالدین نے کرک کا محاصرہ کرلیا۔ بقول ابن اثیر اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ یروشلم کی عیسائی ریاست کی توجہ اس کی طرف لگی رہے اور وہ نجم الدین سے متعارض نہ ہوں۔ جب نجم الدین بحفاظت گزر گیا تو نورالدین نے بھی محاصرہ اٹھالیا۔

فرنگیوں کا تعاقب

سلطان کو اطلاع ملی کہ فلپ اور ابن ہنفری دو لشکروں کے ساتھ اسلامی مقبوضات کی طرف بڑھ رہے ہیں تو وہ فوراً ان کی گوشمالی کیلئے آگے بڑھا۔ عیسائی مقابلے کی ہمت نہ پاکر دوسری طرف نکل گئے۔ اطمینان ہوجانے پر سلطان واپس دمشق لوٹ گیا۔

قضیۂ موصل

565ھ میں والی موصل قطب الدینؒ مودود نے وفات پائی تو فخر الدین عبدالمسیح (نصرانی) نے قطب الدین کی بیوہ سے سازش کر کے اس کے چھوٹے بیٹے سیف الدین کو ولایت موصل پر مامور کردیا۔ قطب الدین کا بڑا لڑکا عماد الدین باپ کے انتقال کے وقت موصل سے باہر تھا۔ وہ سیدھا نورالدین کے پاس دمشق پہنچا اور وزیر فخر الدین عبدالمسیح کے رویہ کی شکایت کی۔ سلطان کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔ یکم محرم 566ھ کو وہ موصل کی طرف روانہ ہوا جعبر کے قلعہ دار نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ سلطان نے سنجار پہنچ کر اس کا سخت محاصرہ کرلیا جو موصل کا فوجی مرکز تھا۔ امرائے موصل کے پے درپے خطوط سلطان کو موصول ہوئے کہ سلطان سنجار کے محاصرے سے اعراض کر کے موصل پر حملہ کردے تو وہ اس کا ساتھ دیں گے لیکن سلطان نے محاصرہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اہل سنجار نے حوصلہ ہار دیا اور اطاعت کرلی۔ سلطان نے سنجار کی حکومت عماد الدین کے حوالے کی اور دریائے دجلہ عبور کر کے حصن نینویٰ پر جا اترا۔ فخر الدین کے ظلم و تعدی سے

Marfat.com

اہل موصل تنگ آ چکے تھے۔ وہ در پردہ سلطان سے مل گئے۔ فخر الدین عوام کے رجحان کو بھانپ گیا اور سلطان سے معافی کا طلبگار ہوگا۔ سلطان نے اسے دمشق میں جاگیر عطا کی اور سلطان 13 جمادی الاول کو موصل میں داخل ہوا۔ سیف الدین نے بڑے احترام سے چچا کی قدم بوسی کی اور نور الدین نے اسے گلے لگا لیا۔ اس کے باپ کی تعریف کی اور اسے موصل پر مامور کیا۔ قلعہ موصل کی امارت پر اپنے خادم سعد الدین کو مامور کیا۔ سلطان نے موصل میں مشہور جامع مسجد نوری کی بنیاد رکھی جو 573ھ میں مکمل ہوئی۔ سلطان نے 20 یوم موصل میں قیام کیا پھر عازم دمشق ہوا۔

تسخیر عرقہ

مصر پر نور الدین کے قبضہ کے تھوڑی ہی دیر بعد عیسائی پھر سرکشی پر اتر آئے مصر سے شام جانے والے دو تجار کی کشتیوں کو عیسائیوں نے لاذقہ کے قریب لیا اور ملاحوں اور تاجروں کو گرفتار کر لیا۔ سلطان نے کشتیوں اور گرفتار شدگان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو عیسائیوں نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ سلطان نے برہم ہو کر شام، موصل اور جزیرہ سے فوجیں جمع کر کے انہیں چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو طرابلس کی طرف دوسرے کو انطاکیہ کی طرف، تیسرے کو صافیثا وعریمہ کی طرف بھیجا اور چوتھے حصے کو لے کر خود عرقہ پر حملہ آور ہوا۔ اسی اثناء میں فوج کا جو حصہ عریمہ وصافیثا کی طرف گیا تھا دونوں قلعے فتح کر کے عرقہ پہنچ گیا جس سے عرقہ پر دباؤ بڑھ گیا۔ شدید سنگ باری سے مجبور ہو کر اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور 567ھ کو سلطان قلعہ پر قابض ہو گیا۔

قلعۂ شوبک پر چڑھائی

صفر 567ھ کے آخر میں صلاح الدین نے نور الدین کی تحریک پر قلعہ شوبک پر حملہ کیا جو عیسائیوں کے مضبوط ترین قلعوں میں سے ایک تھا اور شام اور مصر کے تجارتی قافلوں کا اہم پڑاؤ تھا۔ عیسائی اکثر مسلمانوں کے قافلوں کو تنگ کرتے تھے۔ نور الدین بذاتِ خود بھی ایک لشکر جرار کے ساتھ شوبک کی طرف بڑھا۔ صلاح الدین نور الدین کے لشکر کی آمد کی خبر

Marfat.com

سن کر قاہرہ کے مخدوش حالات کے پیش نظر محاصرہ چھوڑ کر واپس لوٹ گیا اور سلطان کو معذرت نامہ لکھ بھیجا۔ سلطان نے بھی شوبک کا محاصرہ مناسب نہ سمجھا اور واپس لوٹ گیا۔

کرک کا ناتمام محاصرہ

سلطان نور الدین کے حکم پر صلاح الدین نے 568ھ میں کرک کا محاصرہ کر لیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ اسی اثناء میں نجم الدین کی وفات کی اطلاع ملی تو صلاح الدین محاصرہ چھوڑ کر واپس مصر روانہ ہو گیا۔

قلیج ارسلان سے جنگ

اسی سال نور الدین کی قلیج ارسلان سے جنگ چھڑ گئی جس نے ملطیہ اور سیواس کے حکمران کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلطان نے ان علاقوں کی واپسی کیلئے خط لکھا تو قلیج ارسلان نے پھینک دیا اور نور الدین کے قاصد کو بھی برا بھلا کہا۔ سلطان نے غضبناک ہو کر قلیج کے علاقوں پر حملہ کر دیا اور مرعش کیسون، بہنسی، مزربان اور سیواس وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ قلیج تابِ مقاومت نہ پا کر صلح کا خواستگار ہوا۔ چند شرائط پر صلح نامہ طے پا گیا۔ سلطان واپس دمشق لوٹ گیا۔

عیسائیوں سے آخری جنگ

568ھ (1172ء) میں ایک عیسائی شہزادے کی قیادت میں عیسائیوں نے حران کے نواحی علاقوں پر حملہ کر دیا اور سمسکین نامی گاؤں میں پڑاؤ کیا۔ سلطان ان دنوں کسوہ میں تھا۔ عیسائیوں کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر فوراً حرکت میں آ گیا۔ عیسائی لشکر سمسکین سے کوچ کر کے شلالہ چلا گیا اور سلطان عشترا میں ٹھہر گیا۔ یہاں سے فوج کے چند دستے طبریہ کی طرف روانہ کئے۔ ان دستوں نے طبریہ اور اس کے نواحی علاقوں پر شب خون مارا اور بہت سے مال غنیمت کے ساتھ عشترا پہنچے۔ راستے میں محاسہ کے مقام پر عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین گھمسان کی جنگ ہوئی۔ چھ گھنٹے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں کو گزرنے

Marfat.com

کا راستہ دے دیا اور یہ لوگ سلطان کی خدمت میں پہنچ گئے۔

سفرِ آخرت

569ھ (1174ء) میں سلطان محافظ دستہ کے ساتھ میدانِ قبلی احضر میں نماز عیدالفطر پڑھنے گیا۔ دوسرے دن سلطان امراء کے ساتھ میدانِ اخضر گیا اور کچھ دیر چوگان کھیلا۔ پھر باتوں میں مشغول ہو گیا۔ اثنائے گفتگو امیر ہمام الدین سابق حاکم حلب نے کہا کتنا مبارک دن ہے کہ آج ہم سب اس میدان میں جمع ہیں لیکن خدا معلوم اگلے سال ہم میں سے کون یہاں ہوگا۔ سلطان نے مسکرا کر جواب دیا "سال تو لمبا عرصہ ہے ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ایک ماہ کے بعد ہم سب یہاں جمع ہو سکیں گے یا نہیں۔ چند دن بعد سلطان کے گلے میں معمولی تکلیف ہوئی جو بعد میں خناق کی شکل اختیار کر گئی۔ سلطان اب قلعہ دمشق کے چھوٹے سے کمرے میں صاحب فراش ہو گیا۔ اطباء نے مقدور بھر علاج کیا لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اطباء نے متفق ہو کر تجویز کیا کہ سلطان کی فصد لی جائے لیکن سلطان نے اس تجویز کو رد کر دیا۔ سلطان کا وقت آ پہنچا تھا۔ چنانچہ 21 سوال 569ھ (1174ء) کو دنیائے اسلام کے اس بطل جلیل نے اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحلت کے وقت عمر 58 سال اور مدتِ حکومت 28 سال تھی۔ دمشق کے علماء و فضلاء نے آپ کو غسل دیا۔ رزق حلال سے تیار شدہ کپڑوں میں کفنایا اور مدرسہ نوریہ جسے سلطان نے موت سے قبل بڑے اہتمام سے بنوایا تھا میں اس فرزند جلیل کو دفنایا گیا۔ سلطان کا مزار آج بھی "مرقد نورالدین" کے نام سے مشہور ہے اور مرجع خلائق ہے۔

حلیہ

سلطان نورالدین محمود نہایت خوبرو اور موزوں اندام تھا۔ رنگ سرخ آنکھیں بڑی اور سیاہ، پیشانی کشادہ، طویل القامت اور بدن گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ داڑھی پر بال بہت کم تھے۔ چہرہ بارعب جس سے ہیبت ٹپکتی تھی۔

Marfat.com

اولاد

سلطان نے ساری زندگی میں صرف ایک شادی کی۔ بیوی کا نام رضیع خاتون بنت معین الدین تھا۔ یہ خاتون خود گھر کا سارا کام کرتی تھی۔ ایک لڑکا جس کا نام الملک الصالح اسماعیل تھا اور ایک لڑکی جس کا نام شمس النساء تھا۔ سلطان کی رحلت کے وقت اس کی عمر گیارہ سال تھی۔ دولت نوریہ کے تمام افراد نے اتفاق رائے سے الملک الصالح اسماعیل کو سلطان کا جانشین مقرر کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اوصاف ومحاسن

ہمیشہ کی طرح عیسائی اس دور میں بھی مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صلیبی جنونیوں کی یلغار کو روکنے کیلئے مردحر اور عظیم مجاہد نور الدین محمود زنگی کو مظلوم مسلمانوں کا نجات دہندہ بنا کر بھیجا جس نے بقول ابن جوزی صلیبیوں سے پچاس سے زائد شہر واپس لے لئے۔ یورپ کے تین بادشاہوں کو قیدی بنایا۔ اس کے چند نمایاں اوصاف درج ذیل ہیں۔

شوق جہاد

سلطان نور الدین محمود زنگی کا سب سے نمایاں اور درخشاں وصف اس کا بے پناہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو دین حق کی سربلندی اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اس کی سب سے بڑی آرزو تھی کہ درندہ صفت صلیبی وحشیوں کو نیست ونابود کر دے جو مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کرتے پھرتے یا پھر ان کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو جائے۔ سلطان ہمیشہ صف اول میں اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اپنے سپاہیوں کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔ جنگ سے پہلے سلطان وضو کرتا، دو رکعت نفل ادا کرتا اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر فتح ونصرت کی دعا کرتا پھر آیات جہاد تلاوت کرتے ہوئے لشکر کا چکر لگاتا۔ سلطان فطری طور پر سخت کوش اور شجاع تھا۔ لیکن بے پناہ جذبہ جہاد نے اسے اشجع الناس بنا

Marfat.com

دیا تھا۔اس کی راتیں عبادت میں اور دن میدان جہاد میں گھوڑے کی پشت پر یا چمڑے کے سادہ خیمے میں گزرتے تھے۔اس کی بے پناہ شجاعت اور جذبۂ جہاد ایسا نہ تھا کہ دوسروں پر اثر انداز نہ ہوسکتا۔ یہ اسی کی بے خوفی اور ہمت تھی جس نے مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونک دی تھی۔ وہ ایک بہادر سپاہی اور قابل جرنیل تھا۔ وہ آنے والے خطرات کے طوفان کو بھانپ گیا تھا جو صلیبی جنگجوؤں کی صورت میں عالم اسلام کو تہہ و بالا کرنے کیلئے بڑی سرعت کے ساتھ بڑھتا چلا آرہا تھا۔ وہ اسلام دشمن عیسائیوں کے سیلاب کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑا ہوگیا۔اس کی بہت بڑی خواہش تھی کہ ارضِ مقدس فلسطین سے صلیبیوں کو نکال باہر کرے لیکن اس کی یہ خواہش اس کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی اس کی وفات کے بعد اس کے دست راست صلاح الدین ایوبی نے اس کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

قناعت

سلطان نورالدین زنگی بڑا کفایت شعار اور قناعت پسند شخص تھا۔ وہ بیت المال سے صرف اسی قدر لیتا جس کی از روئے شریعت علماء نے اجازت دی تھی۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ سلطان بیت المال سے ایک حبہ تک نہ لیتا تھا۔ مالِ غنیمت سے جو کچھ اسے ملتا صرف اسی کو اپنے صرف میں لاتا۔ جو بچ جاتا اس سے مکانات، دوکانیں یا اراضی خرید لیتا۔ کہا جاتا ہے کہ حمص میں اس کی تین دوکانیں تھیں جن کے کرائے سے گھر کا خرچ چلتا تھا۔ایک دفعہ سلطان کی بیوی نے شکایت کی کہ اتنی کم رقم سے گھر کا خرچ بمشکل چلتا ہے۔ اس لئے میرے نفقہ میں کچھ اضافہ کردیجئے۔ سلطان نے غضبناک ہوکر جواب دیا۔ ''میرے پاس ان تین دوکانوں کی آمدنی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تمہیں اسی قدر آمدنی پر گذر اوقات کرنی ہوگی۔ خدا کی قسم میں تمہاری خاطر اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ نہیں بھروں گا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے قبضے میں بڑے بڑے ملک اور ان کے خزانے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ سب کچھ عام مسلمانوں کا ہے۔ میں تو صرف ان کا خزانچی ہوں۔ حمص کی تینوں دوکانیں میں تمہیں ہبہ کرتا ہوں۔ تم چاہو تو انہیں فروخت کرڈالو یا ان کا کرایہ وصول کرتی رہو'' بیگم یہ

Marfat.com

جواب سن کر خاموش ہوگئی اور پھر کبھی نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ نہ کیا۔

فیاضی ودریا دلی

سلطان نورالدین محمود فطرتاً فیاض اور سیر چشم تھا۔ فقراء ومساکین اور مستحقین کے ساتھ ایسا فیاضانہ سلوک کرتا تھا کہ اس کی سلطنت میں ڈھونڈے سے بھی کوئی حاجتمند نہ ملتا تھا۔ اس کی بے نظیر بخشش سے فقراء اور مساکین مالا مال ہوگئے تھے۔ صدقات وخیرات کی مد میں اس کے سالانہ خرچ کی اوسط دو لاکھ دینار تھی ایک مرتبہ لوگوں نے شکایت کی کہ آپ درویشوں کو بہت کچھ دے دیتے ہیں۔ سلطان نے غضبناک ہوکر فرمایا کہ تم لوگوں کو شرم آنی چاہئے کہ ایسی باتوں پر اعتراض کرتے ہو۔ وہ عوام وخاص کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ جنگ وجہاد کا اہتمام علماء، فضلاء، فقہا اور دوسرے اہل کمال کی سرپرستی، مساجد، مدارس، مسافر خانوں۔ خانقاہوں اور شفا خانوں کی تعمیر کا اہتمام اس کی فیاضی کا خاص مصرف تھے۔ 552ھ میں دمشق میں زلزلہ آیا تو ہزاروں لوگ بے گھر ہوگئے۔ سلطان نے جب تک ان کے گھر دوبارہ نہ بنوالئے چین سے نہ بیٹھا۔

شرافت نفس

سلطان انتہائی شریف النفس تھا۔ اس نے اپنی فوج کو وحشیانہ لوٹ مار اور قتل عام سے منع کر رکھا تھا۔ وہ دشمن کو بھی غم یا تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ 1161ء میں بالڈون شاہِ یروشلم مرگیا تو نورالدین کو مشورہ دیا گیا کہ یہ وقت فلسطین پر حملہ کرنے کیلئے موزوں ہے۔ سلطان نے جواب دیا کہ ''ہمیں ان کے حقیقی غم پر رحم کھانا چاہئے۔ ان کے نزدیک وہ ایک نہایت اچھا حکمران تھا۔ مناسب نہیں کہ ایسے موقع پر جب ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہوں اور وہ اپنے بادشاہ کا سوگ منا رہے ہوں ان پر حملہ کردوں'' اس سے بڑھ کر سلطان کی شرافت نفس کی کیا دلیل ہوسکتی ہے؟۔

خشیت الٰہی

سلطان کا دل خوفِ خدا سے لبریز تھا۔ اس کے ہر قول وفعل میں اس کی جھلک نظر آتی

Marfat.com

تھی۔ سلطان جب قرآن حکیم کی آیات سنتا تو آنکھوں سے سیل رواں ہو جاتا تھا۔ یہ خشیت الٰہی کا ہی اثر تھا کہ اس نے اپنی ساری زندگی اسلام کی سربلندی اور اہل ایمان کے تحفظ کیلئے گزار دی۔

مریضوں کی عیادت

سلطان ایک رحم دل انسان تھا۔ اس کے امیروں، قرابت داروں۔ ملازموں یا لشکریوں میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ ان کی عیادت کیلئے خود جاتا۔ مریض کی دلجوئی کرتا اور اس کا حوصلہ بندھاتا اس کیلئے دعائے خیر وصحت کرتا تھا۔ ضرورت مند مریض کی مالی اعانت بھی کرتا تھا۔ مریض یا زخمی کے صحت مند ہو جانے تک اس کی خبر گیری جاری رکھتا تھا۔

شجاعت

سلطان کی ساری زندگی شجاعت اور مردانگی سے عبارت تھی۔ میدانِ جنگ میں وہ صف اول میں ہوتا تھا۔ اگر کبھی ہنگام جنگ میں دشمنوں کے نرغہ میں آجاتا تو تائید الٰہی اور اپنی قوتِ بازو پر بھروسا کرتا تھا اور تن تنہا دشمن کو مارتا، کاٹتا اور صفوں کو چیرتا ہوا صاف نکل جاتا تھا۔ دشمن کی کثرتِ تعداد اور ہتھیاروں کی بہتات سے کبھی خوفزدہ نہ ہوتا تھا۔ اس کے سینے میں شیر کا دل تھا۔ اس کی شجاعت اور بے خوفی کے سامنے بڑے سے بڑے دشمن کا پتہ پانی ہو جاتا تھا اور دشمن کی جری سے جری فوج اس کی تاب مقادمت نہ رکھتی تھی۔

عدل وانصاف

کسی ملک، قوم اور حکومت کی بقاء اور استحکام کا دارومدار عدل وانصاف پر ہے۔ جس ملک میں عدل وانصاف نہیں ہوتا ملک ترقی نہیں کرسکتا۔ عدل وانصاف سے تہی دامن معاشرہ اور قوم فنا ہو جاتی ہے۔ سلطان نورالدین زنگی انصاف کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں عدل وانصاف کا کڑا نظام قائم کر رکھا تھا۔ جہاد کے بعد اس کی زندگی کا روشن ترین باب عدل وانصاف ہے۔ خلیفۂ بغداد نے اسے الملک العادل کا

Marfat.com

خطاب دیا تھا جس کا وہ حقیقی معنوں میں مستحق تھا۔ اس کے عدل وانصاف نے عہد رسالت، خلافت راشدہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کی یاد تازہ کر دی تھی اس کا نظام عدل اس قدر ہمہ گیر اور موثر تھا کہ ظالم خواہ کتنا ہی بااثر اور صاحب حیثیت ہوتا سزا سے نہیں بچ سکتا تھا۔ بقول ابن اثیر سلاطین اسلام میں سب سے پہلے نورالدین محمود نے مقدمات کے تصفیے کیلئے باقاعدہ دارالکشف بنوایا جسے دارالعدل کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس عدالت کی صدارت سلطان خود کرتا تھا۔ عدالت میں بڑے بڑے قاضی، فقہاء، محدث اور مفتی مشورہ کیلئے موجود ہوتے تھے۔ سلطان مقدمہ کے واقعات اور طرفین کے دلائل خود سنتا اور خود ہی فیصلہ صادر کرتا تھا۔ اس کے فیصلے عادلانہ اور منصفانہ ہوتے تھے۔ ملک میں ہر جگہ عدالتیں قائم تھیں جن کے قضاۃ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہوتے تھے۔ قضاۃ کا تقرر سلطان خود کرتا تھا۔ قانون عدل سے اس نے اپنی ذات کو بھی مستثنیٰ نہ رکھا تھا۔ اگر کبھی کوئی ایسا موقع پیش آتا جس میں اس کی حیثیت مقدمہ میں ایک فریق کی ہوتی تو وہ ایک عام آدمی کی طرح عدالت میں پیش ہوتا اور اپنے ساتھ کسی قسم کے امتیازی سلوک کی قطعاً اجازت نہ دیتا۔ دارالعدل کے قیام کے بعد سلطان کے سب سے بااثر اور معزز امیر اسدالدین شیرکوہ نے اپنے مصاحبین سے کہا کہ آج سے تم محتاط ہو جاؤ۔ آپس کے جھگڑوں کو احسن طریقے سے طے کرلو اور کسی پر زیادتی کرنے سے ہمیشہ کیلئے توبہ کرلو۔ اگر تم میں سے کسی کا مقدمہ دارالعدل میں پیش ہوا اور مجھے تمہاری وجہ سے دارالعدل میں حاضر ہونا پڑا تو ایسی سزا دوں گا کہ تم برداشت نہ کرسکو گے۔ اگر کسی شخص کو تم نے ناراض کیا ہے تو فوراً اسے کچھ دے دلا کر اس کی تالیف قلب کر کے راضی کرلو ایسا نہ ہو کہ وہ دارالعدل جا پہنچے۔ سلطان نے یہ واقعہ سنا تو کہا! ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے امراء کے دلوں میں کسی پر زیادتی کرنے سے مجتنب رہنے اور باہمی افہام وتفہیم کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہے کہ وہ ہمارے سامنے پیش ہونے سے پہلے ہی انصاف کے تقاضے پورے کرلیا کریں اور اپنے باہمی جھگڑے خوش اسلوبی سے طے کرلیں''۔

Marfat.com

ایک دفعہ ایک معمولی حیثیت کے آدمی نے حلب کے قاضی کی عدالت میں سلطان پر کسی شے کی بابت دعوی دائر کر دیا۔ سلطان ان دنوں ملکی انتظام میں بہت مصروف تھا۔ اس نے اپنی طرف سے ایک وکیل قاضی کی طرف بھیج دیا۔ قاضی نے فریقین کے دلائل سن کر حکم دیا کہ سلطان حلف اٹھائے۔ سلطان کو قاضی کے حکم سے مطلع کیا گیا تو وہ سب کام چھوڑ کر قاضی کی عدالت میں حاضر ہو گیا اور حلف اٹھایا۔ اس پر قاضی نے سلطان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ گو مدعی کا دعویٰ باطل ہو گیا تھا لیکن سلطان نے متنازعہ شے اپنی خوشی سے اسے ہبہ کر دی۔ سلطان کے دارالعدل کے دروازے پر کوئی دربان نہ ہوتا تھا۔ ہر کوئی بلا روک ٹوک اس تک پہنچ سکتا تھا اور اپنی فریاد براہ راست حاکم اعلیٰ کی خدمت میں پیش کر سکتا تھا۔ سلطان نے تمام عمال اور قاضیوں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ حاجب اور دربان نہ رکھے جائیں اور جب کوئی غریب اور بے کس آدمی فریق مقدمہ بن کر آئے تو اس سے نرمی اور کشادہ روی سے پیش آئیں تاکہ وہ اظہار مدعا بلا خوف کر سکے۔

فضل وکمال

سلطان نور الدین زنگی دینی علوم کا بحر ذخار تھا۔ قرآن، حدیث، فقہ، اصول، معانی و دیگر علوم اسلامیہ پر اسے عبور حاصل تھا۔ اس کی محفل میں ہر وقت علماء اور حفاظ موجود رہتے تھے۔ جن سے وہ مباحثے کیا کرتا تھا۔ وہ ہر مسئلہ کی صحیح تحقیق میں کوشاں رہتا تھا۔ سلطان کی تالیف ''فخر النوری'' اس کی تبحر علمی اور علم و ادب سے لگاؤ کی دلیل ہے۔ یہ ایک مسلمان فرمانروا کا ایک عظیم علمی و ادبی شاہکار ہے۔ وہ اپنے بعض دوستوں اور دشمنوں سے انشائے لطیف اور شعر میں خط و کتابت کرتا تھا۔ اس دور کے ایک ماہر انشاء پرداز قاضی عبدالرحیم بن البیسانی نے سلطان کے خطوط کی تدوین کی تھی جن سے سلطان کی اعلیٰ قوت تحریر، عمدہ ذوق لطیف اور شعر و ادب سے شغف کا ثبوت ملتا ہے۔

سادگی وانکسار

سلطان کی زندگی سادگی، تقویٰ اور انکساری کا نمونہ تھی۔ سلطان ایک درا ویش صفت

Marfat.com

انسان تھا۔ اسے شاہانہ کروفر سے نفرت تھی۔ اس نے ساری عمر سونا، ہیرے، جواہرات اور ریشم استعمال نہیں کئے اس نے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے خرچ کیلئے بیت المال سے کبھی ایک جبہ تک نہ لیا۔ اس کا لباس اور خوراک نہایت سادہ تھے۔ اس کے دسترخوان پر جو یا گیہوں کی خمیری روٹیاں اور گوشت ہوتا تھا کبھی روٹی میسر نہ ہوتی تو ابلے ہوئے گوشت اور سرکہ سے گزارا کرلیا جاتا۔ اس کی جائے رہائش چند سادہ کمروں پر مشتمل تھی۔ جن میں نہ قالین اور نہ ہی سونے چاندی کے ظروف ہوتے تھے۔ گھر میں کوئی ملازم نہ تھا۔ گھر کے سارے کام ملکہ خود کرتی تھی۔ سلطان کو راگ ورنگ کی محافل سے سخت نفرت تھی اس کی مجالس میں جہاد اور دینی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ سلطان کا لباس اور ہتھیار وہی تھے جو عام سپاہی استعمال کرتا تھا۔

اتباع سنت

سلطان سنت نبوی ﷺ کی متابعت، صوم وصلوٰۃ اور تلاوتِ قرآن کی مواظبت میں اپنی مثال آپ تھا۔ وہ گفتار و کردار میں اللہ کی برہان تھا۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں گزرتا تھا۔ روزانہ ہزاروں مرتبہ حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنا اس کا معمول تھا۔ زہد واتقاء اور عدل وخیرات کے بارے میں اس نے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا جسے "فخر النوری" کہا جاتا ہے۔ احادیث کی سماعت اور تلاوتِ قرآن اس کے معمولات میں شامل تھے۔ سلطان احادیث کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزارتا تھا۔ تہجد کی نماز پابندی سے ادا کرتا تھا۔ احکام قرآنی کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں کبھی کوتاہی نہ کرتا تھا۔ منکرات سے محترز اور اوامر کا صدقِ دل سے مطیع تھا۔ لشکر میں طبل اور قرنا بجانا موقوف کردیا تھا اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح فوج کو تکبیریں بلند کرکے حملے کیلئے بڑھاتا تھا۔ رمضان المبارک کی بے حرمتی کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ وسیع سلطنت میں کسی کو بھی احکام شریعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ تھی۔ منشیات کا ملک سے یکسر خاتمہ کردیا گیا۔ سلطان نے تمام عمر کبھی زبان دشنام آلودہ نہ کی۔ لہو

Marfat.com

لعب سے سلطان کو سخت نفرت تھی وہ اپنے امراء اور سپاہیوں کے ساتھ چوگان بازی میں شرکت کرتا تاکہ وہ خود، مجاہدین اور گھوڑے دشمنان خدا کے مقابلے میں ہمیشہ مستعد اور چاک و چوبند رہیں۔ ابن اثیر کے حوالے سے طالب ہاشمی رقمطراز ہے۔ ''کہ شاذ و نادر ہی کوئی حکمران ہوگا جس نے کھیل کو رضا جوئی الٰہی کا ذریعہ بنایا ہو سوائے نور الدین کے''۔ عام دینی مسائل میں وہ حنفی مسلک کا پیروکار تھا تاہم وہ وسیع المشرب اور تعصب سے پاک تھا۔ دوسرے مسلک کے علماء کے ساتھ اس کا سلوک ایسا ہی تھا جیسا حنفی علماء کے ساتھ وہ علماء سے احادیث کی سماعت کرتا اور ان پر عمل پیرا بھی ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حدیث کی سماعت کے دوران محدث نے بیان کیا کہ فلاں موقع پر حضور اکرم ﷺ تلوار لٹکائے ہوئے نکلے۔ سلطان نے اسی وقت بندھی ہوئی تلوار کھول کر لٹکالی اور حکم جاری کیا کہ تمام لشکری آئندہ تلوار کمر سے باندھنے کی بجائے گلے میں حمائل کیا کریں۔

سلطان کا اللہ تعالیٰ پر زبردست بھروسہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی سپاہ کے ساتھ صف اول میں لڑتا تھا۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ لڑتا ہوا دشمن کی صفوں میں دور تک گھس گیا۔ فقیہ قطب الدین نیشاپوری نے ایک دفعہ سلطان سے کہا'' خدا کیلئے مسلمانوں پر رحم کیجئے اور اس طرح خود لڑائی میں جاکر اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ میں نہ ڈالئے۔ خدانخواستہ آپ شہید ہوگئے تو مسلمانوں کا کوئی سرپرست و پشتیباں نہ ہوگا اور تمام مسلم ممالک پر عیسائی قبضہ کرلیں گے۔ یہ سن کر سلطان نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور فرمایا۔ ''قطب الدین! تم اتنے بڑے عالم ہو کر ایسی باتیں کرتے ہے۔ محمود کون ہے جس کے متعلق تم ایسی باتیں کرتے ہو؟ مجھ سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کس نے کی ہے۔ جو پہلے محافظ تھا وہ اب بھی محافظ ہے۔ حقیقی ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہی مسلمانوں کا حامی و ناصر ہے۔ خواہ محمود جیسے ہزاروں لڑائی میں کام آجائیں اس کی حفاظت و حمایت اسلام میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ محمود بیچارہ کس قطار و شمار میں ہے اور اس کی کیا مجال تھی کہ اتنی بڑی سلطنت قائم کرتا۔ یہ سب رب عزوجل کا کرم ہے کہ اس نے

Marfat.com

اپنے ایک ناچیز بندے کے ہاتھ پر اتنے بلاد فتح کرائے اور کفار کو ہزیمت دلائی"۔ قطب الدین یہ سن کر شرمندہ ہو گیا اور پھر کبھی سلطان سے ایسی بات نہ کی۔

سلطان کو کفر و شرک، بدعات، خانقاہی زندگی اور جاہل فقراء سے سخت نفرت تھی۔ تاہم وہ فقراء اور درویش جن کے اقوال و افعال سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھے ان سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کے قدموں میں بیٹھنا باعث سعادت اور نجات کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ موصل کے ایک بزرگ شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ جو علم و فضل کے بحر ذخار اور میدانِ طریقت کے شہسوار تھے۔ میدانِ جہاد میں دشمنوں کیلئے پیغام اجل تھے۔ فساق و فجار کی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے ان کا وجود رحمت ایزدی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایسی یگانۂ روزگار شخصیت سلطان کیلئے مرجع عقیدت بن گئی تھی۔ موصل میں سلطان کا قیام ان کے ہاں ہوتا۔ وہ سلطان سے نہایت لطف و کرم سے پیش آتے تھے۔

Marfat.com

سلطان صلاح الدین ایوبی

سلطان صلاح الدین ایوبی عالم اسلام کے اس نامور سپوت کا نام ہے جس نے چھٹی صدی ہجری اور بارہویں صدی عیسوی میں دشمنان اسلام وحشی فرنگیوں کے دنیائے اسلام کی طرف بڑھتے ہوئے طوفان کو روک دیا تھا۔ یہ وہی مجاہد اسلام ہے جو صلیبیوں کے طوفان کے سامنے مٹھی بھر اسلامیان کے ساتھ شمشیر خارا شگاف بکف سینہ تان کر چٹان کی طرح کھڑا ہو گیا۔ پھر چشم فلک نے فرنگیوں کی بربادیوں اور ہولناک تباہیوں کے وہ مناظر دیکھے جن کو الفاظ کا پیراہن پہنانا ممکن نہیں۔ اسلام کے یہ ازلی اور ابدی دشمن اسلام کے نقوش مٹانے کیلئے طلوع اسلام سے لے کر آج تک ہر محاذ پر سرگرداں ہیں اور مصروف رہیں گے عالم اسلام بالخصوص ان لوگوں کو جو اسلام کی بقاء اور اس کی سربلندی کی جنگ لڑ رہے ہیں ان کو اپنوں کی بے وفائیوں اور غیروں کی سازشوں سے شکستہ دل نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ مشکل ترین لمحات میں اپنے پروردگار کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ یقیناً وہ ان کی قیادت کیلئے کسی نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کو گوشۂ پنہاں سے نمودار کرے گا۔ انشاء اللہ باطل مٹ کر رہے گا اور باطل مٹنے والی چیز ہے۔ ہاں اپنے اکابرین کے کارناموں کو ضرور یاد رکھیں مگر اکابر پرستی نہ اختیار کریں بلکہ ان کی راہ پر چل کر آنے والی نسلوں کیلئے قابل فخر کارنامے سرانجام دیں۔ جب ہم اس روش پر چلیں گے تو دشمن ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا بلکہ اسے ذلیل ہونا پڑے گا۔ آیئے اس مرد آہن صلاح الدین یوسف کا مبارک تذکرہ کریں جس کی للکار سے عالم کفر پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

صلاح الدین یوسف 532ھ میں قلعۂ تکریت میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ نجم الدین ایوب بن شاذی اور چچا شیر کوہ، ملک العادل نور الدین زنگی کے معتمد اور مقرب تھے۔ نور الدین سے تقرب حاصل کر کے ان دونوں بھائیوں نے نام پیدا کیا۔ اور ایوبیہ خاندان

Marfat.com

کی بنیاد رکھی ان کا تعلق کردوں کی شاذی شاخ سے تھا جو کرد قوم میں اشرف مانی جاتی تھی۔ بعض مؤرخین نے نجم الدین کی جائے پیدائش دوین، بعض متجتان اور بعض جبل جور بتاتے ہیں۔ نجم الدین کا باپ تقی الدین عمر شاذی تھا۔ شاذی سے اوپر ان کے نسب کا پتہ نہیں چلتا۔

نجم الدین ایوب اپنے سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ وہ ایک عابد، زاہد، نیک سیرت، رحیم و کریم، حسن اخلاق کا پیکر تھا۔ وہ ہنر پرور اور علماء و فضلاء کا قدردان تھا۔ اس نے موصل میں تربیت پائی تھی۔ مجاہد الدین نے اس کی ذہانت اور جوانمردی دیکھ کر اس کو قلعۂ تکریت کا حاکم مقرر کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ موصل میں سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی خدمت میں تھا اور اس نے نجم الدین کو قابل پا کر تکریت کا والی مقرر کر دیا۔ اس کی معدلت سے رعایا خوش تھی۔ سلطان مسعود کے دور میں تکریت کا قلعہ مجاہدین کو بخش دیا گیا اور مجاہدین نے نجم الدین کو بدستور قلعہ کا والی رہنے دیا۔ ایوب اپنے بھائی اسد الدین شیرکوہ کو بھی تکریت لے آیا۔

526ھ میں جب عماد الدین زنگی عراق سے شکست کھا کر تکریت سے گزرا تو نجم الدین ایوب نے اس کی بہت خدمت کی اور کشتیوں کا انتظام کر کے عماد الدین اور اس کے ہمراہیوں کو دریائے دجلہ عبور کروایا۔ ایک روایت کے مطابق اسد الدین شیرکوہ کے ہاتھوں ایک عیسائی مارا گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ تیر اندازی کرتے وقت خود نجم الدین سے بہروز کے عیسائی غلام کو تیر لگ گیا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو دونوں بھائی تکریت سے بھاگ کر شام میں عماد الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی سال 526ھ کو صلاح الدین یوسف تکریت میں پیدا ہوا۔ نجم الدین نے اس کی ولادت کو منحوس خیال کیا تھا اور اس کا نام رکھنے کی بھی پرواہ نہ کی تھی لیکن ایک عیسائی نے اس موقع پر پیشین گوئی کی تھی کہ۔

"یہ تولید نہایت سعید ہوگی اور صلاح الدین ایک دن عظیم الشان بادشاہ بنے گا"۔

عماد الدین دونوں بھائیوں سے بڑی تکریم سے پیش آیا اور ان کو جاگیریں عطا کیں اور اپنے خاص لشکریوں میں شامل کر لیا۔ جب عماد الدین نے بعلبک کا قلعۂ فتح کیا تو نجم

Marfat.com

الدین کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ بقول طالب ہاشمی (25-124ھ) محاصرۂ جعبر کے دوران جب ایک مملوک نے عماد الدین زنگی کو شہید کر دیا تو نجم الدین بھی اس لشکر کے ساتھ تھا۔ امیر اسد الدین شیر کوہ (صلاح الدین کا چچا) سلطان کی شہادت کی خبر سن کر فوراً نور الدین کے خیمہ میں پہنچا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ شیر کوہ موصل سے چل کر نور الدین کے پاس آیا اور اسے اپنے جانثاروں کے ساتھ فوراً حلب چلے جانے کا مشورہ دیا کیونکہ مرکز حکومت موصل کی فوج عوام، وزیر اعظم جمال الدین الجواد کے زیر اثر تھے اور وہ سیف الدین غازی کا زبردست حامی تھا۔ نور الدین نے شیر کوہ کا مشورہ قبول کر لیا اور وہ ربیع الآخر 541ھ میں حلب میں داخل ہوا اور شیر کوہ نے عوام سے نور الدین کی بیعت لی۔ اس وقت نجم الدین ایوب قلعہ بعلبک کا حاکم تھا۔ جب لشکر دمشق نے قلعۂ بعلبک کا محاصرہ کر لیا تو ایوب نے سیف الدین غازی سے مدد طلب کی لیکن وہ ایوب کی مدد نہ کر سکا تو نجم الدین نے قلعہ دمشقیوں کے حوالے کر کے جاگیریں حاصل کر لیں اور اس کے بعد وہ دمشق کا سالار اعظم بن گیا۔ جب نور الدین نے دمشق فتح کرنے کا عزم کیا تو شیر کوہ کے ذریعے نجم الدین نے سلطان کی مدد کی اور دمشق فتح ہونے پر نور الدین نے دونوں بھائیوں کو ان کی خدمات کے صلہ میں جاگیریں عطا کیں اور نجم الدین کو اپنے اصحاب میں شامل کر لیا۔

قاضی سراج الدین احمد نے "صلاح الدین ایوبی" کے صفحہ 121 پر مشہور فرانسیسی مؤرخ مچاڈ کا بیان لکھا ہے کہ جب وحشی فرنگیوں نے دوسرے کروسیڈ میں جس میں فرانس اور جرمنی کے دونوں بادشاہ شامل تھے۔ 1148ء (542ھ) میں دمشق پر حملہ کیا تو اس موقع پر مچاڈ کہتا ہے کہ

"اس محاصرہ کا قابل ذکر امر یہ ہے کہ ایوب جو خاندانِ ایوبیہ کا سردار تھا اور دمشق کی فوج کا حاکم، اس کے ساتھ اس کا نوعمر لڑکا صلاح الدین بھی تھا جو عیسائیوں پر ایک دن ایسا غالب آنے والا تھا کہ یروشلم کا مالک ہو جاوے"۔

طالب ہاشمی نے اپنی کتاب "نور الدین زنگی" کے صفحہ 160 پر لکھا ہے کہ مجیر الدین

Marfat.com

حاکم دمشق 546ھ (1151ء) میں سلطان نور الدین زنگی سے ملاقات کیلئے حلب آیا۔ اسی سال صلاح الدین یوسف اپنے چچا اسد الدین شیر کوہ کے پاس حلب آیا اور شیر کوہ نے اسے سلطان نور الدین کی خدمت میں پیش کیا۔ صلاح الدین کی پیشانی سے بڑائی کے نشانات نمایاں تھے۔ سلطان کی مردم شناس نگاہ نے اس کی غیر معمولی لیاقت اور فہم وفراست کا اندازہ کرلیا اور اس کو نہ صرف اپنے مصاحبین خاص میں شامل کرلیا بلکہ مختلف شہروں میں کئی جاگیریں بھی عطا کیں۔

549ھ میں دمشق کی فتح میں اسد الدین شیر کوہ کی شجاعت اور بہادری کا بڑا دخل ہے۔ ایک روایت کے مطابق شیر کوہ کی سفارش پر نجم الدین کو سلطان نے جاگیریں دیں اور دمشق کا انتظام اور حفاظت اس کے سپرد کردی۔ نجم الدین نے اپنے بڑے بیٹے توران شاہ کو دمشق کا شحنہ مقرر کیا بعد میں صلاح الدین اس عہدے پر فائز ہوا۔

لڑائیوں میں شیر کوہ نور الدین سے پہلے اور ہر جگہ موجود ہوتا تھا۔ نور الدین کی بعض فتوحات تنہا شیر کوہ کی قوتِ بازو کا نتیجہ تھیں۔ نجم الدین کو تمام خواص کے علاوہ شیر کوہ پر بھی یہ فضیلت حاصل تھی کہ اس کو نور الدین کے سامنے بلا اجازت بیٹھنے کی اجازت تھی اور یہ عزت کسی اور کو حاصل نہ تھی۔ 552ھ میں نور الدین کی پہلی بیماری کے موقع پر اس نے شیر کوہ کو اپنے خواصوں میں وصی بنایا۔ 554ھ میں نور الدین کی دوسری بیماری کے موقع پر اس کا بھائی نصرت الدین دمشق پر قبضہ کے لئے بڑھا تو یہ شیر کوہ ہی تھا جو آندھی کی طرح تیزی سے اس کی راہ میں مزاحم ہوا۔ 556ھ میں نور الدین کی غیر حاضری میں یروشلم کا عیسائی حکمران موقع پا کر دمشق پہنچ گیا۔ نجم الدین ایوب نے جو شہر دمشق کا گورنر تھا اس کو ٹال دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس تمام عرصہ میں شہر دمشق کا انتظام اور حفاظت نجم الدین ایوب کے سپرد تھی۔ ابی طے کا بیان ہے کہ صلاح الدین دمشق کی کوتوالی اور دیوان کا والی مقرر کیا گیا تھا۔ وہ کچھ دن اس عہدہ پر رہا۔ پھر صاحب دیوان ابی سالم ہمام سے اس کی عداوت ہوگئی تو صلاح الدین حلب چھوڑ کر دمشق چلا گیا۔ نور الدین نے ابن ہمام کی داڑھی منڈوا

Marfat.com

دی اور سارے دمشق میں گھمایا۔ پھر صلاح الدین کو اپنے خواص میں شامل کر لیا۔ سلطان سفر و حضر میں صلاح الدین سے جدا نہ ہوتا تھا۔ صلاح الدین چوگان کھیلنے کا بڑا ماہر تھا اور نور الدین اس کھیل کو بہت پسند کرتا تھا۔ نور الدین کی صلاح الدین سے محبت کا ایک سبب اس کا چوگان میں مشتاق ہونا بھی تھا۔ نور الدین اس دلچسپ کھیل میں صلاح الدین کے ساتھ ہمیشہ شریک رہتا تھا۔ 563ھ میں حلب میں دونوں چوگان کھیل رہے تھے کہ صلاح الدین کا گھوڑا اچھل کر گر پڑا۔

اسی سال نور الدین نے صلاح الدین کو کفرتاب اور حلب میں جاگیریں دیں۔ غرض صلاح الدین نے نور الدین عادل کے دامن فیض میں ہی تربیت حاصل کی تھی اور اس نامور یگانہ شخص سے بہت سے اوصاف کا سبق حاصل کیا تھا۔

ایک دفعہ صلاح الدین اور نور الدین کا غلام امین حماۃ میں ایک جگہ سوئے ہوئے تھے کہ سخت زلزلہ آیا۔ شہر کی تمام عمارات گر گئیں لیکن جس مکان میں صلاح الدین سویا تھا وہ بچ گیا۔

صلاح الدین مصر میں

مصر کی زوال پذیر فاطمی حکومت کے آخری تاجدار عاضد الدین اللہ کا دربار وراثت کے تنازعات اور وزراء کی سازشوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اقتدار کی رسہ کشی اپنے عروج پر تھی۔ وزراء کی اکھاڑ پچھاڑ کے باعث دربار میں عیسائیوں کا عمل دخل بڑھ گیا تھا۔ عاضد کے وزیر ملک صالح کو امراء نے 556ھ میں قتل کر دیا تھا۔ چند روز وزارت کرنے کے بعد اس کے بیٹے زریک کو بھی شادر نے قتل کروا دیا پھر شادر کو ضرغام نے شکست دے کر شام کی طرف بھگا دیا۔ ضرغام نے اس کے دو بیٹوں اور جواں سال بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔

شادر فریاد لے کر نور الدین کے پاس آیا اور مدد کی اپیل کی۔ چنانچہ نور الدین نے شیرکوہ کی قیادت میں ایک لشکر شادر کے ساتھ روانہ کیا جو 558ھ میں مصر میں داخل ہوا۔ ضرغام کا بھائی ملہم مزاحم ہوا مگر شکست کھا کر قتل ہوا اور ضرغام کو بھی قتل کر دیا گیا۔ وزارت پر شادر کا قبضہ ہو گیا تو وعدے کے برعکس اس نے مصارف جنگ اور مصر کی آمدنی کا ثلث

Marfat.com

دینے سے انکار کر دیا اور صرف تیس ہزار دینار شیر کوہ کو دے کر ٹالنا چاہا۔ نوبت جنگ تک پہنچ گئی۔ صلاح الدین کو جو اس فوج میں اپنے چچا کے ساتھ شامل تھا شیر کوہ نے سامان جنگ و رسد جمع کرنے کیلئے بلبیس بھیجا۔ شادر نے یروشلم کے حکمران اموری کو مدد کیلئے بلا لیا شادر نے اسے فی پڑاؤ ایک ہزار دینار اور سامان رسد دینے کا بھی وعدہ کیا۔ شیر کوہ قاہرہ سے بلبیس چلا گیا۔ مصری اور عیسائی فوجوں نے بلبیس کا محاصرہ کر لیا نور الدین کو اطلاع ملی تو اس نے عیسائی علاقوں کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔ اس نے شاہ انطاکیہ برنس (بوہیمنڈ) اور قومس (ریمنڈ) صاحب طرابلس کو گرفتار کر لیا اور ان کے علاقے فتح کرتا چلا گیا۔ مصر میں جب عیسائیوں کو اطلاع ملی تو ناچار ہو کر انہوں نے 60 ہزار دینار دے کر شیر کوہ سے صلح کر لی اور اپنے علاقوں کی راہ لی۔ شیر کوہ بھی دمشق لوٹ آیا۔ بہاء الدین بن شداد نے سیرت سلطان میں لکھا ہے کہ

''اس یورش میں شیر کوہ کی نظر میں صلاح الدین کی اتنی قدر ہو گئی کہ اس کے مشورے کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہ کرتا تھا اور روز بروز اس کی اقبال مندی اور سعادت رائے کی پختگی اور اس کی حرکات کی برکات سے فتح مندی اور کامیابی کے آثار نظر آنے لگے''۔

دوسری مہم

فرنگیوں اور شیر کوہ نے مصر کی دولت مندی اور صنعت کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ نور الدین کے مشورے اور اجازت سے شیر کوہ ربیع الاول 562ھ بمطابق 1167ء میں دو ہزار سپاہ کے ہمراہ مصر روانہ ہوا۔ شیر کوہ کی پیش قدمی کی خبر پا کر مصری اور فرنگی مزاحم ہوئے تو شیر کوہ بانین (Banain) کی طرف چلا گیا۔ شیر کوہ اگرچہ دشمن سے لڑنے پر تلا ہوا تھا لیکن دشمن کی کثیر تعداد اور اپنی دو ہزار سپاہ کے پیش نظر فوج میں ضعف کے اندیشے کا احتمال تھا۔ پھر اس کے سرداروں نے بھی قلت تعداد و سامان حرب کو پیش نظر رکھتے ہوئے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا مگر ایک دلیر اور بہادر سردار شرف الدین برغش نے اسے بزدلی اور نمک حرامی قرار دیا اور اللہ پر بھروسہ کر کے جنگ کرنے پر تیار کر لیا۔ شیر کوہ اور صلاح الدین نے بھی

Marfat.com

اس کی تائید کی اور ایسی جنگی حکمت عملی اختیار کی کہ قلیل تعداد نے کثیر التعداد دشمن کو شکست دی۔ بہت سے ظالم فرنگی مردار ہوئے اور بہت سے قیدی بنا لئے گئے۔ یہ شاندار اور عظیم فتح تھی اس کے بعد شیر کوہ نے شادر کو صلح کا پیغام بھیجا اور مشترک فوج سے فرنگیوں کا نام ونشان مٹانے کا وعدہ دیا لیکن شادر نے غداری کی روش اختیار کئے رکھی اور شیر کوہ کا مراسلہ فرنگیوں کو دکھا دیا۔ شیر کوہ نے اسکندریہ پر قبضہ کر کے وہاں صلاح الدین ایوبی کو چھوڑا اور صعید مصر کی طرف چلا گیا۔ قاہرہ پہنچ کر فرنگی پھر منظم ہو کر اسکندریہ پر حملہ آور ہوئے اور اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا جو تین ماہ تک جاری رہا۔ صلاح الدین نے بڑی جاں بازی سے اسکندریہ کا دفاع کیا مگر خورد ونوش کی قلت سے محصورین کو بہت مشکلات پیش آئیں۔ شیر کوہ کوشش کے باوجود قاہرہ فتح کرنے میں ناکام رہا۔ وہ اسکندریہ کی طرف لوٹ آیا۔ شام کے عیسائیوں پر نور الدین کے تابڑ توڑ حملوں نے انہیں مصر چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ 50 ہزار دینار پر صلح ہوگئی۔ شادر نے فرنگیوں کو شام لوٹ جانے کے عوض ایک لاکھ دینار سالانہ اور ایک دستہ عیسائی فوج کا مصریوں کے خرچ پر قاہرہ میں رہنا منظور کر لیا۔ شیر کوہ نے ان لوگوں کی امان کا وعدہ لیا جنہوں نے ان کی مدد کی تھی اموری نے شیر کوہ سے قسمیہ وعدہ لیا کہ وہ پھر مصر کو نہ چھیڑے گا۔

تیسری مہم

اموری شاہِ یروشلم نے مصر سے واپسی پر شاہ قسطنطنیہ کی بھتیجی سے شادی کر لی۔ شاہِ قسطنطنیہ مینوئل نے فوج اور جہازوں کی مدد دے کر اموری کو مصر پر حملہ کے لئے آمادہ کر لیا۔ چنانچہ 564ھ بمطابق 1168ء کو اموری نے بلبیس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا۔ شادر قاہرہ میں محصور ہو کر فرنگیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ شادر اور خلیفہ عاضد نے نور الدین اور شیر کوہ کو دردناک عرض داشتیں امداد کے لئے لکھیں۔ نور الدین نے شیر کوہ کو اس مہم پر مامور کیا۔ جب اس نے صلاح الدین کو ساتھ لے جانا چاہا تو وہ مصر جانے پر راضی نہ تھا کیونکہ اس نے محاصرہ اسکندریہ میں جو صعوبتیں

Marfat.com

جھیلی تھیں وہ ہرگز قابل فراموش نہ تھیں۔ تاہم نورالدین کے کہنے پر صلاح الدین مصر جانے پر تیار ہو گیا۔ 7 ربیع الاول 564ھ کو وہ قاہرہ پہنچا مگر شادر نے پھر فریب کاریوں کی انتہا کر دی۔ شیرکوہ کے لشکر کے لئے جن جاگیروں اور روپیہ کا اقرار کیا تھا اسے ٹالنا چاہا۔ وہ تو شیرکوہ کو قتل کرنے کی بھی سازشیں کر رہا تھا۔ ایک دن صلاح الدین اور عزالدین جردیک نے اسے موقع پا کر گرفتار کر لیا اور خلیفہ عاضد کے مطالبے پر اسے قتل کر کے اس کا سر خلیفہ کو بھیج دیا اس کے بعد منصب وزارت ملک منصور اور امیر الجیوش کے القابات کے ساتھ شیرکوہ کے سپرد ہوا مگر شیرکوہ نے 23 مارچ 1169ء کو مرض خناق سے وفات پائی تو اپنی جانشینی کی وصیت صلاح الدین کی نسبت کر گیا۔

صلاح الدین وزارت مصر پر

شیرکوہ کی وفات کے بعد وزارت کے منصب پر خلیفہ عاضد نے فقیہ ضیاء الدین عیسیٰ ہکاری کے مشورے سے صلاح الدین کو ملک الناصر کے لقب سے فائز کیا۔ وزارت کا عہدہ سنبھالتے ہی صلاح الدین نے بے مثال فیاضی اور داد و دہش سے کام لیا۔ شیرکوہ کی جمع کردہ تمام دولت فوج میں تقسیم کر دی۔ مصر کے خزانے سے بھی بہت کچھ دیا۔ ہر طرح سے لوگوں کی تالیف قلب کی امراء اور اکابرین کو جاگیریں دیں۔ علماء، فضلاء اور مساکین کی دلجوئی اور سرپرستی کی۔ چند دنوں کے اندر اندر عوام و خاص سب کو ساتھ ملا لیا۔ خود اس نے انتظام سلطنت، اسلام کی خدمت اور رعیت کی خبرگیری میں بڑی قابلیت اور مہارت کا مظاہرہ کیا۔ شراب نوشی کی عادت ترک کر دی۔ اس نے نیکی اور بزرگوں کی روش اختیار کی۔ علماء و فضلاء کو جمع کرنا شروع کیا۔ شام سے اپنے دوستوں کو بلا لیا اور بعض کو وہیں تحائف بھیجے۔ مصر کے شیعوں کے مقابلہ میں اہل سنت کے مسلک کی تائید کی۔ صلاح الدین ایوبی کے وزیر مقرر ہونے کے بارے میں فرانسیسی مؤرخ مچاڈ لکھتا ہے:

''شیرکوہ کی وفات پر بادشاہِ مصر نے جو اپنی طاقت کے لئے کانپ رہا تھا، صلاح الدین کو وزیر مقرر کیا کیونکہ اس کی لیاقت اور شہرت کو اس غرض سے ناقابل کرتا تھا کہ وہ اس

Marfat.com

کی طاقت کو غصب کرے گا۔ لیکن ایوب کے بیٹے نے بادشاہ اور فوج کے دونوں خیالات جو اس کو ایک عیش پسند سپاہی اور بے ہوش خیال کرتے تھے، غلط ثابت کر دیا۔ اس نے اپنے چال چلن کو بدل دیا۔ اور اپنے اطوار کی اصلاح کی۔ اب تک وہ صرف کاہلی اور حرم کی تاریکی کے قابل معلوم ہوتا تھا لیکن دفعتہً ایک نیا آدمی بن گیا جو سلطنت کے لئے پیدا ہوا تھا۔ اس کی سنجیدگی امراء کے دلوں میں اس کا رعب اور غیرت پیدا کرتی تھی۔ اس کی فیاضی نے فوج کو اس کے واسطے جان دینے پر آمادہ کر دیا۔ اس کے زہد و اتقاء کی شدت اور عبادت نے تمام مسلمانوں میں اس کو عزیز بنا دیا۔ ایک مذہبی انقلاب نے جو اس نے بغیر تکلیف اور خون گرانے کے پیدا کر دیا اس کی عقلمندی اور رحم دلی ثابت کر دی اور ظاہر کر دیا کہ اس کے مقدر میں غیر معمولی عظیم امور کا انجام دینا لکھا ہے۔ بادشاہِ بغداد نے فاطمیوں کے مذہب کو برباد کر دینے کے واسطے عام طور پر مبارک باد دی۔ اور خلعتیں بھیجیں۔ شاعروں نے اس کے نام کو مشتہر کیا"۔

سوڈانی حبشیوں کی بغاوت

مصر میں سوڈانی حبشیوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ ان کا سردار خواجہ سرا موتمن الخلافہ تھا جو قصر خلافت کا منتظم اعلیٰ اور محافظ تھا۔ خلیفہ سے براہِ راست تعلق کی بنا پر بڑا با اثر تھا۔ ہر وزارت کسی نہ کسی طرح اس کے زیر کنٹرول ہوتی تھی۔ صلاح الدین نے جب اپنی مرضی سے کاروبارِ حکومت چلانا شروع کیا اور ان حبشیوں کو کوئی اہمیت نہ دی تو موتمن کو صلاح الدین کی روش ناگوار گزری۔ اس نے صلاح الدین کو مصر سے نکالنے کی ٹھان لی۔ اور ایک خط صلیبیوں کو لکھ کر ان سے مدد مانگ لی۔ اتفاق سے یہ خط کسی طرح صلاح الدین کے کسی آدمی کے ہاتھ آ گیا۔ خط پڑھ کر صلاح الدین نے موتمن کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ موتمن بھاگ نکلا صلاح الدین نے اس کی تلاش جاری رکھی۔ 25 ذی قعد 564ھ کو وہ فرقانیہ کے گاؤں سے گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ اس واقعہ سے مشتعل ہو کر 50 ہزار حبشیوں نے ایوان وزارت پر حملہ کر دیا۔ صلاح الدین اور اس کے بھائی شمس الدین توران شاہ نے

Marfat.com

خوب مقابلہ کیا اور شورش پسندوں کو کچل دیا اس سے مصر میں صلاح الدین کی پوزیشن مستحکم ہوگئی اور قصر خلافت کا نظم ونسق بھی اس کے ہاتھ آ گیا۔ صلاح الدین نے قصر خلافت کا منتظم امیر بہاء الدین قراقوش کو مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی قصر خلافت میں داخل نہ ہو۔

دمیاط پر عیسائی حملہ

مصر پر صلاح الدین کے قبضہ سے یروشلم کی فرنگی حکومت چکی کے دو پاٹوں میں پھنس گئی تھی۔ چنانچہ 565ھ میں اموری شاہ یروشلم نے مصر کے ساحلی شہر دمیاط پر حملہ کر دیا۔ اس کی مدد کے لئے مینوئل شاہِ قسطنطنیہ اور صقالیہ (سسلی) کے عیسائیوں نے جنگی بیڑوں پر سامانِ حرب اور افواج بھیج دیں جنہوں نے دمیاط کا محاصرہ کر لیا۔ ادھر صلاح الدین نے بھی دمیاط کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنا دیا۔ خلیفہ عاضد نے دس لاکھ دینار صلاح الدین کو دیئے اور نور الدین کو صورت حال سے آگاہی کے خطوط روانہ کئے۔ نور الدین نے پے در پے صلاح الدین کی مدد کے لئے مجاہدین کے جتھے روانہ کرنے شروع کر دیئے اور خود فرنگیوں کے علاقوں پر حملے شروع کر دیئے۔ صلاح الدین نے وحشی فرنگیوں کی رسد کے راستے بند کر دیئے۔ فرنگیوں پر جب اندر اور باہر سے کاری ضربیں لگیں تو وہ مصیبت میں پھنس گئے۔ فرنگی گھبرا گئے اور شکست کھا کر دمیاط کا محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ صلاح الدین کامران ہوا۔ نور الدین نے اس کامیابی پر خلیفہ عاضد کو مبارک باد لکھ بھیجی اور صلاح الدین کی بھی تعریف کی۔

خاندان ایوبیہ مصر میں

صلاح الدین نے فتح مصر کے بعد اپنے بھائیوں اور اقارب کو مصر بلا بھیجا تا کہ اس کی زندگی کی مشابہت حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ پوری ہو جائے۔ نجم الدین ایوب نے نور الدین سے اجازت چاہی کہ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مصر چلا جائے۔ اجازت ملنے پر اس نے اپنی جائیداد اور املاک مستحقین کو بخش دیں اور اپنے ایوان کو وقف کر

Marfat.com

دیا۔ جمادی الآخر 565ھ کو دمشق سے روانہ ہوا۔ نور الدین اس کو الوداع کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ہمراہ اس الماء تک گیا۔ ایوب جب مصر پہنچا تو یوسف کی طرح صلاح الدین اپنے باپ کے استقبال کے لئے نکلا۔ خلیفہ عاضد نے بھی اپنے محل سے نکل کر ہلیلہ کے درخت تک ایوب کا استقبال کیا۔ خلعتیں عطا کیں اور اپنے قصر کے نزدیک محل عطا کیا اور ملک افضل کا خطاب بخشا۔ دمیاط، بحیرہ اور سکندریہ جاگیر میں دیئے۔ شمس الدین بن ایوب کو اسوان، قوص اور عیذاب جاگیر میں بخشے جن کا خراج 20 لاکھ 16 ہزار آیا۔ صلاح الدین نے وزارت اپنے باپ کے سپرد کرنی چاہی مگر اس نے صرف خزانے کا اہتمام اپنے ذمہ لیا۔

فاطمی خلافت کا خاتمہ

عباسی خلیفہ مستنجد باللہ کی تاکید پر نور الدین نے ایک بڑا مقصد نجم الدین کے سپرد کیا تھا کہ مصر میں سلاطین عباسیہ کا خطبہ پڑھوایا جائے لیکن اس مقصد کے لئے یہ مناسب وقت نہ تھا۔ البتہ 566ھ میں شیعہ قاضیوں کو صلاح الدین نے معزول کر دیا اور صدر الدین کو مصر، قاہرہ اور اس کے اردگرد کا قاضی مقرر کر دیا اور اذان سے حی علی خیر العمل کے الفاظ خارج کر دیئے۔ محرم 567ھ میں صلاح الدین نے نور الدین کے اصرار پر پہلے جمعہ کے وقت عباسی خلیفہ مستضی بامر اللہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ علوی خلیفہ عاضد ان دنوں بیمار تھا۔ مصر میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اطلاع کے بغیر عاضد 12 محرم 567ھ کو فوت ہو گیا۔ صلاح الدین نے عاضد باللہ کے پسماندگان سے اچھا سلوک کیا۔ ان کی تعظیم و تکریم کی۔ علیحدہ مکانات اور خرچ دیئے۔

مصر کا مختار کل

12 محرم 567ھ کو خلیفہ عاضد کی وفات کے بعد صلاح الدین مصر کی سلطنت کا مختار کل تھا تاہم وہ نور الدین کا نائب ضرور تھا۔ خلیفہ کے قصر سے بے انتہا قیمتی اسباب ملے جن کی فروخت دس سال تک جاری رہی ان اسباب کا بیشتر حصہ صلاح الدین نے اپنے لشکر

Marfat.com

اورخویش واقارب میں تقسیم کیا۔

محاصرہ کرک وشوبک اور ایوب کی وفات

568ھ میں صلاح الدین نے کرک اور شوبک پر بڑا حملہ کیا۔ کیونکہ فرنگی اس علاقہ سے گزرنے والے حجاج کے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ اسی اثنا میں نجم الدین ایوب چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے پر سے گر پڑا اور نو دن کے بعد فوت ہوگیا۔ صلاح الدین باپ کے بارے میں خبر پاکر محاصرہ چھوڑ کر واپس آگیا مگر اس کا باپ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وفات پاچکا تھا۔ اس کو اسد الدین کے پاس دفن کیا گیا۔ مگر دو سال بعد دونوں بھائیوں کی لاشوں کے تابوت مدینہ لاکر وزیر جمال الدین اصفہانی کی قبر کے پاس دفن کیے گئے۔

یمن پر قبضہ

عمارہ یمنی شاعر کی تحریک پر توران شاہ شمس الدولہ نے 569ھ میں نوبہ اور یمن پر حملہ کردیا۔ عبدالنبی (مشرک) کو زبید میں شکست دی اور قید میں ڈال دیا۔ بعد میں اس کے نائب سیف الدولہ نے اسے قتل کردیا۔ عدن محلات، مدینۃ الجند اور صنعاء کو فتح کیا۔ صلاح الدین کی سلطنت میں نور الدین اور بغدادی خلفاء کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔

علوی حکومت کی بحالی کی سازش

اس سال 569ھ میں عمارہ یمنی شاعر اور عبدالقوص جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کو مصر کے دفینوں کا علم ہے نے ایک جماعت سے مل کر صلاح الدین کو قتل کرنے یا عیسائیوں کی مدد سے مصر سے مار بھگانے کی سازش کی اور مصر پر عاضد کے وارثوں کا قبضہ کرانے کی تدابیر کیں۔ صلاح الدین کو خبر ہوئی تو اس نے دو قصروں کے درمیان باغیوں کو پھانسی دے دی۔ کہا جاتا ہے کہ عمارہ نے شمس الدولہ کو یمن پر حملہ آور ہونے کا مشورہ اس لئے دیا تھا تاکہ صلاح الدین کی طاقت بٹ جائے۔

Marfat.com

مصری حساب طلبی

عاضد کی وفات کے بعد مصر میں صلاح الدین کی حیثیت نور الدین کے ایک گورنر کی تھی۔ مصر پر حکومت کرتے صلاح الدین کو 5 سال گزر گئے تھے صلاح الدین نور الدین کی خدمت میں تحائف اور نذرانے بھیجتا رہا۔ اس ضمن میں ایک روایت ہے کہ نور الدین ان تحائف سے مسرور اور شکر گزار ہوا تھا اور ایک بیان یہ ہے کہ اس نے تحائف کو ناکافی سمجھا اور اس سے زیادہ کا طالب ہوا۔ صلاح الدین کے حساب کی پڑتال کے واسطے اپنے ایک معتمد خاص امیر موفق بن قیسران کو بھیجا۔ وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نور الدین یروشلم کی فرنگی ریاست پر ایک فیصلہ کن ضرب لگانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس مقصد کے لئے وہ تمام ممالک محروسہ کے وسائل کو کام میں لانا چاہتا تھا اس لئے اس نے چاہا کہ مصر کی آمدنی اور خرچ کا حساب طلب کرے۔ صلاح الدین نے سلطان کا فرمان پڑھتے ہی محکمہ مالیات کے ملازمین کو پنج سالہ حساب تیار کرنے کا حکم دیا۔ گوشوارے تیار ہونے پر صلاح الدین نے امیر موفق کو فوجی مصارف، محاصل ملکی، امراء کی جاگیروں اور اوقاف وغیرہ کی الگ الگ فہرستیں تیار کر کے ہر ایک کی تفصیل سمجھائی تو وہ مطمئن ہو گیا۔ حساب کے گوشوارے لے کر دمشق روانہ ہو گیا۔

نور الدین کی وفات

چلتے وقت صلاح الدین نے سلطان کے لئے تحائف دیئے لیکن امیر موفق ابھی راستہ میں ہی تھا کہ 21 شوال 569ھ بمطابق 15 مئی 1173ء کو مرض خناق سے وفات پا گیا۔

چند الزامات

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ نور الدین صلاح الدین کو مصر سے نکال دینا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے فوجیں بھی جمع کر لی تھیں۔ اس ضمن میں متعدد روایتیں ملتی ہیں جو

Marfat.com

محض قیاس آرائیاں معلوم ہوتی ہیں۔ نورالدین کو مصر کی نسبت جس چیز نے اپنے کسی ارادے کو پورا کرنے سے روکا وہ اس کا شوق جہاد تھا اور عیسائیوں سے اپنی فتوحات کو محفوظ رکھنے کی ضرورت تھی۔ نورالدین کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو فرنگیوں کو یروشلم سے نکالنا تھا اس نے تو مسجد اقصیٰ میں رکھنے کیلئے منبر بھی تیار کرالیا تھا جس پر فتح کے بعد خطبہ پڑھا جانا تھا۔ اس بات کو فرنگیوں کے اس بیان سے تقویت ملتی ہے۔ عیسائی مورخین لکھتے ہیں کہ:

''اس وقت نورالدین نے جہاد کا عام وعظ کر دیا تھا اور یروشلم پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھا مگر یہ کام صلاح الدین کے واسطے تھا اور صلاح الدین ہی نے اس منبر کو یروشلم میں اس مقدس جگہ پر رکھ کر جس کے واسطے بنوایا تھا نورالدین کی آرزو کو پورا کر دیا''۔

صلاح الدین پر ہوس ملک گیری اور اطاعت وفرمانبرداری سے انحراف کے بارے میں الزامات کا طومار باندھنے میں بھی بعض مؤرخین نے بڑی بے باکی کا مظاہرہ کیا۔ ہوس ملک گیری کی خواہش صلاح الدین کے دل میں اگر ہوتی تو نورالدین کی وفات کے بعد اس خواہش کو پورا کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ وہ اطاعت وفرمانبرداری کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی لیکن اس نے ایسا نہ کیا۔ نورالدین مرحوم کا جانشین اس کا گیارہ سالہ بیٹا ملک صالح اسماعیل رہ گیا تھا۔ صلاح الدین نے نورالدین کی موت کی خبر سننے پر مصر اور اپنے تمام مقبوضات میں ملک صالح کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ بھی اسی کے نام پر مضروب کروایا۔ ملک صالح اور امرائے نوریہ کے نام مراسلات بھیجے جن میں سے امراء کے نام ایک مراسلے سے مندرجہ ذیل مضمون اخذ کیا جاسکتا ہے۔

''میرے سردار نورالدین کے بارے میں ایک خبر بد پہنچی ہے۔ اللہ ہم سب کو موصوف کی نسبت بری خبر سے بچائے۔ اور اس کی عافیت کی خبر سے ہمارے چہروں اور دلوں کو روشن کرے اس خبر کے سننے سے امر دشوار اور سینہ تنگ ہو گیا ہے۔ اس حادثہ سے کمر ٹوٹ گئی ہے۔ صبر وثبات ہاتھ سے جاتے رہے ہیں۔ اللہ کی پناہ! اگر یہ امر واقع ہو گیا ہے اور موت کا عام حکم موصوف کو بھی پہنچ گیا ہے تو حوادث اور مصائب کا سامنا ہے۔ بادشاہِ مملکت کی

Marfat.com

ترتیب اپنی اولاد کے لئے کرتے ہیں اور اچھی زمین میں اچھے ثمر کے واسطے بیج بوتے ہیں
اللہ تعالیٰ کا خوف کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں اختلاف ہو جائے اور دشمن کامیاب ہو
جائے اور وہ نعمتیں جو زمانہ نے عاجز اور درماندہ ہو کر ان کے حق داروں کو دی تھیں کہیں
انتقال نہ کر جائیں۔ تم ایک ہاتھ ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے دست و بازو بنو۔ ایسے دل بن
جاؤ جو محبت سے یکجا ہو جائیں اور ایسی تلواریں بن جاؤ جو ایک نیام میں اکٹھی ہو جائیں۔
اختلاف مت کرو۔ مبتلائے عذاب ہو گے۔ جھگڑا نہ کرو رعب کھو بیٹھو گے عداوت ہر جگہ
سے تمہاری تاک میں ہے اور ایمان پر حملہ کرنے کے لئے کفر متفق ہے۔ ہم اس خاندان کے
حامی اور مددگار ہیں اس کی حفاظت کریں گے اور اس کو خراب نہ ہونے دیں گے۔ نورالدین
کی وصیت سے ہم خبر پا چکے ہیں کہ اس کا بیٹا اس کا جانشین اور اتابک سعدالدین کمشتگین
اس کا مشیر ہے اگر یہ وصیت اعلان ہو کر قبول ہو چکی ہے اور سب حاضر و غائب نے اطاعت
کر لی ہے تو بہتر ہے یہی ہمارا مقصود ہے ورنہ ہم اس برخوردار مولود کی امداد کرنے کے لئے
تیار بیٹھے ہیں۔ جو شخص اس کے ساتھ عداوت کرے گا وہ ہم کو تلوار کی شکل میں دیکھے گا
اگر مولودِ مسعود اور اس کے باپ (نورالدین کے وزراء اور امراء کے درمیان عافیت ہونے
کی خبر مجھے موصول ہوئی تو میرا مقصد اور مدعا بر آئے گا"۔

صلاح الدین کا مشن

سلطان صلاح الدین ہرگز ہرگز اپنے آقا نورالدین کے پسماندگان کے خلاف نہ تھا اور نہ ہی ان کی اطاعت سے گریزاں تھا۔ ہوس ملک گیری بھی اس میں نہ تھی۔ دراصل وہ دیکھ رہا تھا کہ صلیبیوں کا طوفان کس قدر تیزی سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ جبکہ نورالدین کی وفات کے بعد امرائے نوریہ اور خود اتابک بنو زنگی یعنی نورالدین کے جانشین اقتدار کی جنگ میں دیوانہ وار مصروف ہو گئے ہیں۔ ہر کوئی نورالدین کے کمسن جانشین ملک صالح اسمٰعیل کی کمسنی سے ناجائز فائدہ اٹھانے پر تلا ہوا تھا۔ اور اپنی اپنی علیحدہ سلطنت قائم کرنے اور اس کی توسیع کے لئے کوشاں تھا۔ امرائے نوریہ اختلافات کا شکار تھے اور وہ صلاح

Marfat.com

الدین کے مشوروں اور مداخلت کے خلاف تھے۔ بلکہ وہ تو صلاح الدین کے قتل کے درپہ بھی تھے۔نور الدین کی وفات نے فرنگیوں کی ٹوٹی ہوئی کمروں کو بھی مضبوط کر دیا تھا اور وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ تیاری کر کے مملکت اسلامیہ کی سرحدوں پر ٹوٹ پڑے اور بانیاس پہنچ گئے۔

ان حالات میں صلاح الدین کی آرزو تھی کہ ملک وملت کو فرنگیوں سے بچایا جائے۔ سب مسلمان متحد اور اکٹھے ہو جائیں اور مل کر عالم کفر کا مقابلہ کریں جیسا کہ اس کے مراسلہ سے ظاہر ہے مگر حالات روبہ اصلاح نہ تھے بلکہ مسلمان اپنی تباہیوں اور بربادیوں کے سامان اور اسباب خود پیدا کر رہے تھے۔ ایسے میں صلاح الدین کے لئے اس کے سوا کوئی چارا کار نہ تھا کہ وہ اتحاد ملت اور ملک وملت کی بقا کو دوسرے امور پر مقدم رکھے۔ اس مقصد کے لئے صلاح الدین نے ہر وہ راستہ اپنایا جو ملک وملت کے اتحاد کے مفاد میں تھا۔ جب خاندان نوریہ اور اس کے امراء کی اصلاح اور اتحاد کی تمام کوششیں رائیگاں چلی گئیں اور فرنگی مملکت اسلامیہ کے دروازے پر دستک دینے آپہنچے تو صلاح الدین کو شام وحلب پر قبضہ کرنے کے لئے اقدام کرنا پڑے جن کا مختصر سا حال یہ ہے۔

بانیاس پر فرنگیوں کی یلغار

فرنگیوں نے جب بانیاس پر حملہ کر دیا تو شمس الدین بن مقدم ان کے مقابلہ پر نکلا اور لڑائی ٹالنے اور عیسائیوں کو صلاح الدین کی آمد سے ڈرانے کی کوشش کی۔ عیسائی صلح پر رضا مند ہو گئے۔ مسلمانوں کی کم ہمتی کا فائدہ اٹھا کر ان کے ملک کا کچھ حصہ از روئے صلح لے لیا اور تمام قیدی آزاد کرا لئے۔ صلاح الدین کو جب اس صلح کی خبر ملی تو اس نے دولت نوریہ کے امراء اور اکابرین کو مراسلہ جات لکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا۔

امرائے نوریہ کے اختلافات اور عزائم کی بابت ابن ابی طے لکھتا ہے۔

''نور الدین کے مرنے کے بعد اس کے امرائے دولت ملک صالح کی اطاعت پر راضی ہو گئے اور اس بات کی فکر میں لگ گئے کہ صلاح الدین کے جو دوست اور خیر اندیش

Marfat.com

شام میں رہتے ہیں ان کی بیخ کنی کی جائے اور عیسائیوں سے شمس الدین بن مقدم سالار کی وساطت سے صلح کر لی جائے۔ چنانچہ مسلم ممالک کا ایک حصہ انہیں دے کر اور ان کے قیدی چھوڑ کر ان کو خوش کیا گیا"۔

چنانچہ شام میں صلاح الدین کے خیر خواہوں کی بیخ کنی شروع کر دی گئی۔ مجد ین بن دایہ کے بھائی کو جو نور الدین کے بیٹے کا متولی تھا کو ذلیل کیا گیا۔ ابن دایہ کے بیٹوں کو مجروح اور قتل کیا۔ صلاح الدین کو یہ باتیں سخت ناگوار گزر رہی تھیں اور اس کو آثارِ بد آئندہ خرابیوں کا منہ دکھلا رہے تھے۔ اس کو خوف لاحق ہوا کہ مصر اور شام میں علیحدگی ہو جائے گی اور مسلمانوں کی طاقت اس تفرقہ سے کمزور ہو جائے گی۔ اور اس طرح فرنگیوں کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کا اچھا موقع مل جائے گا۔ اس نے ابن مقدم کو عتاب ناک مراسلہ لکھا جس کے جواب میں ابن مقدم نے لکھا:

"تم اپنے آقا نور الدین کے ملک کی طمع کرتے ہو حالانکہ اس نے تمہاری پرورش کی تھی---وغیرہ وغیرہ۔

ملک صالح کے چچا زاد بھائی سیف الرحمٰن نے ملک صالح کے ملک میں سے دیارِ جزیرہ پر قبضہ کر لیا تو صلاح الدین کو رنج ہوا۔ اس نے امرائے نوریہ کو ترش ہو کر لکھا تو انہوں نے الٹا اس پر خود غرضی کا الزام لگایا۔ امرائے نوریہ کے باہمی فسادوں سے بھی صلاح الدین کو رنج تھا اور وہ آزردہ خاطر تھا۔ ان سب حالات کا ظاہری نتیجہ یہ تھا کہ نور الدین مرحوم کی سب سے عزیز کوششوں کے نشانات مٹ جانے والے تھے۔ اس کی پیاری تمنائیں اس کے امراء کے ہاتھوں سے شام کی زمین میں دفن ہو جانے والی تھیں۔ شام میں فرنگیوں کے غلبے کے اسباب خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے جمع کئے جا رہے تھے۔ شام پر غالب ہو کر آئندہ وہ نہ صرف مصر کے مالک بن جاتے بلکہ جنوب اور مشرق میں مسلم ممالک کی حکومتوں کی طرف بھی ہاتھ بڑھاتے مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ اس وقت اور مشن کے لئے اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین کو خاص طور پر پیدا کیا تھا۔ صلاح الدین ان حالات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا

Marfat.com

اور نہ تماشائی بن کر دیکھ سکتا تھا۔ضرورت اس امر کی تھی کہ وہ شام جائے اور ان حالات کی اصلاح کرے جو دولت نوریہ اور امرائے نوریہ کے پیدا کردہ تھے اور اس وقت امت مسلمہ کو درپیش تھے بصورت دیگر وہ دولت نوریہ اور امرائے نوریہ کو نابود کردے اور تمام طاقت کو متحد کردے اور فرنگیوں کے متعلق نورالدین مرحوم کے ارادوں اور خواہشات کی تکمیل کرے یعنی بیت المقدس صلیبیوں سے چھین لے، یہ بڑا کٹھن اور صبر آزما کام تھا ابن مقدم اور دیگر امرائے دمشق جو صلاح الدین کے خیر اندیش تھے اسے دمشق بلا رہے تھے۔

صلاح الدین بجانب دمشق جادہ وپیما

ان حالات میں صلاح الدین شام کی جانب روانہ ہوا۔ملک صالح دمشق چھوڑ کر حلب چلا گیا اور دمشق خالی پڑا تھا۔

فرانسیسی مورخ مچاڈ نے ان حالات پر یوں روشنی ڈالی ہے: ''نورالدین کی وفات پر وہ سلطنت جو اتابکوں نے قائم کی تھی بربادی کی طرف مائل تھی۔ اتابکوں کا سلطان صرف ایک بچہ اپنی جانشینی کے لئے چھوڑ گیا تھا۔اس کے امراء اس کی طاقت کو تقسیم کرنے کے لئے باہم لڑائیاں جھگڑے کرنے لگے۔اور شام میں وہی ابتری اور طوائف الملوکی پھیلنے لگی جو سلاجقہ کے زوال کے وقت پھیل گئی تھی۔مسلمانوں نے ان خرابیوں سے خوفزدہ ہو کر بڑے شوق سے صلاح الدین کی اطاعت کو قبول کرلیا اور بڑی خوشی سے اس جنگجو کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔مسلمانوں کے ممالک کو بچانے کے لائق صرف یہی ایک شخص تھا۔صلاح الدین نہ صرف نورالدین کی طاقت اور قوت کا وارث تھا بلکہ اپنے پیشرو کے ارادوں اور تجاویز کی پیروی کرنے کا بھی مشتاق تھا وحشی فرنگیوں کے مقابلہ میں جنگ جاری رکھنے کے خیال سے زیادہ کوئی چیز اس کی خواہش اور ہوس کو خوش کرنے والی نہ تھی''۔

یکم صفر کو وہ برکہ کو نکلا۔لشکر جمع کرکے بلبیس سے ہوتا ہوا بصرہ پہنچا۔والی بصرہ نے اس کا شایانِ شان استقبال کیا۔صلاح الدین کا خیال تھا کہ دمشق میں اس کی مزاحمت ہوگی مگر وہ بلا مزاحمت دمشق میں داخل ہوا اور دارالعقیقی جو کہ اس کے والد کا مسکن تھا میں مقیم ہوا۔

Marfat.com

سکہ وخطبہ حسب دستور ملک صالح کے نام کا جاری کروایا۔ اور یقین دلایا کہ اس کا مطلب ملک صالح کے ملک اور حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ تمام امراء و وزراء نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ جمال الدین ریحان جو ملک صالح کی طرف سے دمشق کا گورنر تھا انعام واکرام سے اطاعت کی طرف مائل ہو گیا۔ صلاح الدین نے علماء وفضلاء کی تکریم کی اور لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔ ابن ابی طے لکھتا ہے:

''جب صلاح الدین دمشق کا مالک ہوا تو وہ تمام منکرات اور مظالم جو نورالدین کے امراء نے قائم کئے تھے مٹا دیئے اور علم، عدل اور احسان کو ترقی دی''۔

اہل حلب کی دھمکی

جب صلاح الدین اطاعت شعاری کی روش پر قائم تھا تو ملک صالح اور اس کے امراء کو اس کی نسبت کوئی وجہ شکایت نہ تھی۔ صلاح الدین کے دمشق میں داخل ہونے کی خبر جب حلب پہنچی تو انہوں نے قطب الدین نیال بن حسان کے ہاتھ اس مضمون کا مراسلہ بھیجا۔

''جن تلواروں نے تجھے مصر کا مالک بنایا تھا وہ ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور جن نیزوں کی مدد سے تو مصر کی عمارتوں پر قابض ہوا وہ ہمارے کندھوں پر ہیں۔ جن لوگوں نے تجھے مصری لشکر سے بچایا وہی تجھے دمشق سے نکالیں گے۔ تو نورالدین کے خادموں میں سے ایک تھا۔ تجھے اس کے بیٹے کی حفاظت کرنی چاہئے''۔

قطب الدین کے پہنچنے کی خبر پا کر صلاح الدین اس کے استقبال کے لئے جلوس کے ساتھ نکلا اور نہایت عزت وشفقت کے ساتھ اسے ملا۔ جب اسے درشت پیغام پہنچایا گیا تو صلاح الدین نے نہایت تحمل اور نرمی سے اس کا جواب دیا کہ:

''میں اس جگہ نورالدین کے ولی عہد کی تربیت اور احکام اسلام کے اجراء پر اتفاق قائم کرنے۔ اختلافات مٹانے ملک کے حسن انتظام کے لئے آیا ہوں نہ کہ خرابی پیدا کرنے اور ولی عہد سے بدسلوکی کرنے کے لئے''۔

قطب الدین نے اس کا ویسا ہی ترش جواب دیا لیکن صلاح الدین نے اس کو بھی تحمل

Marfat.com

سے سنا اور ملازموں کو اشارہ دیا کہ وہ اسے سامنے سے ہٹا دیں کیونکہ وہ صلاح الدین پر حملہ کرنے والا تھا۔

صلاح الدین کی پیش قدمی

صلاح الدین کا بھائی ملک عادل مصر میں اس کا قائمقام تھا۔ دمشق میں اس نے اپنے دوسرے بھائی سیف الاسلام کو اپنا قائمقام/ نائب مقرر کیا اور خود لشکر لے کر شام اسفل کو نکل پڑا۔ حمص پر قبضہ کر کے حماۃ پہنچا۔ اب وہ حلب کی طرف پیش قدمی کرنے والا تھا۔ عزالدین جردیک نے صلاح الدین کو مشورہ دیا کہ وہ اہل حلب کی طرف اپنا سفیر بھیجے تاکہ ملک صالح اور اس کے امراء کی فہمائش کرے جو صلاح الدین کے اصلی مقاصد سے انہیں مطلع کرے اور اس کے نیک ارادوں کا یقین دلائے۔ اور باہم مصالحت اور اتفاق ہو جائے۔ صلاح الدین نے عزالدین کو ہی سفارت پر مامور کیا لیکن حلبی امراء نے نیک صلاح کو مسترد کر دیا اور الٹی تہمتیں لگائیں۔ عزالدین کو گرفتار کر کے اس کنوئیں میں قید کر دیا جہاں بنودایہ قید تھے صلاح الدین اس کی اطلاع ملتے ہی حلب روانہ ہو گیا اور جبل جوشن پر جا اترا۔ حلبی صلاح الدین سے لڑائی پر تل گئے۔ باب الفراق میں لوگوں کی کثیر تعداد کے سامنے ملک صالح نے خطاب کیا اور اہل تشیع کو خوش کن دعائیں دیں۔ صلاح الدین نے بنودایہ اور عزالدین کو قید سے چھڑانے کے لئے اور رعایا کو راضی کرنے کے جتن کیے لیکن کمشتگین ان کو کسی بات پر راضی نہیں ہونے دیتا تھا۔ اب سوائے لڑائی کے کوئی چارہ نہ تھا۔ حلبی امیروں نے صلاح الدین کو قتل کرنے پر اسمٰعیل فرقہ حشاشین کے قاتلوں کو مامور کیا۔ خونخوار درندوں کی ایک جماعت جبل جوشن پر اس غرض کے لئے لشکر میں جا گھسی مگر والی ابوقبیس نے انہیں پہچان لیا اور لشکر میں گھسنے نہ دیا۔ اس پر حشاشین نے اسے قتل کر ڈالا۔ ایک قاتل صلاح الدین پر بھی حملہ آور ہوا لیکن پکڑا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ اب حلبیوں نے قمص والی طرابلس سے ساز باز شروع کر دی۔ ریمنڈ (حمص) نے صلاح الدین کو لکھا کہ وہ حلب سے چلا جائے مگر صلاح الدین ڈرنے والا نہ تھا۔ وہ علاقے پر علاقے فتح کرتا چلا گیا۔ اس نے انطاکیہ کی طرف بھی

Marfat.com

فوجیں روانہ کردیں۔ ریمنڈ حمص کی طرف بڑھا۔ صلاح الدین بھی اس کے مقابلہ پر آ گیا۔ ریمنڈ اپنے علاقے کی طرف بھاگ گیا۔ صلاح الدین حمص سے فارغ ہوکر بعلبک روانہ ہوا۔ وہاں کے حاکم یمن نے حلبیوں سے مدد مانگ لی۔ لیکن کوئی جواب نہ پاکر بعلبک صلاح الدین کے حوالے کردیا۔

موصلیوں اور حلبیوں سے جنگ

بعلبک پر صلاح الدین کی فتح یابی کے بعد سیف الرحمٰن والیٔ موصل نے اپنے بھائی عزالدین مسعود کو صلاح الدین کے مقابلہ پر ایک لشکر دے کر روانہ کیا جو حلبی فوج سے مل گیا۔ صلاح الدین کی صلح کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور حلبی اور موصلی آمادہ جنگ ہوگئے۔ جنگ میں موصلی اور حلبی شکست سے دوچار ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے اور کچھ قید بھی ہوئے مگر صلاح الدین نے احساناً انہیں رہا کردیا۔ صلاح الدین دوبارہ حلب پہنچا۔ موصلیوں اور حلبیوں نے معرہ، کفرتاب اور مارین دے کر صلح کرلی۔ صلاح الدین حمص چلا گیا۔ عزالدین مسعود نے جب دیکھا کہ صلاح الدین قلعے فتح کرنے میں مصروف ہے تو حماۃ کا محاصرہ کرلیا اور صلاح الدین سے صلح کے لئے مراسلت شروع کردی۔ صلاح الدین معدودے چند سپاہیوں کے ہمراہ وہاں پہنچا اور ان کی ہر شرط اور مطالبہ مانتا گیا۔ تمام قلعہ جات ملک صالح کو لوٹانا، تمام حاصل کردہ خزانوں کو واپس لوٹانا اور ملک صالح کے نائب کے طور پر دمشق پر قانع رہ کر انتظام کرنا اور ملک صالح کے امور میں دیانتداری سے عمل کرنا قبول کرلیا۔ حلبی امراء نے اسے صلاح الدین کی کمزوری خیال کیا اور اس سے بدسلوکی پر تیار ہوگئے۔ حیلہ کی غرض سے رحبہ اور اس کے عمال بھی اس سے طلب کرنے لگے۔ صلاح الدین نے جواب دیا کہ یہ ناصر الدین محمد بن شیرکوہ کا ملک ہے میں اس کو نہیں دے سکتا۔ اس پر حلبی لشکر لے کر جنگ کے لئے نکل آئے۔ صلاح الدین جنگ کو ٹالتا رہا کیونکہ جنگ کی صورت میں قلیل فوج کے ساتھ لڑنے کا نتیجہ شکست ہی نکلتا۔ اسی اثناء میں مصر سے فوج پہنچ گئی جس میں صلاح الدین کا بھائی مظفر تقی الدین عمر بھی افسروں میں تھا۔ 19 رمضان

Marfat.com

المبارک 570ھ کو جنگ ہوئی حلبی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان عید الفطر تک مرج قرا میں ٹھہرا رہا۔ وہیں ملک صالح کے صلح کے مراسلات اسے پہنچے تو صلاح الدین نے صلح میں تامل نہ کیا اور لکھ دیا کہ ملک صالح کے دشمن کے دفیعہ کے لئے صلاح الدین بنفسہٖ حاضر ہوا کرے گا۔ سکہ اور خطبہ اسی کے نام کا جاری رہے گا۔ موصلیوں کو یہ صلح ناگوار گزری۔ انہوں نے حلبیوں سے فسخ صلح کے لئے اصرار کیا۔ اسی مراسلہ کو لے جانے والے کے ہاتھ انہوں نے دوسرا مراسلہ صلاح الدین کو بھیجا اور اس سے صلح کی درخواست کی۔ قاصد پہلے حلبیوں کے پاس آیا۔ انہوں نے لکھ دیا کہ اطمینان رکھو ہم صلح پر قائم نہ رہیں گے۔ اور صلاح الدین سے جنگ کریں گے۔ اس کے بعد قاصد دمشق آیا اور غلطی سے سلطان کے نام مراسلہ دینے کی بجائے وہ تحریر سلطان کو دے دی جو حلبیوں نے موصلیوں کو فسخ مصالحت کے لئے لکھی تھی سلطان نے یہ تحریر پڑھ کر قاصد کو واپس کر دی کہ شاید تم نے غلطی سے خط بدل کر دیا ہے۔ قاصد اس وقت گھبرا گیا اور سلطان نے حلبیوں کی نیت اور ارادے کو معلوم کر لیا اور اپنے بھائی عادل والی مصر کو فوج تیار کرنے کے لئے لکھ بھیجا۔ اسی وقت سلطان نے خلیفہ بغداد کو تمام حالات لکھ بھیجے اور درخواست کی کہ حلبیوں اور موصلیوں کو اپنے عہد پر قائم رہنے کے لئے لکھے ورنہ خوں ریز جنگ خارج از امکان نہیں۔ مزید لکھا کہ مجھے دو دشمنوں نے گھیر رکھا ہے۔ ایک شام کے مسلمان اور دوسرے کافر فرنگی۔ بادشاہ کو چاہئے کہ وہ مسلمان حکمرانوں کو لکھے کہ وہ میری امداد میں سستی نہ کریں۔ بیت المقدس فرنگیوں کے قبضہ میں ہے۔ کیا مسلمانوں کی رگوں میں خون جوش نہیں کھاتا۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ جس بیت المقدس کو مسلمانوں کا خلیفہ فتح کر چکا ہے وہ پھر مفتوح قوم کے ہاتھ میں رہے۔ بادشاہ بغداد کا کم از کم یہ اثر تو ضرور ہوگا کہ مسلمان اگر میری مدد نہ کریں گے تو میرے ارادے میں حارج تو نہ ہوں گے۔

15 شوال 571ء کو سیف الدین والی موصل، عماد الدین والی سنجار اور ملک صالح کی متحدہ افواج جن کی تعداد بقول مجاہد بیس ہزار تھی، نے صلاح الدین پر حملہ کر دیا جو ایک ہزار

Marfat.com

لشکر کے ساتھ قرون حماۃ پر خیمہ زن تھا۔ خونریز جنگ ہوئی اتحادی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور قیدیوں کے علاوہ بہت سا مال و اسباب میدان جنگ میں چھوڑ گئے۔ صلاح الدین سیف والی موصل کے ان خیموں میں اترا جسے وہ جوں کا توں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ سلطان نے ہر چیز سپاہ میں تقسیم کر دی۔ بیت الشراب میں ایک بڑی تعداد پنجروں کی ملی جن میں طوطے، بلبلیں، قمریاں، فاختائیں اور دیگر جانور تھے۔ سلطان نے امیر مظفر الاقرع کو بلا کر کہا کہ یہ تمام پنجرے سیف الدین کے پاس لے جائے اور اسے جا کر کہے وہ ان سے کھیلا کرے اور لڑائی کی زحمت اٹھانے نہ نکلا کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ موصلی لشکر شراب خوری کا بھی عادی تھی۔ سیف الدین کے ساتھ گانے بجانے والی عورتیں اور موسیقی کے آلات بھی تھے۔ سلطان نے اپنی فوج کو لہو ولعب کا سامان دکھایا اور بارگاہِ ایزدی سے پناہ مانگی۔ سلطان نے آگے بڑھ کر قلعہ بزاعہ اور منبج بھی فتح کر لئے اور بھاری تعداد میں اسلحہ، درہم و دینار اور سونے چاندی کے ظروف ملے۔ اس کے بعد سلطانی لشکر نے اعزاز کا مشہور شہر و قلعہ جو نورالدین مرحوم نے فرنگیوں سے چھینا تھا بھی 38 یوم کے محاصرے کے بعد فتح کر لیا۔ دورانِ محاصرہ حلبیوں نے حشاشین کے ذریعے سلطان کو قتل کرانے کی ناکام کوشش کی۔ ایک روز سلطان جب منجنیق کے ملاحظہ کے لئے نکلا اور امیر جاول اسدی کے خیمہ کے قریب کھڑا تھا تو ایک حشیشہ نے حملہ کر کے سلطان کا چہرہ زخمی کر دیا۔ پھر تین اور حشاشین یکے بعد دیگرے حملہ آور ہوئے لیکن سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ سلطان اپنے خیمہ میں آ گیا۔ چند دن بعد زخم ٹھیک ہو گیا اور قلعہ اعزاز پر تقی الدین عمر کو متولی مقرر کیا۔

اس کے بعد سلطان نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کچھ عرصہ تک جاری رہا۔ آخر تنگ آ کر اہل حلب سلطان سے صلح کے خواستگار ہوئے۔ سلطان نے حلب اور اس کے عمال ملک صالح کو بخش دیئے اور قلعہ اعزاز بھی واپس کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ صلح ہو جانے کے بعد ملک صالح نے اعزاز مانگنا چاہا لیکن اس کے امراء نے مشورہ دیا کہ وہ خود یہ درخواست نہ کرے بلکہ اپنی چھوٹی بہن سے سلطان کو کہلوائے۔ چنانچہ صالح نے اپنی چھوٹی بہن کو صلاح الدین

Marfat.com

کے پاس بھیجا۔ نورالدین مرحوم کی لڑکی جب سلطان کے پاس پہنچی تو سلطان اسے دیکھتے ہی احتراماً کھڑا ہوگیا۔ زمین کو بوسہ دیا اور نورالدین مرحوم کو یاد کرکے بہت رویا۔ اس خاتون نے سلطان سے اڈیسہ مانگا جو سلطان نے بخوشی تمام اڈیسہ کو مال واسباب، اسلحہ وغلہ سمیت اس کو دے دیا۔ اور بہت سے جواہرات اور تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے۔ اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان صلاح الدین کے دل میں نورالدین مرحوم کے خاندان کی عزت وتکریم میں ذرہ بھی کمی نہ آئی تھی۔

صلح نامہ میں طے پایا کہ حماۃ سے مصر تک صلاح الدین کی مفتوحات اس کے قبضہ میں رہیں گی۔ ملک صالح بنودایہ کی اولاد چھوڑ دے۔ حلبی، موصلی اور دیاد یکر والے اس صلح میں شامل کئے گئے اور طے پایا کہ معاہدین میں سے اگر کوئی ایک عہد کو توڑے گا تو باقی معاہدین مل کر اس کو سزا دیں گے۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے اسماعیلی ملاعین کے قلع قمع کا قصد کیا۔ مگر اسماعیلیوں نے سلطان کے ماموں شہاب الدین محمود بن تکش کی سفارش پر انہیں معاف کر دیا۔ ربیع الاول 572ھ کو سلطان نے اپنے بڑے بھائی توران شاہ والی یمن جو ان دنوں سلطان کو ملنے آیا تھا کو شام میں چھوڑا اور خود مصر روانہ ہوگیا۔

عیسائیوں کو شام اور بیت المقدس سے نکالنے کی راہ میں امرائے نوریہ سخت مزاحم اور مخل تھے اور سلطان کی خواہش تھی کہ وہ خاندانِ نوریہ کو قائم رکھ کر ان مقاصد میں کامیاب ہو۔ سلطان کو امرائے نوریہ سے اس عظیم مہم میں کچھ امداد ملنے کی امید نہ تھی وہ صرف اتنا چاہتا تھا کہ وہ اس کام میں سدراہ نہ ہوں اور اپنے ہی اغراض ومقاصد کو سنبھالے رکھیں۔ نزاع، فساد اور تفریق کا مواد ان کے اندر پک رہا تھا۔ جب سلطان مصر آیا ہوا تھا تو عاقبت نااندیش اور خودغرض امراء اپنی اپنی اغراض فاسدہ کے لئے لڑ رہے تھے ماہ جمادی الثانی میں سلطان قاہرہ سے عسقلان آیا اور وہاں رملہ پر اس نے مشہور شکست کھائی اور مصر لوٹ آیا۔ کمشتکین کی تعدیوں سے تنگ آکر امراء نے عدل بن عجمی کو اپنا پیشوا بنالیا۔ مگر حشاشین میں سے ایک شخص نے اسے نماز جمعہ کے بعد قتل کر دیا۔ حاسدوں نے ملک صالح کے کان

Marfat.com

بھرے کہ اس سازش کا سرغنہ کمشتگین ہے تو اسے الٹا لٹکا کر دھواں دیا گیا جس سے وہ مر گیا اب امراء اور بھڑک اٹھے۔ حالات نے سلطان کو پھر مصر سے شام بلا لیا۔ سیف الدین والی موصل مر چکا تھا۔ سلطان نے چھوٹے موٹے کام نپٹائے اور مصر واپس لوٹ آیا۔ 573ء میں ملک صالح بھی مر گیا تو اس کا جانشین عزالدین ہوا۔ وہ موصل اور حلب کو سنبھال نہ سکا تو اس نے اپنے بھائی عماد الدین کو سنجار سے لے کر حلب کا علاقہ اس کے حوالے کر دیا۔ 573ھ میں ملک صالح کی وفات کی خبر سن کر سلطان پھر شام پہنچا اور پھر اسے مصر جانا نصیب نہ ہوا۔ 578ھ سے 582ھ کے درمیانی عرصہ میں سلطان نے خودغرض امراء سے شام کو پاک کر کے ان کو اطاعت پر مجبور کر دیا اور حلب و موصل کے علاوہ تمام علاقے مغلوب و مفتوح ہو گئے۔ سلطان نے فرنگیوں کو بھی کئی جنگوں میں نیچا دکھایا۔ 582ھ کو سلطان دمشق واپس آ گیا اور فرنگیوں سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں تا کہ سب مسلمان متحد ہو کر عیسائیوں کو نابود کریں۔

سلطان کا اعلانِ جہاد

اسلام کی نصرت اور جہاد کی خواہش کسی شخص میں سلطان سے زیادہ قوی نہ تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا تھا۔ فرنگیوں سے جنگ لڑنا صلاح الدین کی زندگی کا اولین مشن تھا۔ اگر وہ عیسائیوں کی طرف غفلت کرتا تو وہ ازخود شام یا دمشق کے علاقوں میں قتل و غارت کرنے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ سلطان فوج کے ایک حصے کو فرنگیوں کے خلاف جنگ میں مصروف رکھتا۔ عیسائیوں کو مصروف رکھنے اور مخالف مسلمان امیروں سے مل جانے کا موقع نہ دینے کے لئے سلطان خود یا بعض امیروں اور اپنے عزیز شہزادوں کے ذریعے ان سے جہاد کرتا رہتا۔ وہ اکثر سمندروں کے ذریعے جہاز بھیجتا رہتا۔

فرنگیوں نے صقلیہ کے ایک جنگی بیڑے کی مدد سے مصر پر حملہ کیا تو سلطان 573ھ بمطابق 1178ء میں مصر سے جنگی تیاری کر کے عشرہ اور عسقلان کی طرف روانہ ہوا مگر اسے کوئی فوج مقابلے کے لئے نظر نہ آئی تو اس نے لشکر کو شہروں میں منتشر کر دیا۔ عیسائی

Marfat.com

خوب تیاری کر کے مقابلے کے لئے نکل پڑے اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سلطان بڑی مشکل سے جان بچا کر نکل گیا اور مصائب جھیل کر مصر پہنچا۔ اسلامی لشکر کو بہت نقصان ہوا۔ امیر تقی الدین کا ایک بیٹا مارا گیا دوسرا قید کر لیا گیا۔ فقیہ عیسیٰ اور اس کا بھائی چند ہمراہیوں کے ساتھ راستہ بھٹک گئے اور فرنگیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے عرصہ بعد لاکھوں دینار دے کر ان کو قید سے چھڑایا گیا۔ چند ماہ بعد مسلمانوں نے اس شکست کی تلافی کے لئے بالڈون عیسائی بادشاہ کو شکست دی اور وہ بمشکل جان بچا کر بھاگا۔ سلطان خود فرنگیوں پر حملہ آور ہوا۔ ان کی جمعیت کو شکست دی اور ایک بڑی تعداد قیدی بنالی۔ عیسائیوں نے مجبور ہو کر دو سال کے لئے صلح کر لی اور سلطان طرابلس پر حملہ کر کے واپس مصر چلا آیا۔ مگر فرنگیوں کی عہد شکنی نے ایک بار پھر اسے شام جانے پر مجبور کر دیا۔

شیطان ریجنالڈ سے جنگ

ایک درندہ صفت وحشی انسان جس کے نزدیک عہد و پیمان، ایمان اور انسانیت بمعنی تھی تاریخ میں ریجنالڈ چیٹیلان کے نام سے مشہور ہے۔ مسلمان اسے ہوم وری (ہمفری) لکھتے ہیں۔ یہ شخص دوسری صلیبی جنگ میں فرانس کے بادشاہ لوئیس کے لشکر میں ایشیاء آیا تھا اور ریمنڈ شاہ انطاکیہ کی فوج میں ملازم ہو گیا تھا۔ ریمنڈ ایک لڑائی میں مارا گیا تو اس کی بیوہ سے شادی کر لی۔ اس کے ظلم و تعدی کا شکار سب سے پہلے اہل انطاکیہ ہوئے۔ اس نے ادھر ادھر حملے کرنے شروع کئے۔ ایک لڑائی میں نور الدین مرحوم نے اسے گرفتار کر لیا اور کئی سال قید میں رکھا۔ مدت بعد اسے ایک شخص نے قید سے چھڑایا۔ اس وقت ریمنڈ کی بیوہ کاسنپٹس مر چکی تھی۔ یہ یروشلم چلا گیا اور وہاں سے کرک پہنچا اور ہوم فری نے والی کرک کی بیوہ سے شادی کر لی اور کرک کا مالک بن گیا۔ مسلمان مؤرخین صاحب کرک ہوم فری کی نسبت سے اس کی بیوی سے شادی کی وجہ سے ریجنالڈ کو بھی ہمفری لکھتے ہیں اور بعض اسے برنس بھی کہتے ہیں۔ کرک فلسطین کی سرحد پر ایک قلعہ مع کچھ مضافات کے تھا جس میں تین قلعہ جات اور بھی تھے۔ ریجنالڈ سے ٹیمپلرز کے سپاہیوں کے علاوہ کچھ فوجی جمعیت اکٹھی

Marfat.com

کرلی اور غارت گری شروع کر دی۔ مجاڈ لکھتا ہے کہ:

''کوئی چیز ریجنالڈ کو ہتھیار رکھ دینے پر قائل نہ کرتی تھی ہر روز کرک کے نواح میں تازہ حملے کرتا تھا اور بربادی کے جال بچھاتا تھا مسلمان حاجیوں کے کارواں جو اس راستہ سے مکہ جاتے تھے کو لوٹتا تھا۔ اقوام یا انسانیت کے حقوق کی اسے چنداں پرواہ نہ تھی۔ عورتوں اور بچوں کو قید کرتا تھا اور غیر مسلح آدمیوں کو بے دریغ قتل کرتا تھا''۔

سلطان نے بالڈون شاہِ یروشلم سے اس کی شکایت کی لیکن وہ بے بس ثابت ہوا۔ سلطان کو فرنگیوں کی اس حرکت پر غصہ تھا کہ 1500 فرنگی حاجی جو طوفان سے مصر کے ساحل پر جا پڑے تھے پکڑ لئے اور دھمکی دی کہ اگر مسلمان قیدیوں کو نہ چھوڑا گیا تو وہ ان کو بھی نہ چھوڑے گا۔ لیکن رینالڈ اور ٹمپلر سپاہیوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس پر مجبور ہو کر سلطان مصر سے فلسطین روانہ ہوا۔ فرنگی متحد ہو گئے۔ انہوں نے قلعوں کو مرمت اور شہروں کو مضبوطی کے لئے عوام پر جنگی ٹیکس لگا دیا۔ تمام والیانِ ملک، نائب اور سرداران ہتھیار پہن کر اٹھ کھڑے ہوئے لیکن صلاح الدین سردست بیت المقدس فتح کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ محض فرنگی درندوں کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی ہر مہم میں فرنگیوں کی طاقت جانچنا چاہتا تھا۔ جب کوئی سخت مقابلے کا موقع آتا تو وہ صبر سے کام لیتا تھا اور مفید موقع کا انتظار کرتا تھا۔ اس نے گیلی کو اپنے نائبوں کے ذریعے تاراج کر دیا اور بیروت پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اچانک اس نے محاصرہ اٹھا لیا اور وہ موصل اور جزیرہ کے اتابکوں کے ساتھ جنگ کے لئے متوجہ ہوا۔

دنیا میں انسانیت سے درندگی اور خونریزی کا جو مظاہرہ فرنگیوں نے کیا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ دو صدیوں پر محیط صلیبی جنگیں اس کا بین ثبوت ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کے آخری عشرہ (1991ء) میں عراق پر بمباری کر کے کثر بم برسا کر اس سے اگلے سال دوبارہ عراق پر ننگی جارحیت کا مظاہرہ کر کے دنیا کے امن کو جس طرح چیلنج کیا اس کا نہ کوئی جواز ہے اور نہ انسانیت کی خدمت۔ یہ تو صریحاً سفاکی ہے یہ جنگل کا قانون نہیں تو اور کیا ہے؟

Marfat.com

ریجنالڈ سے جنگ

ریجنالڈ جو انسان کی شکل میں وحشی درندہ تھا بے شمار بچوں بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کا قاتل تھا۔ اس نے ان گنت معصوم افراد اور بے گناہ لوگوں کو قید کر رکھا تھا۔ ان میں اکثر تاجر اور حجاج کرام تھے۔ شیطان صفت ملعون ریجنالڈ نے اس پر ہی اکتفا نہ کیا تھا بلکہ اس نے بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول ﷺ کو لوٹنے کے لئے بری اور بحری راستوں سے فوجیں بھی روانہ کر دی تھیں۔ سواحل یمن و حجاز اس کی زد میں تھے۔ اہل حجاز سخت خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ صلاح الدین کو جب فرنگیوں کے عزائم اور جنگی تیاریوں کی خبر ملی تو اس نے مصر سے بحری جہازوں پر فوج روانہ کر دی اور خشکی کے راستے بھی مجاہدین بھیج دیئے۔ لشکر اسلام نے فرنگیوں کو رابغ کے مقام پر جا لیا اور انہیں نیست و نابود کر دیا لیکن اس دفعہ بھی مردود ریجنالڈ بچ نکلا۔ صلاح الدین کی موصل اور حلب میں ابھی کچھ مصروفیات تھیں اس نے آمد حلب اور حارم کو بھی فتح کر لیا۔ اب وہ فرنگیوں سے فیصلہ کن جہاد کرنے کے لئے تیار تھا۔ اسے ریجنالڈ سے حجاج کرام پر مظالم اور بے گناہ مسلمان عورتوں اور بچوں پر تعدیوں کا بدلہ چکانا تھا۔ خصوصاً حرمین شریفین پر چڑھائی نے سلطان کو غضبناک کر دیا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ ریجنالڈ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے گا۔ حلب و حارم سے فارغ ہوتے ہی وہ دمشق پہنچا اور ایک غضبناک لشکر کے ہمراہ وہ جالوت پہنچ گیا۔ عزالدین جردیک کا کرک اور شوبک کے حمائتی فرنگی لشکر سے مقابلہ ہو گیا۔ فرنگیوں کو شکست ہوئی اور عزالدین نے ایک سو فرنگی قیدی بنا لئے۔ عزالدین نے یہ خبر بھی دی کہ سرزمین شام پر عیسائی لشکر بڑی تعداد میں جمع ہے انگریز مؤرخ آرچر لکھتا ہے کہ:

"جب اٹلی کے سوداگروں نے مسلمانوں کے اس حملہ کا حال سنا تو انہوں نے اپنے سفر کو ترک کر دیا اور بادشاہ کی فوج میں جا داخل ہوئے۔ بوڑھے آدمیوں نے بتایا فلسطین کی زمین نے کروسیڈروں کی اتنی بڑی فوج کبھی نہ دیکھی تھی۔ ایک ہزار تین سو نائٹ اور 15000 سے زیادہ پیادہ فوج تھی ان میں یورپ کے بڑے بڑے امراء بھی تھے۔ ہنری

Marfat.com

ڈیوک آف لودین، ایف۔ڈی۔میلن جس کے ساتھ اکونٹین کے لارڈ بھی تھے۔اگوئی ڈی نوزگنن، ریجنالڈ، بالڈون، بالثین، ریجنالڈ آف سیڈون، والٹر آف قیساریہ اور جوسلین ڈی کورنٹی وغیرہ شامل تھے"۔

مقام جالوت پر مسلمانوں اور فرنگیوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ سلطان کی ہیبت سے خوفزدہ ہوکر فرنگیوں نے کھلے میدان میں لڑنے کی بجائے خندقوں اور پناہ گاہوں میں بیٹھ کر لڑنے کو ترجیح دی۔ مسلمانوں نے دشمن کو خندقوں سے نکالنے کے لئے بہت اکسایا مگر بے سود۔آخر مسلمانوں نے ان کو دھوکہ دینے کے لئے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔فرنگی سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔سلطان نے قلعہ کرک، نابلس اور سبطیہ پر حملہ کر کے ان کو توڑ دیا۔اور بعض مقامات کو جلا ڈالا ریجنالڈ پھر بھاگ گیا اور کرک میں پناہ گزین ہوا۔ملک عادل والیٔ مصر جو اس وقت مصر میں نائب السلطنت تھا، نے حلب طلب کرلیا۔صلاح الدین نے اسے شام بلا بھیجا اور اس کی جگہ تقی الدین کو مصر بھیج دیا۔صلاح الدین اور اس کے بھائی ملک عادل نے مل کر ایک بار پھر کرک کے قلعہ پر چڑھائی کردی اور ان تمام علاقہ جات کو جن میں عیسائی مسلمان حاجیوں کو لوٹتے تھے ویران کر دیا۔عیسائی پھر مقام والہ پر جمع ہوئے۔ سلطان نے ایک فوج ان کے مقابلے کے لئے بھیج دی اور خود دمشق لوٹ آیا۔

کرک کا محاصرہ اور سلطان کی بیماری

سلطان دمشق میں نظم ونسق کو درست کرنے میں مصروف رہا۔ بیماری کی وجہ سے اسے دمشق میں ٹھہرنا پڑا۔ 580ھ کے آغاز میں اس نے پوری قوت سے کرک کا محاصرہ کرلیا۔ تقی الدین کو مصر سے ملک عادل کو امداد کے لئے طلب کرلیا۔نصرانی بھی سوار اور پیادہ دستوں کے ساتھ اہل کرک کی مدد کو پہنچ گئے۔مصر کا راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے سلطان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔سلطان نے فرنگیوں سے راستہ صاف کر دیا۔اور دمشق لوٹ آیا۔ 581ھ میں موصل بھی مطیع ہوگیا۔اسی زمانہ میں سلطان بیمار رہا۔طبیبوں نے اس کے بچنے سے مایوسی ظاہر کی۔وصیتیں لکھ دی گئیں۔ملک میں اس کی وفات کی خبر پھیل گئی مگر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے رحم کیا۔ جان بچ گئی۔ سلطان آرام کرنے اور ضروری انتظام کرنے دمشق چلا گیا۔

جنگ حطین 1187ء

ہوس ملک گیری ہی فرنگیوں کو یورپ سے مشرق میں لائی تھی۔ مسلمانوں سے مقابلے کے وقت سب عیسائی امراء متفق اور اکٹھے ہو جاتے تھے مگر عیسائی امراء ہمیشہ اپنے مقبوضات اور طاقت کو بڑھانے کے لئے جھگڑتے رہتے تھے چنانچہ جنگ حطین سے قبل یروشلم میں بالڈون چہارم ریجنالڈ (برنس ارناط) ریمنڈ (والی طرابلس) گوئی ڈی نورگن (بالڈون کا بہنوئی) کے درمیان اقتدار کی رسہ کشی عروج پر تھی اور عسکہ کی مصالحتی کونسل بھی یروشلم کی بابت عیسائی سرداروں کے اختلافات ختم نہ کرا سکی۔ یہ چار سردار سلطان سے الگ الگ صلح کے لئے کوشاں تھے۔ ریجنالڈ نے عہد شکنی اور بدکرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حاجیوں کے کارواں پر حملہ کر دیا جبکہ اس نے سلطان سے صلح کا معاہدہ کر لیا تھا۔ انگریز مؤرخ آرچر لکھتا ہے کہ:

''اس نے ایک قافلے پر جس کا راستہ کرک کے علاقہ میں سے تھا حملہ کیا اور کارواں کو لوٹ لیا۔ اس کارواں پر حملہ تباہی کا باعث تھا۔ صلاح الدین نے جہاد کا اعلان کر دیا''۔

فرانسیسی مؤرخ مچاڈ نے جنگ حطین کی وجہ یوں بیان کی ہے۔ ''ریجنالڈ نے مسلمانوں پر اپنی تاخت و تاراج جاری رکھی اور صلاح الدین کی شکایات کا جواب اس نے نئے عہدوں کو توڑنے سے دیا''۔

اس کے بعد مچاڈ جنگ کی کیفیت بیان کرتا ہے جو عیسائیوں نے مسلمانوں سے کی۔

''یکم مئی 1187ء میں لڑائی ہوئی اور تمام عیسائی فوج میں سے صرف تین شخص زندہ بچ کر واپس آئے''۔

الغرض یہ فرنگیوں کی بدعہدی تھی جس نے سلطان کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کر دیا اور یکم محرم 583ھ کو سلطان ایک بڑا لشکر لے کر دمشق سے نکلا۔ صلاح الدین کا بھانجہ حسام الدین محمد بن عمر اور سلطان کی ہمشیرہ حاجیوں کے قافلے کے ساتھ آنے والے تھے اور اس

Marfat.com

بات کا خوف تھا کہ شیطان برنس ارناط (ریجنالڈ) والی کرک جو حجاج کرام کے قافلے لوٹتا تھا، سے قافلے کو تکلیف نہ پہنچے۔ سلطان بصرہ میں خیمہ زن ہوا۔ کارواں خیریت سے پہنچ گیا۔ سلطان نے حجاج سے ملاقات کی اور کرک اور شوبک سے ہوتا ہوا عیسائیوں کی قوت کچلتا ہوا مقام عشترا پہنچ گیا۔ ملک افضل بمع اپنے لشکر کے وہاں آملا۔ دوسرے علاقوں سے بھی افواج پہنچ گئیں۔ افواج کی ترتیب و تنظیم کے بعد نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں اور پھر دشمن سے مقابلہ کے لئے سلطان نے کوچ کیا۔

سلطان کی فوج کی پیش قدمی کی خبر سن کر جیسا کہ وہ ضرورت اور خطرے کے وقت ہمیشہ متفق ہو جایا کرتے تھے، یروشلم کے جلسہ میں بالاتفاق شریک ہوئے۔ صلیب کی لکڑی جو عیسائیوں میں جوش پیدا کرنے کا ذریعہ تھی باہر لائی گئی۔ پھر اسے فوجوں کے اجتماع کی جگہ صفوریہ لایا گیا۔ مچاڈ لکھتا ہے کہ:

''50 ہزار عیسائی فوج صفوریہ کے میدان میں جمع تھی بعض روایات کے مطابق 63 ہزار تھی''۔

سلطان عیسائیوں کے اجتماع کی خبر سن کر بحرہِ طبریہ کے غربی پہاڑ پر جا اترا اور انتظار کرنے لگا کہ ممکن ہے عیسائی افواج اس کی آمد کی اطلاع پا کر جنگ کے لئے نکلیں مگر انہوں نے کوئی حرکت نہ کی۔ سلطان اپنی فوج کا بڑا حصہ چھوڑ کر تھوڑی سی فوج کے ہمراہ طبریہ کی طرف نکل گیا اور طبریہ کا قلعہ تباہ کر دیا۔ عیسائی فوج کی اطلاع پا کر سلطان طبریہ سے ہٹ آیا اور عیسائیوں کے مقابلہ پر آ گیا۔ سلطان نے فوج کو جبل طبریہ پر اس طرح آراستہ کیا تھا کہ فرنگی تین اطراف سے گھر گئے۔ فرنگیوں نے سلطان کی فوج کی صفوں کو چیر کر بیرون کے کناروں تک راستہ صاف کرنا چاہا۔ یوں ہی فرنگیوں نے حرکت کرنا شروع کی بلندی پر سے اسلامی لشکر نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ سلطان بذاتِ خود فوج کے ایک حصے کے ساتھ نیچے اتر آیا اور عیسائیوں کے مقابلے پر تل گیا۔ سلطان نے گھوڑ سواروں کے ساتھ پے در پے عیسائیوں پر حملے شروع کر دیئے۔ دشمن کے پاؤں بار بار اکھڑ جاتے مگر صلیب کی

Marfat.com

لکڑی جو فوج کے آگے تھی ان کے جوش و جذبے کو ایک نیا حوصلہ بخش دیتی۔ان کے پاؤں پھر سے جم جاتے اور کٹ کٹ گرتے جاتے تھے مسلمانوں کے تابڑتوڑ حملوں کو روکنا آسان کام نہ تھا۔وہ دشمن کی صفوں کو چیر کر نکل جاتے تھے۔

جب رات کی تاریکی نے ہر چیز کو اپنی آغوش میں لے لیا تو فوجیں اسی طرح ہتھیار بند ہو کر صبح کے انتظار میں پڑی رہیں۔سلطان ساری رات مجاہدین کے حوصلے بڑھاتا رہا۔چار چار سو تیر ہر تیر انداز کو دیئے گئے اور ان کو ایسے مقامات پر متعین کیا کہ عیسائی بچ کر نہ نکل سکیں۔فرنگیوں نے بھی شب کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی صف بندی کرلی۔وہ کبھی ایک دوسرے کو موت کی پرواہ نہ کرنے کی تلقین کرتے،کبھی اپنی سلامتی کے لئے دعا کرتے اور کبھی مسلمانوں کو دھمکیاں بھی دیتے تھے۔کسی وقت وہ اپنے خوف پر پردہ ڈالنے کے لئے تمام رات ڈھول بجاتے تھے۔آخر صبح کی روشنی فرنگیوں کے لئے بربادی کا پیغام لے کر آئی۔فرنگی فوج نے اپنے آپ کو سلطان کی فوج کے گھیرے میں پایا تو وہ متعجب اور خوفزدہ ہو گئے۔صبح ہوتے ہی سلطان نے وہ خوفناک اور مہلک لفظ (نعرہ تکبیر) پکارا تو مسلمان خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے یکبارگی سے فرنگیوں پر ٹوٹ پڑے۔عیسائیوں نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر ان کی ہمت پست ہوگئی۔ان کی بائیں جانب کوہ حطین تھا وہ پناہ کے لئے حطین کی طرف بڑھے لیکن مسلمان پہلے ہی وہاں موجود تھے۔حطین کا مقام اس عظیم اور مہیب خونریزی کی یادگار بن گیا ہے۔مقدس صلیب عسکہ کا پادری تھامے ہوئے تھا وہ کٹ کر گرا تو لڈا کے پادری نے اسے سنبھال لیا مسلمانوں نے بمع صلیب کے اسے قیدی بنالیا۔صلیب کو چھڑانا فرنگیوں کے لئے موت وحیات کا مسئلہ بن گیا۔حطین کی زمین لاشوں سے پٹ گئی۔تیس ہزار فرنگی مارے گئے اور تیس ہزار قیدی بنالئے گئے۔عیسائی سردار سر سے لے کر پاؤں تک لوہے سے ڈھکے ہوئے تھے۔کوئی ہتھیار ان پر موثر نہ تھا۔اس لئے مسلمانوں کو پہلے گھوڑے کو قتل کر کے سوار کو گرانا پڑتا تھا پھر سوار کو مارا جاتا تھا۔مسلمانوں کو مال غنیمت میں ایک گھوڑا بھی ہاتھ نہ لگا۔ہر طرف فرنگیوں کی صفوں کی صفیں کٹی پڑی تھیں اور

Marfat.com

قیدیوں کی لائنیں لگی تھیں۔ ایک ایک رسی سے تیس تیس اور چالیس چالیس عیسائی قیدی باندھے گئے۔ سوسواور دو دوسو عیسائی قیدیوں کو بند کیا گیا۔ دمشق میں تین دینار کے بدلے ایک عیسائی قیدی فروخت ہوا۔ تاریخ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک مسلم سپاہی کے پاس جوتے نہ تھے اس نے ایک عیسائی قیدی کو جوتے کے بدلے ایک جفت ساز کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جنگ حطین کے مال غنیمت سے لشکر اسلام کا ہر سپاہی مالا مال ہو گیا۔

جنگ حطین نے ہر عیسائی گھرانے کو ماتم کدہ بنا دیا۔ ان کی مقدس صلیب، ان کا بادشاہ، ہر امیر اور نامور شخص مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ امراء اور والیان ملک میں سے صرف حاکم طرابلس ریمنڈ جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہوا مگر موت جو اس کے تعاقب میں تھی نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ طرابلس پہنچ کر وہ ذات الجنب کے مرض سے مر گیا۔

فرنگی آج بھی جنگ حطین کے خوفناک منظر کو نہیں بھولے۔ خواب میں بھی انہیں جنگ حطین کے خوفناک مناظر دکھائی دیتے تھے۔ گیارہ ستمبر 2001ء کے واقعہ کی ذمہ داری بلاتحقیق اور بلاثبوت جب نامعلوم تنظیم القاعدہ اور طالبان پر ڈالی گئی تو امریکی صدر کی بلبلاتی زبان سے بے اختیار لفظ کروسیڈ نکلا تھا جس کے پس منظر میں جنگ حطین کی یادیں کارفرما تھیں مگر صدر موصوف کروسیڈ (صلیبی جنگ) کے لفظ کو بڑی ہوشیاری سے بدل گئے۔

جنگ کے بعد سلطان صلاح الدین نے دربار منعقد کیا۔ اس میں تمام شاہی قیدی اس کے سامنے پیش کیے گئے۔ ان میں گوئی شاہ یروشلم، اس کا بھائی جیفری، رینالڈ یا ریجنالڈ (ہمفری یا برنس ارناط) والی کرک اور دیگر نامور عیسائی قیدی تھے۔ سلطان نے گوئی شاہ یروشلم کو اپنے پاس بٹھایا اور باقی امراء قیدیوں کو بھی بٹھایا۔ ان سے نرمی اور ملاطفت سے باتیں کیں۔ ٹھنڈا پانی منگوا کر پینے کو دیا۔ گوئی ہیبت سلطانی سے کانپ رہا تھا۔ سلطان کے شفیقانہ رویہ سے اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے وہ پانی ریجنالڈ المعروف برنس ارناط والی کرک کو دینا چاہا تو سلطان نے ٹوک دیا کہ یہ پانی تم دیتے ہو میں نہیں دیتا۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ سلطان سے ریجنالڈ کوئی رعایت حاصل نہ کر سکے گا۔

Marfat.com

برنس ارناط (ریجنالڈ) وہی درندہ صفت شیطان تھا جو بارہا عہد شکنی کا مرتکب ہوا تھا۔ جس نے بے پناہ حاجیوں اور تاجروں کو لوٹا تھا۔ ہزاروں معصوم عورتوں کو بچوں کو بے رحمی سے قتل کیا تھا۔ حرمین شریفین پر حملہ کرنے گیا تھا اور نبی مکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ اور نازیبا کلمات کہے تھے جن کو سن کر سلطان نے قسم کھائی تھی کہ وہ اسے پکڑ لے گا اور اپنے ہاتھوں سے قتل کرے گا۔ آج وہ درندہ سلطان کے سامنے تھا۔ سلطان نے اس کو اس کی بدعہدیوں اور غداریوں کے لئے ملامت کی اور اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالا۔ شاہِ یروشلم گوئی اور دیگر امراء قیدیوں کو دمشق بھیج دیا۔ یکم شنبہ (ہفتہ) کو سلطان طبریہ میں داخل ہوا۔ ریمنڈ شاہِ طرابلس کی بیگم جو طبریہ میں تھی کو اس کے خاوند ریمنڈ کے پاس طرابلس بھیج دیا۔ دیگر شر پسند اور غارت گر قیدیوں کو جن میں ٹمپلرز اور ہاسپٹلرز تھے اور جن کے شر اور فساد سے مسلمانوں کے علاقوں میں ہر زمانہ میں ہر وقت حملے کرنے سے سلطان ناراض تھا کو قتل کر دیا گیا اور بعض کو دمشق بھیج دیا۔ اور لکھ دیا کہ ان دو فرقوں کا نائٹ اسلام لے آئے اسے چھوڑ دیا جائے۔ باقی قتل کر دیئے جائیں۔

دیگر فتوحات

ربیع الآخر 583ھ کو سلطان نے عکہ کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ شہر مشہور بندرگاہ تھا اور مغرب کے سوداگر بحرہ روم کے ساحل پر واقع اسی بندرگاہ پر اترتے تھے پچھلے زمانہ میں مغرب کی ٹڈی دل فوجوں کے حملوں کا مقابلہ تیس برس تک یہاں کے باشندے کرتے رہے تھے۔ سلطان کے مقابلہ میں دو دن میں اہل شہر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان نے اہل شہر کو آزادی دے دی کہ اپنے سب سے قیمتی اسباب جو لے جاسکیں لے کر وہاں سے چلے جائیں جمعہ کے دن سلطان مصر سے آئے قاضی فاضل کے ہمراہ شہر میں داخل ہوا اور نماز جمعہ عکہ کے شہر میں پڑھی۔ اس کے بعد نابلس، حیفہ، قیساریہ، صفوریہ اور ناصرہ کے شہر مفتوح ہوئے۔ چند ماہ کے اندر سارے ساحلی شہر اور علاقہ جات سلطان کے قبضہ میں آگئے۔ ان میں اکثر شہر بلا خونریزی مصالحت سے سلطان نے فتح کیے۔ وہاں کے

Marfat.com

باشندوں کو اپنا مال و اسباب لے جانے کی اجازت تھی۔ بعض لوگ سلطان کے عیسائیوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کے سلوک کو سلطان کی غلطی تصور کر رہے تھے۔ سلطان ایسا کر کے متفرق عیسائی باشندوں کو یکجا ہونے اور مضبوط جمعیت پیدا کر لینے کا موقع فراہم کر رہا تھا۔ اس خطرناک غلطی کا خطرناک خمیازہ بھگتنا پڑا مگر سلطان مروت و احسان کی روش پر قائم رہا۔ وہ امان مانگنے والوں کو امان دینے پر ہر وقت آمادہ اور تیار تھا۔ وہ مقابلہ کرنے والوں کو بھی معاف کرنے اور ان سے مصالحت کے لئے تیار تھا۔ مثلاً عسقلان کے لوگوں نے سلطان کا مقابلہ کیا۔ سلطان کی فوج نے قلعہ توڑ ڈالا اور دیوار میں شگاف کر دیا تو سلطان نے وہاں کے لوگوں کو امن قبول کرنے کے لئے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور مقابلہ پر ڈٹے رہے لیکن یروشلم کے بادشاہ گوئی نے جو اس وقت سلطان کی قید میں تھا نے اہل عسقلان کو سمجھایا کہ تم اپنے اہل و عیال کی جانوں کو خواہ مخواہ خطرے میں نہ ڈالو۔ اس طرح انہوں نے سلطان کے پاس آ کر صلح کی درخواست کی اور جو شرائط انہوں نے امان کے لئے پیش کیں سلطان نے منظور کر لیں اور اپنے بادشاہ کی نسبت ان کی محبت کے جذبات سے متاثر ہو کر ان کے بادشاہ (گوئی) کو ایک سال کے اختتام پر رہا کرنے کے لئے رضامند ہو گیا۔

ان مقامات کی تسخیر سے سلطان کو دس ہزار قیدیوں کو جو مختلف مقامات پر عیسائیوں کی قید میں تھے چھڑانے کا موقع ملا۔ سلطان جس مقام کو فتح کرتا سب سے پہلے وہاں قید مسلمانوں کی زنجیریں کاٹ ڈالتا اور ان کو آزاد کر کے کچھ مال و اسباب دے کر رخصت کرتا۔

فتح بیت المقدس 1187ء

مجاہد اسلام نور الدین زنگی مرحوم کی زندگی کی آرزو تھی کہ بیت المقدس کو عیسائیوں سے آزاد کرایا جائے لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور وہ یہ حسرت دل میں لئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے آقا کی خواہش کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا۔ اس کے ہر کام اور فعل کے پس منظر میں یہی مدعا کارفرما تھا۔ اس نے مسلمان حکومتوں کی منتشر قوتوں کو یکجا اور متحد کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کی۔ اس نے اپنے مشن کی تکمیل

Marfat.com

کے لئے وقت کا صبر وتحمل سے انتظار کیا۔ خدا نے اسے مسلسل کامیابیوں سے نوازا۔ ساحل کے تمام علاقے فتح ہو چکے تھے۔ اب صرف صور اور بیت المقدس عیسائیوں کے قبضہ میں رہ گئے تھے جنہیں فتح کرنا باقی تھا اور اب وہ قریب آ گیا تھا۔

عسقلان کی تسخیر کے بعد سلطان نے مختلف مقامات پر منتشر مسلمان سپاہ کو بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کے لئے جمع کیا تھا۔ علماء وفضلاء اور صاحب علم وکمال جو سلطان کی کامیابیوں کی خبر سن کر مختلف ممالک سے سلطان کے پاس جمع ہو گئے تھے، کو ہمراہ لیا اور فتح ونصرت کے لئے دعا کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف رواں ہو گئے۔ اسلامی فوج کے ہراول دستہ سے عیسائیوں کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ سلطان نے ارکان سلطنت، شہزادگان اور برادران عالی ہمت، امراء اور اہل لشکر کا ایک دربار بلایا۔ ان سے مشاورت کی اور آخر میں ایک دلکش اور ایسی مؤثر تقریر کی کہ سامعین خوش ہو گئے۔ تقریر کے اختتام پر سلطان نے قسم کھائی کہ وہ جب تک بیت المقدس پر اسلام کا پرچم نصب نہ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کی پیروی نہ کرے گا اور صخرہ مبارک پر قبضہ نہ کرے گا پیچھے نہ ہٹے گا اور قسم پوری ہونے تک لڑائی جاری رکھے گا۔

15 رجب 583ھ کو صلاح الدین ایوبی بیت المقدس کے مغرب کی جانب خیمہ زن ہوا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے عیسائیون کو اطاعت کی پیشکش کی کیونکہ وہ بیت المقدس جیسے شہر میں خونریزی ناپسند کرتا تھا۔ لیکن فرنگیوں نے اس کی پیشکش کو مسترد کر دیا اور دھمکی دی کہ ہم 5 ہزار مسلمان قیدیوں کو جو ہمارے پاس ہیں مار ڈالیں گے گھروں کو آگ لگا دیں گے قلعوں کو ویران کر دیں گے، صخرہ شریف کو اکھیڑ کر لے جائیں گے، صخرہ کا قبہ گرا دیں گے، چشمہ سلوان کو نابود کر دیں گے، سب خوبصورت مکانات اور عمارات گرا کر خاک میں ملا دیں گے اپنے مال مویشی سب ہلاک کر دیں گے اور تمہارے لئے کچھ نہ چھوڑیں گے۔

شہر میں اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ متنفس موجود تھے جن میں 60 ہزار عیسائی جنگ کرنے کے قابل تھے۔ عیسائیوں کی اس دھمکی کے بعد سلطان حملہ کر کے اور نقب لگا کر شہر کو

Marfat.com

فتح کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ وہ پانچ دن تک فوجوں کی تقسیم اور تعین میں مصروف رہا۔ 20 رجب بروز جمعہ کو سلطان شمال کی طرف جا ٹھہرا اور فصیل کو نقب لگانا شروع کر دی اور مناسب جگہوں پر منجنیقیں لگانا شروع کر دیں اور لڑائی شروع کر دی۔

ایک دن مسلمانوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ وہ صفوں کو چیرتے فصیل تک جا پہنچے۔ اس حملہ میں امیر عز الدین جیسے جان باز کو جان کا نذرانہ دینا پڑا۔ مسلمانوں نے خندق کو پر کر کے فصیل کو نقب لگا کر گرا دیا۔

مسلمانوں کی حیرت ناک جوانمردی سے عیسائیوں میں بددلی پھیل گئی اور سوائے امان طلب کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ عیسائی معززین جمع ہو کر سلطان کے پاس امان طلب کرنے کی غرض سے آئے۔ سلطان نے اس شرط پر امان دے دی کہ عیسائی باشندوں میں ہر مرد دس دینار، ہر عورت 5 دینار اور فی بچہ 2 دینار جزیہ ادا کرے، اپنا ضروری اسباب اور جانیں لے کر چلے جائیں۔ جو فدیہ ادا نہ کر سکیں وہ مسلمانوں کی غلامی میں رہیں۔ عیسائیوں نے یہ شرط مان لی۔ بالیان بن بارزان، بطریق اعظم ٹیمپلرز اور ہاسپٹلرز کے رئیس اس رقم کی ادائیگی کے ضامن ٹھہرے۔ بالیان نے تیس ہزار دینار مفلس لوگوں کے لئے ادا کئے اور جزیہ ادا کرنے والے لوگ امن سے شہر سے نکل گئے۔ عیسائیوں کی بڑی تعداد دیواروں سے لٹک کر اور دیگر طریقوں سے شہر سے نکل گئی۔ جو لوگ جزیہ نہ دے سکتے تھے سلطان کی بے مثال فیاضی سے مستفید ہوئے۔ سلطان کے بھائی ملک عادل، بیٹیوں اور عزیزوں کی درخواستوں پر بے شمار لوگ جو فدیہ دینے سے قاصر تھے آزاد کر دیئے گئے۔ پھر بالیان اور بطریق کی درخواست پر بھی ایک بڑی جماعت کو آزادی دے دی گئی۔ سب کے آخر میں سلطان نے ایک بڑی جماعت اپنے نام پر چھوڑ دی۔ عیسائی ملکہ کو بمع اپنے بے شمار مال و دولت، زر و جواہر ملازمین اور متعلقین کے اپنے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دے دی گئی۔

سلطان کا یہ حسن سلوک جو اس نے عیسائیوں کے ساتھ کیا اسلامی فیاضی، تحمل، احسان

Marfat.com

اور سلوک کی ایک ایسی مثال ہے جس پر درندہ صفت عیسائی دنیا کو اسلام اور مسلمانوں پر خونریزی کا الزام لگانے کی بجائے شرمندہ ہونا چاہئے لیکن وہ لوگ جو بے شرم اور ظالم ہوں ان کو شرم سے کیا تعلق ہوتا ہے۔

آیئے تاریخ کے اوراق پلٹ کر ان حالات کا جائزہ لیں جن کا مظاہرہ 1099ء بمطابق 491ھ کو فتح بیت المقدس کے وقت عیسائیوں نے مسلمانوں سے کیا۔ خصوصاً یہ جگر شگاف واقعات خود عیسائی مؤرخین کے تحریر کردہ ہیں جو تاریخ کے اوراق میں جا بجا ملتے ہیں اور مہذب عیسائیوں کی درندگی و خونخواری کا منظر پیش کرتے ہیں۔ مچاڈ لکھتا ہے۔

یروشلم کی فتح سے متعلق ایک زہرہ شگاف، غمگین اور جگر سوز سلوک کا مختصر سا منظر پیش کیا جاتا ہے۔ جو عیسائیوں نے مسلمان بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سے کیا تھا فرانسیسی مؤرخ مچاڈ اس منظر پر یوں روشنی ڈالتا ہے: ''اس امر کی امید کی جا سکتی تھی کہ یہ یادگار زمانہ ان (عیسائیوں کے) دلوں میں رحم کے خیالات پیدا کر دیتا لیکن مسلمانوں کی دھمکیوں اور طعنوں سے برافروختہ ہو کر اور اپنے محاصرہ کی تکلیف اور اس شہر میں مسلمانوں کی طرف سے مقابلہ کرنے کی کوشش سے جسے وہ چھڑانے آئے تھے اور جسے وہ آئندہ اپنا ہی ملک تصور کرتے تھے خون اور ماتم سے بھر دیا۔ قتل اور خونریزی عام ہو گئی وہ تمام لوگ جو گاڈ فری اور ٹنکرڈ کی تلواروں سے بچے وہ پادریوں کے ہتھے چڑھ گئے جو ویسے ہی ان کے خون کے پیاسے تھے۔ گلیوں اور گھروں میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، یروشلم میں مغلوبوں کی پناہ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ بعض نے فصیل سے کود کر جان بچانے کی کوشش کی۔ دوسرے گروہ محلوں اور میناروں خصوصاً مساجد میں گھسے لیکن عیسائیوں کے تعاقب سے کہیں بھی نہ بچ سکے۔

جب عیسائیوں نے مسجد عمر رضی اللہ عنہ پر قبضہ کیا جس میں مسلمانوں نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو بچایا تھا تو خونریزی کے مناظر کی ایک ہیبت ناک تکرار شروع ہو گئی جو ٹیلئس کی فتح بیت المقدس کے وقت پیش آئے تھے۔ سوار اور پیادے کھچا کھچ مسجد میں گھس گئے۔ اس ہیبت ناک شور و غل کے درمیان چیخوں، آہوں اور موت کی فریادوں کے سوا کچھ

Marfat.com

سنائی نہ دیتا تھا۔ فاتحین بھاگنے کی کوشش کرنے والوں کے تعاقب میں لاشوں کے ڈھیروں کو گھوڑوں کے سموں سے لتاڑ رہے تھے"۔

"مقتولین کی تعداد ان سپاہیوں سے بہت ہی زیادہ تھی جنہوں نے ان کو بدلہ کا شکار بنایا تھا اور یرون کے قریب کے پہاڑ ان چیخوں سے جو گرجا سے نکل رہی تھیں۔ گونج رہے تھے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صلاح الدین نے اس شہر کو فتح کے وقت عیسائیوں کے ساتھ جس بے مثال فیاضی، تحمل اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اس کے جواب میں فرنگیوں کی درندگی اور ہیبت ناک خونخواری کس قدر شرمناک فعل ہے اور ان کے مہذب پن پر بدنما داغ ہے۔ کیا ایسی درندہ خصلت قوم کو اس سرزمین پر زندہ رہنے کا حق ہے؟ پھر ایسے وحشی لوگوں کے ساتھ دوستی اور کسی بھی قسم کا تعاون کس زمرے میں آتا ہے؟

کیا عراق، سوڈان، افغانستان اور لیبیا میں لاکھوں ٹن بارود کی بارش کا نام وحشت و بربریت نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ سب صلیبی جنگوں کا تسلسل ہے۔ لیکن اس سے بھی بھیانک منظر تو ابھی آنے والا وقت پیش کرے گا۔ کیسی حالت ہے کہ لوگ فریب کاری کا شکار ہو گئے ہیں۔

مغربی مؤرخین نے خصوصاً مچاڈ نے اس خونریزی اور وحشیانہ قتل و غارت کا کمال عذر لنگ پیش کیا ہے کہ مسلمانوں نے فرنگیوں کو دھمکیاں دی تھیں اور یہ کہ عیسائیوں نے محاصرے کے دوران تکالیف کا سامنا کیا تھا اور مسلمانوں نے شہر میں عیسائیوں کا مقابلہ کیا تھا۔

مغرب کے مؤرخین یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ایسا ہی سب کچھ عیسائیوں نے مسلمانوں کے محاصرہ کے دوران اور بیت المقدس میں داخلے کے ایک دن پہلے کیا تھا یہ بد فطرت قوم ہے جو ساری دنیا کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑنے کے درپے ہے۔

احترام انسانیت کا عملی نمونہ صرف اسلام اور مسلمانوں نے پیش کیا ہے۔ صلاح الدین نے تو عیسائیوں سے فتح بیت المقدس کے موقع پر احترام انسانیت اور شفقت کی انتہا کر دی جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آخر وہ دن آ گیا جب عیسائیوں نے یروشلم چھوڑنا تھا۔ داؤد کے دروازے کے سوا

Marfat.com

جس میں سے لوگوں نے گزر کر باہر جانا تھا دیگر سب دروازے بند کر دیئے گئے۔ صلاح الدین تخت پر بیٹھا ہوا عیسائیوں کو باہر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا سب سے پہلے یروشلم کا بطریق اعظم پادریوں کی جماعت کے ہمراہ آیا جنہوں نے مقدس ظروف، مسیح کی قبر کے زیورات اور وہ خزانے اٹھائے ہوئے تھے جن کی نسبت ایک عرب مؤرخ لکھتا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ ہی ان کی قیمت کو جانتا تھا''۔

ان کے بعد یروشلم کی ملکہ بیرنس (نوابوں) اور نائٹس (سواروں) کے ہمراہ آئی۔ اس کے ساتھ عورتوں کی ایک بڑی تعداد تھی جو گودیوں میں اپنے بچوں کو اٹھائے تھیں اور درد ناک چیخیں مار رہی تھیں۔ ان میں سے بہت سی صلاح الدین کے تخت کے قریب سے گزریں اور اس سے کہا۔

''تم اپنے پاؤں میں ان جنگ آوروں کی لڑکیاں اور بچے دیکھتے ہو جن کو تم نے قید میں روک لیا ہے۔ ہم ہمیشہ کے لئے اپنے ملک کو جس کو انہوں نے بہادری سے بچایا ہے، چھوڑ رہی ہیں۔ وہ ہماری زندگیوں کا سہارا تھے۔ ان کو کھو دینے میں اپنی آخری امیدیں کھو چکی ہیں۔ اگر تم ان کو ہمیں دے دو تو ہماری جلاوطنی کی مصیبتیں کم ہو جائیں گی اور ہم زمین پر بے یارو مددگار نہ ہوں گی''۔

سلطان ان شکستہ دل خاندانوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ ان کے بچوں کو ان کی ماؤں کے پاس بھیج دیا اور خاوندان کی بیویوں کے پاس بھیج دیئے جو کہ ان قیدیوں میں گرفتار تھے جن کا زرفدیہ ادا نہ کیا گیا تھا۔ بہت سے عیسائیوں نے اپنے قیمتی اثاثے چھوڑ دیئے تھے۔ بعض کے کندھوں پر بیمار والدین تھے اور بعض نے کمزور اور بیمار دوستوں کو کندھوں پر اٹھا لیا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر سلطان کا دل بھر آیا۔ اپنے دشمنوں کے اوصاف کی تعریف کر کے ان کو قیمتی تحائف اور انعامات دیئے۔

ان تمام مصیبت زدوں پر رحم کیا۔ اس نے ہاسپٹلرز کو اجازت دے دی کہ وہ حاجیوں کی خدمت کریں اور وہ بیمار جو یروشلم چھوڑ کر نہیں جا سکتے ان کی خدمت کریں۔ کیا سنگ

Marfat.com

دل، خودغرض اور بے رحم عیسائی دنیا تہذیب اور شائستگی کے دعووں کے باوجود جن میں اکثر خودغرضی کا ہاتھ پوشیدہ ہوتا ہے ہزار ہا برسوں میں اس کی نظیر پیدا کر سکے گی جو صلاح الدین نے عیسائیوں سے فیاضی اور رحم و احسان کر کے قائم کی؟

بیت المقدس پر 90 سال تک کفر کا قبضہ رہا۔ سلطان صلاح الدین کا اس پر جمعہ کے روز (نمازِ جمعہ کے بعد) قبضہ ہوا۔ اس دن کی رات لیلۃ المعراج تھی۔ قلعوں اور بلندیوں پر سلطانی پرچم گاڑ دیئے گئے۔ اسلامی شوکت اور عظمت کے نشان بلند ہوئے۔ سلطان بیت المقدس کے میدان میں خیمہ میں بیٹھا مبارک بادیں وصول کر رہا تھا۔ امراء، علماء اور فضلاء بھی ملاقات اور مبارک بادیں دینے آئے تھے تمام ارکانِ دولت حاضر تھے۔ سلطان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اہل لشکر اور محتاجوں کو انعام و اکرام مل رہے تھے۔ قاری لوگ خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ عماد الدین کاتب سلطان جو بیماری کی وجہ سے دمشق میں ٹھہرا ہوا تھا اس مبارک کامیابی کی خبر سننے سے اس کی بیماری جاتی رہی اور وہ حاضر ہو گیا۔ سلطان کو اس کے آنے سے بہت خوشی ہوئی اور اسی روز مبارک باد کے ستر خطوط لکھوائے اور ہر طرف روانہ کئے۔

اس جمعہ کو جس دن بیت المقدس فتح ہوا مسجد اقصیٰ میں نمازِ جمعہ نہ پڑھی جا سکی کیونکہ فرنگیوں نے مسجد اقصیٰ کی حالت بگاڑ دی تھی کہ بغیر درستی اور تبدیلی کے اس میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی۔ عیسائیوں نے مسجد کے قدیم محراب کو اس کے مغرب کی طرف گرجا کی عمارت بنوا کر اس کو چھپا دیا تھا۔ مسلمانوں نے مسجد کو اس کی اصل حالت میں لا کر دمشق سے لائے گئے عرق گلاب سے اسے غسل دیا۔ صاف کر کے نماز پڑھنے کے لئے اسے آراستہ کیا گیا۔ محراب کے اوپر قندیلیں لٹکائی گئیں۔ 4 شعبان کو دوسرے جمعہ کا دن جو نماز جمعہ ادا کرنے کا پہلا جمعہ تھا ایک عجیب و غریب شان و شوکت کا دن تھا ہر ایک علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جمع تھے اس روز نور الدین زنگی کے بنوائے ہوئے غیر معمولی منبر پر خطبہ دیا گیا۔ سلطان نور الدین محمود زنگی نے اس واقعہ سے

Marfat.com

تیس برس قبل مسجد اقصیٰ میں رکھنے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے لئے ایک عالیشان منبر بنوایا تھا۔نہایت صنعت اور کاریگری سے بڑے بڑے صناعوں نے طویل عرصہ کی محنت اور صرف زر کثیر کے بعد یہ منبر تیار کیا تھا۔سلطان نے اسے اپنے خزانے میں محفوظ رکھا تھا۔سلطان کی فتح بیت المقدس کی آرزو پوری نہ ہوئی اور منبر اسی طرح پڑارہ گیا۔سلطان صلاح الدین نے اسے منگوا بھیجا اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھ کر بزرگ نورالدین کی تمنا کو پورا کیا جو وہ حسرت کی طرح اپنے دل میں لے کر اس دار فانی سے چل بسا تھا۔

کارواں پھر راہ جہاد پر

سلطان ایک عرصہ تک بیت المقدس میں مقیم رہا۔عیسائیوں نے صخرہ شریف اور مسجد اقصیٰ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ان اضافوں کو گرا کر اصل شکل میں تعمیر کرایا اس کے بعد امورِ سلطنت میں مصروف رہا اور اپنی عظیم کامیابی اور محنت کے پھل سے محظوظ ہوتا رہا۔بیت المقدس کے بعد صور کا مضبوط قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں رہ گیا تھا اور سلطان کو اس کے فتح کرنے کی فکر تھی۔صیدا اور بیروت میں سلطانؒ کے نائب سیف الدین علی جو صور کے قریب تھا نے خط لکھ کر قلعہ کے محاصرے کی ترغیب دی۔سلطان صور کے قلعہ کے محاصرے کے عزم سے 25 شعبان کو بیت المقدس سے روانہ ہو کر 9 رمضان المبارک کو صور پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو تیرہ دن جاری رہا مگر شدید موسم سرما کے باعث محاصرہ چھوڑ کر واپس آنا پڑا۔محاصرہ صور کے دوران ہونین فتح ہو چکا تھا۔

محرم 584ھ کو سلطان عکہ سے حصن کوکب کی تسخیر کے لئے نکلا مگر بعض دشواریوں کے پیش نظر محاصرہ چھوڑنا پڑا۔چودہ ماہ کے بعد سلطان دمشق روانہ ہوا اور چھ ربیع الاول کو وہاں پہنچا۔پانچ دن بعد اسے فرنگیوں کے جبیل پر حملے کی اطلاع ملی لیکن ابھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ فرنگی دم دبا کر بھاگ گئے۔موصل وحلب کے لشکر بھی جہاد کے لئے سطان کی طرف روانہ ہو گئے۔سلطان حصن الاکراد کی طرف چل پڑا اور ایک بلند ٹیلے پر اس کے مقابل میں جا اترا۔شہزادہ ملک ظاہر اور ملک مظفر کو انطاکیہ کے مقابل میں تزیں روانہ کیا تا کہ اس

Marfat.com

طرف سے دشمن کے حملے کا خیال رکھیں۔ اس قلعہ کی تسخیر کی تمام تدابیر ناکام ہوئیں۔ طرابلس کو دو دفعہ تاراج کیا۔ سلطان ایک بار پھر دمشق چلا گیا اور جہاد کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ لشکر کا اہتمام کر کے بالائی ساحل کے بلاد کی تسخیر کے عزم سے پھر روانہ ہو کر حصن الاکراد کے سامنے جا اترا۔ موصل و حلب کے لشکر بھی اس سے آ ملے۔ اردگرد کے قلعے فتح کر کے طرطوس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر جبلہ کے شہر پر قبضہ کر لیا لیکن اہل قلعہ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ مگر شکست کھائی اور امان کے طالب ہوئے۔ اس کے بعد لاذقیہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ یہ تین قلعے بلندی پر تھے مگر مسلمانوں نے انہیں تہس نہس کر دیا اور جزیہ کی شرط پر مصالحت کر لی۔ یہ بہت خوبصورت شہر تھا اور شاندار بندرگاہ تھی۔ لاذقیہ سے سلطان صیہون روانہ ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ بہت مضبوط تھا۔ اس کے گرد 120 گز چوڑی خندق تھی اور اس کے گرد تین فصیلیں تھیں۔ مسلمان جذبۂ ایمانی سے جان توڑ کر لڑے۔ قلعہ فتح ہو گیا وہاں سے اسلامی لشکر بکاس روانہ ہوا۔ بکاس اشغر اور سردانیہ پر مسلمان قابض ہو گئے۔ اب سلطان برزیہ کا قلعہ فتح کرنے روانہ ہوا جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے منجانیق کے ذریعے سنگ باری کر کے اسے فتح کر لیا۔ عیسائیوں نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ قلعہ کی والیہ انطاکیہ کے حاکم کی زوجہ تھی۔ اور قیدیوں میں وہ اور اس کی بیٹی بھی گرفتار ہوئی تھی۔ سلطان نے مع خدام کے انہیں آزاد کر دیا اور تحائف و انعام دے کر انطاکیہ روانہ کیا۔

سلطان نے انطاکیہ کے نواح میں حصن بغراس اور دربساک بھی فتح کر لئے اب انطاکیہ فتح کرنا مشکل نہ تھا۔ لیکن افواج تھک چکی تھیں۔ کیونکہ طویل عرصہ سے مصروف جہاد تھیں۔ انطاکیہ کے سفیر مصالحت کے لئے حاضر ہو گئے اور سلطان 8 ماہ کے لئے صلح کر کے دمشق چلا گیا۔ دمشق پہنچنے پر رمضان شروع ہو گیا۔ آرام کرنے کا یہ بہترین موقع تھا مگر جن کو جہاں کا جنوں ہو ان کو آرام کی ضرورت کم ہی محسوس ہوتی ہے۔ جذبۂ جہاد سے سرشار لوگوں کو زندگی کا لطف جہاد سے ملتا ہے چنانچہ سلطان کو شوق جہاد نے آرام کی طرف

Marfat.com

مائل نہ ہونے دیا۔ جولان کے علاقے میں صفد اور کوکب دو قلعے تھے۔ ان کو فتح کرنے کا عزم کرلیا جب سلطان انطاکیہ کے بلاد فتح کرنے میں مصروف تھا تو ملک عادل نواح کرک میں عیسائیوں سے نبرد آزما تھا۔ اس نے اپنے خسر سعد الدین کو کرک کی مہم پر بھیجا۔ اس نے کرک کا محاصرہ کر کے عیسائیوں کا سامان رسد بند کر دیا۔ تنگ آ کر عیسائی ملک عادل سے امان کے طالب ہوئے۔ ملک عادل نے عیسائیوں کو امان دے دی اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ یہ وہ قلعہ ہے جس کے والی ریجنالڈ (برنس ارناط) نے حجاز (مکہ و مدینہ) پر حملہ کر کے اس کو فتح کرنے کا عزم کیا تھا اور آخر جنگ حطین میں گرفتار ہو کر قتل ہوا تھا۔ کرک کی فتح کے بعد قلعہ صفد اور کوکب کا محاصرہ کرلیا گیا اور منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری شروع کر دی لیکن صفد کا قلعہ بہت بلند تھا اور گہری خندقوں سے گھرا ہوا تھا۔ شدت باد و باران کے باوجود سلطان مصروف جہاد رہا اور کوئی مشکل اسے اپنے ارادے سے باز نہ رکھ سکتی تھی۔ دن بھر فوج کے ساتھ حملے کرنے میں مصروف رہتا اور رات منجنیقیں نصب کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ اہل صفد کی مدد کے لئے صور سے بھی عیسائیوں نے فوج بھیجی تھی جو گھاٹیوں میں چھپی ہوئی تھی مسلمانوں کو اس کا سراغ مل گیا تو مسلم سپاہ نے ان سب کو پکڑ لیا لیکن سلطان نے ملاطفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سب کو آزاد کر دیا۔ پھر قلعہ کوکب کی باری آئی جو بہت بلندی پر واقع تھا لیکن باوجود اس کے ہمت سے اسے فتح کرلیا۔

ان فتوحات سے فارغ ہو کر سلطان ملک عادل کے ہمراہ بیت المقدس چلا گیا اور عیدالضحیٰ تک وہیں قیام کیا اور انتظام و اہتمام میں مصروف رہا۔ اس کے بعد عسقلان پہنچا۔ وہاں ضروری امور سرانجام دیئے اور پھر ملک عادل کو شہزادہ عثمان کے ہمراہ مصر روانہ کیا۔ خود عکہ جا کر فوجوں کو بھرتی کیا اور لشکر کو منظم کر کے سرحدوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ عکہ کی حفاظت کا خصوصی بندوبست کیا۔ بہاؤالدین قراقوش کی زیر نگرانی عکہ کی حفاظت کے لئے تعمیر ہونے والی عمارات کا جائزہ لے کر دمشق روانہ ہوگیا۔

ربیع الاول 585ھ کے آغاز تک سلطان دمشق میں مقیم رہا۔ پھر 3 ربیع الاول کو جہاد

Marfat.com

کے عزم سے نکل کھڑا ہوا۔ بانیاس کے قریب شقیف ارنون کے مضبوط قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ والی شقیف کی حکمت عملیوں کے باعث سلطان کو کچھ عرصہ وہاں رکنا پڑا۔ اس عرصہ میں سلطان نے بادشاہ گوئی کو جو جنگ حطین میں گرفتار ہوکر سلطان کی قید میں تھا وعدہ کے مطابق انجیل پر قسم لے کر اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ آئندہ کبھی سلطان کے خلاف تلوار نہیں اٹھائے گا اور کبھی اس کے مقابلہ میں جنگ نہیں کرے گا۔ ہزاروں بار آزمائش اور عیسائیوں کی بدعہدی کے تجربے کے باوجود ان پر اعتبار کر لینا خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو خطرناک غلطی کے سوا اسے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اس کے تکلیف دہ نتائج کا تذکرہ آگے چل کر آئے گا۔ ہاں عیسائیوں پر اعتبار کرنا تاریخی جرم ہے جس کا نتیجہ تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کرتا۔

مغرب میں صف ماتم بچھ گئی

بیت المقدس کی صلاح الدین کے ہاتھوں فتح کی خبر سے عیسائیوں کی دنیا تاریک ہوگئی اور ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ پوپ اربن ثالث اس خبر کو سن کر فرط غم سے دل شکستہ ہوکر مر گیا۔ بقول فرانسیسی مؤرخ مچاڈ کے عیسائیوں نے اپنے ممالک کی تمام مصیبتیں یروشلم پر رونے کے لئے فراموش کر دیں۔ عیسائی پادری (جیسا کہ ان کا معمول ہے) قریہ قریہ ایسی تصویریں لئے پھرتے تھے جس میں مسیح کی قبر کو گھوڑے کے سم روندر ہے تھے اور محمد ﷺ نے مسیح کو زمین پر گرا دیا تھا۔ یروشلم کے بادشاہ اور عیسائی نائٹوں کے گرفتار ہوکر قید ہونے اور ''خداوند'' کی کنواری عورتوں کی قسمت اور بچوں کی مصیبتوں پر دردناک نوحے اور گیت گائے گئے''۔

نئی کروٹ اور پھر وہی جوش وجنون

عیسائیوں کی دنیا میں دفعتاً تبدیلی آگئی۔ مسیح (علیہ السلام) کی قبر کے لئے روتے ہوئے وہ انجیل کے احکام پر عمل کرنے لگے اور بہتر ہوگئے۔ شہروں سے عیاشی رخصت ہوگئی۔ تکالیف بھول گئیں اور خیرات افراط سے دی جانے لگی۔ عیسائی راکھ پر سوتے تھے اور اون کے کپڑے پہنتے تھے اور مختلف قسم کی تکالیف خود ہی اپنے لئے اختیار کرتے تھے۔ بیت

Marfat.com

المقدس پر مسلمانوں کے قبضہ کے خلاف عیسائیوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ پادریوں نے پراپیگنڈہ کا محاذ کھول دیا۔ تاریخ مجاڈ میں صفحہ 435 پر لکھا ہے کہ:

''ولیم آرچ بشپ آف ٹائر مشرق سے یورپ پہنچا تاکہ شاہان یورپ سے عیسائیوں کے لئے مدد طلب کرے۔ فرانس اور انگلستان ان دنوں باہم جنگ کر رہے تھے۔ ولیم نے ایک بڑی مجلس میں صلاح الدینؒ کی فتح بیت المقدس کا حال بیان کیا جس سے سامعین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پھر اس نے ایک موثر اور پرجوش تقریر کی کہ عیسائیوں میں پھر وہی جنون اور جوش پیدا ہو گیا۔ ولیم نے مذہب کے نام پر عیسائی بادشاہوں اور سرداروں کو جو ملامتیں کیں ان کا بھی بڑا اثر ہوا اور ہنری دوم شاہِ انگلستان اور فلپ آگسٹس شاہ فرانس جو اس وقت تک ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے مل کر روئے اور سب سے پہلے صلیب حاصل کی۔ رچرڈ ڈیوک آف گوائین (شاہِ انگلستان کا بیٹا)، فلپ کونٹ آف فلینڈرس، ہف کونٹ آف برگنڈی، ہنری کونٹ آف سمپلین، تھیاٹ کونٹ آف بلائس، رٹرو کونٹ آف پرچی اور کثیر التعداد سرداروں اور نائٹوں، فرانس اور انگلستان کے اکثر بشپوں نے ارض مقدس کو چھڑانے کی قسم کھائی اور تیاریاں ہونے لگیں''۔

اس مہم کے انتظامات اور ضروریات پوری کرنے کے لئے بادشاہوں، سرداروں اور بشپوں کی ایک مجلس میں فیصلہ کیا گیا کہ جو لوگ صلیب نہ لیں یعنی جنگ میں خود شریک نہ ہوں وہ اپنی آمدنیوں اور ہر قسم کی جائیداد میں دسواں حصہ خرچ کے لئے دیں۔ صلاح الدین کے ہتھیاروں کا جو خوف اور ہیبت تمام عیسائی دنیا پر چھا گیا تھا وہ اس شکل میں ظاہر ہوا کہ ٹیکس کا نام ''عشر صلاح الدین'' (Salah-ud-Din Tax) رکھا۔ بعض مؤرخین نے اسے ''صلاح الدین ٹیکس'' کہا ہے۔ انگلستان اور فرانس میں اس ٹیکس کے ادا نہ کرنے والوں کے لئے مذہب اور برادری سے اخراج کا حکم تھا۔ پادریوں نے پہلے چون وچرا کی اور اپنے مالوں سے مسیح کے نام کو زیادہ عزیز سمجھنے کی طرف میلان ظاہر نہ کیا اور کہا کہ ''ان کی مقدس دعائیں ہر ایک کی ضرورت کو پورا کرنے اور ہر ایک کی مدد کے لئے کافی ہیں''۔ لیکن

Marfat.com

وہ بھی آخر کار ٹیکس دینے پر تیار ہو گئے۔ عشر صلاح الدین یا ٹیکس صلاح الدین اس کی دائمی یادگار ہے مؤرخ گبن (Giben) لکھتا ہے:

"سب سے شریف یادگار (Noble Monument) ایک فاتح کی ناموری اور خوف و ہیبت کی جو اس نے پیدا کیا عشر صلاح الدین (Salah-ud-Din Tenth) ہے"۔

رابن تاریخ مجاؤ کا مترجم کہتا ہے کہ:

"یہ ایک نہایت عجیب و غریب واقعہ ہے اور صرف صلاح الدین کی ناموری ہی کا ہمارے پاس اعلان نہیں کرتا ایک دور دراز ملک کا بادشاہ تھا بلکہ ویسے ہی اس خوف اور ہیبت کا اظہار ہوتا ہے جو دہشت یورپ کو اس کے نام سے تھی۔ باوجود ایک بڑی تشبیہ کے ہم نے اپنے انکم ٹیکس کا نام بونا پارٹ ٹیکس نہیں رکھا ہے۔ جیسا کہ ہم نے کیا ہوتا"۔

فرانس اور برطانیہ میں پھر جنگ چھڑ گئی اور صلاح الدین ٹیکس کا ایک حصہ اس میں صرف ہو گیا۔ ہنری شاہِ انگلستان کا تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا رچرڈ برسر اقتدار آیا تو اس نے پھر سے بیت المقدس واپس لینے کا عہد کیا۔

اس مہم کی تیاری کے لئے روپیہ وصول کرنے کے لئے یہودیوں پر بے پناہ مظالم کئے جیسا کہ دوسرے کروسیڈ کے دوران ان کا قتل عام کر کے کیا گیا تھا۔ رچرڈ جانتا تھا کہ سب سے زیادہ دولت یہود کے پاس ہے۔ لندن اور یارک وغیرہ میں ان کی بڑی تعداد کو قتل کیا گیا۔

اس لوٹ اور صلاح الدین ٹیکس سے جو نہایت جبر و تشدد سے وصول کیا جاتا تھا۔ انگلستان کے بادشاہ کی خواہش اور ضرورت پوری نہ ہوئی تو اس نے جاگیراتِ خاصہ فروخت کر دیں۔ حکومت کے تمام بڑے مناصب فروخت کر دیئے۔ وہ کہتا تھا کہ "شہر لندن بھی بیچنے کے لئے تیار ہوں اگر اس کا کوئی خریدار پیدا ہو سکے"۔ اس کے بعد وہ امیر ترین صوبہ نارمنڈی گیا۔ اور بہت سی جاگیرات فروخت کر دیں اور بہت سارو پیہ جمع کیا۔

(تاریخ مجاؤ صفحہ 442)

Marfat.com

اس کروسیڈ کا وعظ ولیم آف ٹائر فرانس اور جرمنی پہنچا اور وہاں کے حکمران فریڈرک باربروسہ کو اس جنگ میں شریک ہونے اور صلیب لینے پر رضامند کرلیا۔ بوڑھا فریڈرک 40 جنگوں میں دادِ شجاعت دے چکا تھا۔ ایک مجلس میں اس نے ولیم سے صلیب وصول کی۔ بادشاہ کے بعد اس کے بیٹے ڈیوک آف سوابیا، لیوپولڈ، ڈیوک آف آسٹریا، تھولڈ، ڈیوک آف مریویا، ہرین مارکوئیس، ڈیوک آف بیڈن، کونٹ آف لستو اور دیگر سرداروں اور پادریوں نے صلیبیں لیں اور مسیح کی قبر چھڑانے کی قسمیں کھائیں۔

فریڈرک ایک لاکھ فوج لے کر روانہ ہوا۔ ہنگری اور بلغاریہ ہوتا ہوا قسطنطنیہ پہنچا۔ عیسائی مؤرخ شکایت کرتے ہیں کہ شاہِ قسطنطنیہ آئزم انکیلس نے فریڈرک کے ساتھ عہدو پیمان کرنے کے ساتھ سلطان صلاح الدین سے بھی خط وکتابت کر کے عیسائی حملہ آوروں کے ساتھ جنگ کرنے کی سازش کی مگر شکستیں کھا کر خاموش ہوگیا۔ یونان سے گزر کر قونیا کے مسلمانوں سے فریڈرک کا مقابلہ ہوا مگر وہ بڑھتا ہوا کوہِ طور کو عبور کر کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ دریا سلف کو عبور کرنے کے لئے گھوڑا دریا میں ڈالا تو غوطے کھاتا ہوا نیم مردہ حالت میں باہر نکالا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس جہاں فانی کو چھوڑ گیا۔ فوج کی حکمرانی بادشاہ کے بیٹے ڈیوک آف سوابیا کے سپرد ہوئی۔ بھوک تھکان اور بیماری سے اس کا اس قدر نقصان ہوا کہ ایک لاکھ فوج میں سے صرف سات سو سوار اور پانچ ہزار پیادہ باقی رہ گئے اور ان کے ساتھ وہ محاصرہ عکہ میں جا شریک ہوا۔

توحید اور تثلیث کی جنگ

بیت المقدس پر مسلمانوں کے قبضہ پر یورپ میں کروسیڈ کا وعظ، زبردست ماتم اور بیت المقدس کو واپس لینے کی تیاریاں زوروشور سے ہورہی تھیں۔ ادھر سلطان اپنی فتوحات کو وسعت دینے میں مصروف تھا۔ مشرقی عیسائی سلطنت کے تمام شہروں میں سے صرف صور باقی رہ گیا تھا جس کو ایک عیسائی سردار کانرڈ نے بچالیا تھا۔ یہ شہر فتح ہو چکا ہوتا اگر سلطان حطین میں قید ہونے والے عیسائی بادشاہ گوئی کو انجیل پر قسم کھانے پر آزاد نہ کرتا۔ گوئی نے

Marfat.com

انجیل مقدس پر قسم کھائی تھی کہ وہ سلطان کے خلاف کبھی جنگ نہ کرے گا اور ہتھیار نہ اٹھائے گا۔ سلطان کی یہ خطرناک غلطی تھی کہ اس نے عیسائی کی قسم پر اعتبار کر لیا تھا۔ گو وہ بادشاہ تھا۔ اس نے آزاد ہوتے ہی قسم توڑ دی اور ایک جمعیت اکٹھی کر کے عکہ کی جانب محاصرہ کے عزم سے بڑھا۔

عکہ کا تین سالہ محاصرہ 1189ء

عکا بحیرہ روم کے ساحل پر ایک خوبصورت شہر اور کار آمد بندرگاہ تھا جو تین اطراف سے بلند پہاڑیوں اور ایک طرف سے سمندر سے محیط تھا۔ سمندر سے آنے والے عیسائی زائرین اور مجاہد اسی بندرگاہ پر اترتے تھے اور مشرق اور مغرب کے مابین اسی بندرگاہ کے ذریعے تجارتی کاروبار ہوتا تھا۔

سلطان نے فتح بیت المقدس کے بعد اس پر قبضہ کر کے اس کی حفاظت کے زبردست انتظامات کر رکھے تھے۔ گوئی نے عکہ کا محاصرہ دس ہزار عیسائی فوج سے اس امید پر کیا تھا کہ یورپ سے بیت المقدس کو چھڑانے کے لئے روانہ ہونے والی بے شمار افواج اور کروسیڈ اسی بندرگاہ پر اترنے والے تھے۔ عیسائی بادشاہ کو توقعات سے بڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی، فرانسیسی انگریزی اور فلمیش کروسیڈ جو فلپ اور رچرڈ سے پیشتر روانہ ہوئے تھے مشہور عیسائی کپتان اور سپہ سالار جیفولیس کے ماتحت عکہ میں اتر گئے۔ ان کے بعد وینس، جنیوا پیسا اور صوبہ جات اٹلی کی افواج وارد ہوئیں۔ اس کروسیڈ میں جنوبی اور مغربی یورپ کے علاوہ شمالی یورپ کے اطراف واکناف سے عیسائی جنگجو عکا کے محاصرہ میں آ شامل ہوئے۔ فلپ اور رچرڈ کی آمد سے پہلے 80 ہزار جنگجو عکا میں جمع ہو چکے تھے۔

یہ تیسری صلیبی جنگ بہت شہرت کی حامل ہے کیونکہ اس میں یورپ کے درجہ اول کے خود مختار سلاطین بے پناہ دولت، اسلحہ اور فوج جمع کر کے یکبارگی سے ایشیا پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اب جنگ میں سارے یورپ کا تنہا صلاح الدین سے مقابلہ تھا۔

عیسائیوں کے عکہ کے محاصرے کی خبر پا کر صلاح الدین برق رفتاری سے عکہ پہنچا اور

Marfat.com

مرج عکہ میں خیمہ زن ہوا اس نے عیسائی محاصرین کو گھیر لیا۔ لشکر اسلام نہر حلو سے عیاضیہ تک پھیلا ہوا تھا اور عیسائی فوجیں بھی مسلسل پہنچ رہی تھیں۔ مسلم مجاہدین کی آمد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ بعض مصلحتوں کی بنا پر سلطان نے اپنی فوج کو عیسائیوں پر حملہ کرنے سے روکے رکھا لیکن جب عیسائیوں نے شہر کا احاطہ کر کے مسلمانوں کا راستہ مسدود کر دیا تو سلطان نے شعبان 585ھ کو بعد نماز جمعہ اپنی سپاہ کو حملہ کا حکم دے دیا۔ رات تک جنگ جاری رہی، فوجیں ہتھیار پہنے ہی اپنی اپنی جگہ پر پڑی رہیں۔ اگلی صبح سلطان نے ایک منتخب دستہ فوج عکہ کی شمالی جانب سے بھیجا جس نے دشمن پر حملہ کر کے اسے شکست فاش دی۔ دشمن بھاگ کھڑا ہوا، کثیر تعداد قتل ہوئی شمال کی طرف سے عیسائیوں کی آمد بند ہوگئی۔ مسلمانوں کی آمد کے لئے قلعہ کا دروازہ کھل گیا۔ سلطان ظہر کے وقت عکا میں داخل ہوا اور فصیل پر چڑھ کر عیسائی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ جمعہ سے اتوار تک سلطان ضروری انتظامات میں مصروف رہا اور تین دن کچھ نہ کھایا۔ تازہ فوج شہر میں داخل کر کے اس پر جری اور بہادر افسران مقرر کئے اور جنگ شروع کر دی۔ اب مسلمان اندر اور باہر سے حملے کرنے لگے۔

عیسائی فوج نے خندقیں کھود کر دفاعی جنگ لڑنی شروع کی۔ کبھی کبھی وہ مسلمانوں پر حملے بھی کرتے۔ 8 شعبان کو عیسائیوں نے خندقوں سے نکل کر زبردست حملہ کیا۔ مسلمان بھی تیار تھے۔ آنا فانا دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کو خیموں میں دھکیل دیا پھر ان میں خیموں سے نکل کر حملہ کرنے کا حوصلہ نہ رہا۔ سلطان اپنے لشکر کو تل عیاضہ کے مقام پر لے گیا تا کہ عیسائی حرکت میں آئیں۔

آخر 11 شعبان کو فرنگی لشکر حرکت میں آیا۔ ان کے سوار اور پیادہ خیموں سے نکل کھڑے ہوئے۔ عیسائی فوجوں اور جہازوں کی آمد سے فرنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ ان کے بڑے بڑے سالاران میں موجود تھے۔ کانرڈ اپنی فوجوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ گوئی کے آگے مقدس انجیل کو چار آدمی اطلس کے پروں سے ڈھانکے ہوئے چل رہے تھے۔ عیسائی فوجوں کو اپنی مضبوطی اور طاقت پر اس قدر اعتماد اور ناز تھا کہ ایک عیسائی نے جوش میں آ کر

Marfat.com

بلند آواز سے کہا۔

"خدا کو اس وقت خاموش رہنا چاہئے اور فتح ہماری ہے"۔

عیسائی فوج کو نکلتا اور تیار ہوتا دیکھ کر سلطان نے بھی اپنی افواج کو خوب ترتیب دیا۔ مجاڈ لکھتا ہے کہ: "سلطان نے اپنی فوج کی ترتیب اس طرح پر کی تھی کہ عیسائیوں کو دریا اور سمندر پر محیط کر لیا تھا کہ اگر عیسائی شکست کھا گئے تو ان کی واپسی کی کوئی صورت نہ رہے گی"۔

عیسائی فوج آگے بڑھی تو سلطان کی فوج کا میسرہ سامنے آ گیا اور فلپ کی فوج بھی حرکت میں آ گئی۔ عیسائیوں نے شدید حملہ کیا، مسلم سپاہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ بعض طبریہ کے پل کو عبور کر کے دمشق پہنچ گئے۔ میسرہ کی فوج بدستور جمی ہوئی تھی اور سلطان قلب میں چند مملوکوں کے ہمراہ پورے استقلال کے ساتھ کھڑا تھا عیسائی فوج مسلمانوں کے خیموں اور محافظوں کو لوٹنے میں مصروف ہو گئی۔ سلطان خیموں کی طرف بڑھنے والی عیسائی فوج پر ٹوٹ پڑا اور سب کو کاٹ دیا اور دور تک ان کا تعاقب کیا۔ مسلمانوں کی شکست فتح میں بدل گئی۔ سات ہزار عیسائی مارے گئے۔ ان میں ان کے مشہور سردار بھی تھے۔ سلطان نے دلیری اور شجاعت سے بگڑی ہوئی صورت کو خوشگوار فتح میں بدل کر یادگار کارنامہ سرانجام دیا۔ عیسائیوں میں اب تابِ جرأت باقی نہ رہی تھی کہ کچھ عرصہ تک مسلمانوں کی طرف رخ کریں۔ مسلمان بھی 50 دن مسلسل ہتھیار باندھے رکھنے اور تکان کے سبب آرام کی ضرورت محسوس کر رہے تھے موسم سرما کی آمد آمد تھی۔ لہٰذا صلاح الدین اپنا لشکر ہٹا کر خروبہ لے لیا۔

مسلمانوں کے ہٹ جانے سے عیسائیوں کو مناسب موقع مل گیا۔ انہوں نے خندقیں کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا اور دیگر دفاعی انتظامات میں لگے رہے اور انہوں نے چند جدید کلیں بھی تیار کر لیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر عکہ کے محاصرہ میں مصروف ہو گئے اور ہر روز تازہ جوش سے حملے کرتے تھے۔ تین ماہ کے دوران توحید اور تثلیث کے درمیان ہونے والے معرکوں میں 20 ہزار فرنگی مارے گئے لیکن پھر بھی ان کی تعداد مور و ملخ سے زیادہ تھی

Marfat.com

کیونکہ یورپ کی قریہ قریہ اور تمام ممالک سے افرادی قوت اور آلات حرب سامانِ رسد کے علاوہ مال وزر برابر سمندری جہازوں کے ذریعے پہنچتا رہا۔ان کی آمد کا سلسلہ ختم نہ ہوتا تھا۔

سلطان نے عیسائیوں کی اخلاق باختگی اور معاشرت کا ذکر ایک خط میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

''ایک جہاز میں تین سو حسین عیسائی عورتیں جزائر سے جمع ہو کر آئی ہیں جو لوگوں کو اپنے حسن پر فریفتہ کرتی ہیں اور ان کو گناہ گاری کی طرف بلاتی ہیں اور خواہشمند مردوں سے کچھ دریغ نہیں ہیں۔ وہ اپنی قوم کی ہمدردی میں اپنے نازک وجودوں کو قربان کر چکی ہیں۔ مسافروں اور مجرد لوگوں کو مفتوح کر رہی ہیں اور یہ قربانی اور عصمت کی بربادی اعلیٰ ثواب اور بہترین نیکی کا ذریعہ خیال کرتی ہیں''۔

سلطان کو اپنے لشکر کے لئے سامان رسد فراہم کرنے کے علاوہ محصورین عکہ کو بھی رسد پہنچانی پڑتی تھی اور یہ سلسلہ برابر دو سال تک چلتا رہا۔ جبکہ عیسائیوں نے عکہ کی بری اور بحری ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ بسا اوقات مسلمانوں کو اس کام کے لئے عیسائی جہازوں سے جنگ لڑ کر راستہ بنانا پڑتا تھا۔ امیر حسام الدین لولو مسلمانوں کا نامور امیر البحر جہازوں کا بیڑہ لے کر پراسرار راستے سے شعبان میں پہنچ گیا اور فرنگیوں کے جہازوں پر ٹوٹ پڑا اور ان کے اموال اور آلات حرب چھین لئے۔ فرنگیوں کے دو بڑے جہازوں پر جن پر غلہ، فوجیں اور حربی سامان لدا ہوا تھا قبضہ کر لیا۔ سلطان نے مسلمان رؤسا اور خلیفہ بغداد کو جنگ کے لئے خطوط لکھے تھے۔ چنانچہ اطراف واکناف سے مسلمانوں کے لشکر جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ملک عادل مصر سے فوجیں، سامان حرب اور ہر قسم کا ذخیرہ بحری جہازوں کے ذریعے لے کر پہنچ گیا۔ حلب، موصل، شیراز اور سنجار سے لشکر پہنچ گئے۔ خلیفہ بغداد نے بیس ہزار دینار، اڑانے والا بارود اور ماہرین بھیجے۔ سلطان کو محصورین عکا پر حملے کی خبر پہنچی تو وہ سوار ہو کر قلعہ تل جمل پہنچا۔ عیسائیوں نے فرصت کے زمانہ میں پہاڑ نما کلیں تیار کر لی تھیں جن سے مسلمان ہراساں تھے۔ سلطان ان کلوں کو جلانے کی فکر میں تھا کہ دمشق کے ایک

Marfat.com

باشندے علی بن فریف نے یہ مشکل حل کر دی۔ اس نے چند ضروری اشیاء کو رال میں پکایا اور اس مرکب کو چھوٹی سے دیگچی میں ڈال کر آگ لگا دی اور کل پر پھینک دیا۔ پہلی کل آگ کے شعلوں میں جل کر راکھ ہوگئی۔ اس کے بعد دوسری اور تیسری کلوں کو بھی جلا دیا گیا۔ لکڑی کے تینوں پہاڑ نما برج جل جانے سے عیسائیوں کو مایوسی ہوئی اور وہ یورپ واپس ہو گئے۔

مصر سے رسد اور غلہ کی فراہمی تواتر سے جاری تھی۔ موصل سے علاء الدین والی موصل کا بیٹا سمندر میں جہاز لے کر پہنچا۔ سلطان عیسائیوں پر حملہ آور ہوا۔ محصورین عکہ بھی ان پر ٹوٹ پڑے اور سمندر میں بحری جہازوں کی لڑائی شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے فرنگیوں کے غلہ اور اسباب سے لدے ہوئے کئی جہازوں پر قبضہ کر لیا۔

20 جمادی الاول 586ھ کو نصرانیوں نے اچانک مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ ملک عادل کے خیموں کو نشانہ بنایا گیا۔ شور وغل سن کر صلاح الدین سب سے پہلے اپنے خیمہ سے نکلا اور بلند آواز سے پکارا ''بالاسلام'' تمام سردار ہتھیار بند ہو کر نکلے اور لشکر فی الفور آراستہ ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہوگیا۔ جب عیسائی خیموں کو لوٹنے کے لئے بڑھے تو مسلمانوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ عیسائی حواس باختہ ہو کر اپنے لشکر کی طرف پسپا ہو گئے فرانسیسی مؤرخ مچاڈ لکھتا ہے کہ:

''جب عیسائی اس طرح پسپا اور تتر بتر کئے جا رہے تھے کہ عکا کے محصور مسلمانوں نے شہر سے نکل کر عیسائیوں کے کیمپ پر حملہ کر دیا اور عورتوں اور بچوں کی ایک تعداد پکڑ کر لے گئے جو وہاں بے حفاظت چھوڑے تھے۔ کروسیڈ عیسائی جو کہ رات کی تاریکی نے تباہی سے بچا لیا تھا جب کیمپ میں واپس ہوئے تو اپنی دوگانہ شکست پر آہ و بکا کرتے تھے۔ لوٹے ہوئے خیموں کے نظارے اور نقصانات جو ان کے ہوئے تھے نے ان کے حوصلوں کو پست کر دیا اور بادشاہ فریڈرک بار بروسہ والی جرمنی کی موت کی خبر جو جلدی ہی ان کے پاس پہنچ گئی ان کی بدبختی اور مصیبت کے جام کو لبریز کر دیا۔ سرگروہوں کو اس قدر مایوسی ہوئی کہ انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے بلا مزاحمت روانہ ہونے کی غرض سے

Marfat.com

صلاح الدین کے ساتھ ایک شرمناک اور ذلیل صلح کرنے کے وسائل تلاش کر رہے تھے جبکہ یورپ سے جہازوں کا ایک بیڑا عکہ پہنچ گیا۔ جس میں فرانسیسی انگریزی اور اطالیہ کی فوجوں کی بہت بڑی تعداد تھی ان کا حکمران ہنری کونٹ آف شامپین تھا۔ اس کی آمد سے عیسائیوں کو ایک دفعہ پھر ڈھارس بندھی"۔

ان افواج نے آتے ہی تازہ جوش سے محصور مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے اور منجنیقیں نصب کر کے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں نے ان منجنیقوں کو جلا دیا اور دشمن کو ہر بار پسپا کر دیا۔

بحری جہازوں کے ذریعے محصورین کی مدد، رسد اور کمک بدستور جاری رہی اور کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی ہوتی رہی۔ بسا اوقات بیروت کے جہاز رات کی تاریکی میں دشمن کو دھوکہ دے کر عکہ پہنچ جاتے۔ ماہر پیراک بھی پیغام رسانی کا دوسرا ذریعہ تھے۔ شناوروں کی یہ جماعت بعض دفعہ اسباب کو جہازوں سے اپنی پشت پر لے کر عکہ پہنچا دیتے تھے۔ عیسیٰ نام شناور نے خبر رسانی اور نقدی پہنچانے میں بہت شہرت حاصل کی۔ آخر عیسائیوں کو اس خط و کتابت اور وسائل آمد و رفت کو روکنے کی فکر لاحق ہوئی۔ انہوں نے بندرگاہ پر واقع برج زبان جلا کر اس پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے جہازوں پر ایک بلند برج تعمیر کیا جس کو بارود اور ایندھن سے بھر دیا۔ ایک روز ہوا موافق پا کر عیسائی ان جہازوں کو جن میں ایندھن اور بارود بھرا ہوا تھا برج زبان کے قریب لے گئے (برج زبان میں مسلمان سپاہی گزرنے والے جہازوں کی مدد کے لئے رہتے تھے) جب جہاز پر تعمیر کردہ برج کو آگ لگا دی گئی تو ہوا کا رخ مخالف ہو گیا۔ اس سے عیسائیوں کے اپنے جہاز آگ میں جل گئے۔ جہازوں پر سوار عیسائی سمندر میں کود کر غرق ہو گئے۔ صرف ڈیوک آف آسٹریا تیر کر جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔

آئے دن کی معرکہ آرائیوں سے عیسائی بھی تنگ آ چکے تھے اور مسلمان بھی جو مدت سے مصروف جنگ تھے، گھروں کو جانے کے خواہشمند تھے۔ سلطان نے فوج اور امراء کو موسم

Marfat.com

سرما گھروں میں گزارنے کی رخصت دے دی۔

قحط اور بیماری

کروسیڈروں کی جماعتوں کے مختلف سردار اپنی زیر حکم فوجوں کی خوراک کے ذمہ دار تھے اور ان کے پاس کسی وقت ایک ہفتہ سے زیادہ خوراک نہیں ہوتی تھی۔ جب کبھی عیسائی بیڑہ آجاتا تو فراوانی ہوجاتی۔ موسم سرما کی آمد پر سمندر زیادہ طوفانی ہوگیا اور احتیاج بڑھ گئی، عیسائی گردونواح میں لوٹ مار کرنے لگے۔ آخر قحط نے خطرناک صورت اختیار کرلی۔ غلہ ملنا مشکل ہوگیا۔ کروسیڈ اپنے گھوڑے مار کر کھانے لگے۔ یہاں تک کہ پرانی کھالیں اور چمڑا اور ساز بھی کھا گئے۔ مسلمانوں کے جہازوں اور قبرص اور شام کے ساحل پر غارت گری شروع کردی۔

تمام برسات میدانوں میں پانی جمع رہا اور کروسیڈر پہاڑوں پر رہے۔ دریاؤں کے کناروں پر پڑی رہ جانے والی لاشوں سے تعفن اور متعدی بیماریاں پھوٹ پڑیں جن سے روزانہ تین سو عیسائی زائرین مرجاتے۔ مرنے والوں میں نامور سردار بھی تھے۔ ان میں ڈیوک آف سوابیا (فریڈرک شاہِ جرمنی کا بیٹا) بھی تھا جو جنگ کے خطرات سے تو بچ گیا لیکن وہ اپنے خیمے میں ہی مرگیا۔

نیا فرنگی سیلاب

عکہ کی تھکا دینے والی جنگ تین سال جاری رہی عکا میں محصور مسلمان فوج نے محنت اور جوانمردی سے شہر کو عیسائیوں سے محفوظ رکھا۔ آخر طویل محاصرے اور جنگ کی صعوبتوں سے تنگ آگئی۔ موسم سرما میں سمندر کے طوفان کے خدشہ سے عیسائی اپنے جہاز صور اور جزیروں میں منتقل کرنے لگے تو سلطان کو فوجوں کی تبدیلی کا موقع مل گیا۔ اس نے ملک عادل کو ضروری اقدام کے لئے حیفہ روانہ کیا جس نے شہر کی تجربہ کار تربیت یافتہ اور صابر فوج کو نکال کر اس کی جگہ ناتجربہ کار سرداروں کے ماتحت فوج داخل کردی جو ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ موسم سرما میں سلطان بیمار رہا۔ توحید اور تثلیث کے معرکے جاری رہے۔ فلپ

Marfat.com

شاہِ فرانس اور رچرڈ شاہ انگلستان کی فوجوں کی آمد کی خبریں تھیں۔ سلطان نے بھی امراء اور رؤساء کو افواج بھیجنے کے لئے خطوط لکھے۔ موسم بہار کی آمد پر مسلمانوں کے لشکر آنے شروع ہوئے لیکن ان میں فراوانی نہ تھی جبکہ عیسائی مورو ملخ کی طرح آ رہے تھے۔ فلپ اور رچرڈ بھی پہنچ گئے تو عیسائیوں نے ان کی آمد پر خوشی سے چراغاں کئے۔ عکہ میں یورپ کے تمام نامور بہادر اور جنگجو سردار اور کپتان جمع تھے عیسائیوں کے خیمے وسیع میدان میں دور دور تک پھیلے تھے اور ایک رقیب شہر کا منظر پیش کر رہے تھے۔ ہر قوم کا سردار اور محلہ جدا تھا اور عیسائی کروسیڈروں میں اس قدر زبانیں بولی جاتی تھیں کہ مسلمانوں کو ان تمام قوموں کے قیدیوں کی زبانیں سمجھنے کے لئے مترجم نہیں ملتے تھے (تاریخ محمد صفحہ 476)

عیسائی لشکر نے پتھر پھینکنے کی کلیں اور سامان تیار کر کے عکہ پر حملے شروع کر دیئے۔ سلطان نے بھی جواباً عیسائیوں پر حملے تیز کر دیئے۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی بڑی کلیں اور برج جلا دیئے۔ اسی اثناء میں فلپ اور رچرڈ بیمار ہو گئے۔ رچرڈ نے سلطان سے ملنے کی درخواست کی اور برف اور میوے مانگ بھیجے۔ عیسائی مورخین کا کہنا ہے کہ سلطان نے برف اور میوے ان کی بیماری میں بھیجے تھے۔ فلپ اور رچرڈ کے صحت یاب ہونے پر عیسائیوں نے سرگرمی سے حملے شروع کر دیئے اور مسلمانوں نے بھی وقفہ میں شہر کا دفاع مضبوط کر کے جوانمردی سے مقابلہ کیا اور سلطان کی افواج باہر سے عیسائیوں پر تابڑ توڑ حملے کر رہی تھی ان پہاڑوں کے نیچے جن پر عیسائی مقیم تھے سخت جنگ ہوئی۔ دو دفعہ عیسائیوں نے مسلمانوں پر زوردار حملے کئے لیکن جلد اپنے خیموں کو لوٹ گئے۔ ایک دفعہ ایک حملے میں عیسائیوں نے شہر کی خندقوں کو مقتولوں۔ مردوں۔ اور گھوڑوں کی لاشوں سے بھر دیا۔ مگر مسلمانوں نے انہیں کناروں پر پھینک دیا اور خندق خالی کر دی۔ موت، رکاوٹ یا تکان عیسائیوں پر کچھ اثر نہ کرتی تھی۔ جب مسلمانوں نے ان کی کلیں اور برج جلا دیئے تو وہ سرنگ کھود کر فصیل تک پہنچ گئے ہر روز نئی کلیں اور تازہ وسائل شہر فتح کرنے کے لئے تیار کئے جاتے تھے۔ عیسائیوں نے کیمپ کے نزدیک مٹی اور بیلچوں سے مسلح ہو کر اس فوج پر حملہ کر دیا

Marfat.com

جو مٹی کا پہاڑ بنانے پر مامور تھی مسلمان کوشش کے باوجود اس پہاڑ کو اکھاڑ کر نہ پھینک سکے تو انہوں نے راستے میں خندق کھود ڈالی۔

مسلمان مسلسل تین سال سے حالت جنگ میں تھے۔ ان کی جوانمردی اور بہادری قابل تعریف تھی کہ انہوں نے عیسائیوں کا ہمت و استقلال سے مقابلہ کیا لیکن شب و روز کی لڑائی سے آخر تھک کر چور ہو گئے۔ اگرچہ ان کے پاس غلہ اور سامان رسد تھا لیکن سامانِ جنگ ختم ہو چکا تھا۔ جنگ قحط و ربیماری نے محصورین کو بہت شکست دل کر دیا تھا۔ شہر کی فصیلوں کی حفاظت اور رکلوی کو ادھر ادھر کرنے کے لئے کافی فوج بھی نہ تھی۔

یہ جنگ آور لوگ جنہوں نے اس قدر زحمتیں برداشت کی تھیں اس حالت میں بددل ہونے لگے۔ صلاح الدین اور امیروں کی شکایت کرنے لگے۔ (تاریخ مجاڈ صفحہ 479)

فرانسیسی مورخ مجاڈ لکھتا ہے کہ: اس حالت میں فلپ شاہِ فرانس کے ساتھ مصالحت کے بارے میں گفتگو شروع کی۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان تمام بلاد ساحل جو انہوں نے جنگ طبریاس کے بعد فتح کئے تھے چھوڑ دیں"۔ اس جواب پر مسلمان امیر بھڑک اٹھے اور کہا کہ میں اور میرے ہمراہی شہر کی ویرانی کے نیچے مر جائیں گے اور عکہ کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح ایک زخمی شیر اپنے گھرانے کی کرتا ہے۔"

عیسائیوں کی بے شمار فوجیں شہر پر حملے کرتی تھیں اور سلطان بھی عقب سے ان پر برابر حملے کرنے میں مصروف تھا لیکن اس کی قلیل فوج کا عیسائیوں کی کثیر فوج پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا۔ محصورین فصیل پر چڑھنے والے عیسائیوں کو برابر کاٹ رہے تھے لیکن دن بدن ان کی ہمت پست ہو رہی تھی۔ آخر انہوں نے کشتیوں پر سوار ہو کر رات کو نکلنے کا فیصلہ کر لیا اور سلطان نے بھی ان کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اس رات وہ تیاری مکمل نہ کر سکے۔ ان کے ان ارادوں کی خبر دو غلاموں نے عیسائیوں کو کر دی تو انہوں نے ہر طرف سے شہر کی ناکہ بندی کر لی۔ شہر کے لوگ اب اپنی تنگی میں ہر شرط مان لینے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے عیسائیوں کو دو لاکھ دینار دینے، عیسائی قیدی چھوڑنے اور صلیب اعظم واپس کرنے کے

Marfat.com

اقرار پر صلح کر لی اور عکہ کے لوگ بطورِ ضمانت ایفائے عہد تک عیسائیوں کے پاس ٹھہرنے قرار پائے۔

ان شرائط کے بارے میں سن کر سلطان بھڑک اٹھا اور غضبناک ہو کر شہر کو بچانے پر تل گیا مگر اسی تیاری میں اس نے شہر کی فصیل پر عیسائیوں کا جھنڈا اڑتا دیکھا۔ اہل شہر نے شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ سلطان کے پاس دانت پیس کر بیٹھ جانے کے سوا کیا تھا۔ یہ واقعہ 17 / جمادی الاول 587ھ میں پیش آیا۔

سلطان کو عکہ کھو جانے کا بے پایاں اور بے حد افسوس ہوا۔ ایک عرب مورخ لکھتا ہے کہ: ''سلطان کا رنج ایک شفیق والدہ کی طرح تھا جو اپنا بچہ کھو دیتی ہے''۔
مسلمان اس کو تسلی دیتے تھے مگر کسی طرح ان کی تسلی نہیں ہوتی تھی عیسائی سلطان سے اس عہد نامے کی شرائط پوری کرنے کے واسطے خط و کتابت کر رہے تھے جو اہل شہر نے ان سے کی تھیں۔ سلطان ان کے قیدی واپس کرنے کے لئے تیار تھا بلکہ شاید ان کے نائبوں کو صلیب دے بھی دی تھی۔ اور قیدی دمشق سے منگوا لئے تھے لیکن بیشتر اس کے کہ وہ تمام شرائط پر عہد پورا کرتا عیسائیوں سے درخواست کرتا کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے۔
اس کو عیسائیوں کی بدعہدی کا خوف تھا اور اسی پر اصرار کر رہا تھا کہ ظالم اور سفاک درندہ رچرڈ نے رسیوں سے بندھے ہوئے پانچ ہزار مسلمان قیدیوں کو ایک ہی مقام پر قتل کر ڈالا۔ سلطان کے لئے سقوطِ عکہ کے بعد یہ دوسرا سانحہ اور صدمہ تھا۔ وہ تو ایک مسلمان کے قتل پر بھی رنجیدہ ہو جاتا تھا۔ مچاڈ رچرڈ کی درندگی کی نسبت لکھتا ہے۔ ''نہ تو اس نے ان غیر مسلح اور بے پناہ دشمنوں پر رحم کیا اور نہ عیسائیوں پر جن سے مسلمان خون کا بدلہ لئے بغیر رہنے والے نہ تھے اور پانچ ہزار مسلمانوں کا خون بہا دیا''۔
پھر وہ لکھتا ہے کہ رچرڈ کے اس فعل سے تمام عیسائی فوج کو رنج ہوا۔ رچرڈ کے کریکٹر (خصلت) کا اندازہ کیا جا سکتا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے تشدد سے کس قدر خوف کرنا چاہئے۔ ایک وحشی اور بے رحم دشمن کبھی فیاض رقیب نہیں ہو سکتا۔''

Marfat.com

مجاڈ مزید لکھتا ہے کہ فلپ شاہِ فرانس ان وحشیانہ واقعات کے باعث رچرڈ سے بگڑ گیا اور آخر وہ دس ہزار فوج اور پانچ سو سوار ڈیوک آف برگنڈی کے تحت چھوڑ کر شام سے فرانس چلا گیا اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ جب مسلمانوں سے ایک شہر لینے میں تین سال اور لاکھوں عیسائیوں کی جانیں ضائع ہوئیں تو بیت المقدس اور بلاد ساحل کس قیمت پر ملیں گے۔

مجاڈ آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

''محاصرہ کا نتیجہ یہ نکلا (جو تین برس جاری رہا) اور جس میں کروسیڈ روڈ نے اس سے زیادہ بہادری دکھائی جتنی کہ تمام ایشیا کو فتح کرنے کے لئے کافی ہوتی۔ سو سے زیادہ لڑائیاں نو بڑی جنگیں شہر کی دیواروں کے سامنے ہوئیں۔ بہت سی تر و تازہ فوجیں برباد ہوتی ہوئی فوجوں کی کمک کے لئے آئیں۔ یورپ کے امراء سے بڑے سے بڑے بہادر تلوار یا بیماری سے اس محاصرہ میں مر گئے''۔

سقوطِ عکہ کے بعد اب صرف رچرڈ ایک لاکھ فوج کے ساتھ رہ گیا تھا۔ اس نے قیساریہ کا رخ کیا تاکہ بلاد ساحل اور بیت المقدس فتح کر لے۔ دوسری طرف سلطان بلاد ساحل کے انتظامات کے احکام دے کر بیت المقدس کی حفاظت کی غرض سے چل دیا۔ راستہ میں اسے قیدیوں کی خونریزی کی خبر نے غضبناک کر دیا۔ اس نے پلٹ کر بھوکے شیر کی مانند حملے شروع کر دیئے اور چاروں طرف سے عیسائیوں کو گھیر لیا۔ عکہ سے قیساریہ کا فاصلہ 12 فرسنگ تھا۔ وہاں پہنچنے میں عیسائیوں کو چھ دن لگے۔ عیسائیوں کو کتے کی موت مار ڈالا جاتا تھا سلطان کی غضبناک پیش قدمی نے رچرڈ کے حوصلے پست کر دیئے اور اس نے پہلے خبر رساں چوکیوں کے افسر عزالدین ابراہیم بن المقدم کے ساتھ صلح کی ناکام گفتگو کی۔ پھر ملک عادل سے صلح کی تحریک کی اور شرائط میں بلاد ساحل طلب کئے تو اسے ترش جواب ملا۔

مجاڈ لکھتا ہے کہ جب رچرڈ نے راستہ میں خطرات اور مصائب کو دیکھا تو اس نے ملک عادل سے ملاقات کی خواہش کی اور شرط پیش کی کہ بیت المقدس عیسائیوں کو واپس دیا جائے۔ ملک عادل نے جواب دیا کہ سلطان کی فوج کا آخری سپاہی مر جائے گا لیکن

Marfat.com

مسلمان فتوحات کو نہ چھوڑے گا۔ یہ جواب سن کر رچرڈ نے غضبناک ہو کر قسم کھائی جس چیز کے دینے سے سلطان صلاح الدین انکار کرتا ہے وہ اس سے فتح کر کے لے گا اور فوج کو کوچ کا حکم دیا"۔

جنگ ارسوف

عیسائی فوج ارسوف کی طرف روانہ ہوئی۔ سلطان بھی کھلی جنگ کے لئے دشمن کا انتظار کرنے لگا۔ 1 / رمضان 587ھ کو عظیم جنگ ہوئی۔ عیسائی رسالے نے دو زبردست حملے کئے جو پسپا کر دیئے گئے۔ تیسرے حملے میں رسالہ کے افسر جیفولس ڈی ایونیز کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹ گیا اور وہ مر گیا جس پر عیسائیوں نے بہت گریہ زاری کی۔ اس کے بعد رچرڈ نے تمام فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ میدان تنگ ہونے کی وجہ سے دست بدست لڑائی ہوئی۔ طرفین کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ عیسائی دعویٰ کرتے ہیں کہ رچرڈ اور سلطان کا ایک دوسرے سے اصالتاً مقابلہ ہوا۔ فریقین جنگ کی بابت متضاد دعوے کرتے ہیں۔ اس جنگ کے بعد عیسائی یافہ روانہ ہوئے مگر سلطان نے اس کی شہر پناہ تباہ کر کے قابل پناہ نہ چھوڑا۔ سلطان کو ایک فکر عسقلان کی تھی اور دوسرے وہ بیت المقدس کا دفاع مضبوط کرنے کی فکر میں تھا۔ سلطان عکہ کے بعد عسقلان کو عیسائیوں کے قبضہ میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا اس لئے بادل نخواستہ سلطان نے عسقلان کی فصیل گرا دینے کا حکم دے دیا۔ جب دیکھا کہ دشمن کی آمد سے پہلے فصیل گرانا مشکل ہے تو شہر کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ جب رچرڈ عسقلان پہنچا تو اس کی ویرانی کو دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ اس نے اس کی مکرر درستی اور مرمت کا حکم دے دیا لیکن عیسائی فوجیں رچرڈ کے عسقلان کی تعمیر میں مصروف ہو جانے سے ناخوش تھیں۔ ان حالات میں صور کے والی کانرڈ نے جس کے ساتھ رچرڈ نے بدسلوکی کی تھی سلطان سے صلح کی خط و کتابت کرنے لگا اور وعدہ کیا کہ اگر مسلمان اسے اس کے دشمنوں سے بچائیں تو وہ عکہ مسلمانوں کے حوالے کر دے گا جب اس دغابازانہ صلح کی خط و کتابت کی خبر رچرڈ کو ملی تو اس نے کانرڈ کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے سلطان سے بیت المقدس اور صلیب کی

Marfat.com

واپسی کی شرائط پر صلح کی پیشکش کر دی لیکن اس کی پیشکش نامنظور ہوئی۔ بقول مسلمان مورخین کے پھر رچرڈ نے ملک عادل کو بلا کر صلح کی شرائط میں ایک نئی شرط یہ رکھی کہ رچرڈ کی بہن جین جو والی صقلیہ ولیم کی بیوہ تھی اپنے نکاح میں قبول کرے۔ ملک عادل نے یہ تجویز عماد کاتب کے ذریعے سلطان کو پیش کی۔ اگرچہ سلطان اور مسلمان علماء کو یہ تجویز انوکھی اور متعجب معلوم ہوتی تھی تاہم اس نے انکار نہیں کیا لیکن پادریوں نے رچرڈ اور جین کو گرجے اور پوپ کے غضب سے اس قدر ڈرایا کہ وہ اس ارادے سے باز آ گیا۔

مچاڈ لکھتا ہے رچرڈ کی بہن ولیم والی صقلیہ کی بیوہ اس مسلمان شہزادے کے نکاح کے واسطے اس لئے پیش کی گئی تا کہ وہ دونوں صلاح الدین اور رچرڈ کی زیر نگرانی مسلمانوں، عیسائیوں اور یروشلم کی سلطنت پر حکمران رہیں''۔

مچاڈ مزید لکھتا ہے کہ اس تجویز کی تعمیل اور تکمیل ایک مذہبی جنگ کے درمیان ناممکن معلوم ہوتی تھی ہر امر ہم کو اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ صلاح الدین بظاہر اس تجویز کے بہانہ سے یروشلم کی مضبوطی کے واسطے وقت حاصل کرنا چاہتا تھا جو عیسائی اب تک اس سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

سلطان نے حلب سے عمدہ کاریگر منگوا کر خندق کی فراخی اور فصیل کی مرمت پر مامور کر دیئے۔ سلطان کے پاس دو ہزار قیدی تھے جن کو قلعے بنانے کا حکم دیا۔ صلاح الدین کام کرنے والوں کو عکہ کی خونریزی کی یاد دلاتا تھا۔

مچاڈ کہتا ہے کہ عیسائیوں نے رچرڈ پر یروشلم کی جانب روانہ ہونے کے لئے دباؤ ڈالا لیکن وہ بیت المقدس کی طرف جانے سے ڈرتا تھا۔ آخر وہ روانہ ہوا تو مسلمانوں نے عیسائیوں پر تند و تیز حملے شروع کر دیئے۔ ان کے رسد کے راستے بند کر دیئے۔ رچرڈ مجبور ہو کر عسقلان لوٹ آیا۔ یہ مورخ رچرڈ پر والی صور کانرڈ کے قتل کا الزام لگاتا ہے جس نے کانرڈ کی بیوہ کا نکاح اپنے بھتیجے ہنری (کندھیری) سے کرا دیا اور اس کو صور کا مالک بنا دیا۔ اس طرح مشرق میں اس کے قریبی رشتہ دار کو حکومت مل گئی تھی۔ پھر اس کو بلاد ساحل اور

Marfat.com

یروشلم فتح کرنے کا جوش دلایا۔اس کے بعد یروشلم کی طرف روانہ ہوا جہاں سلطان صلاح الدین پوری تیاری کے ساتھ ان کا منتظر تھا۔عیسائیوں کو چپہ چپہ پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو ایک مقام پر اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع ہوئے کہ یروشلم کی طرف بڑھنا چاہئے یا واپس جانا چاہئے۔فیصلہ واپسی کا ہوا اور عیسائی فوج یروشلم کو پیٹھ دکھا کر سمندر کی طرف چل دی۔رچرڈ یروشلم کی طرف منہ کر کے رو پڑا۔اور اپنے منہ کے ساتھ ڈھال رکھ کر کہا کہ جس شہر کو میں فتح کرنے آیا تھا اس کی طرف دیکھنے کے بھی قابل نہیں ہوں۔

واپسی پر رچرڈ نے ڈاکہ زنی کی وارداتیں کیں جسے انگریز مورخ بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں حالانکہ اس نے مسلمانوں کے قافلوں اور کاروانوں کو لوٹ کر کوئی قابل فخر کارنامہ سرانجام نہیں دیا بلکہ ایک حکمران کے کریکٹر پر یہ فعل سیاہ دھبہ ہے رچرڈ بڑی عاجزی سے صلح کی درخواستیں کرتا رہا اور صلاح الدین کو خوفزدہ کر کے جلدی صلح کی غرض سے یہ افواہ مشہور کر دی کہ پوپ نے دو لاکھ صلیبیوں کی فوج روانہ کر دی ہے مگر سلطان پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا۔رچرڈ کی طرف سے صلح کے پیغامات کے جواب میں سلطان اس کی شرائط سے انکار کرتا رہا۔رملہ میں مسلمانوں کی مجلس میں سلطان نے تقریر کر کے صاف صاف بتا دیا کہ وہ صلح کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمیشہ فتح و نصرت دی ہے اور اب بھی وہ ہمارے ساتھ ہے۔سلطان کی تقریر کو سب نے سراہا مگر ان کا میلان صلح کی طرف تھا۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ فوجیں تھک گئی ہیں۔ہمارے گھوڑے بغیر چارے کے کام کے لائق نہیں اگر صلح کر لیں گے تو ہم اپنے شہروں اور قلعوں کو اور مضبوط کر لیں گے۔ سلطان اپنے امیروں کی ہمت کا اندازہ کر کے صلح کی طرف توجہ دینے لگا رچرڈ کو اپنی تمام شرائط سے دستبردار ہو کر سلطان کی شرائط کو ماننا پڑا۔عیسائیوں کو صرف بیت المقدس کی زیارت کی اجازت دے دی۔صلیب بھی واپس نہیں کی صور اور عکہ عیسائیوں کے پاس رہا۔ عسقلان کو دوبارہ گرا دینے کا فیصلہ ہوا۔رملہ اور سد کا فریقین میں نصف نصف رہا۔

22 رشعبان 588ھ کو صلح نامہ تین سال اور 8 ماہ کے لئے لکھا گیا۔اسماعیلیہ طرابلس

Marfat.com

اورانطاکیہ بھی اس صلح میں شامل کیے گئے۔ رچرڈ اور سلطان نے بمع اپنے اپنے سرداروں کے اس معاہدہ پر دستخط کیے۔ سب نے قسمیں کھائیں اور صلح مکمل ہوئی۔

اس تیسرے کروسیڈ میں یورپ کی تمام مسلح طاقتوں نے عکا کی فتح اور عسقلان کی بربادی سے بڑھ کر کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اہل یورپ نے اپنے نامور حکمرانوں میں سے ایک بادشاہ اور اپنی فوجوں میں بہترین فوج کھودی۔ عکہ کے سامنے چھ لاکھ کروسیڈ آئے اور صرف ایک لاکھ بچ کر یورپ پہنچے۔ آج کیا وجہ ہے کہ ہمارے حکمران اور جرنیل جہاد سے جی چراتے ہیں اور یورپ کے سامنے بے بسی کا مظہر بنے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں نورالدین زنگی اور صلاح الدین جیسی سپرٹ اور جذبۂ ایمان ہو تو ہم یورپ پر غالب آسکتے ہیں۔

تیسرے کروسیڈ میں مسلمانوں میں جذبۂ جہاد ہی تو تھا جو مسلم امہ اور ان کے عظیم قائد صلاح الدین کے لئے اس قدر عظمت اور جلال کا باعث بنا۔

سلطان نے صلح کے بعد اپنی سلطنت میں اعلان کر دیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح ہوگئی ہے اور مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے شہروں میں آزادی سے آجا سکتے ہیں۔ اس کے بعد بیت المقدس میں ضروری اقدام کئے اور دمشق جانے کیلئے تیاری کی۔ سرحدوں کا دورہ کیا اور حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیا۔ حج کا ارادہ تھا لیکن مشیروں کے مشورہ پر پروگرام ملتوی کر دیا۔ پھر 5 شوال 588ھ کو عازم دمشق ہوا۔ سلطان کو دمشق سے نکلے چار برس گزر چکے تھے۔ لوگ اپنے قائد کی دید کو ترس گئے تھے۔ جس دن سلطان دمشق میں داخل ہوا عید کا سماں تھا کہ ان کا یوسف کنعان واپس آگیا تھا۔ لوگ دید کے لئے امڈ آئے اور جود و سخا سے ہر کوئی بہرہ ور ہوا۔ 12 صفر 588ھ کو قافلۂ حج واپس آیا تو سلطان حجاج کرام سے ملاقات کے لئے نکلا۔ اہل حجاج کے حالات معلوم کئے اور حجاج کرام کو مبارکباد دی۔

وفات

سلطان نے ملک عادل کو بلایا اور ملک افضل کو بھی بلا بھیجا۔ دونوں سے مشورہ کیا کہ فرنگیوں سے صلح کے زمانہ میں کیا کرنا چاہئے۔ ملک عادل نے فتح خلاط کا مشورہ دیا اور ملک

Marfat.com

افضل نے روم کا۔ سلطان نے کہا دونوں پر ایک ہی وقت میں حملہ کرنا چاہئے۔ میں روم پر حملہ کروں گا اور ملک عادل ایک شہزادے کے ہمراہ خلاط پر حملہ کرے اس کے بعد آذر بائیجان اور عجم کی باری ہوگی۔ سلطان نے ملک عادل کو کرک کی طرف روانہ کیا۔ 16 صفر 589ھ (1193ء) کو سلطان عارضہ تپ دق میں مبتلا ہوا۔ علاج کے باوجود مرض دن بدن بڑھتا گیا۔ آخر 27 صفر 589ھ کو اسی مرض سے سلطان اس دار فانی سے رخصت ہوا عالم اسلام میں صف ماتم بچھ گئی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی دونعی فقیہ نے غسل دیا۔ تابوت اور کفن قاضی فاضل نے اپنی حلال کمائی سے مہیا کیا۔ کئی بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور دمشق میں اس باغ میں جہاں بیماری کی حالت میں سلطان رہا تھا کے مغربی دالان میں دفن کیا گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس تلوار سے سلطان جہاد کرتا تھا وہ اس کے پہلو میں دفن کر دی گئی۔

اوصاف وخصائل

سلطان صلاح الدین ایوبی عالم اسلام کا مرد آہن، مجاہد عظیم، بے نظیر قائد، عدیم المثال محافظ اور ہمت وشجاعت کا پیکر سالار اعظم تھا۔ وہ ایسا شفیق حکمران تھا جس کی بہت کم مثال تاریخ میں ملتی ہے۔ وہ ایک رحم دل، فیاض اور عدل گستر حکمران تھا۔ وہ دشمنوں کے لئے برق اجل تھا عفو و درگزر اس کا شیوہ تھا۔ اس نے کئی بار اسلام کے ازلی و ابدی دشمنوں کو معاف کر دیا جبکہ وہ بار بار عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔ جہاد سلطان کی زندگی کا مشن تھا۔ خیمہ اس کی محل سرائے تھا اور گھوڑے کی پیٹھ اس کا تخت تھا۔ فوجی افسران اور اس کے درباری اس کی پیاری اولاد تھے۔ تلواروں کی چمک اس کی شان وشوکت کے سامان تھے۔ سلطان کی زندگی کا یہی مختصر سا اثاثہ ہے۔ صلاح الدین یوسف ایک انتھک سپاہی، بہادر جرنیل اور جذبہ ایمانی سے سرشار مسلمان فرمانروا تھا۔ نہ محل نہ خدام، نہ راگ ورنگ کی محافل اور نہ عیش وعشرت کے اسباب تھے۔ یہاں تو فقط دشمن کا خون چاٹنے والی ننگی تلواروں کے ہیبت ناک مناظر ہیں۔ سلطان صلاح الدین دلوں پر حکومت کرنے والا حکمران تھا جس کے رگ وپے میں امت کا درد تھا۔ جس کے دل میں خوابیدہ امت اسلامیہ کی بیداری کا جوش وجنوں تھا۔

Marfat.com

سلطان صلاح الدین ہی وہ فرمانروا تھا جس نے امت مسلمہ کی ناموس کی خاطر عیش وعشرت کی زندگی کو تیاگ کر میدان جہاد کا انتخاب کیا جہاں گھوڑوں کی ہنہناہٹ تلواروں کی جھنکار اور انسانوں کے کٹنے گرنے کے خوں آشام ہیبت ناک مناظر کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ صلاح الدین یوسف ہی تھا جس نے تہذیب کی ماری زوال پذیر منتشر مسلمان قوم کے دلوں میں غیرت ایمان، جذبہ جہاد اور اتحاد و یگانگت کا رنگ بھر دیا اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں نے فرنگیوں کے طوفان کے سامنے چٹان بن کر اس کا رخ موڑ دیا۔ سلطان صلاح الدین تھا جس نے کفر کے ایوانوں میں اسلام کی ہیبت و جلالت سے لرزہ طاری کر دیا۔ دشمن کی کثرتِ تعداد، سمندر کی سرکش لہریں، باد و باراں کے تھپیڑے اور موسموں کی شدت سے سلطان ہرگز نہ گھبراتا تھا۔ قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ:

''وہ بڑا قوی دل، بارعب، بہادر، شجاع اور ثابت قدم تھا۔ کوئی مصیبت اور کوئی مہم اسے ڈرا نہیں سکتی تھی۔ عیسائیوں کے سخت سے سخت مقابلوں کی وہ کچھ پرواہ نہ کرتا تھا اور کئی دفعہ قلیل فوج کے ساتھ کثیر التعداد دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں تامل نہیں کرتا تھا۔ موسم سرما کی شدید سردیوں میں وہ جنگ اور حملوں میں مصروف رہتا تھا''۔

علہ کے ساحل پر ایک شب عیسائیوں کے ستر جہاز آ پہنچے۔ بہاؤ الدین کہتا ہے:

''میں عصر سے گنتا رہا اور ان کی کثرت سے سلطان کے چہرے پر ملال کی بجائے خوشی اور فرحت نظر آتی تھی اور اس کا دل قوی ہو جاتا تھا۔ یہ تو سلطان کا عام معمول تھا کہ شدت جنگ کے وقت صفوں کو چیرتا ہوا فوج کے دائیں بائیں گزر جاتا تھا اس کی ہمت اور ثابت قدمی بیماری اور شدت مرض اور سخت سے سخت صدموں کی حالت میں بھی اس کو نہیں چھوڑتی تھی۔ مرج علہ میں وہ سخت بیمار پڑا۔ اس وقت وہ تمام یورپ سے مصروف جنگ تھا۔ اس کے سارے جسم پر دنبل اور پھوڑے نکل آئے وہ نہ سیدھا بیٹھ سکتا تھا اور نہ لیٹ سکتا تھا۔ ایک پہلو پر تکیہ کے سہارے بیٹھتا یا سوتا لیکن اس حالت میں بھی وہ جنگ کی تیاریاں اور ترتیب افواج کرتا تھا۔ صبح سے لے کر مغرب تک گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کی ترتیب اور تنظیم کرتا

Marfat.com

تھا۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ سلطان دینول اور پھوڑوں کی حالت میں کیونکر سوار رہنا اور پھرنا برداشت کرسکتا ہے لیکن اس کے چہرے پر درد اور تکلیف کی کوئی علامت نظر نہ آتی تھی۔ جو کچھ اس پر گزرتی اس کو برداشت کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ سوار ہونے سے میرا درد کم ہو جاتا ہے اور سواری سے اترنے پر پھر درد عود آتا ہے۔

سلطان سخت کوش اور انتھک مجاہد تھا۔ قاضی ابن شداد بانیاس پر عیسائیوں سے جنگ کر کے ان کو قید کر لینے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''تمام رات سلطان کام میں مصروف بیٹھا رہا۔ صبح ہوگئی شمع اٹھائی گئی اور عشاء کے وضو سے ہم نے فجر کی نماز ادا کی۔ صلقہ اور صغد پر چڑھائی کے وقت سخت بارش اور سردی کے دن تھے۔ زور کی بارش ہو رہی تھی اور خیموں کے چاروں طرف پانی چل رہا تھا۔ کیچڑ میں حرکت کرنا دشوار تھا مگر سلطان سرد لمبی رات کو مجانیق نصف کرانے میں مصروف رہا۔

مرج عکہ میں بارش اور سردی کی ایک رات کو ہوا کی تیزی سے اس کا خیمہ اکھڑ کر اس پر آن گرا مگر وہ تمام رات کیچڑ اور سردی میں پڑا رہا اور صبح ہوئی تو اس کا جوش بڑھا ہوا دیکھا گیا۔

سلطان کو اپنے بچوں سے محبت تھی مگر یہ محبت اس کو اپنے کام میں کبھی سست نہ کرسکی، برسوں وہ دمشق سے دور رہتا تھا۔ جنگ اور جہاد کی محبت اس کے دل میں ایسی جاگزیں تھی کہ سوائے جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذکر کے دنیا کا کوئی اور کام اسے سوجھتا ہی نہ تھا۔ جو جنگ کی باتیں کرتا وہی اس کو اچھا لگتا۔ اور وہی اس کا مقرب ہوتا۔

جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں اس نے اپنے اہل و اولاد وطن مسکن اور ہر چیز کو چھوڑ دیا تھا۔ سلطنت اور حکمرانی ترک کر کے دنیا میں ایک خیمہ کے سایہ پر قانع ہوا۔ اور آرام و راحت کو خیر باد کہہ دیا۔

ایک دفعہ سلطان سخت بیمار ہوا۔ اس کی زندگی سے مایوسی ہوگئی تو اس نے منت مانی کہ اگر تندرست ہو گیا تو عیسائیوں کو مسلم ممالک سے نکالنے اور بیت المقدس کو واپس لینے اور فتح کرنے میں عمر صرف کر دوں گا۔

Marfat.com

سلطان عزم واستقلال اور ہمت کا پیکر تھا۔ 586ھ میں سلطان بلاد ساحل کی طرف عازم ہوا۔ سلطان کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہمارے پاس فوج نہیں ہے۔ قلیل فوج کے ساتھ ہمارا دشمن کے ممالک کو جانا خطرناک ہے سلطان نے کوئی توجہ نہ دی اور عکہ روانہ ہو گیا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ سمندر لہریں مار رہا تھا۔ ابن شداد کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے سمندر کی موجیں نہیں دیکھی تھیں۔ پہاڑ کی طرح بلند موجوں کو دیکھ کر میرا دل کانپ اٹھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہو رہا تھا کہ کہ مجھے ساری دنیا بھی دے دے تو سمندر کا سفر نہ کروں۔ اسی حالت میں سلطان نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ جب خدا کے فضل سے میں بقیہ ساحل کو فتح کرلوں گا تو میں ان کو مسلمانوں میں تقسیم کردوں گا اور فارغ البال ہو کر جزائر کا سفر کروں گا اور دشمن کے ممالک پر چڑھائی کروں گا یہاں تک کہ روئے زمین پر کوئی کافر اور منکر خدا باقی نہ رہے اور میں بھی اس کوشش میں مارا جاؤں میں نے سلطان کی بہادری کی تعریف کر کے کہا کہ مسلمانوں کی فوجوں کو سمندر میں لے جانا مناسب نہیں اور ایسے خوفناک سفر سے اندیشہ کرنا چاہیے۔ سلطان نے جواب دیا کہ تم ہی بتاؤ انسان کے لئے کون سی موت بہتر ہے؟ میں نے کہا موت فی سبیل اللہ سلطان نے جواب دیا میں بھی یہی چاہتا ہوں"۔

سلطان فطرۃً فیاض تھا۔ جب مصر کی حکومت اس کے ہاتھ آئی تو اس نے تمام دولت لوگوں میں تقسیم کر دی۔ نور الدین زنگی کی ناراضگی کا ایک سبب یہی فیاضی تھی۔ سلطان کی وسعت سلطنت کے ساتھ ساتھ فیاضی بھی ترقی کر گئی۔ سلطان کی وفات کے وقت اس کے خزانہ میں 47 درہم ناصری اور ایک دینار نکلا اور کوئی باغ، زمین، جاگیر جائیداد، مکان اور حویلی قسم کی جائیداد اپنے ملک میں باقی نہیں چھوڑ گیا۔ اتنی وسیع سلطنت کا حکمران اور یہ اس کی بخشش اور سخاوت کا نتیجہ تھا کہ زندگی بھر زکوٰۃ کا نصاب اس پر لاگو نہ ہوا۔ سلطان کی فیاضی مال وزر کی تقسیم تک ہی محدود نہ تھی وہ ملک صوبے اور جاگیریں بھی بخشتا اور تقسیم کرتا رہتا تھا۔ 579ھ میں اس کا ہاتھ تنگ ہوا تو سلطان نے ملک عادل سے ایک لاکھ پچاس ہزار

Marfat.com

دینار قرض مانگے تو ملک عادل نے اس رقم کے بدلے حلب طلب کیا جو چند ماہ بیشتر فتح ہوا تھا سلطان نے جواب دیا کہ میں پہلے ہی حلب تم کو دینا چاہتا تھا۔ تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ دوسری صبح ملک عادل نے حلب کا بیع نامہ تحریر کر دینے کی درخواست کی تو سلطان ناراض ہوا اور کہا:

''کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ مملکتیں بھی فروخت ہوتی ہیں تمہیں معلوم نہیں ولائتیں ان کے سالکین کا حق ہے ہم تو مسلمانوں کے خزانچی اور اہل دین کے نگہبان اور ان کے مالوں کے محافظ ہیں''۔

فتح بیت المقدس کے وقت فیاضی اور سخاوت کے دروازے مسلمانوں اور نصرانیوں پر کھول دیئے۔ کسی نے سلطان کو کہا کہ ''اگر یہ مال آپ محفوظ رکھتے تو بیت المال کے لئے ایک بڑا خزانہ جمع ہو جاتا اور مدتوں تک کام آتا''۔ سلطان نے جواب دیا: ''مجھے فیاضی سے راحت ہوتی ہے کیونکہ یہ روپیہ اور زر میرا مال نہیں ہے۔ یہ اہل استحقاق کا حق ہے۔ جو میرے پاس آ کر اپنا حق ظاہر کرتا ہے وہ مجھ پر احسان کرتا ہے کہ اپنا مال لے کر مجھے سبکدوش کرتا ہے اور اپنی امانت مجھ سے واپس لے لیتا ہے''۔

ملک صالحؒ کے مفتوحہ ممالک بار ہا اس کو واپس دیئے اور جب اس نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ (نور الدین کی بیٹی) کو سلطان سے غراز مانگنے کے لئے بھیجا تو سلطان نے غراز (ایڈیسہ) اس کو دے دیا۔ دمشق کے نائب نے لکھا کہ اربابِ صدقات بہت غنی ہیں اور مستحق صدقہ نہیں ہیں لہٰذا وظائف موقوف کر دیئے جائیں۔ یہ صدقات گیارہ ہزار کے قریب تھے سلطان نے حکم دیا کہ یہ بدستور جاری رہیں۔

صلح موصل کے بعد سلطان جب بیمار ہوا تو ایک روز جنگل سے شور وغل کی آواز آئی۔ پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ تو بتایا گیا کہ باہر لوگ آپ کی صحت کی دعا اور عنایت کی آرزو کے لئے آئے ہیں۔ حکم دیا:

''خزانے میں جتنا روپیہ ہے سب کا سب ان میں تقسیم کر دو''۔ اسی بیماری کے دوران

Marfat.com

جب وہ زندگی سے مایوس ہوگیا تو وصیت لکھ دی اور دیار مصر اور بلاد شام کے والیوں اور نائبوں کو حکم دیا کہ فقراء و مساکین میں صدقہ تقسیم کرو۔ اس پر عمل کیا گیا۔ دمشق کے نائب نے پانچ ہزار دینار تقسیم کئے۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت عیسائیوں سے زرفدیہ کے دو لاکھ بیس ہزار جمع ہوئے تھے جو سب کے سب تقسیم کر دیئے گئے۔ بیت المقدس سے روانگی کے وقت ایک دینار بھی باقی نہیں تھا۔

بیت المقدس میں ایک دفعہ مختلف ممالک کے سفیر حاضر ہوئے۔ سلطان دمشق کو روانہ ہونے والا تھا اور سفیروں کو انعام دینے کے لئے خزانہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ ابن شداد کہتا ہے کہ میں نے بار بار سلطان کی خدمت میں عرض کیا۔ آخر بیت المال کا قیمتی مال و اسباب فروخت کرنے کا حکم دیا اور تمام روپیہ ان میں تقسیم کر دیا اور ایک روپیہ بھی باقی نہ بچا''۔ ابن شداد لکھتا ہے کہ ''سلطان تنگی کی حالت میں بھی سخاوت کرتا تھا جیسی کہ فراخی کی حالت میں اور خزانچی کچھ زائد رقم ناگہانی ضرورتوں کے واسطے مخفی رکھا کرتے تھے کیونکہ وہ یقیناً جانتے تھے کہ جب سلطان کو معلوم ہوا کہ کچھ رقم خزانہ میں ہے تو وہ خرچ کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ دوران گفتگو کہا کہ:

''لوگوں میں کچھ ایسے شخص بھی ہونے چاہئیں جو مال اور دولت کو خاک کے برابر سمجھیں''۔

فیاضی کے وقت سلطان کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا تھا۔ اگر کسی کو دینے کے لئے پاس کچھ نہ ہوتا تو سلطان ملول اور غمگین ہو جاتا تھا۔ وہ سائلوں کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آتا تھا۔ سلطان کا مورخ قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ:

''سلطان کے عطیات اور فیاضیوں کی تعداد اس کی حقیقت اور اندازہ کے علم سے ہم عاجز ہیں''۔ اس کے دفتر کے منشی سے میں نے سنا کہ ہم نے کبھی سلطان کے عطیات بیشمار کا شمار نہیں کیا لیکن ایک دن مرج عکہ میں یوں ہی خیال آیا اور ہم گنتے رہے کہ وہاں دس ہزار گھوڑے سلطان نے سائلوں کو بخشے تھے''۔

سلطان کی دریا دلی اور جود و سخا کا احاطہ چند صفحات میں ناممکن ہے۔ سلطاح صلاح

Marfat.com

الدین جہاں مسلمانوں کے ساتھ فیاضی میں دلیر تھا وہاں فرنگیوں کے ساتھ بھلائی احسان اور مروت کرنے میں پیش پیش تھا۔ایک واقعہ بھی تاریخ اقوام عالم کے صفحات میں نہیں ملتا کہ سلطان نے اسلام کے بدترین دشمن عیسائیوں پر تشدد کیا ہو بلکہ جب کبھی بھی کسی موقع پر دشمن نے سلطان سے کچھ طلب کیا اس نے رحم، مروت اور احسان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔فرانسیسی مورخ مچاڈ جلد اول صفحہ 137 پر لکھتا ہے کہ:

''عیسائی جن پر لفظ انسان کا مطلق اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔مسلمانوں کو وحشی، خونخوار اور ظالم کہتے ہیں پھر یہ سب برائیاں اسلام پر منطبق کی جاتی ہیں لیکن اس بات کا فیصلہ کرنا کہ خونخواری، درندگی بے رحمی ظلم و جفا عیسائیت کا خاصا ہے یا اسلام کا۔عیسائیوں نے اس کا مظاہرہ کیا یا مسلمانوں نے؟ جنگ ہائے صلیبی کی تاریخ سے بہتر کوئی اور دستاویزی ثبوت نہیں۔دونوں اقوام عیسائی اور مسلمان دو صدیوں تک ایک دوسرے کے مدمقابل رہے اور اپنی اپنی عادات اور خصوصیات کا ایک ساتھ مظاہرہ کرتے رہے۔مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں پر لفظ انسان کا اطلاق ہی نہیں کیا جا سکتا۔حیوانات مطلق کی درندگی اور خونخواری کو بھی عیسائیوں کی سفاکی اور بے رحمی نے مات کر دیا ہے۔پہلے کروسیڈ کے حالات میں ایسے واقعات کی کمی نہیں ہے کہ بعض عیسائی سردار (بوہمنڈ) مسلمان قیدیوں کو ذبح کر کے اور ان کے گوشت کے ٹکڑوں کو سیخوں پر چڑھا کر کباب کی طرح بھون کر کھا گئے اور لشکر کا لشکر اس ضیافت میں شریک ہوا''۔

عیسائی درندوں نے جب بیت المقدس فتح کیا تو ستر ہزار معصوم عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بے رحمی سے قتل کر دیا اور جن عذابوں سے ان کی جانیں لیں انسانیت شرمندہ ہو جاتی ہے۔عیسائی سرداروں نے بڑے فخر سے پوپ کو لکھا کہ: ''مسلمانوں کا ناپاک خون گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک پہنچ گیا ہے''۔

سفاک عیسائیوں کی سفاکیوں کا یہاں ذکر کرنا ناممکن ہے تاہم مسلم ممالک کے حکمرانوں بالخصوص مملکت خداداد پاکستان کے ان حکمرانوں کو شرم آنی چاہئے جو ملک کی

Marfat.com

دولت اپنے دور اقتدار میں لوٹ لوٹ کر اسلام دشمن عیسائی ممالک کے بینکوں میں جمع کرا کر ملک کو کنگال کرتے رہے اور اقتدار کے حصول کی خاطر یہ ملت فروش طبقہ بھاگ بھاگ کر فرنگیوں کی گود میں بیٹھ کر ملک کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں۔ نئے دور کی صلیبی جنگ تو شروع ہو چکی ہے مگر افسوس مسلمانوں کے پاس آج کوئی نور الدین اور صلاح الدین نہیں۔

سلطان صلاح الدین نے عیسائیوں پر ان گنت احسانات اور مروتیں کیں جن کا ذکر متعدد بار کیا جا چکا ہے۔ حصن برزیہ کی فتح کے وقت اس کی والیہ جو والی انطاکیہ کی بیوی تھی بمع اپنی لڑکی اور خدام کے مسلمانوں کی قید میں آ گئی۔ سلطان نے اس کو تمام متعلقین سمیت انعام و کرام دے کر انطاکیہ بھیج دیا۔

عماد کہتا ہے بیت المقدس سے روانگی کے وقت دمشق جاتے ہوئے برنس ارناط (ریجنالڈ) کا سفیر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے سردار کی طرف سے فتح کیے گئے شہروں کو واپس مانگا تو سلطان نے کمال مروت و احسان کا مظاہرہ کرتے ہوئے مفتوحہ شہر واپس کر دیئے۔

ناصرہ میں صیدا کا والی سلطان کے پاس آیا۔ سلطان نہایت احترام و اکرام سے پیش آیا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا ایسا سلوک وہ اکثر عیسائیوں سے کیا کرتا تھا۔

بقول عماد وہ ایک دفعہ سلطان کے ساتھ جا رہا تھا کہ ایک سپاہی ایک عیسائی عورت کو لایا جو سخت گریہ وزاری کر رہی تھی۔ سلطان کے پوچھنے پر عورت نے بتایا کہ اس کی لڑکی اٹھا لائے ہیں اور بادشاہ نے مجھے آپ کے پاس جانے کو کہا ہے۔ یہ سن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور لڑکی کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا کہ لڑکی فروخت کر دی گئی ہے۔ سلطان نے اس کی قیمت ادا کر کے لڑکی اس کی ماں کو دلا دی۔

سلطان کی مروت، عفو، حلم اور رحم ایسا وسیع تھا کہ لوگوں کو بعض اوقات جرائم کی جرأت ہوتی تھی مگر اس کے پاس سب کے لئے معافی تھی۔ امام ابی الحسن الحزرمی ابن اثیر کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں اس کے ملازم کیلے کی پھلی ایک دوسرے کی طرف پھینک رہے تھے

Marfat.com

ایک دفعہ وہ سلطان کے پاس جا پڑی تو سلطان دوسری طرف منہ کر کے کسی سے بات کرنے لگ گیا تا کہ غلاموں کو معلوم نہ ہو کہ اس نے ان کی گستاخی دیکھ لی ہے"۔ مؤرخ ابن شداد کہتا ہے کہ:

"ایک دن میری سواری کا خچر بھاگ نکلا اور سلطان کے قریب سے گزرنے پر اس کو سخت دھکا لگا مگر وہ اسی طرح ہنستا رہا۔ ایک روز کیچڑ میں میرے خچر نے سلطان کے کپڑے خراب کر دیئے مگر اس نے پرواہ تک نہ کی۔ مظلوموں کی سخت کلامی برداشت کر لیتا تھا۔ لوگ اس کے خاص فرش کو پاؤں میں روندتے اور خراب کر دیتے تھے لیکن اس کو کچھ ملال نہیں ہوتا تھا"۔

زمین و آسمان عدل پر قائم ہیں۔ سلطان سفر و اقامت میں عدل و انصاف کا ہمیشہ خیال رکھتا۔ ہفتے میں دو دن دربارِ عام کیا کرتا تھا جس میں ہر خاص و عام کو دادرسی کے لئے حاضر ہونے کی اجازت تھی۔ دربار میں بڑے بڑے فقہاء، علماء اور فضلاء موجود ہوتے تھے۔ کوئی دادخواہ عدالت سے محروم نہیں ہوتا تھا۔

عمر خلاطی نامی ایک تاجر نے سلطان پر دعویٰ کیا کہ اس کا ایک غلام سلطان کے قبضہ میں آ کر مر گیا ہے اور بہت سا مال اس نے چھوڑا ہے جو اس کا حق ہے۔ دعویٰ کی باقاعدہ سماعت ہوئی۔ سلطان اس کے عدالت میں حاضر ہونے پر تخت سے اتر کر اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ دستور کے مطابق کاروائی ہوئی لیکن مدعی کا بیان ثابت نہ ہوا اور وہ اپنی جھوٹی کوشش پر شرمندہ ہوا۔ سلطان نے اس کو بہت سا مال دے کر فیاضی کا مظاہرہ کیا۔

ایک شخص نے سلطان کے چچازاد بھائی کے خلاف دعویٰ کیا۔ تقی الدین کو معمولی مدعا علیہ کی طرح عدالت میں طلب کیا گیا اور مدعی کے برابر کھڑا کر کے حلفی بیان لئے گئے اور فیصلہ شریعت کے مطابق کر دیا گیا۔

سلطان صلاح الدین صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا وہ نیک عقیدہ حکمران تھا۔ نماز، نوافل اور تہجد کا پابند تھا۔ ذکر الٰہی اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ اہل علم اکابر فقہاء اور مشائخ کی محافل میں

Marfat.com

مسائل فقہ پر مباحث ہوتے اور عقائد کی مدلل چھان بین کی جاتی تھی۔اس کا عقیدہ نہایت پاک صاف تھا۔شیخ قطب الدین نے عقائد کی ایک کتاب تصنیف کی تھی جسے سلطان بہت پسند کرتا تھا اور اپنے بچوں کو یاد کراتا تھا۔اس نے کبھی نماز قضا نہ کی۔مرض الموت سے آخری تین دن نماز فوت ہوئی جب وہ بے ہوش رہا۔زکوٰۃ کے نصاب کا اس پر کبھی اطلاق ہی نہ ہوا تھا۔اس کی وفات کے وقت اس کے خزانہ سے صرف 47 درہم ناصری اور سونے کی ایک مہر کے سوا کچھ نہ نکلا۔نیز کوئی کسی قسم کی ملکیت نہ چھوڑی۔

سلطان کو قرآن سننے کا بہت شوق تھا۔اس کا امام ایک خوش الحان قاری اور حافظ تھا۔رات کے وقت حفاظ کرام سے تین تین چار چار پارے سنا کرتا تھا۔قراء سے قرآن سنتا تھا اور ان کو انعام سے نوازتا تھا۔ایک دن ایک بچہ اپنے باپ کو قرآن سنا رہا تھا کہ سلطان ادھر سے گزرا۔اس لڑکے کی خوش کن آواز اسے بہت پسند آئی۔اس کو اپنے ساتھ لے آیا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور اس کے باپ کو ایک گاؤں کی جاگیر بخشی۔

قرآن کریم سنتے وقت سلطان پھوٹ پھوٹ کر رویا کرتا تھا اور اشکوں کا سیل رواں ہو جاتا تھا۔سماع حدیث کا بھی بے حد شوق تھا۔اکثر اوقات مشائخ کو بلا کر احادیث سنا کرتا تھا۔شیخ حافظ اصفہانی (اسکندریہ) کے پاس اسی غرض سے حاضر ہوا۔دوران سفر وہ حدیث کی کتب ساتھ رکھتا تھا۔سلطان خود پڑھتا اور علماء سے معانی دریافت کرتا تھا ایسی حدیث جس کا مضمون عبرت آموز ہوتا سن کر زار و قطار روتا تھا۔

سلطان نیک طینت، لطیف الاخلاق، پسندیدہ معاشرت والا اور نیک اطوار تھا۔وہ انساب عرب کا حافظ اور ان کے دفاع کا عارف، ان کی تاریخ و احوال کا ماہر تھا۔وہ ان کے گھوڑوں کے انساب کا بھی ماہر تھا۔دنیا کے عجائبات اور نوادر کا عالم تھا۔اس کی مجالس میں نیک کلام اور اچھی باتوں کے سوا اور کچھ نہیں سنا جاتا تھا۔سلطان وعدہ وفا تھا۔یتیموں اور ضعیفوں کا سرپرست تھا ان کو مالا مال کر دیتا تھا آخری وقت تک اسی نیک اخلاق پر رہا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی ایک صاحب علم، علم دوست علماء اور اہل کمال کا مربی

Marfat.com

سرپرست اور قدر دان تھا۔ علم اور اہل علم کی قدر دانی اس کی فطرت کا خاصہ تھی۔ مصر کی وزارت ملتے ہی اس نے اہل علم کو اپنے پاس جمع کرنا شروع کر دیا تھا اس کے دور حکومت میں اس کے پاس بے نظیر مجمع علماء وفضلاء، فقہاء، صلحاء، شعراء، حکماء مورخین، اہل فن، اطباء، اہل قلم اور صاحب ہنر تھے جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ سلطان نے ان کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں۔ جن پر تین لاکھ درہم سالانہ خرچ آتا تھا سلطان بذات خود شعر کا عمدہ ذوق رکھتا تھا۔ اپنے بھائی تاج الملوک کی وفات پر چند اشعار اظہار غم کے لئے لکھے۔ وہ اچھے اچھے شعراء کے شعروں میں نہایت نازک غلطیوں کی اصلاح کر دیتا تھا۔ امیر موید الدولہ ابو حارث اسامہ بن مرشد سلطان کے پاس دمشق چلا آیا۔ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم کی اور معرہ کے اعمال میں جاگیریں اور دمشق میں حویلی عطا کی۔ موید الدولہ کے بیٹے عضد الدولہ نے باپ کے شعروں کا دیوان جمع کر کے سلطان کو دیا جسے وہ اکثر پڑھا کرتا تھا۔ عضد الدین کو درباریوں میں شامل کیا۔ سلطان کی مجلس میں مختلف علوم کے ماہر اور علماء مختلف مسائل اور موضوعات پر اپنے اپنے کمالات کا اظہار کرتے تھے۔ کبھی احکام شریعہ اور مسائل فقہ بیان ہوتے کبھی علم ادب پر بات ہوتی۔ فساعات شعریہ اور تحقیقات الفاظ عربیہ پر موشگافیوں کا سلسلہ چل نکلتا۔ سخاوت اور اخلاق حسنہ کا سلسلہ چھڑ جاتا۔ کبھی فضائل جہاد فی سبیل اللہ اور اس کی تیاری کے تذکرے ہوتے۔ سلطان خود بھی ان تذکار میں حصہ لیتا تھا۔ بزرگ علماء کی خدمت میں حاضر ہونے میں دریغ نہیں کرتا تھا۔ ابو الفتح عبدالسلام ابن یوسف دمشق پہنچا تو سلطان خود چل کر اس کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس کی تکریم کی ابو القاسم علی بن حسن مصنف تاریخ دمشقی نے وفات پائی تو سلطان خود جنازہ میں شریک ہوا۔ حکیم مہذب الدین ابوالحسن علی بن عیسیٰ المعروف باب النقاش بغدادی جو طالبان علم طب کا مرجع اور علوم ریاضیات و معارف حکمیہ میں کامل دسترس رکھتا تھا جب دمشق میں فوت ہوا تو سلطان کو حمص میں اس کی موت کی خبر سن کر سخت رنج ہوا۔

جب سلطان نور الدین محمود زنگی کے دور حکومت میں شحنۂ دمشق تھا تو کمال الدین

Marfat.com

شیر ندی دمشق کا حاکم اور قاضی تھا۔ وہ سلطان کے خلاف شریعتی فیصلے اپیل میں توڑ دیتا تھا۔ سلطان کو بعض اوقات اس کا رنج ہوتا تھا اور جھگڑا بھی ہو جاتا تھا لیکن جب سلطان وہاں کا حکمران بنا تو تنازعات اور رنجشوں کو بھلا کر اس نے کمال الدین کو دمشق کا حاکم اور قاضی رہنے دیا۔ وہ اکثر کمال الدین سے فتوے پوچھتا اور اس کو تحائف بھیجا کرتا تھا۔ شرف الدین مشہور زمانہ فاضل اور فقیہ حلب سے دمشق پہنچا تو سلطان نے اس کی تکریم کی اور اسے دمشق کا قاضی مقرر کیا۔

علم دوست سلطان نے مصر اور شام کے شہروں اسکندریہ قاہرہ اور بیت المقدس وغیرہ میں جا بجا مدرسے قائم کئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب فراقہ میں ایک مدرسہ تعمیر کیا جسے شافعیہ کہا جاتا تھا۔ مصر میں ایک اور مدرسہ شافعیہ قائم کیا۔ مالکیہ یا لحمیہ نامی مدرسہ مصر میں تھا یہاں ابن خلدون درس دیا کرتا تھا۔ قاہرہ میں مشہد امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب مدرسہ قائم کیا اور سیلوفیہ نامی مدرسہ بھی قاہرہ میں قائم کیا تھا۔ سعید السعد اخادم المصر یمنی کے گھر کو مدرسہ بنایا بیت المقدس اور دمشق میں نوری ہسپتال کے قریب صلاحیہ نام کے مدرسے قائم ہوئے۔ ان مدارس کے لئے بڑے بڑے اوقاف مقرر تھے۔

سلطان نے حکومتی سرپرستی میں لائبریریاں قائم کر رکھی تھیں۔ قصر شاہی میں کئی کمرے کتابوں کے لئے مخصوص تھے۔ ہر کمرے میں ایک فن کی کتب ہوتی تھیں۔ مصر اور شام میں سلطان نے جا بجا شفا خانے سرائیں اور مہمان خانے تعمیر کروائے ان میں قاہرہ کا شفا خانہ سب سے مشہور ہے۔ علامہ ابن جبیر نے لکھا ہے کہ ”قاہرہ کا یہ شفا خانہ صلاح الدین کے مفاخر میں سے تھا“۔ وہ ایک بہت خوبصورت ایوان ہے بہت سے کمرے ہیں۔ ہر کمرہ میں پلنگ بچھے ہیں جن پر سلیقہ سے بچھونے اور تکئے لگے ہیں۔ دواؤں کے الگ کمرے ہیں اور اس کے لئے دوا ساز اور منشی مقرر ہیں۔ عورتوں کے علاج کے لئے ایک علیحدہ قطع ہے اور ان کی خبر گیری اور علاج کے لئے عورتیں مامور ہیں۔ پاگلوں کے الگ مکانات ہیں جن کا احاطہ بہت وسیع ہے اور دریچوں میں لوہے کی جالیاں ہیں۔ شفا خانہ کا اہتمام ایک طبیب سیکرٹری

Marfat.com

سے متعلق ہے۔اس کے ماتحت بہت سے نوکر ہیں جو صبح وشام دونوں وقت بیماروں کا ملاحظہ کرتے ہیں اوران کی غذا اور دوائیں تبدیل اور اصلاح کرتے ہیں۔ سلطان خود شفاخانہ کے ملاحظہ کے لئے آتا ہے اور مریضوں کی خبر گیری اور مصالحہ کی سخت تاکید کرتا ہے''۔

قاہرہ میں بھی ایک شاندار شفاخانہ تھا۔ اسکندریہ میں اعلیٰ درجہ کا شفاخانہ تھا۔

سلطان نے شہروں کی حفاظت کے لئے فصیلیں تعمیر کروائیں۔ بے شمار مساجد قلعے اور سرائیں تعمیر کروائیں اور اس کے علاوہ دیگر شاندار عمارات ہیں۔ کنوئیں اور خندقیں کھدوائی گئیں یہ کام امیر شہاب الدین قراقوش کے ذمہ تھا۔ دن رات جہاد کی مصروفیات کے باوجود سلطان نے عوام کی سہولتوں اور رفاہِ عامہ کو فراموش نہ کیا اور خزانے کا بڑا حصہ رفاہِ عام اور شہروں کی حفاظت کی تعمیرات پر خرچ کیا۔ سلطان اپنی ذاتی اسائش اور اس غرض سے کسی تعمیر پر روپیہ خرچ کرنے میں بخیل تھا۔

ایک دفعہ سلطان کی غیر حاضری میں دمشق کے نائب بدر الدین مودود کے معاون خزانہ صفی بن قابض نے قلعہ دمشق کی ایک بلندی پر عظیم الشان محل سلطان کے لئے تعمیر کروایا اور کثیر رقم اس پر خرچ کی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے اس کام پر سلطان خوش ہوگا مگر سلطان نے واپس آکر اس محل کو دیکھنا ناپسند کیا اور فضول خرچی سے سخت ناراض ہوا اور صفی الدین کو اس عہدہ سے سبکدوش کر دیا اور کہا:

''جس شخص کو موت کا یقین ہے وہ ایسے محل اور بالا خانے تعمیر نہیں کرتا۔ ہم عبادت اور حصول سعادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ ان عالیشان مکانوں میں پاؤں پھیلانے کے لئے''۔

سلطان کی فکر کتنی پاکیزہ اور سچی ہے۔ بلاشبہ یہ دنیا فانی ہے۔ یقیناً ضمیر فروش اور ملک و ملت کے سوداگر ہی موت کا یقین نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ عبادت اور حصول سعادت کے تصور کو نظر انداز کر کے اس ناپائیدار دنیا میں عالیشان محلات میں پاؤں پھیلائے رکھنا ہی مقصودِ حیات سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

کتابیات

1۔تاریخ طبری — امام ابوجعفر طبری

2۔تاریخ اسلام — ابن خلدون

3۔کتاب الخراج — امام ابویوسف

4۔سیرت خلفاء راشدین — مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

5۔اسد الغابہ — ابوالحسن الحرزمی بن اثیر

6۔بخاری شریف — امام اسمٰعیل بخاری

7۔ترمذی شریف — امام ابوعیسیٰ ترمذی

8۔ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء — شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

9۔تاریخ خلفاء — جلال الدین سیوطی

10۔تاریخ اسلام — پروفیسر محمد طفیل چودھری

11۔طبقات ابن سعد — ابن سعد

12۔نفح الطیب — علامہ مقری

13۔مسلم اِن سپین — آئی، ایچ برنی

14۔تاریخ اسلام — اکبر شاہ خان نجیب آباد

15۔مورس ان سپین — لین پول

16۔عبرت نامہ اندلس — ڈوزی

17۔کتاب الہند — ابوریحان ابرونی

18۔لائف اینڈ ٹائم آف سلطان محمد آف غزنہ — ڈاکٹر ایم ناظم

Marfat.com

19۔ہسٹری آف مڈیول انڈیا	ڈاکٹر ایشوری پرشاد
20۔تاریخ فرشتہ	محمد قاسم ہندوشاہ فرشتہ
21۔سلطان نورالدین محمود زنگی	طالب ہاشمی
22۔فاتح بیت المقدس صلاح الدین ایوبی	سراج الدین
23۔تاریخ اسلام	شاہ معین الدین ندوی
24۔تاریخ مجاؤ	مجاؤ
25۔تاریخ ابن کثیر	علامہ حافظ ابوالفدا ابن کثیر

Marfat.com

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیرؒ کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے
اپنے نامور فضلاء علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری،
علامہ محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

ان شاء اللہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ـ کراچی ○ پاکستان

جلد اس علمی کارنامے کو منصۂ شہود پر لانے کا شرف حاصل کرے گا۔

Marfat.com

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری (مکمل دس جلدیں)

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ "ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف"

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے

الحمد لله

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نے اس علمی کارنامے کو شاندار معیار طباعت کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔

تفہیم قرآن کریم کے لئے شائقین ہر اچھے بک سٹال سے طلب فرمائیں۔

براہ راست رابطہ کیلئے:۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ، لاہور۔فون:7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔فون:7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی۔فون:۔021-2210212-2630411

Marfat.com

Marfat.com

حضور ضیاء الامت
پیر محمد کرم شاہ الازہری کی
رحمۃ اللہ علیہ
یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

ضیاء النبی ۷ جلد
سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب

سنت خیر الانام
فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات

قصیدہ اطیب النغم
خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز اور دلآویز شرح

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

7221953-7220479
7238010
7225085-7247350
2210212-2212011
2630411

Marfat.com